

# بازدہ نجوم



## تحفۃ الاضاف

مصنف

مولانا عبدالشکور فاروقی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ

عالمی مجلس تحفظ اسلام



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله

کہ یہ سالہ ہدایت مقالہ جامع الاوصاف واقع الاعتدال موسم بہ

# تحفة الاضواء

## لصاحب الاختلاف فی تفسیر آیۃ الاستخلاف

جنس میں

شیعوں کے ایہ فخر مبلغ ڈاکٹر نور حسین صاحب ساکن جھنگ کے مضمون متعلق آیۃ استخلاف مندرجہ نمبر ۵۰۲ جلد پنجم کا جواب باصوبہ کر حسب ذیل مؤرور روشن کس طرح واضح و آشکار کر دیے گئے ہیں

۱) آیت استخلاف کی تصدیق بغیر اسکے کہ تمیز خلق قوم کا موعود من اللہ ہونا تسلیم کیا جائے ناممکن ہو سکتی ہے ۲) صحابہ کرام پر طعن کرنا والوں کے اصول پر یہ کوئی نبی طبع محفوظ رہ سکتا ہوا رہے کیسی نبوت ثابت ہو سکتی ہو اور دین اسلام کی تو ایک بات بھی ملاحظہ نہیں ہو سکتی

۳) مذہب سیدہ کی بنیاد جھوٹ بولنے اور ختم نبوت کا انکار کرنے پر ہے

باتنام کار پر اذان صحیفہ مبارکہ کے اختتام

مطبوعہ المطابع مطبوعہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حَآمِدًا وَ مُصَلِّيًا وَ مُسَلِّمًا

اما بعد واضح ہو کہ پنجاب میں حامیان مذہب شیعہ کے بزرگن عظیم ڈاکٹر زر حسین جماعت صاحب ساکن  
جھنگ کا ایک مضمون آیہ استخلاف کے متعلق سہیل لکھنؤ نمبر ۴۴ و نمبر ۵ جلد پنجم میں شائع ہوا ہے جس کو کسی ماہ ہو گئے  
اس مضمون کا جواب لکھنے کا ارادہ نہ تھا ورنہ اتنے دن نہ گزرتے۔ درحقیقت ایسے مضامین کا  
جواب لکھنا بہت دشوار کام ہے اسلئے کہ جس کام کی ضرورت کا احساس نہ ہو اسکی طرف طبیعت کا  
توجہ ہونا آسان کام نہیں سگراہل جھنگ نے بار بار اصرار کیا اور پھر یہ بھی خیال آیا کہ دراصل یہی  
خدمت قرآن مجید کی ہے لہذا خدا کا نام لیکر آج جواب لکھنے کے لئے قلم ہاتھ میں لیتا ہوں۔  
واللہ المستعان علی ما یصفون۔

یہ ڈاکٹر صاحب وہی بزرگ ہیں جنھوں نے نسہہ میں ایک مضمون بجواب النجم اپنے مذہبی  
اخبار درخفت میں لکھا تھا اور ایڈیٹر درخفت نے اُسکے ساتھ شیعوں کو تسلی دینے کے لئے یہ اعلان  
بھی شائع کیا تھا کہ اب یہی صاحب النجم کے مضامین کا جواب لکھا کریں گے مگر نتیجہ یہ ہوا کہ صفحہ  
۳۳۳ میں النجم میں اس مضمون کا مفصل رد شائع ہوا اور اس میں یہ بھی لکھ دیا گیا کہ کہیں ایسا  
نہ ہو کہ جواب سے عاجز ہو کر درخفت النجم سے مبادلہ بند کر دے جس طرح اخبار اشاعت شری دہلی نے  
کہا تھا۔ خدا کی قدرت کہ یہی ہوا۔ اس تاریخ سے پھر درخفت کی شکل دیکھنے میں نہ آئی النجم ڈیڑھ سال  
تک ان کے نام مفت جاری رہا اور بار بار یاد دہانی کی گئی مگر عدائے برخواست۔

ڈاکٹر صاحب موصوف اپنے کو سابق سنی حنفی مشہور کرنے میں بہت کوشاں نظر آتے ہیں اصلیت کا

حالیٰ خداجانے مگر سرزمین پنجاب میں یہ کوئی نرالی چیز نہیں ہے۔ جہاں شی بنجانا ایک معمولی بات ہے وہاں شیعہ بنجانا کیا شکل ہے۔ ممکن ہے کہ ڈاکٹر صاحب باہن معنی سنی رہے ہوں کہ ان کے آبا و اجداد سنی تھے ورنہ یہ تو ناممکن ہے کہ کوئی شخص حقیقی طور پر مسلمان ہو اور وہ مرتد ہو جائے۔ ایمان کی حلاوت و بلاشت جب قلب تک پہنچ جائے تو پھر ارتداد کا امکان ہی نہیں رہتا۔

اگھا و ماہد فی الحدیث۔ ولنتعہ ما قبلہ

قدغن ہے کہ کوچہ میں کوئی آنے نہ پائے اور بے خبر آجائے تو پھر جانے نہ پائے ڈاکٹر صاحب موصوف نے اب آیہ اختلاف پر طبع آزمائی فرمائی ہے اور اپنے اس مضمون کو خواہ مخواہ تفسیر آیہ اختلاف تصور فرما کر رفع الاختلاف کے نام سے موسوم کیا ہے حالانکہ جو پچھلے اٹھوں نے لکھا ہے وہ اختلاف ہی اختلاف ہے اور اختلاف بھی نہایت مذموم یعنی قرآن کریم کے مفہوم صریح سے۔

سرورق پر یہ بھی ظاہر فرمایا ہے کہ یہ مضمون رد و مذاہمہ شیعہ منکر می کا بھی جواب ہے اور مدیرانہم کی تفسیر آیہ اختلاف کا بھی۔ میرے خیال میں ڈاکٹر صاحب کو اس مقام پر بڑا سہو ہو گیا۔ کسی ضروری نام لکھنے سے رد گئے۔ کم از کم مباحثہ بھئی موسوم باسم تاریخی رد مذہب شیعہ اور مباحثہ سچکوال موسوم باسم تاریخی رد اثناعشری اور کتاب مستطاب تحفہ وازالہ الخفا و منہاج السنہ کے نام ضرور لکھنے چاہیے تھے کہ یہ مضمون ان سب کا جواب ہے۔

رد و مذاہمہ شیعہ منکر می کی تو چند سطرین دو مقام سے ڈاکٹر صاحب نے نقل بھی کی ہیں مگر تفسیر آیہ اختلاف کو تو کہیں سے پھوٹا بھی نہیں بلکہ ان کا یہ مضمون بتا رہا ہے کہ عیسیر مذکور کو کبھی اٹھوں نے دیکھا بھی نہیں لیکن جواب اسکا بھی ہو گیا اور وہ بھی معمولی نہیں بلکہ کافی اور باصواب۔ شاہ اشع

این کار از تو آید و مردان چنین کنند

ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں دوستانہ مشورہ کے طور پر ایک عرض یہ ہے کہ آپ نے قرآنی مباحث میں دخل سے کرنا حق اپنے کو بتلائے نصیبت کیا۔ آپ حضرات اگر کچھ اٹھی سیدھی باتیں کر سکتے ہیں تو صرف روایات کے بحث میں کیونکہ روایات میں ایک حد تک آپ کے اسلاف کرام کا ہاتھ ہے مگر قرآن کریم کے تو آپ قریب بھی نہیں جاسکتے اور کبھی جاتے ہیں تو مدتوں پچھتا نا پڑتا ہے۔ قرآن کریم تو



دشمنوں کے قسمت میں ہے۔ روز اول سے اُسکی جو جو خدمتیں حق تعالیٰ کو لینا تھیں وہ بلا شرکت  
 غیرے سنیوں ہی سے لین اُسکی مخالفت کا آلہ اٹھین کے سینوں اور سفینوں کو بنایا۔ فلا الحمد علی اللہ  
 یہی وجہ ہے کہ آپ کے علمائے کرام قرآن عظیم سے ہمیشہ دُور دُور جھاگتے رہے کبھی اُسکو محرف  
 کہہ کر عجایب چھوڑا ناچا ہا اور کبھی اُسکو معما اور بیستان قرار دے کر گلو خلاصی کی کوشش کی اور کہہ دیا  
 کہ قرآن کو سوائمہ کے کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ جہاں کسی نے بلا انضمام روایات کسی آیت کی تفسیر بیان  
 کی اور فوراً شور برپا کر دیا کہ یہ تو تفسیر باری ہے۔

یہی وجہ ہے کہ آپ کے امام المناظرین مولوی حامد حسین نے عیقات میں بحجواب صاحب تحفہ  
 بحث آیات کو چھوڑ کر صرف بحث روایات پر قناعت کی۔

آپ کے مفسر عالی شان مصنف تفسیر مجمع البیان نے تفسیر مذکور کے دیباچہ میں کس طرح  
 صاف لفظوں میں اس کا ردنا روایا ہے کہ اہل سنت نے مطالب عالیہ قرآنیمہ کے سمندر میں خوب  
 گہرے غوطے لگائے ہیں اور نہایت عمدہ عمدہ موتی نکالے ہیں مگر افسوس ہمارے اصحاب (یعنی  
 علمائے شیعہ) نے کچھ نہیں کیا۔

قرآن کریم سے آپ کے مذہب اور علمائے مذہب کی نفرت اور خانہ ساز روایات کی طرف  
 رغبت آج کی نہیں بلکہ اُسوقت کی ہے جب آپ کے مذہب کی بنیاد رکھی جا رہی تھی چنانچہ حضرت  
 سلمان فارسی نے اس حالت کو دیکھ کر کیا خوب فرمایا۔ حیات القلوب جلد دوم ص ۶۱ میں ہے۔  
 سلمان مجرم گفت کہ گر بخند از قرآن بسوے حدیث زیرا کہ قرآن را کتاب رفیع یافتید  
 در اینجا شمار احساب نے نمایند بر نفیر و قلمی و قلیل یعنی بر ابر خروے دریزہ بر قدر  
 دانہ خروے۔ پس تنگی کرد بر شما احکام قرآن بس گر بخند بسوے اعادة شے کہ کار را  
 بر شما کشادہ و آسان کردہ است۔

روایات کو اہل سنت بھی لیتے ہیں مگر شیعوں کے طرز عمل میں اور اہل سنت کے طرز عمل میں بڑا  
 فرق ہے۔ یہ فرق جسکو معلوم ہے مذہب شیعوں کی حقیقت اُس کے سامنے بالکل بے نقاب ہے۔

### سنی شیعہ کا ایک نہایت اہم امتیاز

اہل سنت کے مذہب کی بنیاد قرآن مجید پر ہے۔ عقائد ضروریہ میں تو سوا قرآن کے اور کوئی

چیزی نہیں جاتی۔ ہاں حدیث اگر حقیقی معنی میں متواتر ہو تو وہ قبول کر لی جاتی ہے۔ اب رہے اعمال وغیرہ ان میں البتہ روایات سے کام لیا جاتا ہے مگر اس شرط کے ساتھ کہ وہ روایت قرآن کے خلاف نہ ہو۔ اہل سنت کبھی کسی حال میں قرآن کے خلاف کسی چیز کو ہرگز قبول نہیں کرتے حدیث کی سب سے بڑی اور سب سے زیادہ معتبر کتاب ان کے یہاں صحیح بخاری ہے لیکن بالشرط اسکی کوئی روایت قرآن کے خلاف ہو تو اسکو بھی نہ خاک کرنے کے تیار ہیں۔ روایت تو روایت قسم ہے اسکی جس نے قرآن کو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا کہ قرآن کے خلاف محسوسات و شہادت بھی اہل سنت کے نزدیک مردود و مطرد ہیں۔

اور مذہب شیعہ کو کوئی تعلق قرآن سے نہیں ہے عقائد سے لیکر اعمال تک سارے مذہب کی بنیاد روایات پر ہے اور روایات بھی صرف وہ لی جاتی ہیں جو قرآن کے خلاف ہوں۔ ان روایات میں جس کو انھوں نے چاہا متواتر کالقب دیدیا جس کو چاہا مستفیض کہہ دیا۔ اگر کوئی روایت قرآن کے موافق ہوتی ہے تو اسکو جس طرح ہو سکتا ہے رو کر دیتے ہیں۔ تدوین روایات کے زمانے میں بڑی زبردست کوشش شیعوں نے اس بات کی کی کہ اپنی تصنیف کی ہوئی روایتیں شیعوں کی کتابوں میں درج کرادیں چنانچہ منیٰ بنکرائمہ محدثین سے روایتیں بیان کیں اور کسی حد تک اپنی کوشش میں کامیاب ہوئے پھر بعض شیعہ علمائے منیٰ بنکر کتابیں تصنیف کیں اور ان میں اپنی خانہ سائز روایتیں درج کیں اور اس غضب کا تھیہ انھوں نے کیا کہ عمر فہر منیٰ بنکر اور تمام اعمال بطریق اہل سنت اور کرتے رہے ساری دنیا ان کو منیٰ سمجھتی رہی حتیٰ کہ کتب رجال میں بھی ان کو منیٰ لکھا گیا مگر ان کی تصنیفات نے ان کا راز فاش کر دیا۔

انھیں وجہ سے شیعہ روایات پر اس قدر دلدادہ ہیں۔ مگر الحمد للہ کہ ان کا رد و ایون سے کوئی نقصان اہل سنت و جماعت کو نہ پہونچا کیونکہ اصول ان کے اس قدر عمدہ ہیں کہ فوراً دودھ کا دودھ پانی کا پانی الگ ہو جاتا ہے۔

اس مقام پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ نمونہ کے طور پر ہم چندہ مثالیں اسکی گھدیں کہ شیعوں نے قرآن کی مخالف روایات کو کس طرح حرز جان بنایا ہے۔

مثال اول قرآن کریم بڑے اہتمام اور بڑی تشریح کے ساتھ اسکو بیان فرماتا ہے کہ خفرات انبیاء



رسول علیہم الصلوٰۃ والسلام ہی خدا کی طرف سے مفروض الطاعتہ میں ان کا اتباع نجات کیلئے کافی ہے۔ ان کے سوانہ کسی کی اطاعت نہجانب اللہ فرض ہے اور نہ کسی کا قول و فعل حجت شرعی ہے دیکھو رسالہ تفسیر آیات امامت) مگر مذہب شیعہ نے اپنی خانہ ساز و دایتوں کی بنا پر مساکہ امامت کو بھی اصول دین میں قرار دے کر یہ اعتقاد قائم کیا ہے کہ ائمہ بھی مثل انبیاء کے محصوم و مفروض الطاعتہ ہوتے ہیں اور بالکل اسی طرح ان کا قول و فعل بھی حجت شرعی ہوتا ہے۔

**مشال دوم** قرآن کریم نہایت وضاحت کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین فرماتا ہے لیکن مذہب شیعہ اپنی بعض روایات کی وجہ سے یہ تعلیم دیتا ہے کہ آپ کے بعد ایک دشمن بارہ ہستیان ہر بات میں اپنی مثال اپنی بنا رہے اور آپ کی برابر محصوم و مفروض الطاعتہ بھی آپ ہی کی طرح تخلیق و تحریک کا اعتبار بھی انکو آپ ہی کی مانند

۱۲۔ یہاں شیعوں کا مشہور سارہ ہے کسی کتاب کے حوالے کی حاجت نہیں ایسی سالہ کی وجہ سے شیعہ اپنے کو امامیہ کہتے ہیں ۱۲۔ رسول کافی مطبوعہ کتب خانہ امین امام شرف صادق سے منقول ہے کہ ما جاء به علی اخذ به وما نهي عنہ انتهي عن جری لہ من الفضل مثل ما جری ل محمد و ل محمد الفضل علی جمیع ما خلق الله عز وجل (الی ان قال) و کذا لایحیی لائمة الہدی علی احد بعد واحد ترجمہ جوا حکام علی لائے ہیں میں ان پر عمل کرتا ہوں اور جس چیز سے علی نے منع کیا ہے میں سے باز رہتا ہوں علی کی زندگی میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بزرگی کے ساتھ اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اللہ کے تمام مخلوق پر بزرگی حاصل ہے اور ایسی ہی بزرگی تمام ائمہ ہدی کی ہوگی بعد دیگرے ۱۳۔ اصول کافی ۱۲۱ میں من محمد بن سنان قال کنت عند ابی جعفر الثاني علیہ السلام فاجريت اختلاف الشیعة فقال یا محمد ان الله تبارک و تعالیٰ لم یزل یفرج ما یوحدها من خلق محمد و علیا و فاطمة فمکتوا الف و دهر ثم خلق جمیع الاشیاء فاشهدهم خلقها و اخری طاعتهم علیها و فوض امورها الیهم فمحلون ما یشاءون و یحیون ما یشاءون ترجمہ محمد بن سنان کہتے ہیں میں امام محمد تقی علیہ السلام کے پاس تھا میں نے شیعوں کے مذہبی اختلاف کا تذکرہ کیا تو امام نے فرمایا کہ اے محمد یہ تحقیق اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی وحدانیت کے ساتھ ضرور باہر آئے محمد اور علی اور فاطمہ کو پیدا کیا اور ان کو اپنی مخلوق پر گواہ بنایا اور ان کی اطاعت سب پر فرض کی اور تمام مخلوق کے معاملات ان کے سپرد کر دیے پس وہ جس چیز کو چاہتے ہیں حلال کرتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں حرام کرتے ہیں اس روایت میں شیعوں کے مذہبی اختلاف کا سبب ائمہ کے اختیارات کو قرار دیا گیا جو لینے ایک ہی چیز کو ایک امام نے حلال کر دیا اور دوسرے نے حرام اس وجہ سے شیعوں میں اختلاف پڑ گیا شیعوں کا مذہبی اختلاف بھی عیب چیز ہے کوئی سا کہ ایسا نہیں جس میں خود ائمہ کے مختلف اقوال نہ موجود ہوں آج علماء شیعہ اس اختلاف کی گتھی مسلجی نے میں پریشان ہیں اور بچاؤوں کے بنائے کچھ نہیں جتنی خدا رحم کرے ۱۴

**مثال سوم**۔ قرآن مجید کی متعدد آیتیں اعلان دے رہی ہیں کہ قرآن کریم کی حفاظت کا ذمہ دار خداوند قادر قوی ہے اور اس میں کسی قسم کا تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا مگر مذہب شیعہ نے اپنی زائد از دو ہزار روایات کو متواتر قرار دے کر ہر قسم کی تحریف سے قرآن کو ملوث قرار دیا ہے اور قرآن موجود کو بجا ایمان کی کتاب کے کفر کا ستون قائم کرنے والا مانا ہے۔

**مثال چہارم** قرآن کریم بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کر رہا ہے کہ جو شخص مرگیا وہ قیامت سے پہلے زندہ نہ کیا جائے گا نہ اس عالم میں آئے گا مگر مذہب شیعہ اپنی روایات کی بنا پر حجت کا قائل ہے کہ قیامت سے پہلے لوگ زندہ ہو کر اس دنیا میں آئیں گے اور مظلوموں کا انتقام ظالموں سے دلویا جائے گا۔

**مثال پنجم** قرآن کریم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب خصوصاً مہاجرین انصار کی بہت اعلیٰ مدح فرماتا ہے اصحاب بیعت الرضوان سے خدا کی رضامندی کا اظہار کرتا ہے مگر شیعہ اپنی بعض روایات کی بنا پر ان سب کو بکرا سمجھتے ہیں اور ان کو برا کسا علیٰ ترین عبادت قرار دیتے ہیں۔

۱۵۔ اس بحث میں حسب ذیل چند امور یاد رکھنے کے قابل ہیں (۱) کہ کتب شیعہ میں نام لگا کر دو ہزار روایات تحریف قرآن کی ہیں جن میں چار قسم کی تحریف قرآن میں بیان کی گئی ہے۔ (۱) بیسی تبدل الفاظ و حروف۔ (۲) خرابی ترتیب آیات و کلمات و حروف اور ان روایات کے ساتھ علماء شیعہ کا یہ اقرار کتب شیعہ میں موجود ہے کہ یہ روایات متواتر ہیں اور تحریف قرآن صریحہ دلالت کرتی ہیں اور انہیں روایات کے مطابق معتقد بھی ہے (۲) قبلہ شیعہ میں گنتی کے صرف چار آدمی منکر تحریف ہیں شیخ صدوق آئین باہویہ شریف مرتضیٰ ابو علی طبرسی معنی تفسیر مجمع البیان جب شیعوں کو اپنے منکر تحریف ہونے کا ثبوت دینے کی ضرورت پڑتی ہے تو انہیں چار میں سے کسی کا قول پیش کر دینے میں (۳) کتب شیعہ میں تحریف قرآن کے خلاف کوئی روایت ایسے معصومین کی نہیں ہے مقام ہجرت ہے کہ سو اسالہ تحریف قرآن کے اور کوئی مسالہ مذہب شیعہ کا ایسا نہیں ہے جس میں مختلف اقوال ائمہ معصومین کے منقول نہ ہوں مگر اس مسالہ تحریف میں کوئی اختلاف روایت نہیں (۴) یہ چار شخص جو منکر تحریف میں اپنی تائید میں ائمہ معصومین کا قول پیش نہیں کرتے نہ اپنی روایات تحریف کا کچھ جواب دیتے ہیں بلکہ اپنی تائید میں جو دلائل پیش کرتے ہیں وہ مذہب شیعہ کے خلاف یعنی صحابہ کرام کے فضائل سے استدلال کرتے ہیں (۵) جو شیعہ آج منکر تحریف بنتے ہیں وہ بھی تحریف کو کفر نہیں کہتے ۱۲۔ یہ عقیدہ شیعوں کا مسلم النکل ہر کسی کتاب کے جانے کی ضرورت نہیں قرآن مجید میں جو وہ دعویٰ ہرگز الی اور بیعتوں یعنی قیامت تک مدعی ہونے کے اور اس عالم کے درمیان میں ایک مرتبہ حامل ہو ۱۳۔ انتہا ہے کہ تمام صحابہ کو سو اچار کہہ کر تہذیب انتقاد مسلمان سما را ابو ذر اور ان چار بنیوں میں صرف ایک کو کفر نہیں سے حق تعالیٰ کہتے ہیں تیرا بازی کا ان کے مذہب میں عبادت ہونا ہر شخص جانتا ہے وہ دشنام بہ مذہب کہ طاعت با شدد مذہب معلوم و اہل مذہب معلوم ۱۴



**مثال ششم**۔ قرآن مجید رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ والون کو استداء علی الکفار اور اعزۃ علی الکفار میں فرماتا ہے مگر شیعہ اپنی بعض روایات کی بنا پر یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ کافرون سے ڈرتے تھے اور جہادوں سے بھاگ جایا کرتے تھے۔

**مثال ہفتم** قرآن مجید رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ والون کو مَحَمَّاءُ مَبْنِيہُمْ اور اَذَلِّیۃ عَلَی الْوَسْطِیۃ فرماتا ہے مگر شیعہ اپنی بعض روایات کی بنا پر اس بات کے معتقد ہیں کہ ان میں باہم عداوتیں تھیں ایک دوسرے کی ایذا رسانی کے درپے رہتے تھے انھوں نے رسول کی مٹی کا حق غصب کر لیا اور حضرت علی کی خلافت چھین لی اور سب سے بڑھکر یہ کہ رسول کی مٹی کو مارا میٹا اسکی صدر سے ان کا تعلق ساقط ہو گیا اور مرگئیں وغیرہ وغیرہ۔

**مثال ششم** قرآن مجید صاف صاف یہ فرماتا ہے کہ صحابہ مہاجرین میں سے جسکو زمین میں تمکین ملی وہ زمانہ تمکین میں اقامت صلوة دایتا، زکوٰۃ اور امر معروف و نہی منکر کرے گا، غرضکہ وہ قرائض خلافت کو کما حقہ ادا کرے گا اور اسکے تمام احکام پسندیدہ خدا ہوں گے مگر شیعہ اپنی بعض روایات کی بنا پر یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ تینوں مہاجرین جو خلیفہ ہوئے ان کی خلافت ناحق تھی اور انھوں نے اپنے زمانہ خلافت میں بہت ظلم کیے شریعت الہیہ کو درہم برہم کر دیا۔

**مثال نہم**۔ قرآن مجید نہایت صراحت کے ساتھ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بنائے یعنی کئی صاحبزادیاں بیان کرتا ہے مگر شیعہ اپنی بعض روایات کی بنا پر آپ کی صرف ایک بنت حضرت فاطمہ کو قرار دیتے ہیں۔

۱۔ خانمان رسول پر جو ظلم ان کے کتب شیعہ میں بیان کیئے گئے ہیں ان کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ شاید ہمدانے آفریش عالم سے آج تک کسی ظالم نے ایسے ظلم نہ کیئے ہونگے۔ ۱۲۔ اب اس سے بڑھکر کیا ہوگا کہ قرآن کو محو کر دیا اور حضرت علی کو اصلی قرآن کی اشاعت نہ کرنے دی۔ تہہ جیسی عظیم الشان عبادت کو حرام کر دیا نماز تراویح جیسے فعل بد کو رواج دیا حضرت علی و حضرت فاطمہ کی بیٹی ام کلثوم کو جبراً چھین کر اپنے قہر میں لائے۔ ۱۳۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔ ۱۰۱۔ ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ ۱۰۴۔ ۱۰۵۔ ۱۰۶۔ ۱۰۷۔ ۱۰۸۔ ۱۰۹۔ ۱۱۰۔ ۱۱۱۔ ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵۔ ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔ ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔ ۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔ ۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔ ۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔ ۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ ۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔ ۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔ ۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔ ۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔ ۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔ ۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔ ۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔ ۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔ ۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔ ۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔ ۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔

**مثال دہم**۔ قرآن مجید وضو میں پانوں کے دھونے کی تعلیم دیتا ہے مگر شیعہ اپنی بعض روایات کی بنا پر وضو میں پانوں کے مسح کرنے پر اصرار کرتے ہیں۔

**مثال ایاز دہم**۔ قرآن کریم نیچگانہ نمازون کو **مَوْ قُوت** یعنی مقید بوقت فرماتا ہے مگر شیعہ اپنی بعض روایات کی بنا پر بلا کسی عذر کے دو دو نمازون کو ایک ساتھ ادا کرنے پر مصر ہیں۔

**مثال دو آردہم**۔ قرآن عظیم متعہ کو حرام قرار دیتا ہے مگر شیعہ اپنی بعض روایات کی بنا پر متعہ

سے چنانچہ آیت وضو میں پانوں کے ساتھ ان الکعبین کی قید اس مطلب کو واضح کر رہی ہے کہ پانوں مسح کے تحت میں نہیں ہے

کیونکہ مسح کی سمت میں ٹخنے پڑتے ہیں ہاں وضو کی سمت میں پڑتے ہیں ۱۲ پارہ ۵۲ سورت میں ہے **إِنَّ الصَّلَاةَ**

**كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَّوْقُوتًا** یعنی نماز ایمان والوں پر لکھی ہوئی ہے وقت کے ساتھ مقید کی ہوئی مقید بوقت کا

لفظ صاف بتا رہا ہے کہ ہر نماز کا وقت جدا ہے مگر صحت پر اصرار ہے اور نمازون کا ایک ساتھ پڑھنا جائز ہے اور وقت کی قید ہر نماز کے لئے

کمان رہی ۱۲ پارہ ۵۲ **قرآن شریف میں** کی اور مدنی دونوں قسم کی آیتیں حرمت متعہ پر دلالت کرتی ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ

متعہ دین اسلام میں کبھی حلال نہیں ہوا۔ اس جگہ میں آیتیں لکھی جاتی ہیں (۱) **فَالَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ**

**الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ** انہما یؤخرونها گھٹے غیرو متاؤمین **فَمَنْ أَنْبَغِي وَتَرَا عَذَابَ ذَلِكَ قَارِعًا** **لَهُمْ**

**الْعَاقِبُونَ**۔ ترجمہ (فلح پائین گئے) وہ لوگ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں مگر اپنی زوجہ باؤنڈیوں پر بس

ان پر کبھی ملامت نہیں اور جو شخص اس کے علاوہ کوئی اور صورت اختیار کرے وہ حد شرعی سے نکل جائے والا ہے۔ یہ آیت کی سزا

اور قرآن مجید میں درج ہے۔ صاف معلوم ہوا کہ زوجہ اور نوٹری کے سوا کوئی قسری صورت جائز نہیں اور ممنوعہ یقیناً نہ زوجہ

ہے نہ نوٹری جیسا کہ انہم دور جدید جلد اول نمبر ۱۱ میں پسر کافی روشنی ڈالی گئی ہے (۲) پارہ ۵ سورہ نسائین ہے **مَنْ نَكَحَ**

**يَتَطَهَّرُ مِنْكُمْ طَوَّلًا** **أَبْكَتِ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ فَمَنْ مَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ مِنْ نِسَائِكُمُ الْمُؤْمِنَاتِ** ترجمہ

اور جو شخص تم میں سے نہ قدرت رکھتا ہو آزاد ایمان والی عورتوں سے نکاح کرے لی تو ایمان دار نوٹریوں سے نکاح کرے۔ یہ آیت

مدنی ہے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ متعہ حلال ہوتا تو بے قدرت و اذن کو بجائے نوٹریوں سے نکاح کے متعہ کا حکم دیا جاتا کیونکہ

نوٹریوں سے نکاح کرنے میں برکت متعہ کے خراج زائد ہے (۳) پارہ ۱۸ سورہ کور میں ہے **وَالسَّاعِفَاتِ الَّذِينَ**

**لَا يَجِدُونَ كَاتِبًا حَاتِي لِعَيْنِهِمْ** **اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ** ترجمہ جو لوگ نکاح کا مقدر نہیں رکھتے ان کو چاہیے

کہ اپنے آپ کو بچائیں یہاں تک کہ اللہ ان کو اپنے فضل سے مالدار کر دے یہ آیت بھی مدنی ہے اگر متعہ حلال ہوتا

تو بچائے اسکے کہ مالدار ہونے تک مہر کا حکم دیا گیا ہے دیا جاتا کہ وہ متعہ کر لیں۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ متعہ کسی وقت

بمالت اضطرار جائز کیا گیا تھا مگر ہمیشہ کے لئے حرام کر دیا گیا کتاب تہذیب الاحکام میں جو شیخوں کی کتب اربعہ میں سے ہے

خود حضرت علی سے روایت ہے کہ سوا خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے شیخ کے دن متعہ کو حرام کر دیا کی یہ روایت جو کہ قرآن کے موافق ہے

اس لئے شیخوں نے اسکو بس پشت ڈال دیا ہے ۱۲



ی فحش چیز کو نہ صرف جائز بلکہ ایسی عظیم الشان عبادت قرار دیتے ہیں کہ ایک مرتبہ متوہ کرنے سے امام حسین کا مرتبہ ملتا ہے اور دو مرتبہ متوہ کرنے سے امام حسن کا اور تین مرتبہ متوہ کرنے سے حضرت علی کا اور چار مرتبہ متوہ کرنے سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا (دیکھو تفسیر نہج الصادقین باب پنجم یہ ثواب تو نماز روزہ بلکہ کسی عبادت میں نہیں ہے۔

اثنا عشریوں کی خاطر سے اس مقام میں صرف بارہ سناون پر اکتفا کی جاتی ہے۔  
 ڈاکٹر صاحب کی یہ کارروائی بھی کچھ کم عجیب و غریب نہیں کہ آپ جو اب تو کھڑے ہیں مباحثہ منگمری کی روٹو کا لیکن شروع سے آخر تک کہیں بھولے سے اپنے مناظر (مولوی مرزا احمد علی) کو نام نہیں لیتے نہ ان کی تقریر کا کوئی حرف نقل کرتے ہیں نہ اسی کا انکار کرتے ہیں کہ یہ تقریریں ان کی نہیں ہیں بلکہ اپنی طرف سے آپ لے نئے جو اب دینا شروع کر دیئے ہیں اگرچہ اس سے یہ تو سمجھا جاتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب اپنے مناظر کے جوابات کو صحیح نہیں سمجھتے اور مباحثہ منگمری میں شیعوں کے ناقابل اخفا شکست کی کوئی تائیدیل نہیں کر سکتے۔ مگر پھر بھی ان پر فرض تھا کہ وہ کچھ نہ کچھ اپنی رائے کا اظہار کر دیتے۔

ڈاکٹر صاحب نے اپنے مضمون کی ضخامت کچھ تو بے تعلق باتوں سے اور کچھ کاتب سہیل کی عنایت سے چھپایا جس صفحہ کر دی ہے لیکن خلاصہ اس کا حسب ذیل چند الفاظ میں ہدیہ تاملین ہے۔  
 (۱) یہ دعویٰ کہ، آیت اختلاف میں جو وعدہ ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کرام اور مومنین صالحین سے ہے جو عہد نبوی میں پورا ہو گیا۔

(۲) دعویٰ مذکور کے ثبوت میں تفسیر دن کے حوالے

(۳) دعویٰ مذکور کے ثبوت میں آیات قرآنیہ کے حوالے۔

(۴) صحابہ کرام کے مطاعن۔

(۵) کچھ متفرق باتیں مثلاً اول و آخر میں انجم کی شکایت اور اسکا ردنا۔ اور مسالہ تقیہ اور مسالہ منصوبیت امام وغیرہ وغیرہ۔

لہذا میں اپنے اس رسالہ کو کچھ باب پر تقسیم کرتا ہوں۔ پہلے باب میں اہل بیعت کی ترضیح ہوگی

اور باقی پانچ بابوں میں علی المرتبہ امور مذکورہ بالا کا جواب ہوگا۔ رکاحول وکاتوا لا با اللہ لعن العظیمة

## باب اول۔ اصل بحث کی توضیح۔

اصل بحث یہ ہے کہ انجمن میں تفسیر آیات خلافت کے سلسلہ میں جو تفسیریں شائع ہوئی ہیں ان سے عموماً اور تفسیر آیت اختلافات سے خصوصاً شیعوں کو نہایت پریشانی لاحق ہے۔

آیت اختلاف پر تین مناظرے بھی ہو چکے ہیں اول مناظرہ عبسی جو ملا باقر صاحب سے ہوا۔ دوم مباحثہ چکوال جو مولوی محمد سجاد گھنوی سے ہوا۔ سوم مباحثہ شکرہ جوشیوں کے لئے قبلہ مولوی مرزا احمد علی سے ہوا ان تینوں مباحثوں کی رودادیں شائع ہو چکی ہیں۔ آخر الذکر مباحثہ نے بہت پرکٹے پرکٹے زعمون کو تازہ کر دیا اور ظلم یہ ہوا کہ مولوی مرزا احمد علی سے مباحثہ کے بعد اپنے اخبار شیعہ لاہور میں اپنی فتح و ظفر کا شرمایا ہوا اعلان تو دیا مگر باوجود تفاضون کے کوئی جلی روٹا دھچکا پیکر شائع نہ کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک سال کی مدت گزر جانے پر بھی پنجاب کے شیعوں کی بے چینی کم نہ ہوئی حتیٰ کہ ڈاکٹر نور حسین صاحب کو یہ رسالہ لکھنا پڑا اور آیت اختلاف پر توجہ کرنی پڑی۔ آیت اختلاف یہ ہے۔

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَا يُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يُبَدِّلُ مَنِّي لَا يَشْرِكُ مَنِّي شَيْئًا ط وَصَنَ كَفْرًا بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ۔

ترجمہ وعدہ کیا ہے اللہ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے تم میں سے اور انھوں نے اچھے کام کیے کہ ضرور ضروران کو خلیفہ (یعنی بادشاہ) بنائے گا زمین میں جیسے خلیفہ بنایا تھا ان لوگوں کو جو ان سے پہلے تھے اور ضرور ضرور مضبوط کر دے گا ان کے لئے دین ان کا جو پسند کیا خدا نے ان کے لئے اور ضرور ضرور بدلے میں دے گا ان کو بعد ان کے خائف ہونے کے ان وہ لوگ اس مرتبہ پہونچ کر بھی) میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں گے اور جو لوگ اسکے بعد ناشکر بنیں وہ اعلیٰ درجہ کے فاسق ہیں۔

ترجمہ قبیلہ شیعہ مولوی فرید علی

(اے ایمان دارو) تم میں سے جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور اچھے کام کیے ان سے



خدا نے وعدہ کیا ہے کہ اُن کو (ایک نہ ایک روز) زمین پر ضرور اپنا نائب مقرر کرے گا جس طرح اُن لوگوں کو نائب بنایا جو اُن سے پہلے گزر چکے ہیں اور جس دین کو اُس نے ان کے لئے پسند فرمایا ہے (اسلام) اسپر انھیں ضرور ضرور پوری قدرت دے گا اور اُن کے خائف ہونے کے بعد (اُن کے ہر اُس کو اُن سے ضرور بدل دے گا وہ (اطمینان سے) میری عبادت کریں گے اور کسی کو ہمارا شریک نہ بنائیں گے اور جو شخص اُس کے بعد بھی ناشکری کرے تو ایسے ہی لوگ بدکار ہیں۔

### ترجمہ قبلاً شیعہ مولوی مقبول احمد

اُن سب لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور جنھوں نے نیک عمل کیے اللہ نے یہ وعدہ کیا ہے کہ ضرور اُن کو زمین میں جانشین بنائے گا جیسا کہ ان سے پہلے ان کو جانشین بنایا تھا اور ضرور اُن کے دین کو جو اُس نے اُن کے لئے پسند کر لیا ہے ان کی خاطر سے پامنا کر دے اور ضرور اُن کے خون کو اُن سے بدل دے گا اُس وقت وہ میری ہی عبادت کریں گے اور کسی چیز کو میرا شریک نہ ٹھہرائیں گے۔ اور جو اُس کے بعد ناشکری کرے گا پس نہ فرمان دہی ہیں۔

### آیت مذکورہ سے ثبوت خلافت

اس میں کچھ شک نہیں کہ اس آیت سے حضرات خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کا خلیفہ برحق ہونا اس طرح یقینی و قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ جو شخص عربی زبان سے واقف ہو اور اسلامی تاریخ کے ضروری اور مسلم اکل مشہور واقعات کو جانتا ہو وہ اس آیت کو پڑھ کر صاف کہہ دے گا کہ وہی راستے ہیں یا تو ان تینوں بزرگوں کی خلافت کو اس آیت کی موجودہ خلافت تسلیم کیا جائے اور یا اس آیت کے وعدے اور پیشین گوئی کو معاذ اللہ غلط قرار دیا جائے۔ کوئی تیسرا راستہ انکل ہی نہیں سکتا۔ تقریباً استدلال کی یہ ہے کہ اس آیت میں حق تعالیٰ نے اُن ہر تین صحابہ میں سے جو اس آیت کے نزول کے وقت موجود تھے اور نزول آیت کے پہلے سے ایمان و عمل صالح کے ساتھ موجود ہو چکے تھے تین نعمتوں کے دینے کا وعدہ فرمایا ہے زمین کی بڑی بادشاہت اور اُن کے دین کی تکمیل و ثبوت اور تبدیل خوف۔ ظاہر ہے کہ بادشاہت ایسی چیز نہیں ہے جو کسی جماعت کے ہر ہر فرد کو حاصل ہو سکے۔ اور جب کوئی ایسی چیز کسی جماعت کی طرف منسوب ہوتی ہے تو مراد یہ ہوتی ہے کہ

۱۔ ترجمہ غلط ہے مگر لفظ نقصان اصل استدلال کو نہیں ۱۲۔ سب لوگوں کے لفظ نا حق بڑھائی گئی اس کے کون  
۱۳۔ قائل ہے کہ وعدہ صرف حضرت خلفائے ثلاثہ سے ہے

اس جماعت کے کسی واحد یا متعدد اشخاص کو وہ نعمت حاصل ہوگی یا سب لہذا آیت کریمہ کے وعدہ کا مطلب یہ ہوا کہ ان مومنین صالحین کی جماعت میں کسی شخص خاص کو یا چند اشخاص کو یہ نعمتیں دی جائیں گی۔

پس اب ہم کو دیکھنا چاہیے کہ جماعت موعودہ میں سے کسی کو ان تینوں نعمتوں کا مجموعہ ملا یا نہیں نہ ملتا تو محال کیونکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ خلاف نہیں ہو سکتا۔ اور ملنے کی صورت میں یہ دیکھنا ہوگا کہ اس جماعت کے ایک شخص کو یہ نعمتیں ملیں یا متعدد اشخاص کو اگر ایک شخص کو ملی ہوں تو صرف اسکو اور متعدد اشخاص کو ملی ہوں تو ان سب کو آیت کا مصداق ماننا پڑے گا اور ان کی خلافت کو آیت کی موعودہ خلافت ماننا ضروری ہوگا۔

چنانچہ تتبع سے معلوم ہوا کہ جماعت موعودہ میں سے صرف تین بزرگوں کو ان تینوں نعمتوں کا مجموعہ حاصل ہوا۔ حضرت ابوبکر صدیق حضرت عمر فاروق حضرت عثمان ذوالنورین اور ان کے سوا کسی کو نہ ملا۔ لہذا قطعاً یقیناً معلوم ہو گیا کہ یہ تینوں بزرگوں اور خلیفہ موعودہ تھے اور آیت اختلاف کا وعدہ انہیں کی خلافت سے پورا ہوا۔

علمائے شیعہ میں سے بھی جن لوگوں میں کچھ انصاف تھا انہوں نے اس بات کا اقرار کیا کہ آیت اختلاف کا وعدہ حضرات خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں پورا ہوا چنانچہ علامہ فتح اللہ کاشانی اپنی تفسیر خلاصہ المنہج میں آیہ اختلاف کے تحت میں لکھتے ہیں، "و در آمدک زمانے حق تعالیٰ بوعده مومنان دفا نمودہ جزا بر عرب و دیار کسریٰ بدیشان ارزانی فرمود،"

استدلال کی تصویر تمام ہو گئی۔ اس تقریر کی بنیاد صرف دو باتوں پر ہے۔ اول یہ کہ آیت میں وعدہ صرف ان مومنین صالحین سے ہے جو وقت نزول آیت ایمان و عمل صالح سے متصف ہو کر موجود تھے۔ دوم یہ کہ اس جماعت موعودہ میں سے صرف حضرات خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کو موعودہ تینوں نعمتیں ملیں اور کسی کو نہیں ملیں۔ بس یہی دو باتیں استدلال کی جان ہیں۔ لہذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں باتوں کی کچھ توضیح کر دی جائے۔

امر اول۔ یعنی آیت میں وعدہ کس سے ہے اسکے لئے آیت کے کلمات کا مطالعہ کافی ہے کسی دلیل خارجی کی ہرگز ضرورت نہیں۔



آیہ کریمہ میں اَمَّنُوا اور عَمِلُوا یعنی کے جیسے بین اور ان کے بعد مَنكُم ضمیر حاضر سے لہذا صاف معلوم ہو گیا کہ حاضرین میں سے جو لوگ زمانہ ماضی میں ایمان و عمل صالح سے موصوف ہو چکے تھے اس آیت میں وعدہ انھیں سے ہے۔ اور اگر مَنكُم میں من بیانیہ لیا جائے تب غیبیہ نہ لیا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ اللہ نے ان لوگوں سے وعدہ کیا ہے جو زمانہ ماضی میں ایمان و عمل صالح سے موصوف ہو چکے تھے یعنی اسے حاضرین تم سے وعدہ کیا ہے بہر صورت ضمیر مَنكُم حاضر کی ضمیر ہے اور حاضر کی ضمیر دن اور صبحوں کا حاضرین کے لئے مخصوص ہونا از روے لغت نا قابل انکار چیز ہے اور اصول فقہ میں بھی طے ہو چکا ہے کہ حاضر کا صیغہ حاضر کے لئے مخصوص ہوتا ہے اور آیات احکام میں جو حاضرین کے ساتھ غائبین بھی شریک کر لیے جاتے ہیں وہ بوجہ دلیل خارجی کے نہ بوجہ دلالت لفظ کے چنانچہ شیخون کی معتبر کتاب معالم الاصول میں ہے وما وضع لخطاب المشافهة نحو يا ايها الناس ويا ايها الذين امنوا لا يعصم من تاخر عن من من الخطاب وانما يثبت حكمه لهم بدليل اخر۔

اور اگر حاضرین وقت نزول سے اس آیت کے وعدہ کو مخصوص نہ رکھا جائے تو چند

خرابیان لازم آتی ہیں۔

(۱) لفظ مَنكُم بالکل بیکار ہوا جاتا ہے۔ کیونکہ بغیر اس لفظ کے قیامت تک کے مسلمان الذین امنوا و عملوا الصالحات سے مراد ہو سکتے تھے بلکہ سچ پوچھو تو وضع لغوی بالکل لغو ہوتی جاتی ہے۔

(۲) آیت کا مفہوم مشاہدہ کے خلاف ہوا جاتا ہے اسلئے کہ جب وعدہ عام ہوا تو ہر زمانہ کے مومنین صالحین کو یہ نینون نعمتیں حاصل ہونی چاہئیں حالانکہ ایسا نہیں ہے آج کل ہندوستان ہی کو دیکھو ان کروڑوں مسلمانوں میں کیا کوئی بھی مومن صالح نہیں ہے۔ ہیں اور ضرور ہیں مگر یہ نینون موعودہ نعمتیں بیان کے مسلمانوں کو نصیب نہیں۔

اور اگر کوئی شخص کہے کہ اس آیت میں وعدہ صرف غائبین سے ہے حاضرین کا ایک فرد

بھی مراد نہیں تو اس سے بڑھ کر بے انصاف کون ہوگا۔ حاضر کا صیغہ بول کر حاضرین کا کوئی فرد مراد نہ

۱۵ معالم الاصول کی یہ عبارت رد لہذا مباحثہ کیرنان کے صفحہ الہد موجود ہے لیکن ڈاکٹر صاحب سے کچھ جواب نہیں دیا۔

بلکہ صرف غائب مراد ہوں اسکی کوئی نظیر دنیا کی کسی زبان میں نہ ملے گی علاوہ اسکے وہ خرابیان جو  
اوپر مذکور ہوئیں اس صورت میں ہی لازم آتی ہیں علاوہ ان کے اس صورت میں آیت کا مضمون  
معاذ اللہ قریب اور تلبیس ہوا جاتا ہے اس لیے کہ حاضر اور مخاطب کے الفاظ سے اس وقت کے  
لوگوں نے سمجھا ہو گا کہ یہ وعدہ ہر مسے ہو اور یہ نعمتیں ہم کو ملین گی حالانکہ مقصود متکلم کا زمانہ بعد کے لوگ  
تھے اسی کو قریب اور تلبیس کہتے ہیں۔

پس جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ آیت کا وعدہ مومنین صالحین کی طرف اس جماعت سے ہے  
جو بوقت نزول آیت موجود تھی تو یہ بات بھی ظاہر ہو گئی کہ وعدہ کے سچے ہونے کی صورت فقط  
یہی ہے کہ اسی جماعت کے کسی شخص یا اشخاص کو یہ نعمتیں ملین۔ حضرت معاذیہ کو یا امام مہدی کو  
یا زمانہ مابعد کے کسی شخص کو یہ تیون نعمتیں بلکہ ان سے ہزاروں درجہ بڑھ کر مل جائیں تو نہ  
اس سے آیت کا وعدہ صادق ہو سکتا ہے اور نہ یہ لوگ آیت کے مصداق ہو سکتے ہیں کیونکہ  
یہ لوگ آیت کے موعودہ لم سے خارج ہیں۔

اگر وہ اپنی جماعت موعودہ لم میں سے صرف حضرات خلفائے ثلاثہ کو یہ تیون نعمتیں ملین کسی  
ادار کو نہیں ملین۔

اس کے لئے تاریخ کے مسلم الکمل واقعات کا مطالعہ کافی ہے۔ سب جانتے ہیں کہ جماعت  
موعودہ لم میں سے صرف چار بزرگوں کا نام خلافت میں آیا اس جماعت کا کوئی پانچواں شخص ظلیفہ  
نہیں ہوا تو ان چاروں میں حضرات خلفائے ثلاثہ کے متعلق دونوں فتوح متفق ہیں کہ ان کو پڑھی  
بادشاہت یعنی ملک عظیم بھی حاصل تھا اور ان کو تبدیل خوف بھی ملا تھا اور جو دین ان کا تھا اسکو  
تکلیف بھی تھی شیخ ان تیون کے حصول میں کلام نہیں کرتے نہ کر سکتے ہیں بلکہ یہ کہتے ہیں کہ معاذ اللہ  
وہ مومن صالح نہ تھے لہذا آیت کے موعودہ لم سے خارج ہیں جو اب اس کا یہ ہے کہ اگر وہ مومن  
صالح نہ ہونے کے باعث سے مصداق آیت نہ مانتے جائیں تو معاذ اللہ آیت کا وعدہ غلط ہو جائیگا  
کیونکہ اس وقت کے کلمہ گو بیان اسلام میں سے کسی اور کو یہ موعودہ نعمتیں حاصل ہی نہیں ہوئیں  
حضرت ثنی مرفعی کرم اللہ وجہہ کے متعلق سنی شیعوہ دونوں متفق ہیں کہ ان کو آیت کی  
موعودہ تیون نعمتیں حاصل نہ تھیں بلکہ شیعوہ تو بیان اتک کہتے ہیں کہ آپ کی خلافت بھی ہر



نام تھی اپنے زمانہ خلافت میں بھی آپ اپنے اصلی مذہب کو مارے خون کے ظاہر نہ کر سکتے تھے اور امر معروف و نہی منکر کا فریضہ ادا کرنے پر بالکل قادر نہ تھے۔ یہ ہے خلاصہ استدلال کا اگر کسی کو مفصل دیکھنے کا شوق ہو تو وہ تفسیر آیۃ اختلاف کو مطالعہ کرے۔ تفسیر مذکورہ میں آیت کا استدلال بیان کرنے کے بعد حسب ذیل کتب کے حوالے اور ان کی عبارتیں بھی نقل کی گئی ہیں۔ کتب شیعہ میں احقاق الحق۔ شوستری۔ احتجاج طبرسی۔ شرح البلاغۃ۔ شرح منبع البلاغۃ۔ ابن سبیر۔ بحرانی تفسیر صافی۔ تفسیر مجمع البیان طبرسی۔ حیات القلوب۔ اور اہل سنت کی کتابوں میں سے بخاری مسلم اور ابوداؤد وغیرہ۔ کتب احادیث کے علاوہ تفسیر طبرسی۔ ابن کثیر۔ معالم التنزیل۔ تفسیر کبیر۔ مدارک۔ بیضاوی۔ نیشاپوری۔ حازن۔ ابوسعود۔ روح المعانی۔ جلالین۔ سراج المنیر۔ فتح البیان۔ کتاف۔ غایۃ البرہان۔

## باب دوم۔ ڈاکٹر صاحب کا عجیب و غریب دعویٰ

ڈاکٹر صاحب نے اگر سباحتہ شکر می کو بچھڑا دیا ہے اور تفسیر آیۃ اختلاف کو سرسری نظر سے بھی دیکھا ہے تو یقیناً ان کو اچھی طرح معلوم ہو چکا ہے کہ آیت اختلاف سے تینوں ممالک کا برحق ہونا اس وضاحت کے ساتھ ثابت ہوتا ہے کہ اصناف اور قواعد زبان عرب کو جب تک پس پشت نہ ڈال دیا جائے جواب ناممکن ہے۔ لیکن جواب لکھنا اس قدر ضروری فرض تھا کہ ڈاکٹر صاحب اسکے لئے ہر ناکردنی امر کر نیکیے لئے تیار رہیں فرماتے ہیں۔

یہ وعدہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام اور مومنین سے ہے اور وعدہ عین حیات سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی پورا ہو گیا۔

پھر آگے چل کر فرماتے ہیں کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اگر اس وعدہ کا پورا ہونا چاہتے علماء اہل سنت میں سے صاحب تصوف میں فرماتے ہیں کہ محمد بن اسود اور اسواہ خلفائے شیعہ یا نہ شیعہ اہل امام رازی نے کتب میں ذکر کیا ہے کہ فی ایام علی رضی اللہ عنہ اور علماء شیعہ میں سے قاضی زادہ شوستری کی عبارت اور فرعون کانی کی اور روایت وغیرہ بہت روایت سے اس مضمون کو بیان کر رہی ہیں۔ دیکھو تفسیر آیت اختلاف در دو مدار سباحتہ شکر می ۱۳

ہونا نہ مانا جائے تو اس میں بڑی توہین آنحضرت کی ہے۔ پھر حضور سید المرسلین نہیں ہو سکتے حضور انور  
عہدہ ابی دہی کو تمام جہان کی بادشاہت ملی۔ اسی المخصا۔

پھر آگے چل کر فرماتے ہیں ”جو لوگ آیۃ استخفاف کو جناب سرور عالم صلعم کے زمانہ نبوت سے مخصوص  
نہیں کرتے اور اسکو اصحاب ثلاثہ کی خلافت سے چسپان کرتے ہیں ان کا ایمان باقرآن نہیں بہ درپردہ  
دشمن اسلام ہیں حضور صلعم کے سخت دشمن لیے ادب گسلاخ ہیں۔ وہ یہ ثابت کرتے ہیں کہ جناب  
رسول اکرم صلعم ہی آخر الزمان بشیر و نذیر سراج منیر سید المرسلین خاتم النبیین رحمۃ للعالمین ہو کر  
اپنے کوجیدی مشن میں کامیاب ہوئے وہ علیہ دین و تمکین اور امن کی حسرت لیکر واصل بحق  
ہوئے۔ اسی بلفظ۔

### جواب

افسوس ہے کہ ڈاکٹر صاحب کو اپنے گھر کی بھی خبر نہیں ساجی حضرت آپ کے ائمہ معصومین کا تو  
اس بات پر اجماع ہے کہ یہ وعدہ عہد رسول میں پورا نہیں ہوا بلکہ قریب قیامت امام مہدی کے  
زمانہ میں پورا ہوگا۔ آپ کے سلطان العلماء مولوی سید محمد مجتہد اعظم بوارق میں فرماتے ہیں۔

جاننا چاہیے کہ اہل بیت کا اجماع اس بات پر ہو گیا ہے  
کہ آیۃ (استخفاف) سے مراد اہل بیت اور ان کے  
شیعہ ہیں زمانہ رجعت میں جبکہ صاحب العصر کا  
ظہور ہوگا۔ عیاشی نے اپنی سند سے امام زین العابدین  
علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ انھوں نے اس  
آیت کو پڑھا اور۔ یا راشد کی قسم، لوگ ہم اہل بیت  
کے شیعہ ہیں اشدان کے ساتھ یہ وعدہ پورا کرے گا۔  
ہم میں سے ایک شخص کے ہاتھوں پر جہد ہی اس امت کا ہوگا۔

بلکہ اجماع اہل بیت منعقد شدہ ہر نیکہ مراد از  
آیۃ اہل بیت و شیعان آنحضرت اندر زمان  
رجعت و ظہور حضرت صاحب العصر صدی  
العیاشی باسنادہ عن علی بن الحسین  
علیہ السلام انه قرأ الآیۃ و قال ہم  
و اہل شیعتنا اہل البیت یفعل اللہ  
خلق بہم علی ایسی رجل منا و ہو  
مہدی ہذا الامۃ۔

لہ تمام جان کی بادشاہت کا رسول خدا صلعم کو مل جانا ایک ایسا تاریخی واقعہ ہے جس کا جاننے والا  
ڈاکٹر صاحب کے سوا کوئی نہیں۔ اس قدر اصلیت کے خلاف باتیں کرنا اور پھر اس دلیری سے ان کو ہمارے سامنے  
پیش کرنا بلاشبہ قابل تعریف ہے۔ شلہاش شاباش۔



اور آپ کے شہید ثالث قاضی نور اللہ شوستر می احقاق الحق میں اس آیت استخلاف کے متعلق لکھتے ہیں۔

و بِالْحَمْلَةِ اَنْ تَمَكِّنَ لِدِينِ عَلِيِّ بْنِ اَبِي طَالِبٍ الَّذِي  
 وَلَّيْتَهُ مَنطُوقِ الْاٰيَةِ وَسِيَا قَهَا  
 لَمْ يَحْصُلْ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ  
 عَلَيْهِ وَآلِهِ وَكَانَ فِي عَهْدِ اَحَدٍ مِنَ  
 الصَّحَابَةِ اِلَى يَوْمِ نَاهِذِهَا -  
 پھر آگے چل کر لکھتے ہیں۔

اور خلاصہ یہ کہ تمکین دین اس طریقہ پر کہ آیت کا  
 منطوق اور اس کا سیاق و سباق دلائل سے  
 رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے عہد میں حاصل نہیں  
 ہوئی اور نہ کسی صحابی کے عہد میں حاصل ہوئی  
 اور اب تک حاصل ہوئی۔

فَتَعَيَّنَ اَنْ الْمَرَادُ اَنْ يَجَازِ ذٰلِكَ الْوَعْدَ  
 عِنْدَ ظَهْرِ الْمَهْدِيِّ الْمَوْعُودِ الَّذِي  
 سَيُظْهِرُ بِاِذْنِ اللّٰهِ تَعَالٰى فِي الْاٰخِرِ  
 الْمُرْتَمَانَ مِنَ الْاَوْلَادِ عَلِيٍّ -  
 پس یہ بات متعین ہو گئی کہ مراد اس وعدہ کا  
 پورا کرنا ہے بوقت ظہور مہدی موعود کے جو  
 اللہ تعالیٰ کے حکم سے آخر زمانے میں اولاد علی  
 سے ظاہر ہوں گے۔

پس اب ڈاکٹر صاحب اپنے ان مجتہدین کرام بلکہ اہل بیت عظام کو جن کا اجماع مجتہد  
 صاحب نے نقل کیا ہے دل کھول کر ایمان بالقرآن سے بے نصیب اور دشمن اسلام اور  
 حضور صلعم کے سخت دشمن گستاخ بے ادب اور جو کلمات جاہلین اور مشرکین نے

ڈاکٹر صاحب کی بے خبری تو عجب تماشہ کی ہے کہ انھوں نے رسالہ تفسیر آیت استخلاف کو  
 بھی نہ دیکھا اور بے دیکھے جواب لکھ ڈالا ورنہ ان کو معلوم ہو جاتا کہ ان کے مفسرین بھی بڑے گستاخ  
 بے ادب اور رسول کے سخت دشمن ہیں وہ بھی آیت استخلاف کے وعدہ کا عہد نبوت کے بعد  
 پورا ہونا بیان کرتے ہیں اور ان کے ابو الائمہ نے تو غضب ہی کر دیا کہ اس آیت کو کسی بار خلیفہ  
 دوم کی خلافت سے چسپان کیا۔ اس پر جس قدر ماتم کیا جائے کم ہے۔ مفسرین علامہ فتح اللہ  
 کاشانی تفسیر خلاصۃ المنہج میں لکھتے ہیں۔

وَرَانْدُكَ زَمَانِي حَقِّ تَعَالٰى بِوَعْدِهِ مُؤْمِنًا  
 وَفَانْمُودَهُ جَزَائِرُ عَرَبٍ وَدِيَارُ كَسْرِيٍّ بِلَادِ رُومٍ  
 اور تھوڑے ہی زمانے میں حق تعالیٰ نے جو وعدہ ایمان  
 والوں کے لیا تھا اسکو پورا کیا اور جزائر عرب و دیار کسری

بدیشان ارزانی فرمود۔

اور بلا دروم ان کو عنایت کیجئے۔

ظاہر ہے کہ دیار کسری اور بلا دروم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں نہیں بلکہ خلفائے ثلاثہ کے عہد میں مفتوح ہوئے۔

علامہ محسن کاشی تفسیر صفائی میں لکھتے ہیں۔

لِيتَخَلَّفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ اِي لِيَجْعَلَنَّهُمْ  
خلفاء بعد نبينهم۔

لِيتَخَلَّفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا مَطْلَب يَرِي هُوَ  
خدا ان کو بعد نبی کے خلیفہ بنائے گا۔

پھر یہی نفسی صفحہ میں ائمہ اہل بیت سے روایت کرتا ہے کہ

وَعَنِ الْبَاقِرِ وَقَدْ قَالَ اللَّهُ فِي كِتَابِهِ  
لَوْلَا اِيَامُ مَنْ بَعْدَ مُحَمَّدٍ خَاصَّةً  
وَعَدَا اللَّهُ الَّذِينَ اٰمَنُوا مِنْكُمْ اِلَى  
قَوْلِهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُونَ۔

اور امام باقر سے روایت ہے کہ اللہ نے اپنی کتاب  
میں اُن والی ان حکومت کے لیے جو بعد محمد صلی اللہ علیہ  
وسلم کے ہو گئے خاص کر فرمایا کہ وعدہ کیا ہے اللہ نے  
ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُونَ۔

یہی کس صفائی کے ساتھ عہد نبوت کو خارج کر کے یہ آیت خلفائے پیغمبر پر چسپان کی گئی علامہ  
طبری تفسیر مجمع البیان میں لکھتے ہیں۔

لِيتَخَلَّفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ وَالْمَعْنٰى  
لِيُورِثَنَّهُمْ اَرْضَ الْكُفٰرِ مِنَ الْعَرَبِ  
وَالْعَجَمِ۔

لِيتَخَلَّفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا مَطْلَب يَرِي هُوَ  
ان کو کفار کے ملکوں کا عرب اور عجم سے  
انک بنائے گا۔

ظاہر ہے کہ ملک عجم عہد نبوت کے بعد خلفائے ثلاثہ کے عہد میں مفتوح ہوا۔

شیخ البلاغہ میں ہے کہ حضرت عمر نے جہاد فارس کے موقع پر خود اپنے جانے کے متعلق  
حضرت علی سے مشورہ لیا تو انھوں نے فرمایا۔

اِنَّ هٰذَا الْاَمْرَ لَكِنْ نَصْرًا وَلَا  
خَدًا لَآنَهٗ بَلٰغَةٌ وَلَا بَقْلَةٌ وَهُوَ دِيْنُ  
اللّٰهِ الَّذِي اٰظْهَرَ وَجْنَدَا الَّذِي  
اَعَدَّ وَاَمَدًا حَتّٰى يَبْلُغَ مَا يَبْلُغُ وَطَلَعَ

یہ تحقیق اس دین کی فتح و شکست کثرت و قلت فوج کی  
وجہ سے نہیں ہے وہ اللہ کا دین ہے جس کو اُس نے ظاہر کیا  
اور اللہ کی فوج ہے جس کو اُس نے ہیا کیا اور عدوی سبائیک  
کہ سب نچا جائے گا سب پہنچا اور طلوع ہوا جہاں تک طلوع ہوا

اور ہم لوگ اللہ کے وعدے پر مبن اور اللہ اپنے  
وعدہ کو پورا کرنے والا اور اپنے لشکر کا مددگار ہے۔

علامہ ابن مسکین جبرانی اس قول کی شرح میں لکھتے ہیں۔

اللہ نے ہم سے وعدہ کیا ہے مدد اور غلبہ کا اور زمین  
میں خلیفہ بنانے کا جیسا کہ فرمایا وعد اللہ اللہ میں  
آمنوا منکم و عملوا الصالحات لیستخلفنکم فی  
الارض۔

حيث طلع ونحن على موعد من  
الله والله منجز وعده لا وناصر جند لا

وعدنا بموعود هو النصر والغلبة و  
لا استخلاف في الارض كما قال  
وعد الله الذين آمنوا منكم و عملوا  
الصالحات ليستخلفنهم في الارض

حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک درموت پر جب ہمارے لیے حضرت عمر نے مشورہ لیا تو ارشاد فرمایا۔  
قد توکل الله لا اهل هذا الدين باعزاز

بہ تحقیق اللہ ذمہ دار ہو گیا ہے اس دین والوں کی  
جماعت کو عزت دے اور ان کی کمزوری کو چھپانے کا  
اس کلام کی شرح میں شارحین نبی البلاغہ کا اتفاق ہے کہ جناب امیر نے اللہ کی ذمہ داری کا  
مضمون آیت استخلاف ہی سے لیا ہے چنانچہ علامہ ابن مسکین لکھتے ہیں۔

المؤمنون و ستر العورة لا ينج البلاغہ۔  
اس کلام کی شرح میں شارحین نبی البلاغہ کا اتفاق ہے کہ جناب امیر نے اللہ کی ذمہ داری کا

یہ مضمون اللہ تعالیٰ کے قول وعد اللہ اللہ میں آمنوا منکم  
و عملوا الصالحات سے جناب امیر نے لیا ہے۔

وهذا الحكم ماخوذ من قوله تعالى وعد الله  
الذين آمنوا منكم و عملوا الصالحات

کیون جناب ڈاکٹر صاحب کیا آپ کے نزدیک بھی آپ کے یہ مفسرین اور جناب ابوالائمہ  
دشمن اسلام دشمن رسول اور سخت گستاخ تھے۔

ڈاکٹر صاحب آپ نے دیکھا یہ نتیجہ ہے حضرات خلفائے ثلاثہ کی خلافت کو اس آیت کی  
موعودہ خلافت نہ ماننے کا کہ یا تو آیت کی تکذیب کرتا پڑتی ہے جیسا کہ آپ کے مناظر مولوی احمد علی  
اور آپ کے مجتہدین سابقین نے کی اور یا آپ کی طرح بدہمیات کے خلاف یہ کہنا پڑتا ہے کہ  
تمام جہان کی بادشاہت رسول کو مل گئی تھی اور اپنے علماء و مجتہدین اور ائمہ معصومین کو دشمن  
اسلام دشمن سنیہ سخت گستاخ و بے ادب ماننا پڑتا ہے۔

باقی رہا ڈاکٹر صاحب کا یہ فرمانا اگر آیت استخلاف کے وعدہ کا عہد رسول میں پورا ہونا  
نہ مانا جائے تو اس میں رسول کی توہین ہے۔

بعض من نہیں مانا کہ اس میں توہین کیا ہے حقیقت میں



جو فتوحات خلفائے راشدین کو حاصل ہوئیں اور جو ترقی دین کی ان کے عہد میں ہوئی وہ سب

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا طفیل ہے

سکر فیض تو چین چون گندا کر بہار | کہ اگر خار و گر گل ہمہ آوردہ تست

حسرت لیکر دنیا سے جانا جن کی قسمت میں تھا ان کو دنیا جانتی ہے ہمارے نبی کریم  
صلی اللہ علیہ وسلم حسرت لیکر کیوں جاتے جو ایک لاکھ چوبیس ہزار لائق شاگرد اپنے چھوڑ کر  
گئے جن کے کمالات و صفات کی نظیر چشم فلک نے نہیں دیکھی تھیں انہوں نے اپنے استاد برحق کی  
تعلیم کو مشرق سے مغرب تک پھیلا دیا ایسی کامیابی تو جماعت انبیاء میں کسی کو نہیں ہوئی۔

ہاں آپ کے رسول بے شک حسرت دارمان لیکر چلے بسے جو مارے خوف کے علانیہ تبلیغ  
قرآن بھی نہ کر سکے اور نہ معلوم کتنی باتیں قرآن کی انھوں نے چھپا ڈالیں ساری عمر اس تہمت میں  
رہے کہ میری اولاد کے لئے دنیاوی عیش و عشرت کا سامان ہو جائے بڑی بڑی کوششیں کیں  
کبھی یہ اعلان دیا کہ میرے اولاد کی محبت میری ازسات کی اجرت ہے کبھی اپنے داماد کی  
خلافت کا اعلان دیا غرض کہ عمر بھر اسی سچی میں رہے مگر ناکامی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا اپنے  
مشن میں بھی ایسے ناکام رہے کہ ساری عمر کی محنت کا نتیجہ یہ نکلا کہ جب دنیا سے جانے لگے  
تو صرف چار مسلمان چھوڑ گئے وہ بھی ناقص لاکھوں دلاؤ والا باللہ آیت استخفاف کے  
وعدہ کا عہد رسول میں پورا ہونا اگر اس وجہ سے ضروری سمجھا جائے کہ جتنی پیشین گوئیاں قرآن  
و حدیث میں ہیں ان سب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پورا ہونا چاہیے ورنہ  
صدائقت کے خلاف ہوگا اور یہ توہین ہے تو جواب یہ ہے کہ قرآن شریف میں صاف  
تصریح اس امر کی ہے کہ بعضی پیشین گوئیاں آپ کے بعد پوری کی جائیں گی یہ آیت قرآن مجید  
میں متعدد جگہ ہے **واما منینک لبحض الذی نعدہم اذ نقر فیلسک** یعنی اے نبی ہم بعضی

۱۷ جیسا کہ مولوی دلدار علی مجتہد اعظم نے عماد الاسلام میں اسکی تصریح کی ہے ان کی عبارت بلفظہ لاول من المؤمنین

میں دیکھو ۱۲ ۱۷ حیات الطوب جلد دوم مستلک میں ہے، ماکشی بسند حسن از حضرت امام باقر روایت کر رہے ہیں کہ صحابہ

بعد از حضرت رسول مرید شدند مگر یہ فقر سلطان الہود و منتہ اور ای گفنت عمار چہ شد فرمود کہ اندک سے کرد و بزودی برست

پس فرمود کہ اگر کسی را خواہی کہ بیع شک نہ کرد و اورا بشہ عارض نہ شد، مقدار دست ۱۲

وعدہ آپ کو بکھا دین گے اور بعض کے پورے ہونے سے پہلے آپ کو وفات دیدین گے۔  
اسی ایک آیت اختلاف پر کیا موقوف ہے بہت سی پیشین گوئیاں اسی میں جو آنحضرت صلی اللہ  
علیہ وسلم کے بعد آپ کے خلفائے راشدین کے ہاتھوں پر پوری ہوئیں ازاںجملہ غزوہ خندق میں  
فتح ایران دردم کی پیشین گوئی ہے جو کتب شیعہ میں بھی موجود ہے۔

اس سلسلہ میں ایک بات قابل بیان یہ بھی ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے رسول خدا صلی اللہ  
علیہ وسلم کی تعریف کیوں لکھی ہے چنانچہ چند تعریفی کلمات تو ان کی عہارت منقولہ بالا  
میں موجود ہیں اور اس کے بعد فرماتے ہیں کہ کوئی بشر ان کے مرتبہ کو نہ پہنچ سکا اللہ  
کی وحدانیت اور معرفت اوست کی شفاعت اور تزکیہ نفس ہم کو اسی کامل خیر البشر سے  
۱۵ چنانچہ روضہ کافی صفحہ ۱۰۲ میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہ پیشین گوئی منقول ہے جس کے  
آخر میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ لقد فتحت علی فی ضربتی ہذا کائنات کسریٰ  
و قیصر۔ اس روایت کو علامہ باذل حملہ حیدری میں اس طرح نظم کرتے ہیں ۱۵

بدان قائم وضعف سالار دین	ستد تیشہ از دست انصاف دین	جو برداشت فواد ظلام شکاف
درآمد بر نہار ازان کوہ قاف	بنام خدا کے جہان آفرین	بزوتیشہ را سید المرسلین
بیک گوشہ سنگ از ہم شکست	دوران وقت برقے ازان سنگ جست	کہ روش شد آن دست و صومہ اتام
بلو در تکبیر خیر الاتام	بغرب دوم ضلع دیگر شکست	بدان گوہ برقے اند باز جست
بفرمود تکبیر بار دوم	بزویں بران سنگ ضرب سوم	دوران بار سوم جست برقے چزان
بنی شد بہ تکبیر و طب اللسان	شد این بازان سنگ تیر و زبر	نماند احتیاجش بضر ب دیگر
دراں دم بدو گفت سلمان چنین	کہ لے خاک را ہست سپر برین	ندید کم ہرگز کہ گرد و پدید
برینگونہ برقے ز سنگ و حدید	چہ بد این و باشد چہ تعبیر آن	ہے تکبیر چون بر کشوری زبان
پاسخ چنین گفت خیر البشر	کہ چون جست برق نخست از بخر	نمود ندایوان کہ سنے بمن
دم قصور و دم و سوم ازین	سبب را چنین گفت روح الامین	کہ بعد از من اعوان و انصار دین
بران ممکنہا مسلط شوند	با این من اہل آن بگردند	بدین مژدہ و شکر لغت خدا
بہر بار تکبیر کردم ادا	شیدند آن مژدہ چون مومنان	کشیدند تکبیر شادی کنان

نصیب ہوئی۔ اسکے بعد ڈاکٹر صاحب نے متعدد آیات اسحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح  
 میں نقل کر کے ایک صفحہ سے زائد اس میں صرف کر دیا ہے آخر یہ بات کیا ہے اور اس مقام پر  
 اس کی کیا ضرورت ہے۔

بات یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب اپنے مذہب کی پیشانی سے وہ کلنگ کا ٹیکہ مٹانا چاہتے  
 ہیں جو کسی طرح مٹ نہیں سکتا یعنی یہ کہ مذہب شیعہ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت  
 احکام کی شان بے مثلی کو مٹانے کے لیے مسأله امامت کو تصنیف کیا ہے اور آپ کے بعد  
 ایک دو نہیں بارہ بارہ استیان ہر بات میں آپ کے مثل قرار دی ہیں۔

مگر ڈاکٹر صاحب یاد رکھیں کہ اس زبانی جمع خرچ سے یہ الزام دفع نہیں ہو سکتا یہ داغ  
 چھوڑانا ہے تو ان اعتقادات کا جواب دینا چاہیے جو مسأله امامت کے سلسلہ میں ایجاد کیے گئے ہیں۔

## باب سوم۔ دعویٰ مذکور کے متعلق تفسیر و تکرار اور انکی حقیقت

ڈاکٹر صاحب نے اپنے اس عجیب و غریب دعویٰ کے ثبوت میں کہ آیت استخفاف کا وعدہ محمد  
 نبوی میں پورا ہو گیا کتب تفسیر کا بھی حالہ دیا ہے۔ مگر ہوشیاری یہی ہے کہ بعض تفسیروں کا صرف  
 نام لکھ دیا ہے عبارت نہیں نقل کی اور بعض کی اصل عبارت نہیں صرف ترجمہ پر قناعت کی  
 ہے اور ترجمہ بھی صرف اس جز کا کیا ہے جس کو اپنے موافق سمجھا حالانکہ وہ بھی ان کے موافق  
 نہیں اور وہ ایک تفسیر دن کی عبارت بھی نقل کی ہے اور اس میں بھی یہی کارروائی کی ہے۔  
 حالانکہ حق تو یہ تھا کہ اگر کسی تفسیر میں ایسا ہوتا بھی تو وہ دجبار د تھا اس لیے کہ منطوق  
 قرآنی کے خلاف کسی کا لکھنا ہرگز قابل سماعت نہیں ہو سکتا۔

آیت قرآنی میں جس استخلاف کا وعدہ ہے وہ ملک عرب جیسے جزیرہ کی بادشاہت سے  
 پورا نہیں ہو سکتا کیونکہ خدا نے اس استخلاف کو نبی اسرائیل کی بادشاہت سے تشبیہ ہی ہے  
 اور نبی اسرائیل کی متعلق قرآن مجید میں ہے وابتناھم ملکا عظیما جزیرہ عرب کی حکومت  
 جہاں نہ کوئی غیر معمولی تجارت تھی نہ زراعت نہ اور کسی قسم کی مالی منفعت اور ثروت ملک  
 صغیر بھی نہیں کی جا سکتی چہ جائیکہ ملک عظیم۔



علیٰ نہ تبدیل خوف اور تکمیل دین جسکا وعدہ آیت میں ہے وہ بھی معمولی چیز نہیں ہے بلکہ ملک عظیم کے مناسب اس کا بھی درجہ ہونا چاہیے۔ حقیقت میں یہ دونوں چیزیں اسی اختلاف کے نتائج و لوازم سے ہیں لہذا اختلاف جس درجہ کا ہے اسی درجہ کی یہ دونوں چیزیں بھی ہونگی۔

ایک روایت میں تکمیل دین اور تبدیل خوف کو باہم عنوان بیان فرمایا لیکن ظہرہ علیٰ اللہین کلمہ یعنی خدا نے اپنے رسول کو اسلئے بھیجا ہے کہ دین برحق کو کل دینوں پر غالب کر دے۔ اس سے صاف معلوم ہو گیا کہ تبدیل خوف اور تکمیل دین اس درجہ کی ہونی چاہئے کہ روئے زمین پر جس قدر مذاہب ہیں وہ سب دین اسلام کے سامنے مغلوب ہو جائیں۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں نہ یہ ملک عظیم حاصل ہوا نہ روئے زمین کے موجودہ تمام مذاہب پر دین اسلام کو غلبہ بخوشیوں کا دین ایران میں تھا اور ایک بڑی زبردست سلطنت اسکے قبضہ میں تھی اور مسیحیوں کا دین روم میں تھا وہ بھی ایک بڑی پر قوت بادشاہ کا مالک تھا۔ یہ دونوں سلطنتیں جب خلفائے راشدین کے عہد میں مفسوح ہوئیں اسوقت یہ دونوں دین مغلوب ہو گئے اور موعودہ اختلاف اور موعودہ تکمیل کے حصول میں کوئی شک نہ رہا پان رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اخیر زمانہ میں کچھ آثار ان وعدوں کے پورے ہونے کے پیرا ہو چلے تھے جسکو آیات قرآنیہ میں جا بجا بیان فرمایا ہے از اجماع ایک موقع پر ارشاد ہے کہ اولم یدروا انانا تالی الارض سنقصھا من اطرافھا کیا یہ لوگ نہیں دیکھتے کہ ہم زمین کفر کو چاروں طرف سے گھٹاتے چلے آتے ہیں یعنی کافروں کے مقبوضات کم ہو رہے ہیں اور مسلمانوں کے مقبوضات بڑھ رہے ہیں اس سے یہ نتیجہ یہ لوگ کیوں نہیں نکالتے کہ ہمارے وعدوں کے پورے ہونے کے دن قریب آرہے ہیں۔

غرض کہ منطوق آیت صاف بتا رہا ہے کہ آئیہ اختلاف کے وعدے عہد رسول میں پورے

۱۵ اس آیت کی تفسیر میں ایک مستقل رسالہ و فرائض سے شائع ہو چکا ہے یہ آیت بتا رہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد یہ تھا کہ اس وقت کے تمام موجودہ مذاہب پر دین اسلام غالب ہو جائے اور ظاہر ہے کہ یہ مقصد قریح ایران و روم کے بعد حاصل ہوا اور ایران و روم حضرت خلفائے ثلاثہ کے زمانہ میں فتح ہوئے معلوم ہوا کہ ان کی خلافت کا مقصد بعثت کے حصول کا آ رہی اسی کو خلافت راشدہ کہتے ہیں ۱۲

نہیں ہوئے پھر اسکے خلاف کوئی مفسر لکھتا تو کیسے قابل قبول ہوتا۔ مگر یہ بیان تو محض لغوی افتراء ہے ایک مفسر نے بھی اسکے خلاف نہیں لکھا ملاحظہ ہو۔

تفسیر ابن جریر بطبری اس تفسیر کا نام تو ڈاکٹر صاحب نے لکھ دیا مگر یہ اصل عبارت نقل کی نہ ترجمہ۔ حالانکہ تفسیر ندو کو زمین صاف یہ عبارت ہے۔

لِيَتَخَلَّفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ لِيُؤْمَرُوا بِهَا  
اللَّهُ أَرْضَ الْمُشْرِكِينَ مِنَ الْعَرَبِ وَالْجِبَالِ  
الْعَجْمِ فَجَعَلَهُمْ مَمْلُوكًا وَسَاسَةً

یستخلفنہم فی الارض لیسوا بہا  
ملک کجانب و عجمت مالک بنائے گا ان کو ان کو نکلا  
بادشاہ اور نگہبان مقرر کرے گا۔

آب بتائیے کہ عجم کی لفظ جو اس عبارت میں ہے وہ عمد رسول پر کیے صادق آسکتی ہے  
آپ کے سامنے ملک عجم کہاں مفتوح ہوا تفسیر فتح البیان اس تفسیر کا ڈاکٹر صاحب نے ایک نیا  
جملہ نقل کر کے چھپوڑ دیا حالانکہ اس تفسیر کی عبارت یہ ہے۔

وَأَنْجَزَ اللَّهُ رِيسَالَهُ وَأَظْهَرَ هَمَّهُ عَلَى جَزِيرَةِ  
الْعَرَبِ وَأَفْتَحُوا بِلَادَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ  
وَضَرَبُوا أَسْلُوكَ الْأَكْسَرَةِ وَصَلُّوا خِرَافَتَهُمْ  
وَاسْتَوْلَوْا عَلَى الدُّنْيَا وَفِي الْآيَةِ أَوْضَحُ دَلِيلٍ  
عَلَى صِحَّةِ خِلَافَةِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ وَالْمُخْلِفاءِ  
الرَّاشِدِينَ بَعْدَهُ لَأَنَّ الْمُتَخَلِّفِينَ الَّذِينَ  
آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ هُمْ هُمُ فِي  
أَيَّامِهِمْ كَانَتْ الْفَتْوحَاتِ الْعَظِيمَةَ فَفُتِحَتْ  
أَكْثَرُ كُرْسِيِّ وَغَيْرَهُ مِنَ الْمَمْلُوكِ وَحَصَلَ  
إِيْمَانٌ وَالْمُتَمَكِّينَ وَظُهُورَ الدِّينِ

اور اللہ نے اپنا وعدہ پورا کیا اور ان لوگوں کو جزیرہ  
عرب پر غالب کر دیا اور بعد میں انھوں نے مشرق و مغرب  
کے شہر فتح کیے اور شاہان ایران کے ملک کو ٹکڑے ٹکڑے  
کر دیا اور ان کے خزانوں کے مالک ہو گئے اور دنیا پر غالب آ گئے  
اور اس آیت میں نہایت واضح دلیل ہے حضرت ابوبکر صدیق  
اور خلفائے راشدین کی خلافت کے حق ہونے پر کیونکہ جن  
مؤمنین صالحین کو خلافت ملی وہ وہی تھے انھیں کے زمانہ  
میں بڑی بڑی فتوحات ہوئیں اور شاہ ایران وغیرہ  
کے خزانے فتح ہوئے اور امن اور تمکین اور ظہور دین  
حاصل ہوا۔

اس عبارت اور ایسی صراحت کے ہوتے ہوئے بھی ڈاکٹر صاحب نے فتح البیان کا  
حوالہ دینے میں تامل نہ کیا۔ واقعی یہ جرات شیعہ صاحبان کے مخصوصات سے ہے۔

جو نا تمام عبارت اس تفسیر کی ڈاکٹر صاحب نے نقل کی ہے اس کا صرف اس قدر

مقصود ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس آیت کے وجود کا آغاز ہو چکا تھا نہ یہ کہ وعدے تکمیل کو پہنچ گئے تھے۔

تفسیر ابن کثیر ڈاکٹر صاحب نے اس تفسیر کی عبارت بنین نقل کی ترجمہ لکھا ہے وہ بھی اول و آخر کی عبارت چھوڑ کر۔

ڈاکٹر صاحب نے اس فقرہ سے تفسیر مذکور کی عبارت شروع کی ہے ”اللہ تعالیٰ نے اس وعدہ کو پورا کر دیا، اور اس سے اوپر کی حسب ذیل عبارت جو ان کے مقصد فاسد کو نفا کر رہی تھی چھوڑ دی۔“

یہ وعدہ ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُس کے رسول	فقد اوعده من الله تعالى لرسوله
صلوات اللہ وسلامہ علیہ سے کہ اللہ انکی اُمت کو زمین کا	صلوة الله وسلامه عليه بان يجعل امته
خلیفہ یعنی لوگوں کا امام اور ان پر حاکم بنائے گا اور	خلفاء الارض اممته الناس وولاة
ان سے شہروں کی اصلاح ہوگی اور بندگان خدا	عليهم وبهم تصالح البلاد وتخضع لهم
ان کے مطیع ہوں گے اور ضرور ضرور خدا ان کے	العباد وليبدلهم من بعد خو قهم
خوف کو امن سے بدل دے گا۔	عن الناس۔

پھر ڈاکٹر صاحب کی منقولہ عبارت کے بعد بلا فصل یہ عبارت ہے ثم لما مات رسول الله صلى الله عليه وسلم واختار له عند الامامة مقامه بالامويين خليفة ابو بكر الصديق الى آخره یہ سب عبارت چھوڑی اس عبارت میں تینوں خلفاء اور ان کے فتوحات کا ذکر ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے جو ٹکڑا تفسیر مذکور کے ترجمہ کا لکھا ہے اس کا مطلب صرف اس قدر ہے کہ آیت استخلاف کے بعض وجود کا آغاز رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ہو چکا تھا یہ مضمون اس میں کہیں نہیں کہ یہ وعدے عہد نبوی میں پورے ہو گئے تھے۔

یہی حال تفسیر ترجمان القرآن کا ہے۔

تفسیر خازن اس تفسیر کی عبارت بھی ڈاکٹر صاحب نے قطع و بید کر کے نقل کی ہے مگر عجیب لکھتے ہیں کہ خود ڈاکٹر صاحب کی منقولہ عبارت میں یہ فقرہ موجود ہے یعنی ليستخلفوه ليورثهم ارض الكفار من العرب والعجم لحي اعدان الكفار في زمين عرب عجم دار الك



بتائے گا اس سے صاف ظاہر ہے کہ آیت استخلاف کا وعدہ عہد نبوی میں نہیں بلکہ عہد خلفاء میں پورا ہوا اگر ڈاکٹر صاحب نے خدا جانے کیا بھٹکا اس فقرہ کو نقل کر دیا۔

پھر ڈاکٹر صاحب کی منقولہ عبارت کے بعد تفسیر خازن میں یہ عبارت ہے۔

<p>اس آیت میں حضرت ابو بکر صدیق اور ان کے بعد جو خلفائے راشدین ہوں ان کی خلافت کے حق ہونے کی دلیل ہے کیونکہ انھیں خلفائے زمانہ میں بڑے بڑے فتوحات ہوئے اور کربلا وغیرہ بادشاہوں کے خزانے فتح ہوئے اور اس وقت تکین و ظہور المومنین حاصل ہوا۔</p>	<p>وفي الآية دليل على صحة خلافة ابى بكر الصديق والخلفاء الراشدين بعده لان في ايامهم كانت الفتوحات العظيمة ولتحت كنفهم كسرى وغيره من الملوك وحصل الامن والتمكين وظهور المومنين</p>
---	---

غلبہ دین حاصل ہوا۔

ظہور المومنین۔

اب ڈاکٹر صاحب خود ہی بتائیں کہ یہ کارروائیاں نقل عبارت میں جو انھوں نے کی ہیں کس نام سے یاد کی جائیں ہم اپنی طرف سے نہ ان کو خیانت کہتا چاہتے ہیں نہ دیانت ڈاکٹر صاحب جو نام تجویز فرماویں ہم کو منظور ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے اس آیت استخلاف کے شان نزول کو بھی اس امر کی دلیل قرار دیا ہے کہ یہ وعدہ عہد نبوی میں پورے ہوئے وہ شان نزول خود ڈاکٹر صاحب کے الفاظ میں یہ ہے ”حکم ہوا مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کا پھر وہ آئے مدینہ میں اور ان کو حکم دیا اللہ نے لڑائی کا اور وہ وہاں بھی خائف تھے اور صبح شام سلاح بند رہتے تھے پھر جب تک اللہ نے چاہا اسی حالت میں رہے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک شخص بولا یا رسول اللہ ابد المرحم نحن خائفون هكذنا اما ياتي علينا يوم ناصن فيه ونضع فيه السلاح يعني يا رسول الله کیا ہم ہمیشہ اسی طرح خائف رہیں گے کیا ہم پر ایسا زمانہ نہ آئے گا جس میں ہم بے خوف ہوں اور ہتھیار کھول دین پھر آنحضرت نے فرمایا تم صبر نہ کرو گے مگر حضور آسا،

ڈاکٹر صاحب بتائیں کہ اس شان نزول سے عہد نبوی میں پورا ہونا کیونکر ثابت ہوا۔ ہاں یہ شان نزول آپ کے مجتہدین اور ائمہ اہل بیت کے اس قول کا بے شک رد کر رہا ہے۔

کہ امام مہدی کے زمانہ میں یہ وعدہ پورے ہوں گے۔ عہد نبوی میں پورا ہونا نہ ہونا اس  
شان نزول سے کیا تعلق رکھتا ہے۔ شاید ڈاکٹر صاحب کہیں کہ، "تھوڑا سا صبر، عہد نبوی  
ہی میں پورے ہونے کو چاہتا ہے۔ تو ان کو یہ بتانا چاہیے کہ تھوڑے سے صبر کی حد کیا ہے اور  
کیا عہد خلفائے راشدین تک وہ صدیقی نہ تھی۔"

**ڈاکٹر صاحب**؟ دعویٰ تو آپ نے بڑے طعناقی سے کر دیا کہ آیت استخفاف کے وعدے  
عہد رسول میں پورے ہو گئے اور تفسیر دن کے نام بھی گناہیے کچھ عبارتیں بھی نقل کر دیں لیکن  
نتیجہ یہ نکلا کہ آپ کہیں کے بھی نہ رہے اور علم و دیانت کا پردہ فاش ہوا وہ مزید بہانہ۔

مناسب ہے کہ ڈاکٹر صاحب کے تین لطیفے اور اس مقام پر زبیر رقم کر دیئے جائیں۔

**لطیفہ اول** فرماتے ہیں کہ آیت استخفاف کا وعدہ بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے  
اور اسکی دلیل یہ ہے کہ الذین امنوا کی لفظ رسول کو بھی شامل ہے کیونکہ آپ اول المؤمنین  
ہیں اور یہ آیت قرآنی بھی آپ نے اس موقع پر لکھی امن الرسول بما انزل الیہ  
مطلب یہ کہ جب رسول بھی ایمان رکھتے ہیں تو الذین امنوا کی لفظ ان کو بھی شامل ہو گئی۔  
سبحان اللہ کیسا نفیس استدلال اور کیسی نفیس بات ڈاکٹر صاحب نے پیدا کی زرارہ  
اور اب لہجہ ہوتے تو برمی قدر کرتے۔

ڈاکٹر صاحب پہلے تو خود اپنی تفسیر میں ملاحظہ فرمائیں مثلاً تفسیر مجمع البیان طبرسی میں الذین  
امنوا کی تفسیر میں لکھا ہے صدقوا باللہ وراسولہ وجميع ما یحیی قبولہ یعنی الذین آمنوا سے  
وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے اللہ کی اور اس کے رسول کی اور تمام ان باتوں کی جن کا قبول کرنا ذریعہ  
سے تصدیق کی۔ دیکھیے ڈاکٹر صاحب یہ آپ کا مفسر صاف بتا رہا ہے کہ رسول مراد نہیں ہیں  
بلکہ رسول کی تصدیق کرنے والے مراد ہیں۔

رسول کا ایمان دار ہونا بیشک صحیح ہے مگر الذین امنوا سے قرآن بھرتین کہیں رسول  
اور نہیں بلکہ بیسیوں آیتیں ایسی ہیں کہ وہاں اگر الذین امنوا میں رسول کو داخل کرنا جائے  
تو کفر ہو جائے۔ ڈاکٹر صاحب اگر ایک آیت بھی ایسی دکھادیں کہ الذین امنوا میں رسول کو  
داخل کرنا گیا ہو تو جو انعام وہ مانگیں دیا جائے گا۔

ڈاکٹر صاحب اگر اسی طرح عقلی گدگدانا ہے کہ ناس کی لفظ قرآن میں جہان جہان ہے اس سے رسول مراد ہیں کیونکہ رسول بھی انسان تھے۔ اور نبی آدم کی لفظ جہان جہان ہے اس میں بھی رسول داخل ہیں کیونکہ رسول بھی آدم کی اولاد تھے۔

لطیفہ دوم آیت اختلاف میں جو لفظ منکم ہے اس میں کے تبعیضہ و میانہ ہونے کی بحث بھی ڈاکٹر صاحب نے اٹھائی ہے۔

ڈاکٹر صاحب میں کا تبعیضہ ہونا اپنے مقصد کے خلاف سمجھ کر میں کے بیان نہ ہونے پر نوردیتے ہیں آپ کے خیال بشرط میں ہے کہ میں تبعیضہ ہونے کی صورت میں آیت کے وعدے بعض مومنین صالحین کے لئے مخصوص ہوں گے اور حضرات خلفائے ثلاثہ آیت کے موجودہ لم قرار پا جائیں گے حالانکہ کسی نے بھی آیت اختلاف کا موجودہ بعض مومنین صالحین کو نہیں قرار دیا بلکہ نزول آیت کے وقت جتنے مومنین صالحین موجود تھے ان سب کو آیت کا موجودہ لم مانا گیا ہے البتہ وعدہ ان کے پورے ہونے کی صورت یہ ہوئی ہے کہ اس جماعت کے تین حضرات کو وہ نعمتیں دی گئیں اور فائدہ نعمتوں کا سب کو حاصل ہوا میں خواہ تبعیضہ ہو خواہ بیان نہ ہو صورت میں حقیقت ہر سہ خلافت کا ثبوت آیت سے ہوتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب عربی زبان میں بڑا کمال رکھتے ہیں وہ من تبعیضہ کا مطلب یہ سمجھتے ہیں جہان میں آیا وہاں بعض اشخاص مراد ہوتے ہیں اسی بنا پر آپ کے متعدد آیتیں قرآن مجید کی لکھ ڈالیں کہ دیکھو بیان بعض اشخاص مراد نہیں ہیں مثلاً ایک آیت یہ لکھی ہے من تملک منکم متعدا فجزاؤ مثل ما قتل من النعمہ یعنی جو کوئی تم میں سے جان پھینکا شکار مارے گا تو جیسے حانور کو مارا ہے ویسی ہی اسکی جزا میں دے گا۔ یہ لکھ کر فرماتے ہیں کہ اگر منکم سے بعض مراد لیں تو احرام کی حالت میں بعض کو شکار کیلے کی اجازت ہے۔

خدا جلے ڈاکٹر صاحب نے کس قابل اسدا سے عربی زبان پڑھی ہے کہ اب تک من تبعیضہ کا مطلب آپ کو معلوم نہ ہوا حضرت اب تبعیضہ کا مطلب یہ ہے کہ اسکا ما قبل اسکے مابعد کا بعض یعنی جز ہوتا ہے جیسا کہ آپ کی منقولہ آیت میں قاتلین صید حاضرین میں سے بعض ہی ہوں گے مگر جو قاتل صید میں ان سب کو جزا دینے کا حکم ہے نہ بعض کو۔



آیت اختلاف میں من تبعیضیہ کا مطلب یہ ہوگا کہ حاضرین میں سے بعض لوگ جو من صالح  
ہیں ان سے خدا کا یہ وعدہ ہے اس صورت میں کھڑے کا خطاب اس وقت کے تمام نبی آدم سے  
ہوگا جن میں من و کافر سب ہیں اور ترجمہ یوں ہوگا وعدہ کیا ہے اللہ نے ان لوگوں سے جو ای  
نبی آدم تم میں سے من صالح ہیں اور بیان یہ ہونے کی صورت میں کہ کا خطاب صرف  
مومنین صالحین سے ہوگا اور ترجمہ یوں ہوگا۔ وعدہ کیا ہے اللہ نے مومنین صالحین سے یعنی  
حاضرین تم سے الغرض ڈاکٹر صاحب کا یہ لطیفہ بہت بڑھیا ہے کہ آپ کی من تبعیضیہ کا مطلب  
بھی معلوم نہیں اور مباحث قرآنیہ میں دخل درحقوقات کے لئے تیار ہیں۔

لطیفہ سوم ڈاکٹر صاحب منکم کی ضمیر کھڑے کو حاضر کے لئے مخصوص نہیں مانتے اور فرماتے ہیں  
کہ اس میں حضرات اصحاب ثلاثہ کی کوئی خصوصیت نہیں اور اگر حاضر کی ضمیر دن سے عوام  
امت کو خارج کر دیا جائے تو اسلام باقی نہیں رہتا اور نہ کوئی حکم جاری ہو سکتا ہے اسلام کے  
احکام کی تکلیف صرف اصحاب ثلاثہ پر رہ جاتی ہے باقی مسلمان و صحابہ نماز روزہ حج زکوٰۃ  
خمس جہاد کے آزاد ہو جاتے ہیں۔

پھر فرماتے ہیں کہ، شواہد قرآنی موجود ہیں جن میں من صرف ضمیر کھڑے پر داخل ہے اور خطاب  
جمع امت کے لئے ہے نہ بعض افراد کے لئے ورنہ اکثر حضرات کا بہت احکام شرعیہ سے منظر  
نظر آتا ہے پھر فرماتے ہیں کہ جو حاضر کی ضمیر منکم حاضر کے واسطے مخصوص نہیں بلکہ اس کا حکم  
عام ہے اسی طرح آیہ اختلاف میں ضمیر منکم سے حضرات اصحاب ثلاثہ کی تخصیص کراحتدم  
واقفیت قرآن کا نتیجہ ہے۔

یہ لطیفہ بہت سے لطائف پر مشتمل ہے سب کی تفصیل موجب تطویل ہے لہذا مختصر گزارش ہے  
(۱) ڈاکٹر صاحب کس نے کہا ہے کہ آیہ اختلاف میں خطاب صرف حضرات خلفائے ثلاثہ  
سے ہے۔ برائے خدا اس قائل کا نام تو بتائیے۔ اجماع حضرت نے کسی نے خطاب کو ان کے لئے  
مخصوص کیا نہ وعدوں کو اب تک آپ نے نہ آیت اختلاف کا مطلب سمجھا نہ اہل سنت کا  
استدلال آپ کی فہم مبارک میں آیا۔

(۲) خود آپ کے اصول فقہ میں تصریح ہے کہ حاف کا صیغہ حاضر کے لئے مخصوص ہوتا ہے

البتہ احکام دلیل خارجی کی وجہ سے غائبین بھی حاضرین کے ساتھ شامل کر لیے جاتے ہیں معاملہ  
الاصول کی عبارت اور نقل پہ چکی اور رد و مدعا مباحثہ منکر ہی میں بھی موجود ہے۔ اور ظاہر ہے کہ آیت  
استخافات میں کوئی حکم نہیں بیان کیا گیا لہذا آپ اسکو آیات احکام پر قیاس کر کے اپنے علم و واقفیت  
کا پردہ کیوں چاک کر رہے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب اگر حاضر کا صیغہ حاضر کے لیے مخصوص نہ ہو تو لغت بالکل بیکار اور لغو ہوتی جاتی  
ہے عدم واقفیت نہیں بلکہ عداوت قرآن کا نتیجہ ہے کہ آپ ایسی معمولی بات کو بھی نہیں سمجھتے ہیں۔  
ڈاکٹر صاحب نے اسی سلسلہ میں وہ آیت بھی نقل کی ہے کہ خدا نے فرمایا کہ اے نبی اسرائیل  
ہم نے تمکو فرعون کے ظلم سے نجات دی حالانکہ نزول قرآن کے وقت جو نبی اسرائیل موجود تھے ان کو  
نجات نہیں ملی تھی بلکہ ایک ہزار سال پیشتر کے نبی اسرائیل کو نجات ملی تھی ڈاکٹر صاحب کا مطلب یہ ہے  
کہ حاضر کے صیغہ بول کر ایک ہزار سال قبل کے لوگ مراد ہوئے لہذا معلوم ہوا کہ حاضر کے صیغہ حاضر  
کے لیے مخصوص نہیں ہوتے۔

اب ڈاکٹر صاحب کو کون سمجھائے اچی حضرت! اس آیت میں بھی خطاب انھیں نبی اسرائیل  
سے ہے جو نزول آیت کے وقت موجود تھے ایک ہزار قبل کے نبی اسرائیل ہرگز اس آیت کے  
مخاطب نہیں ہیں۔ ہاں جو نعمتیں ان کے باپ دادا کو دی گئیں تھیں وہ ان کے طرف منسوب  
کی گئی ہیں کجا ایک چیز کو دوسرے کی طرف منسوب کرنا اور کجا ضمیر حاضر سے غائبین کو مراد لینا  
ان دونوں باتوں کا فرق جس کی سمجھ میں نہ آئے وہ قابل خطاب نہیں۔

باب سوم۔ دعویٰ مذکور کے ثبوت میں آیات قرآنیہ کے حوالے اور انکی حقیقت

ڈاکٹر صاحب نے اپنے اس نرالے دعوے کے ثبوت میں کہ آیت استخلاف کے وعدے ہند  
نبوی میں پورے ہو گئے متعدد آیات قرآنیہ لکھ ڈالی ہیں اور اس کا نام تفسیر القرآن بالقرآن لکھا  
ہے خدا کی قدرت جن کے اسلاف قرآن کو سمجھی و چیتان کہتے تھے اور یہی بارے صفات اقرار  
لہ انجیم کے منافذ و مصدوم میں عثمانے شیعہ کی تصریحات اس مضمون کی نقل ہو چکی ہیں کہ آئمہ کے سوا قرآن کو  
کوئی سمجھ نہیں سکتا۔

کرتے تھے کہ ہم قرآن کو نہیں سمجھتے آج ان کے خلاف قرآن دانی کا دعویٰ کر رہے ہیں اور مسلمانوں کی ریس میں تفسیر القرآن بالقرآن لکھنے کے مدعی ہیں۔ مگر ڈاکٹر صاحب کہیں ایسا ہو کہ کوئی ایسا نہیں کی چال چلا اپنی چال بھی مہول کیا ہے

کلاخے تگہ کبک درگوش کرد؛ تگ خورشتم ہم فرماوش کرد  
ڈاکٹر صاحب نے تفسیر القرآن بالقرآن کے نام سے آیتیں تو بہت سی نقل کر دیں مگر ایک آیت کو بھی اصل مقصد سے ذرا برابر لگا نہیں کچھ آیتیں تو آپ نے یہ فرما کر نقل کی ہیں کہ انکی آیتوں کا مدوجز تار چڑھاؤ ان آیات میں بیان کیا گیا ہے اور کچھ آیتیں یہ فرما کر نقل کی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور معرفت کو میت تزکیہ نفس ہم کو خیر البشر (صلی اللہ علیہ وسلم) سے نصیب ہوئی۔ ان دونوں قسم کی آیتوں کا اصل مقصد سے بے تعلق ہونا ظاہر ہے اور ڈاکٹر صاحب خود ہی مضمون لہذا ہم صرف ان آیتوں پر نظر کرتے ہیں جن کو ڈاکٹر صاحب اصل مقصد سے متعلق فرماتے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب یہ لکھ کر وعدہ اتنی پورا ہوا خوف جانا رہا یہ دو آیتیں نقل کرتے ہیں۔

(۱) یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک (۲) براءۃ من اللہ ورسولہ

ان دونوں آیتوں میں کس بھی آیت اختلاف کے وعدوں کے پورے ہونے یا موعودہ میں کے حاصل ہونے کا تذکرہ نہیں۔ غالباً ڈاکٹر صاحب کھینچ کر ان کر یوں استدلال کریں گے کہ ان دونوں آیتوں میں تبلیغ کا حکم اور کفار مکہ سے براءت کا اعلان ہے اور یہ دونوں باتیں خوف کی حالت میں نہیں ہو سکتیں لہذا معلوم ہوا کہ خوف جانا رہا اور میں حاصل ہو گیا۔

جواب یہ ہے کہ ہم بکثرت کی آیتوں میں کفار مکہ کی خدمت ان کی تدلیل دعوہ میں کے الفاظ دکھا سکتے ہیں وہاں بھی آپ کا یہ استدلال جاری ہو جائے گا کہ یہ باتیں خوف کی حالت میں نہیں ہو سکتیں لہذا معلوم ہوا کہ قبل ہجرت آغاز نبوت ہی کے وقت سے میں حاصل تھا لہذا مکہ کے آپ بھی قائل نہیں اور اگر ایسا ہوتا تو آیت اختلاف میں حاصل شدہ چیز کا وعدہ لغو ہوا جاتا ہے۔

اور بیچے ہم خاص یہ مضمون بھی کی آیتوں میں دکھا سکتے ہیں یعنی تبلیغ کا حکم اور کفار سے براءت کا اعلان سورہ مدثر میں ہے یا ایہا المدثر قد غانمنا اور سورہ کافرون میں شرع کے آخر تک کفار سے



یادوت و بے تعلقی ہی کا اعلان ہے۔ اور اگر بالفرض ہم مان بھی لیں کہ خوف جاتا رہا تو صرف کفار کو  
 ہی کا خوف تو گیا دوسرے کفار کا خوف باقی تھا کفر کی دوزبردست طاقتیں یعنی سلطنت روم  
 و ایران کی موجودگی میں برگزیدہ بے خوفی ناممکن نہیں حاصل ہو سکتا جس کا وعدہ آیۃ استخلاف میں  
 ہے اور جیسا کہ آیۃ لیلۃ علی الدین کلمہ سے بھی ظاہر ہے خصوصاً جبکہ عہدہ نبوت ہی میں دونوں  
 مذکورہ سلطنتوں سے چھڑ چھار شروع ہو گئی تھی شاہ ایران نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان  
 عالی چاک کیا آپ کے قتل کا حکم دیا بادشاہ روم مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے فوجیں بھرتی  
 کر رہا تھا ایسی حالت میں کون کہہ سکتا ہے کہ ان دونوں سلطنتوں کے رہتے ہوئے مسلمان امن میں تھے  
 اسکے بعد ڈاکٹر صاحب انتہائی جوش میں آکر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے جو وعدہ  
 اپنے حبیب مقدس و معصوم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سورہ نور میں سہ ماہی میں  
 فرمایا تھا وہ سہ ماہی فتح مکہ کے روز پورا کر دکھایا، اور اسکے ثبوت میں آپ نے پاکہ م گیا آرتھین  
 گناہین کہ کسی طرح شیعوں کی قرآن دانی تو ظاہر ہو گا انیس کہ معاملہ برعکس ہے ہر شخص ان آیتوں  
 کو دیکھ کر سمجھ لے گا کہ اگر قرآن مجھے کا کچھ بھی حصہ ملا ہوتا تو یہ آیتیں اس دعوے کے ثبوت میں ہوتی  
 نہ پیش کیجاتیں ملاحظہ فرمائیے۔

**پہلی آیت** انا فتحناک فتحاً مبیناً الا یہ ترجمہ خود ڈاکٹر صاحب کا یہ ہے ہذا کے تفسیر  
 ہم نے کھاکھا تمہاری فتح کو آدمی اور بادل و آخر جنگوں اور لڑائیوں میں لغزش ہوئی ہے اسکو ڈھانپ  
 دیا اور تم پہنچی آیتیں پوری کر دین اور تمکو دین کے سیدھے راستے پر چلایا اور تمہاری زبردست  
 مدد کرے گا۔

اول تو ڈاکٹر صاحب نے مضارع کے تمام بیبنون کا ترجمہ مای کے ساتھ کر دیا لیکن فراموش  
 یہدی کا ترجمہ ڈھانپ دیا، پوری کر دین، پایا، بالکل غلط ہے اور کٹنا یہ کہ آذین پھر اپنے  
 مضارع کا ترجمہ کر دیا یعنی مدد کرے گا۔

دوسرے یہ کہ اس آیت کو آیت استخلاف کے وعدوں سے کیا تعلق۔ اس میں تو فتح مکہ  
 کی خبر ہے مکہ کی حکومت کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کو نبی اسرائیل کی بادشاہت سے تشبیہ  
 جائے جس کو خود قرآن مجید میں ملک عظیم فرمایا ہے۔

دوسری آیت اقد صدق اللہ رسوله انہرؤدا الیہ اس آیت میں بھی فتح مکہ کی خبر ہے اور سجدہ حرام میں تم امن کے ساتھ داخل ہو گے۔ اس جزوی امن کو آیت استخلاف کے موجودہ امن سے کیا نسبت ایسے تو پھر ہجرت کے ساتھ مدینہ پہنچتے ہی امن مل گیا تھا جس کا تذکرہ چوتھی آیت میں آئیگا۔ حالانکہ خود آپ بھی سہ ہجری سے پہلے امن کا ملنا نہیں مانتے۔

تیسری آیت الیوم اکملت لکم دینکم الیہ سمجھ میں نہیں آتا کہ کون شخص اس آیت سے استخلاف کے وعدوں کے عند نبوی میں پورے ہو جانے پر استدلال کر سکتا ہے اس آیت میں تو تکمیل دین اور تمام نعمت کی خبر ہے جس کا نتیجہ صرف یہ ہے کہ اس آیت کے بعد اب جدید احکام نہ نازل ہوں گے دین کامل ہو چکا نعمت پوری ہو چکی تھی۔

شاید ڈاکٹر صاحب نے تکمیل دین کا لفظ دیکھ کر یہ سمجھا کہ تکمیل دین اسی کو کہتے ہیں حالانکہ تکمیل اور تکمیل میں بڑا فرق ہے۔ یا شاید تمام نعمت کی لفظ سے آپ کو خیال ہوا کہ نعمت دنیا کا تمام مراد ہے حالانکہ نعمت دنیا کا تمام عرب جیسے ریگستان کی حکومت سے بدہیات کے خلاف ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اس آیت کے متعلق بے دھڑک یہ بھی لکھ مارا کہ یہ حضرت علی کے خلافت کے متعلق ہے۔ اول تو یہ بالکل غلط ہے تفسیر آیت تبلیغ دیکھو جس کا جواب مولوی سبط حسن نے لکھا اور پھر اس جواب کا رد انجم میں شائع ہوا تو پھر خاموشی لگ گئی دوسرے یہ کہ بالفرض ہم تسلیم بھی کر لیں کہ حضرت علی کی خلافت کا اعلان ہوا تو نفس اس اعلان سے آیت استخلاف کے وعدے کیونکر پورے ہو گئے۔

**چوتھی آیت** واذکروا انتم قلیل مستضعفون فی الارض ترجمہ ڈاکٹر صاحب کا یہ ہے کہ بڑے اور وہ وقت یاد کر جب تم پہلی مسلمان سرزمین مکہ میں تھوڑے تھے اور کمزور سمجھے جاتے تھے اور اس بات سے ڈرتے تھے کہ لوگ تمکو زبردستی پکڑ کر کہیں آرا نہ لیجا میں پھر خدا نے تمکو مدینہ میں جگہ دی اور اپنی مدد سے تمہاری تائید کی۔

ڈاکٹر صاحب؟ اگر اس آیت سے آیت استخلاف کے وعدوں کا پورا ہونا ثابت ہو سکتا ہے تو آپ کو ماننا پڑے گا کہ مدینہ پہنچتے ہی وہ تینوں نعمتیں حاصل ہو گئیں کیونکہ اس آیت میں مدینہ میں جگہ ملنے کو نازل ہونے کا سبب قرار دیا ہے پس آپ کا یہ کہنا بھی غلط کہ سہ میں یہ نعمتیں حاصل

یومین نیز ششمین سورہ تور میں ان نعمتوں کے دینے کا وعدہ بھی تحصیل حاصل اور لغو۔ ۱۱  
 سبحان اللہ کیا عمدہ استدلال آپ کا ہے۔

پانچویں آیت فلیجدوا رب هذا البیت الایہ ترجمہ ڈاکٹر صاحب کا یہ ہے ”اس خانہ کعبہ کے مالک کی عبادت کریں جس نے ان کو بھوکے میں کھانا دیا اور خوف سے ان کو امن میں رکھا،“  
 یہ آیت سورہ لایلاف کی ہے اور نکی ہے اس آیت سے اگر کیا استخلاف کا وعدہ من  
 اس ثابت ہو سکتا ہے۔ تو پھر مکہ میں قبل ہجرت ہی امن کا ثبوت ہو گیا۔ ماشاء اللہ کیا نفیس استدلال ہے  
 چھٹی آیت قل جاء الحق و زہق الباطل ترجمہ ڈاکٹر صاحب کا ”کہو کہ حق ظاہر ہوا اور باطل  
 چلتا بنا، اس آیت کو بھی کوئی تعلق آپ کے دعوے سے نہیں ہے۔ یقیناً حق آیا اور اسی دن آیا  
 جس دن آفتاب نبوت کی پہلی کرن بھونکی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رسالت کا اعلان فرمایا اور  
 بلبل مٹ بھی گیا فتح مکہ کے بعد تہمتی کہ سے نیست نابود ہو گئی مگر اس کے بعد تو ملک عظیم حاصل ہوا اور اس کا کل  
 نہ تکمیل میں جیسا کہ بار بار بیان کیا گیا۔

ساتویں آیت حتی جاء الحق و ظہر امر اللہ ترجمہ ڈاکٹر صاحب کا ”یہاں تک کہ تائید  
 الہی کا سچا وعدہ الہی پہنچا اور خدا کا حکم در رہا،“

اول کو یہ ترجمہ غلط ہے لفظ حق کا ترجمہ سچا وعدہ ایجاد بندہ ہے یہ آیت سورہ توبہ میں  
 منافقوں کے متعلق ہے کہ ان کی فتنہ انگیزی کا حال کھل گیا سچی بات ظاہر ہو گئی پوری آیت  
 یہ ہے لقد اتفوا الغنۃ من قبل و قلبوا الٹ الامور حتی جاء الحق و ظہر امر اللہ۔  
 ترجمہ ان لوگوں نے پہلے ہی فتنہ برپا کرنا چاہا تھا اور واقعات کو آپ کے سامنے الٹ پھیر کر کے  
 بیان کیا تھا یہاں تک کہ سچی بات ظاہر ہو گئی اور خدا کا کام غالب رہا۔

دوسرے اگر اس غلط ترجمہ کو مان بھی لیا جائے اور حق سے سچا وعدہ تائید کا مراد لیا جائے  
 تو اس میں کس کو انکار ہے تائید الہی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شروع ہی سے تھی اس  
 سے آیت استخلاف کے وعدہ دن کا پورا ہونا ثابت ہو گا تو پھر مکہ میں اعلان نبوت ہونے ہی  
 ان نعمتوں کا حصول ماننا پڑے گا۔ ڈاکٹر صاحب واقعی بڑے عقلمند ہیں خوب استدلال  
 کرتے ہیں۔



**انھوں نے آیت** وجعل کلمۃ الذین کفروا السفلی وکلمۃ اللہ فی العلیا ترجمہ  
ڈاکٹر صاحب کے یہ ہے کافروں کی بات کو پست کر دیا اور سدا اللہ ہی کا بول بالا ہے یا  
اس آیت کو بھی کوئی تعلق نبوت سے نہیں سفر ہجرت کا اس میں بیان ہے کہ خدا نے  
کافروں کی بات کو پست کر دی یعنی وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نقل کی سازش و رآپ  
کے تعاقب میں کامیاب نہ ہوئے اور اگر خواہ مخواہ اس آیت سے آیۃ اختلاف کے وعدوں  
کا پورا ہونا مستنبط کیا جائے تو ماننا پڑے گا کہ ہجرت ہی کے وقت سے سب نعمتیں  
حاصل ہو گئیں۔

**نورین آیت** هو الذی ارسل رسوله بالہدی و دین الحق لیظہر کا  
الدین کلمۃ ترجمہ ڈاکٹر صاحب کا "وہ خدایا ہی تو ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت  
اور دین حق دے بھیجا ہے تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب رکھے" معلوم  
نہیں ڈاکٹر صاحب نے کیا سمجھا کہ یہ آیت نقل کر دی حالانکہ یہ آیت ان کے مدعا کو ایسا فٹا  
کر رہی ہے کہ باید و شاید۔ آیت مذکورہ میں ارشاد یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت  
کا مقصد یہ ہے کہ دین اسلام تمام دینوں پر غالب ہو جائے۔ ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ  
علیہ وسلم کے سامنے دین اسلام صرف بت پرستی پر غالب آیا تھا دین مجوسی دین عیسوی  
پر ہرگز ہرگز غلبہ نہوا تھا ان دنوں دینوں پر غلبہ خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے عہد میں ہوا۔  
لہذا اس آیت سے ثابت ہو گیا کہ آیت میں اختلاف فی الارض سے مراد روم و ایران  
کی سلطنت ہے اور تبدیل خوف و تکلیف دین کی بھی کامل تفسیر اس سے ہو گئی اور  
یہی معلوم ہوا کہ یہ وعدے خلفائے راشدین کے عہد میں پورے ہوئے نہ عہد نبوی میں۔

شاید ڈاکٹر صاحب یا ان کے کوئی حمایتی یہ فرمائیں کہ نبوت عنہا آیت میں غلبہ سے مراد  
حجت و برہان کا غلبہ ہے تو اس میں دو باتیں ہیں اول یہ کہ حجت و برہان سے غلبہ دین  
بروح کو ہمیشہ رہا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تخصیص بیکار ہے دوسرے یہ کہ  
حجت و برہان سے غلبہ تو بغیر اختلاف وغیرہ کے ہو سکتا ہے لہذا اس آیت کو آیت

وسوین آیت انا اعطینا انسا الکوثر۔ واہ ڈاکٹر صاحب واہ خوب استدلال ہے۔  
 اجمی حضرت یہ سورت بھی مکی ہے اس سے آیت استخلاف کی موعودہ نعمتون کا حصول اگر  
 ثابت کیجئے گا تو خود آپ کا کہنا بھی غلط ہو جائے گا کہ سہ ہرین یہ نعمتیں حاصل ہوئیں  
 اور آیت استخلاف کا وعدہ عبث ہو جائے گا علاوہ ازین اس سورت میں آنحضرت صلی اللہ  
 علیہ وسلم کو حوض کوثر یا کثرت کمالات عطا فرمائے گا ذکر ہے اور یہ کہ آپ کا دشمن ابتر ہے  
 اس مضمون کو آئیہ استخلاف سے کیا تعلق۔

گیارہویں آیت۔ اذ اجاء نصر اللہ والفتح۔ اسکو بھی کوئی تعلق بخت سے نہیں فتح مکہ کا  
 بیان ہے مکہ کے فتح ہو جانے کو ملک عظیم نہیں کہا سکتا نہ فوجوں کے سلمان ہو جانے سے  
 کسری و قیصر کا خوف زائل ہوا۔

یہ بھی ڈاکٹر صاحب کے تفسیر القرآن بالقرآن کی حقیقت۔ اسکے بعد ڈاکٹر صاحب نے  
 چار روایتیں نقل کی ہیں اول یہ کہ مکہ میں شراب بیچنے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 حرام کر دیا وومم یہ کہ مکہ فتح ہو گیا تو قریشی مغلوب ہو گئے سووم یہ کہ مکہ میں ایک عورت نے  
 چوری کی تھی اس کا ہاتھ آپ نے کٹوا دیا چہارم یہ کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت نہ رہی  
 کیونکہ امن قائم ہو گیا۔

بمچھ میں ہمیں آتا کہ ڈاکٹر صاحب اس قدر بے جوڑ باتیں کیوں کر رہے ہیں فتح مکہ کا  
 کون منکر ہے اور فتح کے بعد وہاں احکام اسلام کا جاری ہونا امن کا قائم ہونا بہیہات  
 میں سے ہے اسکے لئے روایات کی کیا حاجت تھی۔ کلام تو اس میں ہے کہ مکہ تمام عرب کی  
 حکومت ملک عظیم نہیں کہی جاسکتی اور آیت استخلاف میں وعدہ ملک عظیم کا ہے۔

اس موقع پر بھی ڈاکٹر صاحب کے دو لطیفہ زیب رقم کیئے جاتے ہیں۔

لطیفہ اول ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں۔

ابتدائے اسلام میں اللہ کے پیغمبر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے

نہایت تکلیف و مصائب کا زمانہ تھا اور یہی وقت صحابہ کرام مسنین اور زمین کے چہر

ایمان بکھانے کا تھا اور یہی زمانہ خدمت اسلام کچالانے کا تھا اور یہی زمانہ شجاعت و

بہادری اور قربانیاں پیش کرنے کا تھا کیونکہ اسلام کا پودہ ابھی اپنی جڑ پکڑ قائم نہ ہوا تھا اس کے واسطے ضرورت تھی کہ وہ خالص مومنین صالحین و موحیدین کے خون سے سیراب کیا جائے تاکہ وہ شجرہ اسلام ہو کر سرسبز ہو اور پھولے پھلے پس زمانہ نبوت میں ان غزوات و جہاد فی سبیل اللہ اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ نے اپنے تن من دہن سے خدمت اسلام کی جان قربان کی مارے گئے تو شہید کھلائے اگر کفار کو قتل کیا تو نازی بہادر مشہور ہوئے وہی صحابہ مومنین صالحین و موحیدین نہ مجاہدین تھے۔ اور جو صحابہ کبار ہر ایک جنگ کے فرار ہوئے نہ خود زخمی ہوئے نہ کسی کو زخمی کیا اپنی جان بچاتے رہے وہ مجاہدین و موحیدین صالحین کی فہرست میں نہیں داخل ہو سکتے۔ کتب تواریخ اسلام سے حضرات اصحاب ثلاثہ کے کارنامے پیش کرتے چاہئے تھے کیونکہ یہ حضرات ہر ایک جنگ میں فرار ہوئے اور بہادری و شجاعت جہاد فی سبیل اللہ میں نہیں دکھلائی۔

ڈاکٹر صاحب فاضل مہربانی کریں کہ ان اصحاب النبی کے نام تو دس میں ہی کے سہی بتا دیئے جنہوں نے قربانیاں کیں اور داؤد شجاعت دی۔ آپ کے مذہب میں تو تمام اصحاب منافق تھے اور نبی کے بعد سب مرتد ہو گئے سیاتین چار کے انہیں مرتدون کی آپ تعریف کر رہے ہیں اور اسلام کو ان کی شجاعت کا مہیون احسان بتاتے ہیں۔ حضرات خلفائے ثلاثہ کا ہر جنگ سے فرار کرنا ایک ایسا جوڑ ہے جس کو آپ اپنی کتابوں سے بھی ثابت نہیں کر سکتے تواریخ اسلام اگر اٹھا کر دیکھے گا تو سوا حضرت خلفائے ثلاثہ کے اور کسی کے کارنامے مل ہی نہیں سکتے اسلام کی جو کچھ خدمت کی انہیں ملے گی۔

عجیب لطیفہ ہے جب ضرورت پیش آتی ہے تو شیخ اصحاب النبی کے کارنامے بیان کرتے ہیں جیسا کہ عالمی صاحب نے اپنے موعظہ تحریف قرآن میں قرآن مجید کے معجزات و تاثرات کو دکھانے کے لیے صحابہ کرام کی خوب تعریف کی مگر ان کا مذہب کچھ اور کتاب ہے۔  
لطیفہ دوم استخلاف فی الارض کے معنی ڈاکٹر صاحب بیان فرماتے ہیں۔  
اے معنی بن زمین میں آباد کرنا۔ بسنا۔ تصرف کرنا۔ اور حاکم بنانا۔ کفار کی جگہ مسلمانوں کو



لینا۔ ایک قوم کی جگہ دوسری قوم کو قائم مقام کرنا۔ نبی کا خلیفہ مراد نہیں ہے۔

ڈاکٹر صاحب پہلے تو اپنے مجددین کرام کو جو فرماتے ہیں کہ اہل بیت کا اجماع اس پر ہے کہ یہ آیت امام مہدی کے لیے ہے نیز ائمہ اہل بیت کو خوب کو سین یا امام مہدی کے بھی خلیفہ بنی ہونے سے انکار کریں اس کے بعد تم کہتے ہیں کہ آپ استخلاف کے معنی بیان سکونت زمین کے تو بے بنیاد ہو سکتے حکومت کے معنی لیجئے تو بھی مقصد حاصل ہے کیونکہ حضرات خلفائے ثلاثہ کو اسی آیت کی موعودہ حکومت ملی اور خلافت اسی کا نام ہے خلافت وہ حکومت ہے جو بے نیابت نبی دین قائم کرنے کے لیے ہو۔ قرآن مجید میں مہاجرین کی شان فرمایا الذین ان ملکناہم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ یعنی مہاجرین میں سے جس کو بھی حکومت ملے گی وہ دین کو قائم کرے گا لہذا ہر صورت ان کی خلافت ثابت ہے اور ذرا اس بات پر تو غور کیجئے کہ استخلاف کا مادہ کیا ہے کوئی لفظ اپنے مادہ سے بے تعلق نہیں ہو سکتی لہذا خلافت کے معنی استخلاف میں ضرور پائے جائیں گے خواہ اسکی مراد آپ کچھ بھی بیان کریں۔ بہر حال آیت استخلاف کی موجودہ نعمتیں کچھ بھی ہوں۔ زمین آسمان کے قلابے ملا دیجئے مگر اس آیت کا مصداق سوا حضرات خلفائے ثلاثہ کے اور کوئی ہو نہیں سکتا۔

ہم سچ کہتے ہیں اگر کوئی شیعہ ثابت کر دے کہ اس آیت استخلاف کی تہمدیق حضرات خلافت کو نہ ماننے کی صورت میں بھی ممکن ہے تو ہم فوراً اعلان کر دیں گے کہ اب تک جس قدر علمائے اہل سنت نے اس آیت سے استدلال کیا ہے سب خطا پر تھے۔

## باب چہارم صحابہ کرام کے مطاعن اور ان کے جوابات

واقعی بقول حضرت مولانا شاہ سلامت اللہ صاحب کے شیعوں کا حصن حصین

مطاعن صحابہ ہے جہاں دلائل و براہین کی فوجوں سے ہزیمت خورد ہوئے فوراً بھاگ گئے اسی قلعہ میں پناہ لیتے ہیں۔ مگر قرآن مجید کی مار سے اس قلعہ میں بھی پناہ نہیں ملتی اور ایک ہی ضرب میں سارا قلعہ خاک کی برابر نظر آتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب !! حضرات خلفائے ثلاثہ کے مصائب بیان کر کے چاہتے ہیں کہ انکو

آیت اختلاف کے مصداق سے خارج کرین ہم کہتے ہیں کہ اگر آپ کے بیان کردہ معائب صحیح ہوں تو نتیجہ یہ ہے کہ آیہ قرآنی غلط ہو جائیگی کیونکہ وقت نزول کے کلمہ گویان اسلام میں سے سوائے انہوں خلفاء کے اور کسی کو آیت اختلاف کی موعودہ نعمتیں حاصل ہی نہیں ہوئیں۔ مگر شیعوں کو اسکی کیا پرہیز آیت قرآنیہ کو روایات سے رد کرنا انکا ہشیوہ ہے۔

سیدھے۔ اول تو جس قدر مطاعن آپ لوگ بیان کرتے ہیں محض افتراء ہیں کوئی صحیح روایت کتب اہل سنت سے ان کے ثبوت میں آپ پیش نہیں کر سکتے اور بغرض مجال کوئی ہوتی بھی تو بس زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاتا کہ مطاعن کی بنیاد روایات پر ہے اور صحابہ کرام کے فضائل و مناقب کی بنیاد قرآن پر ہے۔ قرآن میں مہاجرین و انصار کے فضائل بیان ہوئے ہیں اور ان آیات کو دیکھ کر یہ وہم نہیں ہوتا کہ مہاجرین و انصار میں کوئی ایسا بھی تھا جو ان اوصاف سے بے نصیب تھا۔

دوسرے یہ کہ جو مطاعن صحابہ کرام کے آپ لوگ بیان کرتے ہیں اگر وہ صحیح مان لئے جائیں تو سارا دین مشکوک ہو جاتا ہے کیونکہ دین کی ہر چیز کے ناقل و راوی وہی حضرات ہیں۔

تیسرے یہ کہ حضرت علی پر بڑا الزام آتا ہے کہ انھوں نے کیوں خلفائے ثلاثہ کے ہاتھ پر بیعت کی ان پر فرض تھا کہ جس طرح حضرت سے جنگ کی اسی طرح تینوں خلفاء سے بھی جہاد کرتے خصوصاً جبکہ بقول آپ کے حضرت معاویہ سے بدرجہا زائد دین کی بربادی تینوں خلفاء کے ہاتھ سے ہو رہی تھی اس کا کوئی جواب آپ کے ادنیٰ و آخرین ملکر نہیں دے سکتے۔ رہی وہ وصیت والی روایت جو آپ کی کتابوں میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی کو صبر کی وصیت کر گئے تھے تو اس روایت کے موافق حضرت معاویہ اور حضرت طلحہ و زبیر سے لڑنا بھی ناجائز ٹھہرتا ہے۔

کیونکہ اس روایت میں حضرت علی کا یہ عہد منقول ہے کہ ہمیشہ مدۃ العمر صبر کروں گا۔ یہ تو جواب کبھی تھے آپ خاص اپنے پیش کردہ مطاعن کا جواب ماننا چاہیے۔

(۱) آپ فرماتے ہیں کہ یہ حضرات (یعنی خلفائے ثلاثہ) ہر ایک جنگ میں فرار

ہوئے، یہ ایک ایسا جھوٹ ہے جس کے ثبوت میں کوئی روایت بھی آپؐ پیش نہیں کی  
نہ آپؐ پیش کر سکیں گے۔

(۲) جنازہ رسولؐ قبول سے محروم رہے، بالکل جھوٹا۔ کوئی روایت نہ پیش کی  
نہ کر سکیں گے۔ بلکہ خود آپؐ کی کتاب اصول کافی و احتجاج سے ثابت ہے کہ تمام  
مہاجرین و انصار شریک جنازہ تھے۔

(۳) فرماتے ہیں: ”خم غدیری کی پر دانہ کر کے جمہوری سلطنت قائم کی اور نبی ہاشم کو شوہ  
میں بھی شامل نہ کیا بالکل جھوٹ اسکے ثبوت میں بھی کوئی روایت نہ پیش کی نہ کر سکتے  
ہیں خم غدیر میں حضرت علیؑ کے خلافت کا اعلان ہوا نہ بیعت ہوئی۔“

(۴) فرماتے ہیں، ”باغ فدک ورثہ و ترکہ رسولؐ کو جناب سیدہ سے چھین لیا سادات  
کا خمس بند کیا، یہ بھی جھوٹ رسولؐ کے متروکات میں میراث کا جاری نہ ہونا خود آپؐ کے  
کتب مستبرہ سے بھی ثابت ہے دیکھو اصول کافی مطبوعہ نو لکھنؤ ص ۱۰۰“

(۵) فرماتے ہیں، ”جناب سیدہ مصومہ کے مکان جنت نشان پر حملہ کر کے جبریہ بیعت  
کے واسطے آگ لگانے کی دھمکی دے، یہ بھی ایسا جھوٹ ہے کہ کوئی روایت نہ آپؐ  
نے پیش کی نہ کر سکتے ہیں۔“

(۶) فرماتے ہیں، ”حضرت عمرؓ نے وقت وفات نبیؐ کلمہ ہدیٰ بیان کیا اور صلح حدیبیہ میں  
گستاخانہ کلام کیے ثبوت پر شک کیا، بالکل افتراء حضرت عمرؓ نے کیا کسی نے بھی ہدیٰ بیان کا  
لفظ نہیں کہا ہجر کے سنی ہدیٰ بیان ہی کے نہیں ہیں پھر اسکے ساتھ ہمزہ استفہام انکاری کا لگا  
ہوا ہے پھر ہجر کا لفظ بھی حضرت عمرؓ کا مقولہ کسی صحیح روایت میں نہیں ہے۔ ثبوت پر شک  
کرنا بھی کسی روایت میں نہیں ہے۔ ایسی افتراء ہذا زیون سے آفتاب پر خاک نہیں ڈال سکتی۔“

(۷) فرماتے ہیں، ”رسولؐ نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا، ”مجھے معلوم نہیں کہ میرے بعد کیا کریں گے  
لا ادری ما یحدثون من بعدی، اس روایت کے لئے گواہ کتاب کا آپؐ نے  
نہیں دیا مگر اس روایت کا وجود ہے پوری نہایت آپؐ نقل کر دیتے تو مطلب کھل جاتا  
ترجمہ بھی آپؐ نے غلط کیا ہے ورنہ شبہ نہ ہوتا۔“



اس روایت میں گو مخاطب حضرت ابو بکر ہیں مگر مقصود دوسرے لوگ ہیں جن میں نو مسلمین اور اعراب شامل ہیں چنانچہ متحد ثون صیغہ جمع کا اس بات کو ظاہر کر رہا ہے۔ حضرت ابو بکر کے متعلق یہ کلمہ ہوتا تو متحد ثون فرماتے یہ بالکل ویسا ہی ہے جیسا قرآن مجید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب بنا کر کہیں کہیں ایسے احکام دیئے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے متعلق نہیں بلکہ دوسروں کے لئے ہیں جیسا کہ یہ آیت ہے یا ایہا النبی اذا طلقتم النساء اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ حکم ہوتا تو بجائے طلقتم کے طلقتم ہوتا۔

اس حدیث کے متعلق پوری بحث کتاب منہجی الکلام میں ہے جس کا جواب اب تک مجتہدین شیعہ سے باوجود انتہائی کوشش کے نہوسکا۔ شیعوں کے قبلہ القبلا مولوی حامد حسین نے نام تو کر دیا کہ انھوں نے منہجی الکلام کے جواب میں اسنقصاء الافحام لکھی مگر حقیقت یہ ہے کہ درمیان کے صرف ۳۶ ورق کا جواب دیا ہے اول و آخر کے سیکڑوں صفحات اور ان تمام مباحث کے جواب میں خاموشی اختیار کی ہے۔

(۸) فرماتے ہیں، رسول نے ابو بکر سے فرمایا شرک تمھاری درمیان میں چھوٹی کے چال سے زیادہ باریک چلتا ہے، یہاں بھی وہی بات ہے مقصود حضرت ابو بکر نہیں ہیں آپ اصل الفاظ روایت کے نقل کرتے تو حال کھل جاتا اصل روایت میں لفظ نیکم ہے فیک نہیں ہے۔

(۹) فرماتے ہیں، حضرت ابو بکر نے بعد بیعت خلافت فرمایا جب تک میں سنت پر چلون میری اطاعت کرو جہاں میرا قدم ڈگمگاتا دیکھو مجھے ملامت کرو شیطان مجھ پر غالب ہے۔

ڈاکٹر صاحب یہ روایت تو حضرت صدیق کے مناقب میں ذکر کرنے کی تھی مگر

چشم بداندیش کہ برکنده باد غیب نماید ہنرش در نظر

اچھے لوگوں اور مقدس بستیوں کی خاص صفت ہے کہ وہ باوجود جامع کمالات ہونے کے اپنے کوسب سے کمتر اور مجموعہ معائب سمجھا کرتے ہیں۔  
 ازین بر ملائک شرف داشتند کہ خود را بہ از سگ نہ پنداشتند  
 واقعی جس پر شیطان مسلط ہوتا ہے وہ کبھی اپنے کونہ کے گاکہ شیطان مجھ غالب ہے یہ کلمہ سوا اللہ والوں کے کسی کی زبان سے نکل نہیں سکتا۔  
 اچھا آپ تو حضرت علی کو معصوم اور مثل پیغمبر کے جانتے ہیں انھوں نے بھی اس قسم کے کلمات اپنے متعلق ارشاد فرمائے ہیں نبج البلاغہ قسم اول ص ۲۳۲ میں ہے کہ حضرت علی نے لوگوں سے فرمایا۔

پس نہ بازر ہو ہم لوگ حق بات کہنے سے یا انصاف کا مشورہ دینے سے کیونکہ میں اپنے نفس میں خطا کرنے سے بالاتر نہیں ہوں اور نہ اپنے فعل میں خطا کرنے سے بے خون ہوں۔

فلا تکتفوا عن مقالة بحق او مشوراة بعدل فانی لست فی نفسی بفق ان اخطی ولا آمن ذلک من فعلی۔

حضرت صدیق نے جو فرمایا کہ جو کام میرا سنت کے موافق ہو اس کی اطاعت کر دینا ان کی لکھیت اور قدوسیت کی اعلیٰ ترین دلیل ہے اور اس آیت قرآنی کی تبلیغ ہے یا ایہا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شئ فردوا الی اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الآخر ترجمہ اسے ایمان والو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور ان صاحبان حکومت کی جو تم میں سے ہوں پھر اگر تم میں اور صاحبان حکومت کی کسی بات کا نزاع ہو جائے تو اس کا فیصلہ اللہ اور رسول سے کراؤ اگر تم اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اولوالامر معصوم نہیں ہوتے اور اولوالامر کی اطاعت خلاف شریعت کام میں جائز نہیں اس آیت سے آپ کے عقیدہ عصمت ائمہ کا ابطال ہوتا ہے جس کی کوئی تاویل آپ کے امام صاحب سے نہو سکی اور انھوں نے جھوٹے اس

آیت کو محرف کہہ کر مال و مال کو ذبا لہ منہ۔

یہ تھی ڈاکٹر صاحب کے پیش کردہ اُن نطاعین کی حقیقت جو اس موقع پر اُنھوں نے بیان کیے ہیں اور جن سے وہ آیات قرآنیہ کو رد کرتا چاہتے تھے۔ اس موقع پر بھی ڈاکٹر صاحب کے دو لطیفہ ہر یہ ناظرین کھلے جاتے ہیں۔

**لطیفہ اول** ڈاکٹر صاحب بہادر نے اسی سلسلہ میں آیۃ مودۃ القربی بھی لکھی تھی اور اس کا ترجمہ بھی جیسا دل چاہا کر کے رکھ دیا ہے فرماتے ہیں۔

”شرط ایمان محبت اہل بیت رسالت ہے قولہ تعالیٰ قل لا استلکم علیہ

اجرا الا المودۃ فی القربی ترجمہ اسے پیغمبر تم ان لوگوں سے کہدو کہ میں تم سے اپنی رسالت پر کوئی مزدوری نہیں مانگتا سوائے اسکے کہ میرے اقربا سے محبت کرو۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رحمہما اللہ سے روایت ہے کہ جس وقت یہ آیت اتری صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ لوگ کون ہیں جن کی محبت ہم پر فرض کی گئی ہے فرمایا جناب علی جناب فاطمہ جناب امام حسن اور امام حسین علیہم السلام ملاحظہ ہوں کل تفسیر اہل سنت“

ڈاکٹر صاحب اس آیت کی تفسیر پر ایک مستقل رسالہ دفتر انجم سے شائع ہو چکا ہے افسوس کہ آپ نے اسکو بھی نہیں دیکھا اور فرماتے ہیں کہ ”یہ چند اوراق اسکا بھی جواب ہیں“، نا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ اچھا اب جواب ملاحظہ ہو۔

(۱) آپ نے ترجمہ بالکل غلط کیا، میرے اقربا سے محبت کرو، لفظ میرے کس لفظ کا ترجمہ

لہ قبلہ شیعہ مولوی مقبول مدائے ترجمہ قرآن مطبوعہ مقبول پریس علی مستقیم لکھے ہیں، کافی اور تفسیر عیاشی میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ وہ حضرت آیت کو یوں تلاوت فرماتے تھے فان خفتہ تنازعاً فی امر فردوۃ الی اللہ والی الرسول وادلی الا صومئکم اور یہ فرمایا کرتے تھے کہ اسی طرح یہ آیت نازل ہوئی تھی کیونکہ یہ کیونکہ دیکھتا ہے کہ خائفے تعالیٰ ادلی الامر کی اطاعت کا حکم بھی دے اور پھر اُن سے جھگڑا کر کے کی اجازت بھی دے بلکہ یہ حکم تو اُن مامور دین کے حق میں ہے جن سے اطیعوا اللہ کہا گیا ہے، پوری بحث اس آیت کی رسالہ تفسیر اولی الامر میں دیکھنا چاہیے ۱۳



ہے اور قرنی کا ترجمہ اقربا کس قاعدہ سے صحیح ہو سکتا ہے یہاں اگر عبارت یوں ہوتی الا المودۃ  
لاصل قریبای تو یہ ترجمہ آپ کا صحیح ہو سکتا تھا۔

(۲) صحیح ترجمہ آیت کا یہ ہے کہ اے بنی کبدتجیے کہ میں تم سے تبلیغ رسالت پر کوئی  
مزدوری نہیں مانگتا مگر محبت قرابت میں۔ یعنی میں کوئی اجرت نہیں چاہتا صرف یہ  
کہتا ہوں کہ بوجہ قرابت کے جو تمکو میرے ساتھ ہے میرا خیال کرو اور ایذا مت پہنچاؤ۔  
(۳) حضرت عبداللہ بن عباس کا حوالہ بالکل غلط ہے جو مضمون آپ نے ان کی  
طرف منسوب کیا ہے انھوں نے تو اس مضمون پر سعید بن جبیر کا تخطیہ کیا ہے اور آیت کا  
وہی مطلب بیان کیا ہے جو میں لکھ چکا۔ دیکھو صحیح بخاری کتاب تفسیر۔

(۴) کل تفاسیر اہل سنت کا حوالہ دنیا محض انرا ہے آپ کے قبلہ ایڈیٹر اصلاح نے  
بھی ایسا ہی لکھا تھا اور انھیں کے لکھے برود قرآنم سے تفسیر آیہ مودۃ القرنی شائع ہوئی  
جس میں تمام تفاسیر کی عبارات نقل کر کے اس قدر ان کو شرمندہ و ذلیل کیا گیا ہے کہ ان کا  
دل ہی جانتا ہوگا پھر آج تک بیس سال سے زائد گزر جائے یہاں کو اس تفسیر کا جواب لکھنے کی ہمت  
نہیں ہوئی۔

(۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت توہین آپ لوگوں نے کی ہے کہ ان کو  
اپنی تبلیغ رسالت پر مزدوری مانگنے والا قرار دے کر دین فردشس بنا دیا۔ استغفر اللہ  
ثم استغفر اللہ۔

قرآن شریف میں ہر ہر نبی کی تقدس مزدوری طلب کرنے سے فرمائی گئی ہے  
اور متعدد آیتوں میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہی حکم دیا گیا ہے کہ کہتے تھے میں  
میں ہرگز کسی قسم کی اجرت اس کام پر نہیں مانگتا۔ یہ سب آیتیں بھی تفسیر آیہ مودۃ القرنی  
میں آپ کو یکجا مل جائیں گی۔

لطلقہ دوم ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں، فتوحات ملکی اور ملک گیری معیار خلافت  
الہیہ نہیں اگر معیار خلافت ہوں تو ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیا و مرسلین علیہم السلام سے  
صرف چار نبی و رسول خلیفۃ اللہ ثابت ہوں گے اور اصحاب ثلاثہ کے فتوحات ملکی

سے زیادہ ولید بن عبد الملک مروانی اموی اور خلفائے عباسیہ سلطان محمود غزنوی اور  
ہارون الرشید سلطنت عثمانیہ ترکی کے سلاطین تیموریہ بادشاہ اودھ اورنگ زیب  
دکبر بادشاہ کے فتوحات ہوئے کیا وہ سب کے سب خلیفۃ اللہ تھے۔ آجکل ابن سعید  
سلطان الحجاز نجدی کو استخلاف فی الارض تمکین دین اور تبدیل امن بعد الخوف  
حاصل ہے اور وہ مسلمان بھی ہے کیا وہ خلیفۃ اللہ ہے،

ڈاکٹر صاحب ۹۹ آپ کی ان خطبے ربط تحریرات پر بہت افسوس ہوتا ہے۔ اسی  
علم و فہم پر آپ نے اپنے مناظر مولوی مرزا احمد علی پر سبقت لیجانے کا ارادہ کیا ہے اور  
مباحثہ انگری کا جواب لکھا ہے جو اب میں سوا اس کے کیا کہا جائے کہ متسام زینحیا  
خواندی دہنوزندانستی کہ زینحامر و بوویازن بافتوحات ملکی و ملک گیری کو کس جاہل احمق  
نے خلافت الیمہ کا معیار قرار دیا ہے ذرا اس کا نام تو بتائیے۔ خدا جانے کہ اس قدر  
صاف اور سیدھی بات کیوں آپ لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتی اور ایسی ہیکی ہوئی باتیں  
کیا کرتے ہیں۔

سنئے یہاں بحث رہے کہ آیت استخلاف میں وقت نزول آیت کے مومنین صالحین  
کو خدانے جو تین نعمتوں کے دینے کا وعدہ کیا ہے یہ وعدہ کس وقت اور کس کے ہاتھ پر  
پورا ہوا۔ فتوحات اور ملک گیری فی صدقات کوئی چیز قابل مدح نہیں البتہ وعدہ  
الہی کے مطابق جن کو لی ان کے لئے بوجہ وعدہ کے موجب مدح اور دلیل حقانیت  
ہو گئی۔ مابعد کے لوگ جن سے آیت استخلاف کا وعدہ متعلق نہیں ہو سکتا ان کو  
اگر تین کیا تین ہزار نعمتیں بھی مل جائیں تو کوئی چیز نہیں۔ علی ہذا بنیائے سابقین  
علیہم السلام کے لئے بھی ان نعمتوں کا ملنا ضروری نہیں ہے۔ ولید وغیرہ کے فتوحات  
کا ذکر کرنا ڈاکٹر صاحب کی خوش فہمی ہے یہ لوگ آیت کے موعودہ میں داخل نہیں  
ہیں لہذا فتوحات کا حاصل ہونا ان کے لئے باعث فضیلت نہیں ہو سکتا۔

ڈاکٹر صاحب! براہ مہربانی یہ تو فرمائیے کہ آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ ایک لاکھ  
چوبیس ہزار بیسویں میں سے صرف چار کو یہ نعمتیں ملیں۔ اور یہ بھی ارشاد فرمائیے کہ

جن بادشاہوں کے فتوحات آپ نے حضرات خلفائے ثلاثہ سے زائد بتائے ہیں کیا واقعی آپ سن بیان میں سچے ہیں اور کیا اسکو آپ ثابت کر سکتے ہیں۔ کاحول و کاتوقا الا باللہ۔

## باب نچیسم۔ متفرق باتوں کا جواب

ڈاکٹر صاحب کی متفرق باتوں میں سے اس وقت جا رہا ہوں کہ جواب دنیا کافی معلوم ہوتا ہے اول وہ کہ ڈاکٹر صاحب انجم کے بہت شاکی ہیں اور بہت رونا روئے ہیں۔ دوم ڈاکٹر صاحب تقیہ کو بھی ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ سوم شیون کا ایمان بالقرآن ثابت کرنے کا سہرا بھی ڈاکٹر صاحب نے سر باندھنا چاہتے ہیں چہارم حدیث ثقلین کی بحث بھی ڈاکٹر صاحب نے چھیڑی ہے۔

ڈاکٹر صاحب ہیں بہت بڑے عالم اور آپ کی ہمہ دانی کا کیا کہنا ہر مسئلہ میں آپ دخل دینے کے لئے تیار ہیں بہر کیف آپ چاروں مسألوں کی محققانہ بحث ملاحظہ فرمائیے۔

## پہلا مسألہ۔ ڈاکٹر صاحب کی گریہ وزاری و دشنام ہی

ڈاکٹر صاحب انجم کے بہت شاکی ہیں اور شکایت بھی شریفانہ لہجہ میں نہیں بلکہ اس لہجہ میں کر رہے ہیں جو شرفا کے زبان و قلم سے سہواً بھی ادا نہیں ہو سکتا انجم کے مضامین عالیہ کو جنھوں نے خرمن تشیع کو خاکتر کر دیا ہے آپ ان الفاظ سے یاد کرتے ہیں،، جمال سے اپنا اوسیدھا کرنا، تفریق میں مسلمین کر کے فتنہ و فساد کرانا، وغیرہ وغیرہ۔ اس کے جواب میں ہم ڈاکٹر صاحب سے سوا سگے کیا کہیں کہ ناحق آپ لوگوں کی آنکھوں میں خاک جھونک رہے ہیں۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ انجم سے سالہا سال اور کس پیشتر آپ کا رسالہ اصلاح و شیوعہ کچھوہ سے امامیہ و الحکمہ لکھنؤ کے نکل رہے تھے قدر بخش حملے مذہب اہل سنت پر کر رہے تھے۔ انجم نے جواب دیا تو آپ چیخ اٹھے اور تفریق میں مسلمین اور فتنہ و فساد کہنے لگے۔ آپ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ آپ لوگ جو چاہیں کریں کوئی جواب نہ دے۔ آخر یہ کیوں۔ کلوخ انداز را پادش سنگ ست۔



ڈاکٹر صاحب نے یہ بھی لکھ مارا کہ میرا بنجم جو مضامین لکھے ہیں یہ ان کے اختراع و ماخ کا نتیجہ نہیں ہوتے اہل سنت کے علماء سابقین یہ سب باتیں لکھ چکے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ بہت اچھا یوں ہی سہی پھر آپ کا اجارہ۔

ڈاکٹر صاحب نے اس سلسلہ میں ایک فقرہ بہت عمدہ لکھا ہے فرماتے ہیں ہمیشہ مذہب شیعہ کی ضعیف اور احاد اور متروک روایات پیش کر کے مسلمانوں کو مذہبِ بائبل سے بدظن کرتے ہیں۔

البنجم میں اکثر و بیشتر آپ کی کتب اربعہ کی روایت پیش کی جاتی ہیں یہ سب اگر ضعیف و متروک ہیں تو اب کس منہ سے آپ اہل سنت کی روایات پیش کریں گے۔ ہاں احاد جو آپ نے فرمایا وہ بیشک صحیح ہے مگر احاد نہ پیش کریں تو کیا کون متواتر کہان سے لائیں متواتر روایت آپ کے مذہب میں ہے کہان آپ کے مذہب کے راویوں کی تعداد ہی اتنی نہیں ہے کہ ان کی روایت متواتر کی جاسکے۔ ہاں آپ کے علماء کی کسی روایت کو متواتر کہنا تو یہ بات بنجم کی پیش کردہ روایت میں موجود ہے مثال کے لئے تحریفِ قرآن کی روایت کو دیکھئے اچھا ڈاکٹر صاحب؟ آپ اپنی روایات سے بہت گھرا گئے ہیں اور ان کو ضعیف اور متروک اور اخبار احاد کہہ کر القضا کرنا چاہتے ہیں تو پھر یہ بتا دیجئے کہ آپ کے سامنے استدلال کس چیز سے کیا جائے قرآن کو آپ کے علماء کبھی تو محرف کہتے ہیں کبھی اسکو سحر و جیتان قرار دیتے ہیں ورنہ ہم بخوشی اس بات کے لئے تیار ہیں کہ روایات کا نام بھی نہ لیا جائے صرف قرآن سے اور واقعات قطعہ سے استدلال ہو۔

### دوسرا سال تقیہ

ڈاکٹر صاحب بہادر اپنے اس رسالہ میں ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ بعد نبوت کے جب تک آنحضرت صلعم مکہ میں رہے وہ زمانہ ایسے خوف و ایذا کا تھا کہ دین کا کوئی کام کھلم کھلا نہیں ہو سکتا تھا،

پھر اس پر حاشیہ چڑھاتے ہیں اور فرماتے ہیں، ایڈیٹر بنجم بتائیے کہ رسولِ صاحبِ فوتہ و معجزہ تقیہ کیوں کرتا تھا،

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب ڈاکٹر صاحب اب تک اپنے ایسے  
ضروری سائلہ یعنی تقیہ کی حقیقت سے بھی بالکل ناواقف ہیں ورنہ کھلم کھلا کام نہ کر سکتے  
کو زیادہ ہے زیادہ کتمان فرماتے تھے نہ کہتے۔ اور یاد دیرہ و دانستہ مخلوق کو دھوکا دے رہے  
ہیں۔ اور یہی قرین قیاس ہے کیونکہ تقیہ کی حقیقت سے کوئی معمولی شیعہ ناواقف نہیں  
ہو سکتا چہ جائیکہ مذہب شیعہ کا مبلغ۔

اچھا ڈاکٹر صاحب سنیے۔ آپ کے مذہب شریف میں کسی کام کے چھپانے کا  
نام تقیہ نہیں بلکہ کتمان ہے اصول کافی باب التقیہ کے بعد باب الکتمان ملاحظہ  
فرمائیے۔

تقیہ آپ کے مذہب میں جھوٹ بولنے اور خلاف اپنے عقیدہ کے کوئی بات  
کھنے یا کوئی کام کرنے کو کہتے ہیں۔ اور اس تقیہ کی اس قدر تاکید اور قضیہ است آپ  
آپ کے مذہب مقدس میں ہے کہ دین کے دین اھمیتوں میں سے نوحہ اس تقیہ میں  
ہیں اور تقیہ ائمہ کا دین ہے خدا کا دین ہے جو تقیہ نہ کرے وہ بے دین ہے، بے ایمان  
ہے۔ اور تقیہ کے لئے جبر و اکراہ کی بھی شرط نہیں ہے بلکہ ہر ضرورت میں خواہ کسی درجہ  
کی ہو تقیہ کرنے کا حکم ہے اور ضرورت کی کسی قسم کی تعین و تجدید نہیں کی گئی بلکہ ہر شخص  
کی رائے پر چھوڑ دیا گیا ہے۔

تقیہ کے متعلق یہ تینوں باتیں آپ کی مستبر اور صحیح احادیث میں ائمہ مصومین سے  
منقول ہیں لہذا کسی مجتہد صاحب کو کچھ بیان فرمائی کی ضرورت نہیں نہ ان کی بات  
قابل سماعت ہو سکتی ہے آپ کے اطمینان کیلئے تینوں مضامین کی تحفین حسب ذیل ہے۔

(۱) اصول کافی صفحہ ۴۸۲ میں امام جعفر صادق سے منقول ہے کہ ان تسعة عشر الدین فی  
التقیہ و لا دین لہن الا التقیہ یعنی دین کے کل دس حصے میں ان میں سے نوحہ تقویٰ میں اور ایک حصہ باقی  
اعمال عبادات میں اور جو تقیہ نہ کرے وہ بے دین ہے اس حدیث سے تقیہ کی قضیہ است وراثت کی ایک بھرکت ہو چکی ہے  
(۲) اصول کافی صفحہ ۴۸۳ میں ابو بصیر سے روایت ہے کہ امام جعفر صادق نے فرمایا التقیہ دین ہے دین اللہ ہے  
من دین اللہ قال فی اللہ و اللہ قال یوسف ایھا العبد انک لست بدارقون و اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم

شیئا واخذتالی ابراہیم فی سقیۃ اللہ ما کان سقیما یعنی تقیہ اللہ کا دین ہو جو سقیا پیہرے لہا کہ اسے قافیہ دلو تو پوچھو  
 حالانکہ انھوں نے کچھ جواب دیا تھا اور ابراہیم نے کہا تھا کہ میں بیمار ہوں حالانکہ وہ بیمار نہ تھے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تقیہ  
 بولنے کو کہتے ہیں (۳) اصول کافی میں روایت ہے کہ امام باقر نے فرمایا التقیۃ فی کل ضرر و ما وجبھا  
 اعلم لہا حدین لتقول بد یعنی تقیہ ہر ضرورت میں ہے اور صاحب ضرورت کو اس کا خوب علم ہے۔  
 ڈاکٹر صاحب اب آپ نے تقیہ کو اچھی طرح سمجھ لیا اب اپنے ان علماء کی دیانت پر  
 ماتم کیجئے جو اہل سنت کی کتابوں سے حتیٰ کہ قرآن مجید سے اپنے اس تقیہ کے ثابت  
 کرنے کے مدعی ہیں۔ کیونکہ قیامت تک مسلمان تو مسلمان کسی کافر کفر کے بہانہ بھی  
 یہ تقیہ ثابت نہیں ہو سکتا۔

### تیسرا مسالہ۔ شیعوں کا ایمان بالقرآن

اس مسالہ پر اصلاح اشمس شیعہ در نجف اور آخرین سہیل سب اپنی اپنی باری سے  
 اپنی بولیاں بول چکے اب ڈاکٹر صاحب کی باری ہے۔ البتہ یہ تحفہ کے سرفہ کا ازام لگا کر  
 ڈاکٹر صاحب نے وہ وہ نفیس دلائل پیش فرمائے ہیں جو کہ میں اسے سرفہ نہیں کیجئے۔  
 ڈاکٹر صاحب کے دلائل کی حقیقت ناہر کرنے سے پہلے ڈاکٹر صاحب کی اس  
 ہوشیاری کی ہم تعریف کرتے ہیں کہ انھوں نے النجم کے دلائل کا جواب دینا کیا یعنی نام  
 تک نہیں لیا۔ گویا النجم نے بغیر کسی دلیل کے یہ دعویٰ کر کے چھوڑ دیا ہے کہ شیعوں کا  
 ایمان قرآن مجید پر نہیں ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔

سنئے۔ جناب ڈاکٹر صاحب النجم نے بدلائل قاہرہ اس بات کو ثابت کیا ہے کہ  
 شیعوں کا ایمان قرآن مجید پر نہیں ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔ جب تک ان دلائل کا  
 شبانی جواب نہ دیا جائے آپ کا ایمان ثابت نہیں ہو سکتا۔ مگر یاد رہے کہ آپ کے  
 اولین و آخرین مل کر ان دلائل کا جواب نہیں دے سکتے۔ اگر وہ اور دو کا مجموعہ پیش  
 ثابت کیا جاسکتا ہو اگر رعبہ کی نہ دیت اور خمسہ کی زوجیت کوئی ثابت کر سکتا ہو تو  
 بے شک ان دلائل کا بھی جواب ہو سکتا ہے آپ کی خاطر سے ان دلائل کا اعتبار نہ



درج کیا جاتا ہے۔

## النجم نے حسب ذیل امور اس معجث میں ثابت کیے ہیں

(۱) مذہب شیعہ تمام صحابہ کرام کو کاذب قرار دیتا ہے اور ایک کو بھی مستثنیٰ نہیں کرتا۔ منسوق صرف اس قدر کرتا ہے کہ خلفائے ثلاثہ اور ان کے ساتھیوں کو جو ایک لاکھ سے زائد تھے منافق قرار دے کر کاذب قرار دیتا ہے اور حضرت علی اور ان کے ساتھیوں کو جو کل چار شخص تھے تقیہ باز مکر کاذب بناتا ہے۔ پس جب یہ کل جماعت کاذب ہو گئی تو قرآن جو انہیں کی نقل و روایت سے مابعد والوں کو ملا کر نکر قابل اعتبار ہو سکتا ہے شیعہ یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ چونکہ یہ لوگ عس و قوا تر کو پہنچے ہوئے تھے اور اہل قوا تر کا جھوٹ پر متفق ہونا محال ہے اس لئے قرآن کے نقل پر جبکہ یہ سب لوگ متفق تھے لہذا کذب کا احتمال نہ رہا۔ اس لئے کہ شیعہ اہل قوا تر کا اتفاق کذب پر رضی الامت وغیرہ کے چھپانے میں مان چکے ہیں۔

(۲) از روئے مذہب شیعہ بلا اختلاف یہ قرآن یمون خلیفہ کے اہتمام سے بصورت کتاب مرتب ہوا جن کو مذہب شیعہ دشمن دین اور درپے تخریب دین مانتا ہے پس جس دین کا کوئی دشمن ہو اس کے ہاتھ سے اس دین کی وہ کتاب جو بنیاد دین ہوٹ تو ہرگز اطمینان نہیں ہو سکتا کہ اس دشمن نے کوئی تصرف اس میں نہیں کیا خصوصاً جبکہ کسی دوسرے ذریعہ سے اس کی تصدیق بھی ہو جیسا کہ قرآن مجید کے متعلق کتب شیعہ میں ائمہ معصومین سے کوئی روایت اس مضمون کی نہیں ہے کہ قرآن اگرچہ دشمنوں کے ہاتھ سے ملا مگر انھوں نے کوئی تصرف اس میں نہیں کیا۔

(۳) کتب شیعہ میں زائد از دو ہزار روایات تحریف قرآن کی موجود ہیں جن میں بیان کیا گیا ہے کہ بہت سی آیتیں اور سورتیں قرآن مجید سے نکال ڈالی گئیں اور بہت سی عبارتیں جن سے کفر کے ستون قائم ہوتے ہیں اس میں بڑھانی گئیں الفاظ و حروف تبدیل کیے گئے ترتیب الٹ پلٹ کی گئی نہ صرف سورتوں کی بلکہ آیتوں کی اور آیتوں کے اندر

جو کلمات ہیں ان کی بھی۔

(۴) روایات تحریف قرآن کی بابت علمائے شیعہ کا یہ اقرار بھی دکھایا گیا ہے کہ یہ روایتیں کثیر ہیں متواتر ہیں مسأله امامت کی روایات سے کم نہیں ہیں۔ اور تحریف قرآن پر صراحتاً دلالت کرتی ہیں۔

(۵) شیعوں میں اول روز سے آج تک گنتی کے صرف چار شخص ہیں جو تحریف قرآن کی تمام اقسام کا انکار کرتے ہیں۔ شیخ صدوق۔ ابن بابویہ قمی شریف مرتضیٰ ابوعلی اطریحی مصنف تفسیر مجمع البیان مگر تعجب یہ ہے چاروں اشخاص وجود منکر تحریف ہونے کے قائمین تحریف کو کافر نہیں کہتے۔

(۶) یہ چاروں اشخاص انکار تحریف کی سند میں کوئی قول امام معصوم کا پیش نہیں کرتے اور نہ ان زائد از دو ہزار روایات تحریف کا جن کو محدثین شیعہ متواتر اور تحریف قرآن پر صریح الدلالہ کہتے ہیں کچھ جواب دیتے ہیں بلکہ اپنے انکار کی بنیاد ایسے دلائل پر رکھتے ہیں جن سے صحابہ کرام کی دیداری اور تقدس کا ایسا ثبوت ہوتا ہے کہ مذہب شیعہ خاک فنا میں مل جاتا ہے۔ لہذا قرین قیاس یہ ہے کہ ان چاروں کا انکار ازراہ تشبیہ۔

(۷) مذہب شیعہ میں سوائے مسأله تحریف قرآن کے اور کوئی دوسرا مسأله ایسا نہیں ہے جس پر شیعوں کے تمام فرقوں کا ان کے سارے اولین و آخرین کا اس طرح اتفاق کامل ہو۔ عقائد سے لیکر اعمال تک ایک مسأله بھی نہیں جس میں اختلاف نہ ہو اور خود ائمہ معصومین کے مختلف اقوال منقول نہ ہوں حتیٰ کہ مسأله امامت اور عصمت، ائمہ میں سب شیعہ متفق نہیں ہیں مگر مسأله تحریف قرآن میں سب کا اتفاق ہے نہ کوئی روایت کسی امام کی اسکے خلاف ہے نہ کسی عالم کا قول۔

(۸) اہل سنت میں ایک متنفس بھی تحریف قرآن کا قائل نہیں ہوا اور سب سے سب با اتفاق تحریف قرآن کے قائل کو کافر سمجھتے رہے جس کا شیعوں کو بھی اقرار ہے۔

(۹) اہل سنت کی کتابوں میں تحریف قرآن کی کوئی روایت بھی نہیں ہے۔ جن روایات کہ بعض شیعہ تحریف کی روایات لکھتے ہیں ان روایات نسخ تلاوت کی ہیں نہ تحریف کی اور پھر وہ روایات بھی

اس وجہ کی ہیں کہ ایک جماعت میں شیخ کی انکو غیر مستند قرار دے کر اس بنا پر نسخ تبادلت ہی کی مشورے۔

(۱۰) اہل سنت کے اصول مذہب کی بنا پر تحریف قرآن عقلاً و نقلاً دونوں طرح محال و درنا ممکن ہے۔

یہ مسئلہ باتین میں جو بہترین دلائل سے ثابت کی گئی ہیں دیکھو انجم کا مشافہہ حتمہً بدل و دوم از تہنیہ الخیرین اور الما اول من الماسئین کے چار دن نمبر۔

ڈاکٹر صاحب نے ان باتوں کا کچھ بھی جواب نہیں دیا گویا ان کو ان باتوں کی خبر ہی نہیں اور چند بے سرو پا باتوں میں پانچ جہد معنی سیاہ کر ڈالے۔

فرماتے ہیں وہ تمام مجتہدین و علماء کے شیوخ کا اتفاق ہے کہ احکام میں تحریف نہیں ہوئی۔ شیعہ و سنی روایات میں جو الفاظ و عبارات تحریف پائی جاتی ہیں وہ بطور تفسیر بختمین جو منسوخ ہو گئیں یا اختلاف قرأت ہے۔

جواب یہ ہے کہ مجتہدین و علماء کا اتفاق بالکل جھوٹ ہے اور یہ بات بالکل خلاف عقل بھی ہے کہ تحریف کرنے والے عرف آیات غیر احکام میں تحریف کریں اور آیات احکام کو

ماقودہ لگائیں آخر ان کو تحریف سے فائدہ کیا ہوا۔ سنی روایات میں عبارات تحریف کھائی جانا محض افتراء ہے۔ تفسیر کا منسوخ ہو جانا ڈاکٹر صاحب کا عالمانہ مقولہ ہے جو شاید دنیا میں

کسی کی سمجھ میں نہیں آسکتا تفسیر کا منسوخ ہو جانا چہ معنی اختلاف قرأت کا مضمون بھی بتا رہا ہے کہ ڈاکٹر صاحب کو اپنے گھر کی خبر نہیں۔ اجی حضرت آپ کے ائمہ معصومین فرماتے ہیں۔

کہ اختلاف قرأت بالکل جھوٹ ہے۔

فرماتے ہیں، اسی قرآن کو شیعہ پڑھتے ہیں۔ ائمہ کے زمانہ میں بھی یہی قرآن تھا اسی قرآن کے جناب سیدہ نے فدک پر اپنا حق ثابت کیا اعلیٰ مرتضیٰ نے تینوں خلفاء کے سامنے اپنا احتجاج ثابت کیا ہے۔

شہر چنانچہ اصول کافی باب النوادر میں حضرت امام باقر و امام جعفر صادق دونوں سے بڑی آسانی کے ساتھ قرأت قرأت کی تفسیر منقول ہے اور یہ کہ قرآن میں ایک ہی قرأت پر نازل ہوا ہے۔



جو اس پر یہ ہے کہ شیعوں کا اس قرآن کو طبرستان ایمان کی دلیل نہیں ہے بلکہ اسکی وجہ یہ ہے کہ آپ کے امام صاحب نے فرمایا ہے کہ جب تک امام مہدی نہ آئیں اسی محرم قرآن کو پڑھو و دیکھو اصول کافی، باقی باتیں سب افتراء ہیں۔

قرآن کی تعریف میں ڈاکٹر صاحب نے دو تین روایتیں اپنی نقل کر ڈالی ہیں مگر یہ نہ بتایا کہ ان روایات میں اس قرآن کے تعریف سے جو ائمہ کے پاس تھا یا اس قرآن کی جو مسلمانوں کے پاس تھا اور نہ یہ ثابت کیا کہ ائمہ نے جو تعریف قرآن کی کی ہے یہ ازراہ تفسیر نہیں۔ ڈاکٹر صاحب کے قبلہ مولوی سبط حسن بھی مناظرہ امروہہ میں ان دونوں باتوں کو ثابت نہ کر سکے۔

فرماتے ہیں کہ،، احادیث ائمہ میں یہ حکم ہے کہ ہر بات کو قرآن سے ملاؤ اور جو بات موافق نہ ہو اسکو رد کرو،،

جو اب یہ ہے کہ یہ احادیث تو آپ لوگوں کے لئے مصیبت جان ہیں خود آپ کے علما لکھتے ہیں کہ اب قرآن تو محرم ہے احادیث کو کس چیز سے ملا کر دیکھیں۔

ڈاکٹر صاحب بہادر ۹۹ براہ مہربانی یہ تو بتائے کبھی آپ کے مجتہدین کرام نے اپنی روایات کو قرآن سے ملا کر دیکھا اور اس دیکھ بھال میں کتنی روایات قرآن کے خلاف ملیں اور ترک کی گئیں یا کوئی روایت خلاف قرآن نہ نکلی۔

سب زیادہ لطیف بات ڈاکٹر صاحب نے یہ لکھیں ہے کہ بابائے ائمہ پر جھوٹ بہت باندھا گیا اور ایڈیٹر صاحب النجم نے جو روایات لکھی وہ کاذب اور غیر ثقہ روایات کی روایات پر منحصر ہیں،،

اچھا جناب تو یہ کہتے کہ آپ کی کتب اربعہ اور پنج البلاء وغیرہ سب کاذب اور غیر ثقہ راویوں کی روایات سے لبریز ہیں کیونکہ النجم میں انہیں کتب کی روایات پیش کی گئی ہیں۔

تحریف قرآن کی روایات جو دوسرے زائد ہیں اور بقول آپ کے محدثین کے متواتر ہیں اگر وہ سب جھوٹی ہیں تو صاف کہہ دیجئے اور پھر جب اس سائل میں آپ کے مذہب کا جھوٹ

کھل گیا تو آپ کے مذہب کی کون سی بات قابل اعتبار رہ گئی۔

فرماتے ہیں کہ حضرت طلحہ سے حضرت علی نے کہا کہ اے طلحہ جو قرآن ابو بکر و عمر و عثمان نے جمع کیا ہے کیا وہ سب قرآن ہے یا اس میں غیر قرآن بھی ہے طلحہ نے کہا کہ وہ سب قرآن ہے غیر قرآن اس میں نہیں تو حضرت علی نے فرمایا اگر سب عمل کرو گے تو نجات پاؤ گے، معلوم نہیں ڈاکٹر صاحب ہمارے کیا سمجھا اس روایت کو نقل کیا اس سے تو بجائے ایمان بالقرآن کے بے ایمانی کا ثبوت اظہر من الشمس ہے معلوم ہوا کہ حضرت علی کے نزدیک اس قرآن میں غیر قرآن بھی مخلوط ہے ورنہ حضرت طلحہ سے پوچھ کر دران کے جواب پر بطور شرف و جزا بیان کرنے کی حاجت کیا تھی۔

ڈاکٹر صاحب کو کچھ پتہ نہیں چلتا کہ کون سی روایت ان کے موافق رہے کون مخالف ہے آنکھ بند کر کے نقل کرتے چلے جاتے ہیں اس رسالہ میں بہت جگہ اپنے خلاف روایات نقل کر کے خود اپنے پاؤں میں گلہاڑی ماری ہے جیسا کہ ناظرین کرام نے ملاحظہ کیا۔ ڈاکٹر صاحب نے ان چار منکروں کو تحریف کا نام لیا ہے اور فرمایا ہے کہ تمام علما منکر تحریف ہیں حالانکہ ان چار منکر بے دلیل ہونا اہم میں خود ہی بیان ہو چکا ہے۔ خلاصہ یہ کہ انہیں خلافات کو کھجور ڈاکٹر صاحب نے شیعوں کا ایمان بالقرآن ثابت فرما دیا ہے شیعوں کو لازم ہے کہ ڈاکٹر صاحب کو شاباشی دیں۔

ڈاکٹر صاحب نے اس سلسلہ میں دو شعر بھی قرآن کی تعریف میں اپنے کسی کے گھر سے نہیں بلکہ شیعوں کے گھر سے چُرا کر لکھ دیے ہیں اول تو اس زبانی لفظی سے ہوتا کیا ہے دوسرے یہ کہ چوہا اگر عطار کی دوکان سے ہلدی کی گرہ چڑا لیا ہے تو وہ عطار نہیں بن سکتا۔

وہ دونوں شعر یہ ہیں

کلام ذات باری پر ہمارا دین کیا ہے قمر ہے چاند اور دن کا ہمارا چاند قرآن مجید  
یار و سچا ہے دین مستران کا جو نہ مانے وہ بھائی شیطان کا  
ڈاکٹر صاحب بھی آپ کے اس آخری شعر پر صادم کر رہے ہیں یقیناً جس کا دین  
قرآن کے خلاف ہو وہ شیطان کا بھائی ہے جو کھریٹہ قرآن کا قائل ہو وہ شیطان کی

اولاد سے ہے۔

## چوتھا مسألہ۔ حدیث ثقلین کی بحث

حدیث ثقلین کے متعلق ایک رسالہ دفتر انجم سے شائع ہو چکا ہے جس کا نام الرابع من المائتین ہے کئی سال ہو چکے لیکن اب تک کسی مجتہد صاحب کو جواب لکھنے کی مہمت نہ ہوئی۔ یقیناً جو الفاظ حدیث ثقلین کے شیخوں نے مشہور کیے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں دو بھاری چیزیں چھوڑے جاتا ہوں قرآن اور اہل بیت یہ قطعاً غلط ہیں ان کے غلط ہونے میں کچھ شک نہیں شیخ سنی دونوں کے مذہب کے رو سے اس مضمون پر سخت اعتراضات ہوتے ہیں لہذا انگریزی کے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا ذکر اس حدیث میں نہیں ہے حالانکہ فریقین کے نزدیک سنت بھی واجب الاتباع ہے اگر کیے کہ اہل بیت سنت کے خلاف نہیں ہو سکتے لہذا سنت کے ذکر کی ضرورت نہ تھی تو ہم کہتے ہیں کہ اہل بیت قرآن کے خلاف بھی نہیں ہو سکتے لہذا قرآن کے ذکر کی بھی ضرورت نہ تھی۔

صحیح الفاظ حدیث کے وہ ہیں جو امام مالک نے موطا میں اور دوسرے محدثین نے دوسری کتابوں میں روایت کیے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جاتا ہوں ایک قرآن دوسری اپنی سنت۔ پوری تحقیق السوابع من المائتین میں دیکھو۔

حدیث ثقلین کی تحقیق نے مذہب شیعہ کا گھر دندا اس طرح مٹا دیا کہ اب اس کا پتہ بھی نہیں چلتا۔

ڈاکٹر صاحب کی تمام خرافات کا بقدر ضرورت جواب ہو چکا و لہذا آخر الکلام و الحمد لله رب العالمین۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةً لِّأُولِي الْأَلْبَابِ  
البتہ تحقیق ان کے قصوں میں عبرت ہے عقل والوں کے لئے

# یازدہ نجوم

یعنی

## خمسة مسائل در یازده رسائل

امام اہلسنت مولانا عبد الشکور فاروقی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ

۱۲۹۳ھ — ۱۳۸۶ھ

کے موعودہ دوسو مسائل میں سے پانچ مسائل جو گیارہ رسائل پر مشتمل  
ہیں۔ اور ماہنامہ انجم لکھنؤ کے صفحات کی زینت بن چکے ہیں۔

# تفصیل

صفحہ نمبر

مختصر سوانح مؤلف کتاب

نجم اول

إقامة البرهان على أن الشيعة اعداء القرآن

۱۱ — ۳۰

نجم دوم

قطع الوثين من الذي يتبدل الشك باليقين

۳۱ — ۴۸

نجم سوم

نهاية الخسران لمن ترك القرآن

۴۹ — ۶۶

نجم چهارم

أجوبة المتهجين في ترك الكتاب المبين

۶۷ — ۸۲

نجم پنجم

تخدير المسلمين عن خداع الكاذبين

۸۳ — ۱۰۰

نجم هشتم

الحجة القوية بذكر مواقع التقيّة

۱۵۰ — ۱۰۱

نجم نهم

التحفة البهية في نتائج التقيّة

۱۵۱ — ۱۰۰

نجم عاشر

تحقيق مسئلة بدار

۱۹۶ — ۱۰۱

نجم ابراهيم

شرح حديث ثقلين

۱۹۷ — ۲۲۱

نجم ابراهيم

شرح مسئلة امامت نير اول

۲۲۳ — ۲۷۷

نجم ابراهيم

شرح مسئلة امامت نير دوم

۲۷۹ — ۳۱۲



# مختصر سوانح

امام اہلسنت مولانا عبدالشکور فاروقی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ



عمر با در کعبہ دست خانہ می نالہ جیات  
تا زبزم عشق یک دانائے راز آید بروں

امام اہل سنت حضرت مولانا الحاج عبدالشکور فاروقی مجددی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۳۰ھ  
ذی الحجہ ۱۲۹۳ھ کو قصبہ کاکوری (جو لکھنؤ سے ست میل کے فاصلے پر ہے) میں پیدا ہوئے  
آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی مولوی حافظ محمد ناظر علی تھا۔ جو حضرت مولانا حافظ سید  
عبدالسلام نقشبندی ہسوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید رشید تھے۔ امام اہل سنت نے ابتدائی تعلیم  
ہسوہ میں حاصل کی۔ پھر لکھنؤ میں حضرت مولانا سید عین القضاة نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ  
کی خدمت اقدس میں پہنچ گئے۔ اور بقیہ کتب درسیہ سب ان ہی سے پڑھیں جو اب شامل درس  
نہیں ہیں۔ مثل بستان باب اصطلح و غیرہ۔

امام اہلسنت ۱۳۱۰ھ سے ۱۳۱۴ھ کے شروع تک حضرت مولانا سید عین القضاة کے  
خبر من فیض سے خوشہ چینی کرتے رہے اور آپ کے شفیق اُساد نے آپ کو بڑی فراخ دلی سے  
مستفید و مستفیض فرمایا۔ حضرت مولانا عبدالشکور رحمۃ اللہ علیہ کو سلسلہ نقشبندیہ سے تیس طرح  
سے فیض پہنچا۔ آپ کے والد ماجد اور استاد گرامی نقشبندی مجددی تھے۔ پھر آپ بیعت بھی نقشبندی  
سلسلہ میں ہوئے۔ آپ کے مُرشد ارشد کا اسم شریف حضرت مولانا شاہ عبداللہ ابو احمد رحمۃ اللہ علیہ تھا۔  
امام اہل سنت اپنی علمی تشنگی دور کر کے طب کی طرف متوجہ ہوئے کچھ دنوں تک  
مطب بھی کیا۔ مگر استاد محترم کے ایما پر اسے جلد ہی چھوڑ دیا اور مولانا محمد علی مونگیری نے

دارالعلوم ندوۃ العلماء میں بحیثیت مدرس بلایا۔ یہاں دل نہ لگا تو دہلی چلے گئے۔ اور وہاں مرزا حیرت کے مطبع میں بحیثیت مترجم و مصنف کام کرنے لگے۔ مگر مرزا حیرت کے عقائد کی خرابی کے باعث ان سے بھی نہ بچ سکے۔

سوئے اتفاق کہ اسی زمانے میں لکھنؤ اس کے مصنفات میں ایک شیخہ مولوی صاحبہ نے (جن کا نام مقبول احمد تھا) علی الاعلان تبرے کی مجلسیں پڑھنا اور سنیوں کو مناظرے کا چیلنج دینا شروع کر دیا جس پر لکھنؤی علماء کے سرخیل حضرت مولانا عین القضاة نے بغرض دفاع لکھنؤ بلایا۔ پھر آپ نے دشمنان صحابہ کے خلاف اپنے آپ کو وقف کر دیا۔ تالیف تصنیف، بحث و مناظرہ، تحریر و تقریر میں مشغول ہونے کے علاوہ "النجم" ہفتہ وار جاری کیا۔ اور اس خاص موضوع پر اس کثرت سے لکھا کہ پوری دنیا نے اسلام میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ "النجم" کا ہر مضمون ایک پوری کتاب کی حیثیت رکھتا تھا۔ اور سینکڑوں لاجواب اور مسکت کتابیں تصنیف فرمائیں۔ محتاط اندازے کے مطابق پچاس ہزار صفحات سے متجاوزہ طرے پھر چھپ کر منظر عام پر آچکا ہے۔ چند ممتاز و مخصوص تصنیف و تالیف کے نام یہ ہیں۔

- ۱۔ ترجمہ قرآن مجید ۲۔ ترجمہ اسد الغابہ (دو جلدوں میں) ۳۔ ترجمہ ازالۃ الخفا
- ۴۔ ترجمہ انصاف ۵۔ ترجمہ فقہ اکبر ۶۔ ترجمہ تطہیر الجنان ۷۔ ترجمہ شامل ترمذی
- ۸۔ فقہ غیرہ ۹۔ کتاب الصلوٰۃ ۱۰۔ سیرت خلفائے راشدین ۱۱۔ علم الفقہ۔
- (۶ جلدوں میں) ۱۲۔ سیرت خیر البریہ ۱۳۔ سیرت الجلیل الشفیع ۱۴۔ موسویہ۔
- ۱۵۔ خطبہ شوقیہ ۱۶۔ ہدایت اہل امریکہ ۱۷۔ القول الحکم ۱۸۔ آیات محکمات (فارسی)
- ۱۹۔ قاتلان حسین کی خانہ تلاشی ۲۰۔ تحریف کی خانہ ساز حقیقت کا جواب ۲۱۔
- تبلیغہ الحائریں ۲۲۔ ابوالائمہ کی تعلیم ۲۳۔ تحقیق آل و اہل بیت ۲۴۔ نصرت غیبیہ
- ۲۵۔ ترجمہ تاریخ طبری ۲۶۔ قاطع اللسان ۲۷۔ شرح حدیث ثقلین ۲۸۔ کتاب
- الفتاویٰ ۲۹۔ مقدمہ جالس ۳۰۔ مذہب شیخہ کے دو سو مسائل (علیہ السلام علیہ)

رسائل کی شکل میں، تفسیر آیات قرآنیہ (الگ الگ رسائل کی صورت میں جنہیں  
یکجا شائع کر کے ناظرین کی خدمت میں پیش کیا گیا ہے)، مناظروں کی رودیادیں  
تقریروں کے مجموعے اور اخباری مضامین اور چھوٹے چھوٹے رسائل کا تو کوئی  
حد و حساب ہی نہیں۔

حضرت امام اہلسنت علیہ الرحمۃ بیش بہا اور نادر المثال علمی خدمات سرانجام دینے کے  
بعد ۱۷ ذی قعدہ ۱۳۸۱ھ مطابق ۲۳ اپریل ۱۹۶۲ء کو یومِ دو شنبہ بعد نماز عصر جمعہ بکبر ۳۲ منٹ  
پر اس جہان فانی کو خیر باد کہہ گئے۔

صورت از بے صورتی آمد بروں باز شد انا ایسہ راجعوں  
ٹھیک سوسات بجے دارالمبلغین لکھنؤ سے جنازہ اٹھا۔ کثرتِ ہجوم نے کسی انتظام  
کو پورا نہ ہونے دیا۔ ایک میل کے لمبے راستے میں سوائے عورتوں اور مردوں کے سردوں کے  
کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا۔ ہر طبقہ و خیال کے لوگ شریکِ جنازہ تھے سائے آٹھ بجے امین  
آباد پارک میں مولانا عبدالسلام نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اور دس بجے شب کے قریب محلہ چکنڈی  
میاں چپ شاہ کے مزار کے اندر سپرد خاک کئے گئے۔

بعد از وفات تربت مادر زمین مجھ

در سینہ ہائے مردم عارف مزار ما است

حکیم محمد موسیٰ امرتسری عفی عنہ لاہور

۶ ربیع الثانی ۱۳۸۶ھ



قَدَّيَدَاتِ الْبَغْضَاءِ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَا تَخْفَى صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ مَا  
(ترجمہ) تحقیق دشمنی خود ان کے منہ سے ظاہر ہو گئی اور جو کچھ ان کے سینوں نے پوشیدہ رکھا ہے بہت بڑھ کر ہے

الْحَمْدُ لِلَّهِ تَعَالَى

مذہب شیعہ کے دو منتخب مسائل کے سلسلہ کا پہلا رسالہ ہدایت مقالہ موسوم

الْأَوَّلُ مِنَ الْبَيِّنَاتِ

علی

الْمُنْحَرِفِّ عَنِ الثَّقَلَيْنِ

ملقب بہ

إِقَامَةُ الْبُرْهَانِ

علی

أَنَّ الشِّيْعَةَ أَعْدَاءُ الْقُرْآنِ

نمبر اول

جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ تشیع کی بنیاد عداوت  
قرآن پر ہے اور کسی شیعہ کا ایمان قرآن پر نہیں ہو سکتا ہے

## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

لَحْمَدُ اللّٰهِ وَكَفَى وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی نَبِيِّهِ الْمُصْطَفٰی وَعَلٰی اٰلِهِ الْمَجِیْدِ وَالْعُلٰی

حق تعالیٰ کا سب سے بڑا انعام ہم اہل سنت و جماعت پر یہ ہے کہ اس نے محض اپنے فضل و کرم سے ہمیں اپنی مقدس کتاب قرآن مجید کا شہرا بنایا اور اس پاک کتاب کی جو جو خدمتیں لینا تھیں بلا شرکت غیرے ہمیں سے لیں۔ اس کی حفاظت کا جو وعدہ فرمایا تھا، اس وعدہ کے پورا کرنے کا بھی آلہ ہمیں کو بنایا۔ قرآن مجید کے دشمنوں کے مقابلہ میں ہمیں کو کھڑا کیا، اور ہمارے ہی ہاتھوں۔ یہ ان کی تمام کوششوں کو رائیگاں کر دیا، یہ نعمت ہمیں بہترین انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کرام کے طفیلی بننے سے ملی اس خوان نعمت کے اصلی مہمان تو وہی تھے ان کے سوا اس خوان نعمت سے جس کو جو کچھ ملا ان کے طفیل میں ملا۔

فکن طفیلہم علیٰ ادب — فلا درئی شافعا سوی اکادب

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ مذہب شیعہ کے دو سو مسائل کا سلسلہ جس کا میں نے وعدہ کیا تھا شروع ہو گیا، اور یہ اس سلسلہ کا پہلا رسالہ ہے۔

اگرچہ یہ بات اب پوری روشنی میں آچکی ہے کہ شیعوں کا ایمان قرآن شریف پر قطعاً نہیں ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔ اس مسئلہ پر متعدد کتابیں بھی لکھ چکا ہوں جن میں میری آخری تصنیف **تنبیہ الحائرین** ہے جو حائری صاحب مجتہد پنجاب کے مقابلہ میں لکھی گئی یہ ایک لاجواب اور جامع کتاب ہے، اس مسئلہ پر امر وہم میں مجھ سے ایک

بڑے معرکہ کا مناظرہ بھی ہوا، اس کی روئیداد بھی اسی زمانہ میں شائع ہو چکی، لہذا اب حاجت نہ تھی کہ اس مسئلہ پر کوئی اور کتاب لکھی جائے۔ لیکن مسلمانوں کی نظر میں چونکہ قرآن کریم پر ایمان نہ ہونے کی برابر کوئی عیب نہیں ہو سکتا اور مذہب شیعہ کی سب سے پہلی اور سب سے زیادہ قابل نفرت چیز یہی ہے اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ یہ دو سو مسائل کا سلسلہ جو انشاء اللہ تعالیٰ اس مذہب کا نہایت کامل فوٹو ہوگا اس مسئلہ سے خالی نہ رکھا جائے۔

اس رسالہ میں اختصار سے کام لیا گیا ہے تفصیل کا شوق ہو تو میری دوسری تصنیفات کو دیکھنا چاہئے۔

واضح رہے کہ قرآن شریف کی عداوت ہی پر مذہب شیعہ کی بنیاد ہے جس شخص نے غور اور انصاف کے ساتھ مذہب شیعہ اور اس کی کتب اصول و فروع کا مطالعہ کیا ہے، وہ خوب جانتا ہے کہ اس مذہب کی رگ رگ میں قرآن کریم کی عداوت بھری ہوئی ہے اس مذہب کے نیز طبع مصنفوں نے قرآن شریف کے مشکوک و ناقابل اعتبار بنانے کیلئے عجیب عجیب کارروائیاں کی ہیں کہ ان کو دیکھ کر حیرت ہوئی ہے، ان کارروائیوں کا ایک نمایاں حصہ انشاء اللہ تعالیٰ اس سلسلہ کے چار نمبروں میں مدنیہ ناظرین ہوگا، اور یہ چاروں نمبر مل کر پہلا رسالہ کامل ہوگا۔ ہر نمبر ۱۶ صفحہ کا ہوگا۔ یہ پہلا نمبر ہے اس میں قرآن شریف پر شیعوں کا ایمان نہ ہونے اور نہ ہو سکنے کا بیان ہے۔

شیعوں کا ایمان قرآن شریف پر کیوں نہیں ہے؟ اور کیوں نہیں ہو سکتا! اس کے وجوہ تو بہت ہیں مگر وہ تین وجہیں جو امر وہمہ کے مناظرہ میں پیش ہوئیں بہت کافی ہیں، اس وقت انہیں تین وجہوں کو کچھ اختصار اور کچھ توضیح کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے۔

## قرآن شریف پر شیعوں کا ایمان نہ ہونے کی پہلی وجہ

مذہب شیعہ کی نہایت ضروری تعلیم جس کو ان کے مذہب کا پہلا سبق کہنا چاہئے یہ ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اصحاب کرام کو چھوٹا مانا جائے تینوں خلیفہ اور



ان کے بیٹھارے ساتھیوں کو بھی اور حضرت علیؑ اور ان کے تین چار ساتھیوں کو بھی۔ رسول رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم جب اس دنیا سے تشریف لے گئے تو تقریباً ایک لاکھ چودہ ہزار صحابی یا بالفاظ دیگر اپنے شاگرد یا بالفاظ دیگر اپنی نبوت و دلائل نبوت کے گواہ دنیا میں چھوٹے گئے تھے، شیعہ مذہب اس تمام جماعت کو جھوٹا مانتا ہے، اس مقدس جماعت میں شیعوں نے دو گروہ قائم کئے ہیں۔ ایک گروہ تینوں خلیفہ اور ان کے ساتھیوں کا یہ گروہ بڑا گروہ ہے، دوسرا گروہ حضرت علیؑ اور ان کے ساتھیوں کا۔ اس گروہ میں گنتی کے پانچ آدمی بتلاتے ہیں۔ علیؑ ابوذر، مقداد، سلمان فارسی، عمار بن یاسر، شیعوں کا بلا اختلاف یہ عقیدہ ہے کہ یہ دونوں گروہ جھوٹے تھے، پہلے گروہ کے جھوٹ کا نام انہوں نے اپنی اصطلاح میں نفاق رکھا ہے اور دوسرے گروہ کے جھوٹ کا نام تقیہ رکھا ہے، یعنی پہلا گروہ جھوٹ تو بولتا تھا مگر جھوٹ بولنے کو عبادت نہیں جانتا تھا، اور دوسرا گروہ جھوٹ بولنے کو اعلیٰ درجہ کی عبادت اعلیٰ درجہ کا فرض اعلیٰ درجہ کا کار ثواب سمجھتا تھا۔

پس اب انصاف سے بتاؤ کہ جو فرقہ تمام صحابہ کرام کو جھوٹا جانتا ہو، اور ان میں سے ایک شخص کو بھی سچا نہ مانتا ہو کیا اس کا ایمان قرآن شریف پر ہو سکتا ہے؟ حاشا ثم حاشا ہرگز نہیں ہو سکتا!

کیونکہ قرآن شریف بلکہ دین کی ہر چیز اسی جماعت کے ذریعہ سے اسی کی نقل و روایت سے ہم کو اور ساری دنیا کو ملی اور ظاہر بلکہ بدیہی ہے کہ جھوٹے کی بات پر اعتبار نہیں ہو سکتا، یقین ہونا تو بڑی بات ہے۔ لہذا انصاف ظاہر ہو گیا کہ کسی شیعہ کا ایمان قرآن کریم پر نہیں ہو سکتا۔

تینوں خلیفہ کو خلیفہ برحق نہ ماننے کا آخری نتیجہ یہی ہے جو شیعوں کو مبارک ہے کیا خوب لکھا ہے حضرت مولانا الشیخ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ازالۃ الخفاء لکھے دیباچہ میں کہ ”بہ علم الیقین دانستہ شد کہ اثبات خلافت ایں بزرگواران اہل سنت از اصول دین تا وقتیکہ ایں اصل را محکم نہ گیرند“ صحیح مسئلہ از مسائل شریعت متاثر نشود پھر فرماتے ہیں۔ ”ہر کہ در شکستن ایں اصل سعی میکند بحقیقت ہدم جمیع فنون دینیہ میخورد“

## قرآن شریف پر شیعوں کا ایمان نہ ہونے کی دوسری وجہ

اس وجہ میں تین باتیں قابل لحاظ ہیں۔ (۱) تمام شیعہ اس بات پر متفق ہیں، اور کچھ علمائے اہل سنت بھی اس بات کے قائل ہیں کہ یہ قرآن شریف جو اس وقت دنیا میں موجود ہے اور ہر وقت یہی قرآن مجید مسلمانوں کے پاس رہا یہ قرآن خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے اہتمام و انتظام سے جمع ہوا اور انہیں کے ذریعہ سے تمام عالم میں پھیلا (۲) اس قرآن کی کوئی قابل وثوق تصدیق شیعوں کی کتابوں میں ان کے ائمہ معصومین سے منقول نہیں (۳) حضرات خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے متعلق شیعوں کا بلا اختلاف یہ اعتقاد ہے کہ وہ نہ صرف مخالف دین بلکہ (معاذ اللہ) دشمن دین تھے، اور خلافت فطرت سازش کرنے میں ایسے مشاق تھے کہ ناممکن کاموں کو بھی بہ آسانی کر ڈالتے تھے، ہزاروں مختلف المیزاج مختلف الاغراض اشخاص کا کسی جھوٹی بات پر متفق کر دینا یا کسی عام الوقوع واقعہ کا منکر بنا دینا عقلاً محال عادی ہے، مگر یہ تینوں خلیفہ ایسی مافوق الفطرت طاقت رکھتے تھے، کہ اس محال عادی کو بھی نہایت آسانی اور نہایت خوبی کے ساتھ کر کے دکھا دیا، مثلاً رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار بی شمار آدمیوں کے سامنے خصوصاً غدیر خم میں حضرت علیؑ کی خلافت اور ولیعہدی کا اعلان دیا، اور اس اعلان کے تھوڑے ہی دنوں بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رحلت فرمائی، خلفائے ثلاثہ نے ان تمام بے شمار آدمیوں کو اس واقعہ کے انکار پر متفق کر دیا اور سب سے کہلوا دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کی خلافت کا اعلان نہیں کیا، اور اسی قسم کے ہزاروں واقعات ہیں، علاوہ اس مافوق الفطرت طاقت کے تینوں خلیفہ ایک بڑی پڑ شوکت و باقوت سلطنت اور بڑے با عظمت تاج و تخت کے مالک بھی رہے۔

ان تینوں باتوں کو غور کرنے کے بعد انصاف سے تباؤ کہ قرآن مجید کا کیا اعتبار رہ گیا، دین کی اتنی بڑی چیز اس دین کے دشمن کے ہاتھ سے ملے اور دشمن بھی کیسا طاقتور اور پھراس کے بعد کاذب و فحاش بھی ہو کسی دوسرے ذریعہ سے اس چیز کی تصدیق بھی نہ ہو

تو کیا وہ چیز لائق اعتبار ہو سکتی ہے، اور کسی طرح یہ اطمینان ہو سکتا ہے کہ اس دشمن نے اس میں کچھ تصرف نہ کیا ہوگا؟ ہاشاشم ہاشا ہرگز نہیں!

وہ زمانہ تو بالکل آغاز اسلام کا تھا، اس وقت پریس وغیرہ بھی نہ تھے، آج اگر کوئی یہودی یا آریہ قرآن شریف لکھ کر فروخت کرے، تو کوئی مسلمان اس پر اعتبار نہ کرے گا۔ نہ اس کو خریدے گا، تا وقتیکہ کسی معتبر حافظ کو دکھلا کر یا کسی صحیح نسخہ سے مقابلہ کر کے اطمینان نہ کرے۔

پس معلوم ہوا کہ کسی شیعہ کا ایمان قرآن شریف پر نہیں ہو سکتا۔

## قرآن شریف پر شیعوں کے ایمان نہ ہونے کی تیسری وجہ

اس تیسری وجہ میں چند باتیں قابل لحاظ ہیں۔

(۱) شیعوں کی نہایت معتبر کتابوں میں زائد از دو ہزار روایات ائمہ معصومین سے منقول ہیں کہ اس قرآن شریف میں پانچ قسم کی تحریف قرآن کے جمع کرنے والے صحابہ نے کر دی، قرآن کی آیتیں اور سورتیں بکثرت نکال ڈالیں۔ اپنی طرف سے عبارتیں بنا کر قرآن میں بڑھادیں، قرآن کے الفاظ بدل دیئے، قرآن کے حروف بدل دیئے، قرآن کی ترتیب الٹ پلٹ کر دی، قرآن میں ترتیب چار قسم کی ہے، اول ترتیب سورتوں کی، دوم ترتیب آیتوں کی، سوم ترتیب الفاظ کی، چہارم ترتیب حروف کی، ان چاروں قسم کی ترتیب کے خراب ہو جانے کا بیان روایات شیعہ میں ہے۔

(۲) علمائے شیعہ نے ان روایات تحریف قرآن کے متعلق تین باتوں کا اقرار کیا ہے، اول یہ کہ یہ روایات متواتر ہیں اور ان کی تعداد مسئلہ امامت کی روایات سے کم نہیں ہے، دوم یہ کہ یہ روایات تحریف قرآن پر صراحتاً دلالت کرتی ہیں، سوم یہ کہ انہیں روایات کے مطابق شیعہ تحریف قرآن کے معتقد بھی ہیں۔

(۳) کتب شیعہ میں ائمہ معصومین سے کوئی روایت تحریف قرآن کے خلاف منقول نہیں ہے یہ بات بہت تیرہ خیز ہے، کہ مذہب شیعہ میں اختلاف روایات کی حالت یہ ہے کہ



علمائے شیعہ کی جانِ صنیق میں ہے شیعوں کے مجتہد اعظم مولوی دلدار علی نے اساس الاصول میں اور ان سے پہلے شیخ الطائفہ ابو جعفر طوسی نے تہذیب و استبصار کے مشروع میں لکھ دیا ہے کہ ہمارے اماموں سے کوئی حدیث ایسی منقول نہیں جس کے خلاف دوسری حدیث نہ ہو۔ کوئی مسئلہ ہمارے یہاں ایسا نہیں جس میں ائمہ معصومین سے مختلف اقوال نہ روایت کئے گئے ہوں، یہاں تک کہ ہماری احادیث و روایات کے اس اختلاف کو دیکھ کر بہت لوگ مذہب شیعہ سے پھر گئے، مولوی دلدار علی نے اساس الاصول میں یہاں تک لکھ دیا کہ اے شخص اگر تو ہمارے ائمہ معصومین کے اختلاف کو دیکھے تو ابو حنیفہ شافعی کے اختلاف سے بدرجہا زیادہ پائیکا المختصر جس مذہب میں اختلاف روایت کی یہ حالت ہوا انتہا یہ کہ مسئلہ امامت و عہدہ امام کا مسئلہ بھی اختلاف سے نہ بچا ہو مگر تحریف قرآن کے مسئلہ میں کوئی مخالف رہا۔ کتابوں میں نہ ملے۔ العجب کل العجب۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ مسنفین مذہب شیعہ کا اصل مقصد قرآن کریم کو مشکوک و مجروح کرنا تھا، عداوت قرآن ہی نے اس انوکھے مذہب کی تصنیف پر ان کو آمادہ کیا، اس لئے تحریف قرآن کے مسئلہ میں سب متفق ہو گئے، کوئی مخالف روایت کسی نے نہ گھڑی اس مرکز پر سب جمع ہو جاتے ہیں، اور سب ایک ہی بولی بولتے ہیں۔

(۴) شیعوں کے علمائے متقدمین اصحاب ائمہ سفرائے امام غائب ان سفر کے اصحاب عقیدہ تحریف قرآن کے معتقد ہیں اور اس عقیدہ میں کسی نے اختلاف نہیں کیا، مسئلہ امامت میں اختلاف ہونے والا اصحاب ائمہ میں بعض لوگ امام کے معصوم ہونے کے قائل ہوں، بعض عصمت امام کا انکار کریں، لیکن عقیدہ تحریف قرآن میں سب باہم متفق ہیں! عبرت کی آنکھ سے دیکھو تو بڑی بات ہے۔

۱۱ اصل عبارت اساس الاصول کی مناظرہ امر وہہ میں پیش ہو چکی ہے، جس نے مناظرہ شیعہ کو بدحواس کر دیا تھا، اور اس سلسلہ میں آئندہ کسی دسلہ میں پھر نقل کی جائے گی۔ ۱۲

۱۳ مسئلہ امامت کے اختلافات ان شاء اللہ آئندہ دکھائے جائیں گے۔ ۱۲

(۵) قدمائے شیعہ میں گنتی کے صرف چار شخص تحریف قرآن کے منکر ہیں اول شریف مرتضیٰ دہلوی شیخ صدوق سوم ابو جعفر طوسی چہارم ابو علی مصنف تفسیر مجمع البیان۔ ان چار کے سوا کوئی پانچواں شخص منکر تحریف نہیں بتایا جاسکتا۔

یہ چاروں اشخاص انکار تحریف کی سند میں کوئی روایت امام معصوم کی نہیں پیش کرتے صرف چند عقلی باتیں پیش کرتے ہیں وہ بھی ایسی کہ مذہب اہل سنت کی بنا پر تو ٹھیک ہیں۔ مگر اصول شیعہ پر کسی طرح درست نہیں۔ ان چاروں اشخاص کی یہ روش دیکھ کر صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان کا انکار محض ازراہ تقیہ ہے ورنہ پھر یہ غلط ہو جائیگا کہ مذہب شیعہ کی بنیاد ائمہ معصومین کی تعلیم پر ہے۔

ان چاروں باتوں کو ملحوظ رکھ کر اب پانچوں قسم کی تحریف کی روایتیں اور تینوں اقرار علمائے شیعہ کے ملاحظہ کیجئے۔ النجسم کے مناظرہ حصہ اول اور روئیداد مباحثہ امروہہ علی الحفصہ من تنبیہ الحائرین میں ایک بڑا ذخیرہ ان روایات کا موجود ہے، جس کا جی چاہے دیکھ لے یہاں نمونہ کے طور پر ہر قسم کی تین تین روایتیں پیش کی جاتی ہیں۔

۱۵ علمائے شیعہ کو جب سینوں کی بے پناہ گرفت سے جان بچانے اور اپنے کو مسلمان ثابت کرنے کی ہوس خام پیدا ہوتی ہے تو انہیں چار میں سے کسی نہ کسی کا قول پیش کر دیتے ہیں۔ ناداقت شخص دھوکا کھا جاتا ہے، بہت سے علمائے اہل سنت ہیں جو اس دھوکے میں آگئے، اور لکھ گئے کہ سب شیعہ تحریف قرآن کے قائل نہیں ہیں خوب یاد رکھنا چاہئے کہ ان چار شخصوں کا قول مذہب شیعہ میں ہرگز شمار نہیں ہو سکتا۔ کیا اگر کوئی مرزائی کہے کہ میں مرزا غلام احمد کو نبی بھی نہیں مانتا مجدد بھی نہیں جانتا، یا کوئی خارجی کہے کہ میں حضرت علیؑ سے محبت رکھنا ضروری سمجھتا ہوں، تو اس کا یہ قول قابل قبول ہوگا ۱۲۔

۱۶ مثلاً یہ کہ قرآن معجزہ نبوت ہے اور صحابہ کرام محافظ قرآن تھے اور بے نظیر توحید اور اہتمام حفاظت قرآن میں انہوں نے کیا۔ وغیرہ وغیرہ۔ ۱۲

## قرآن شریف کی آیتوں اور سورتوں کے نکال ڈالنے کی روایات

(۱) اصول کافی صفحہ ۶۲۲ میں ہے۔

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام  
قال نزل جبریل علیہ السلام علی  
محمد صلی اللہ علیہ وسلم بهذه الآية هكذا  
یا ایہا الذین اذتوا لکتب امنوا بما نزلنا فی علی  
نورا مبینا۔  
امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا  
جبریل نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت اس طرح  
آتاری تھی۔ اے اہل کتاب ایمان لاؤ،  
اس پر جو علیؑ کے بارہ میں ہم نے روشن  
نور اتارا ہے۔

**ف**۔ یہ آیت اب قرآن شریف میں یوں ہے **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آدْتُوا الْكِتَابَ آمِنُوا بَمَا نُنزَلْنَا مَصَدَقًا  
لِمَا مَعَكُمْ** مطلب اس کا یہ ہے کہ اے اہل کتاب قرآن پر ایمان لاؤ جو تمہاری کتب سماوی کی تصدیق  
کرتے ہیں مگر شیعوں کے امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ آیت میں فی علی نور امبینا کے الفاظ بھی تھے ان  
الفاظ کے ساتھ آیت کا مطلب یہ ہوا کہ اے اہل کتاب علی کی فضیلت اور امامت پر ایمان لاؤ معضف  
نصیحتہ اشعیہ رحمۃ اللہ علیہ کو اس روایت پر تعجب ہے فرماتے ہیں یہ عجیب بات ہے کہ اہل کتاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم  
کی رسالت اور قرآن کو تو ماننے نہ تھے جو سب سے مقدم ہے باہیں ہمہ امامت کا مسئلہ آنکے سامنے پیش ہو گیا اور کل  
قرآن پر ایمان لانے کا حکم نہ ہوا فقط ان آیات پر ایمان لانے کا حکم ہوا جو علی کے باب میں ہیں یہ حقیر کہتا ہے کہ تعجب  
کی کوئی بات نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور قرآن کا سب سے مقدم ہونا شیعوں کا مذہب نہیں ہے شیعوں کے  
یہاں تو حضرت علی کی فرضی امامت بلکہ زرارہ والبولعیر کی جعلی روایات پر سب کچھ قربان ہے۔

(۲) اصول کافی صفحہ ۲۶۱ میں ہے۔

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال ان القرآن  
الذی جاؤ به جبریل علیہ السلام الی محمد صلی  
اللہ علیہ وسلم سبعة عشر الف آية۔  
امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ انہوں  
نے فرمایا جو قرآن جبریل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس  
لانے تھے اُس میں سترہ ہزار آیتیں تھیں۔

**ف** اب قرآن شریف میں چھ ہزار چھ سو سولہ آیتیں ہیں شیعوں کے امام جعفر صادق کے ارشاد عالی  
سے معلوم ہوا کہ دس ہزار تین سو چوراسی آیتیں نکال ڈالی گئیں حساب سے اندازہ ہوتا ہے کہ اصلی قرآن



میں چالیس پچاس پارہ ہوں گے مشہور ہے کہ شیعہ چالیس پارہ قرآن کے قائل ہیں اس کی بنیاد غالباً یہی روایت ہے

میں نے پٹنہ میں خدائش خان کے مشہور کتب خانہ میں ایک حبلی قرآن قلمی شیعوں کا لکھا ہوا چالیس پارہ کا بچشم خود دیکھا ہے (۲) کتاب احتجاج طبرسی مطبوعہ ایران میں صفحہ ۱۱۹ سے لیکر صفحہ ۱۲۴ تک ایک طولانی روایت حضرت علی سے منقول ہے۔ ایک زندیق نے کچھ اعتراضات قرآن شریف پر کئے تھے ان اعتراضات کا جواب اس روایت میں ہے۔ قریب قریب ہر اعتراض کو حضرت علی نے تسلیم کر کے جواب یہ دیا ہے کہ قرآن میں تحریف ہو گئی۔ اس روایت کے چند مقامات جو کسی سے تعلق رکھتے ہیں حسب ذیل ہیں۔

اور اے زندیق تجھ کو جو یہ معلوم ہوا کہ الا تقسطوا	واما ظہور لہ علی تناکر قولہ فان ختم
فی الیتامی فانکوا ما طاب لکم من النساء	الا تقسطوا فی الیتامی فانکوا ما طاب لکم
ربط سے یتیموں کے حق میں بے انصافی عورتوں سے	من النساء۔ ولیس یشبہ القسط فی الیتامی
نکاح کر لینے کیساتھ کچھ ربط نہیں رکھتی۔ تو جواب	نکاح النساء فہو مما قدمت ذکرہ
یہ ہے کہ یہ مقام بھی انہیں مقامات میں سے ہے جن کا ذکر	من اسقاط المنافقین من
میں نے پہلے کیا کہ منافقوں نے قرآن سے بہت کچھ	القرآن و بین القول فی الیتامی
نکال ڈالا فی الیتیم اور فانکوا کے درمیان میں احکام	و بین نکاح النساء من الخطاب
اور قصے تھے ایک تہائی قرآن سے زیادہ تھے اور وہ	والقصص اکثر من ثلاث
سب یہاں سے نکال دینے گئے۔ لہذا مضمون بے	القرآن و هذا وما اشبهہ مما ظہرت
ربط ہو گیا، اور یہ اور اس قسم کے بہت سے مقامات	حوادث المنافقین نیہ لاهل النظر
ہیں کہ صاحبان نظر کو منافقوں کا تصرف محسوس	و التامل و و جید المعطلون و اهل
ہو جاتا ہے مگر مخالفین اسلام کو قرآن پر اعتراض	الملل المخالفین للاسلام ما غا لی
کرنے کا موقع مل گیا۔	القدح فی القرآن۔

لطف یہ ہے کہ جناب امیر نے اس روایت میں جا بجا قرآن میں تحریف بتائی قرآن کے گھٹانے بڑھانے کا ذکر فرمایا مگر مقامات تحریف کو معین نہ کیا اور کہا کہ تفسیر مجھے اس سے روکتا ہے۔ اصل عبارت یہ ہے۔

ولو شہت لک کل ما افسط و عوف و تبدل اور اگر دے زندیق ہیں تجھ سے تمام وہ مضامین جو قرآن سے

نکال دینے گئے اور تحریف و تبدیل کر دینے گئے اور اسی  
قسم کے تصرفات کئے گئے بیان کر دیں تو طول ہوگا  
اور تفسیر جس چیز سے منع کرتا ہے وہ ظاہر ہو جائیگی۔

ما بجدی هذا المجرای لطل  
و ظهر ما تحظرا لتقیة  
اظہار ۸ -

## قرآن شریف میں انسانی کلام بڑھائے جانے کی روایات

(۱) اسی کتاب احتجاج کی روایت مذکورہ میں ہے کہ اُس زندیق سے جناب امیر نے فرمایا۔

والذی بدانی الكتاب من الازراء علی النبی  
صلی اللہ علیہ وسلم من فریة الملحدین۔  
قرآن میں جو بُرائی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے  
وہ محدود کی افتراء کی ہوئی ہے۔

ف شیعوں کے جناب امیر کے نزدیک اس قرآن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بُرائی ہے۔ نحوذ بالشر۔  
شیعہ اس قسم کی روایات کی تصنیف پر مجبور تھے کیونکہ جیسے اعتراضات وہ صحابہ کرام پر کرتے ہیں  
ویسے اعتراضات بلاشبہ قرآن شریف سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء علیہم السلام پر  
ہو سکتے ہیں مگر اہل ایمان کے نزدیک قرآن کریم میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بے نظیر عظمت و  
جلالت کا بیان ہے بُرائی کا نام و نشان بھی نہیں۔

نیز اسی روایت میں ہے کہ جناب امیر نے فرمایا۔

انہما شبتوا فی الکتب ما لہ یقلہ اللہ  
لیلبوا علی الخلیقة۔  
جامعین قرآن نے مخلوق کو دھوکا دینے کیلئے وہ باتیں  
قرآن میں بڑھادی جو اللہ نے نہ فرمائی تھیں۔

نیز اسی روایت میں ہے۔

ولیس یسوغ مع عموم التقیة التصحیح باسماء  
المبدلین ولا الزیادة فی آیاتہ علی ما اثبتوہ  
من تلقائہم فی الکتب لما فی ذلک من  
تقویة حجج اہل التعطیل والكفر والملل المنخرقة  
عن قبلتنا وابطال هذا العلم الظاہر الذی قد  
استکان بہ الموافق والمخالف۔  
تقیہ کی ضرورت اس قدر ہے کہ نہ میں ان لوگوں کے  
نام بتا سکتا ہوں جنہوں نے قرآن میں تحریف کی نہ اس  
زیادتی کو بتا سکتا ہوں جو انہوں نے قرآن میں اپنی طرف  
سے بڑھائی جس سے اہل تعطیل و اہل کفر اور مذاہب  
مخالفین اسلام کی تائید ہوتی ہے اور اس علم ظاہر کا ابطال  
ہوتا ہے جس کے موافق مخالف سب قائل ہیں۔

نیز اسی روایت میں ہے کہ جناب امیر نے جمع قرآن کا قصہ اس ندیق سے یوں بیان فرمایا۔

ثم دفعهم الاضطراد بورود المسائل عمالا  
يعلمون تاويله الى جمعه وتاويله و  
تضمينه من تلقائهم ما يقين به دعائم  
كفرهم فصراخ مناديههم من كان عنده شئ  
من القرآن فليأتنا به واكلوا تاليقه و  
نظمه الى بعض من واقفهم الى معاداة  
اولياء الله فالله على اختيارهم۔

پھر جب ان منافقوں سے وہ مسائل پوچھے گئے جنکو وہ جانتے  
تھے تو وہ مجبور ہوئے کہ قرآن کو جمع کریں اس کی تفسیر کریں اور اپنی  
طرف سے وہ باتیں قرآن میں بڑھائیں جن سے انکے کفر کے ستون قائم  
ہوں لہذا انکے منادی نے اعلان کیا کہ جسکے پاس کوئی حصہ قرآن کا  
ہو وہ ہمارے پاس لے آئے اور ان منافقوں نے قرآن کی جمع و  
ترتیب کا کام اس شخص کے سپرد کیا جو عثمان خدا کی دشمنی میں ان  
کا کام خیال تھا اس نے انکی پسند کے موافق قرآن کو جمع کیا۔

پھر اسی مضمون کے سلسلہ میں جناب امیر نے فرمایا۔

و زاد و افيہ ما ظهر تتاكره و  
تفاضرة۔

اور بڑھا ویں انہوں نے قرآن میں وہ باتیں جن کا خلاف  
فصاحت ہونا اور قابل نفرت ہونا ظاہر تھا۔

و شیعوں کے جناب امیر کے ان ارشادات سے معلوم ہوا کہ یہ قرآن جو ہمارے پاس ہے دین کی کتاب  
نہیں ہے بلکہ اس سے کفر کے ستون قائم ہوتے ہیں، غلامی باطلہ کی تائید ہوتی ہے اور اس میں خلاف  
فصاحت و بلاغت عبارتیں بھی ہیں۔ استغفر اللہ۔

(۲) تفسیر صفائی میں تفسیر عیاشی سے منقول ہے کہ امام باقر علیہ السلام نے فرمایا۔

لو لا انه زید فی القرآن ونقص ما خفی  
حقنا علی ذی حجبی۔

اگر قرآن میں کسی بیشی نہ کی گئی ہوتی تو ہمارا حق کسی  
عقل مند پر پوشیدہ نہ ہوتا۔

## قرآن شریف کے الفاظ بد لے جانے کی روایتیں

(۱) اصول کافی صفحہ ۲۶۹ میں ہے۔

قرا رجل عند ابی عبد الله عليه السلام قُلْ  
اعملوا فسیری الله ورسوله والمؤمنون  
فقال لیس هكذا انزلت انما هی والما مومنون

ایک شخص نے امام جعفر صادق کے سامنے یہ آیت پڑھی۔  
قُلْ اعْمَلُوا فَسَيَرَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ  
امام نے فرمایا اس طرح نہیں نازل ہوئی مومنوں کے



فحن المامونون - بجائے مامونون کا لفظ تھا اور مامونون ہم لوگ ہیں۔

(۲) تفسیر تہمی میں ہے جس کے مصنف امام حن عسکری کے شاگرد خاص ہیں۔

واما ما کان خلاف ما انزل اللہ تہود قولہ تعالیٰ  
کنتم خیر امة اخرجت للناس الایة قال ابو  
عبد اللہ علیہ السلام لغاری ہذہ الایة خیر  
امة یقتلون امیر المؤمنین والحسین بن علی  
فقیل لہ فکیف نزلت فقال انما انزلت  
ائمة اخرجت للناس۔

اور وہ چیزیں جو قرآن موجودہ میں خلاف ما انزل اللہ ہیں  
وہ ایک سیسے کنتہ خیر امة اخرجت للناس امام جعفر صادق  
علیہ السلام نے اس آیت کے پڑھنے والے سے فرمایا کہ واہ کیا اچھی  
امت ہے کہ امیر المؤمنین کو اور حسین بن علی کو قتل کر دیا پوچھا  
گیا کہ یہ آیت کس طرح نازل ہوئی تھی امام نے فرمایا کہ  
خیر امة اخرجت للناس نازل ہوئی تھی۔

**ف** یعنی آیت میں اہل لفظ ائمہ تھا بجائے اُس کے اُمتہ کر دیا گیا۔ آیت قرآنی کا مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے  
فرمایا کہ تم لوگ سب امتوں سے بہتر ہو امام جعفر صادق نے اس مطلب کو غلط قرار دیا کہ جن لوگوں نے علی اور حسین  
کو قتل کیا وہ کس طرح بہتر ہو سکتے ہیں حالانکہ آیت میں خطاب صحابہ کرام سے ہے نہ تاملان حسین سے۔

(۳) احتجاج کی مذکورہ بالا روایت میں ہے کہ جناب امیر نے فرمایا:-

ان الکناية عن اسماء وندی الجرائم العظيمة  
من المناقین لیست من فعلہ تعالیٰ وانہا  
من فعل المغایرین والمبدلین الذین جعلوا القرآن  
عصین و اعراضوا الدین من الدین۔

بڑے بڑے جرم والے منافقوں کے ناموں کا کنایات میں  
ذکر کرنا اللہ تعالیٰ کا فعل نہیں ہے بلکہ یہ ان تحریف کرنے  
والوں کی کارروائی ہے جنہوں نے قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے  
کر دیا اور دین کو دنیا کے عوض بیچ ڈالا۔

**ف** قرآن شریف میں کافروں اور منافقوں کا ذکر نام کے ساتھ نہیں ہے مثلاً ومن الناس من یقول بعبس  
لوگ ایسا کہتے ہیں یا لیتقی لہا اتخذ فلا ناخذیلا اے کاش میں فلان شخص کو دوست نہ بناتا زندگی نے پوچھا  
کہ ایسا کیوں کیا گیا شیعوں کے جناب امیر فرماتے ہیں کہ خدا نے تو ان مقامات میں نام ذکر کئے تھے مگر جامعین  
قرآن نے بجائے نام کے اشارات و کنایات کے الفاظ رکھ دیئے۔

## قرآن شریف کے بدلنے کی روایات

فی الجمع فی قراءۃ اهل البیت جاہد الکفار  
 بالمنافقین وفیہ عن الصادق انہ قرأ جاہد  
 الکفار بالمنافقین قال ان رسول اللہ صلی  
 اللہ علیہ وآلہ وسلم لم یقاتل منافقا قط  
 انما کان یتالفہم والقعی ایضاً انما  
 نزلت یا ایہا النبی جاہد الکفار  
 بالمنافقین۔

جمع البیان میں ہے کہ اہل بیت کی قرأت میں جاہد  
 الکفار بالمنافقین ہے نیز مجمع البیان میں امام صادق سے  
 منقول ہے کہ انہوں نے جاہد الکفار بالمنافقین پڑھا اور کہا  
 کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی منافق سے قتال نہیں  
 کیا بلکہ منافقوں کی تالیف کرتے تھے اور قحی میں ہے کہ یہ  
 آیت اسی طرح نازل ہوئی تھی کہ یا ایہا النبی جاہد  
 الکفار بالمنافقین۔

(۲) تفسیر صافی صفحہ ۱۲ میں ہے :-

قرئ علی ابی عبد اللہ علیہ السلام واجلنا  
 للمتقین اما ما نعال ابو عبد اللہ سألوا اللہ  
 عظیماً ان يجعلہم للمتقین اما ما فقیل لہ  
 یا ابن رسول اللہ کیف نزلت قال  
 واجل لنا من المتقین اما ما۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے یہ آیت پڑھی گئی۔  
 واجلنا للمتقین اماما تو امام نے فرمایا کہ انہوں نے اللہ سے  
 بڑی سخت و خجراست کی کہ ان کو متقیوں کا امام بنا دے  
 کہا گیا کہ اے فرزند رسول یہ آیت کس طرح نازل ہوئی تھی،  
 فرمایا واجل لنا من المتقین اعلمنا یعنی متقیوں سے  
 کوئی امام ہمارے لئے بنا دے۔

و شیعوں نے شریعت اکتیہ کو درہم و برہم کرنے کیلئے اور ختم نبوت کے انکار کے لئے مسئلہ امامت ایجاد  
 کیا کہ امام ہر بات میں مثل نبی کے ہوتا ہے پھر امامت بھی بارہ میں منحصر کر دی قرآن مجید کی آیت مذکورہ میں ان کو یہ  
 اشکال نظر آیا کہ امام بننے کی دعا اس آیت میں تعلیم دی گئی ہے معلوم ہوا کہ ہر شخص امام بن سکتا ہے لہذا انہوں  
 نے یہ روایت تصنیف کر دی کہ اصل آیت یوں تھی لغوۃ باللہ من ذلک۔

(۳) کافی کتاب الروضہ صفحہ ۱۴۱ میں ہے :-

عن الرضا علیہ السلام فانزل اللہ سیکفہ  
 ھذا رسوله و علی علی و ایدہ بجنودہم تروھا  
 قلت ہکذا قال ہکذا فقما اھا و ہکذا  
 قانزیلہا۔

امام رضا علیہ السلام سے آیت غار اس طرح منقول ہے کہ  
 اللہ نے اپنا سکینہ اپنے رسول پر اور علی پر اتارا درادی  
 کہتا ہے، میں نے کہا یہ آیت اس طرح ہے امام نے کہا ہم  
 اسی طرح پڑھتے ہیں اور اسی طرح نازل ہوئی تھی۔

ف آج قرآن شریف میں سکینۃ علیہ ہے ام رضا کے ارشاد سے معلوم ہوا کہ ضمیر کے بجائے رسول و علی کا نام تھا جامعین قرآن نے نکال ڈالا۔

اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر ہجرت کا بیان ہے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بے نظیر فضیلت اس آیت سے ثابت ہو رہی ہے، سفر ہجرت میں وہی خدا کے رسول کے رفیق تھے۔ انہیں پر خدا نے اپنا سکینہ اتارا۔ سو حضرت صدیق کے صحابہ کرام میں کوئی ایسا نہیں جس کی جانثاری و رفاقت کا تذکرہ اس شان کے ساتھ قرآن شریف میں ہو، شاید اس آیت کو دیکھ کر سمجھ گئے کہ ہمارے خانہ ساز مذہب کو سخت صدمہ پہنچے گا، لہذا فوراً اس آیت کے مخرف ہونے کی روایت گڑھ دی،

## علمائے شیعہ کے تینوں اقرار

خرابی ترتیب کی روایات بغرض اختصار ہم نے درج نہیں کیں ان تینوں اقراروں کے ضمن میں انشاء اللہ تعالیٰ اس کا ثبوت ہو جاوے گا۔

(۱) علامہ نوری طبرسی اپنی کتاب فضل الخطاب مطبوعہ ایران کے صفحہ ۲۱۱ میں فرماتے ہیں۔

الاخبار الکثیرۃ المعتبرۃ الصحیحۃ فی وقوع  
السطر ودخول النقصان فی الموجود من القرآن  
زیادۃ علی ما مر فی ضمن الأدلۃ السابقۃ  
وانہ اتل من تمام ما نزل اعجازا علی  
قلب سید الانس والجان من غیر اختصاصها  
بآیۃ او سورۃ دہی متفرقۃ فی الکتب المعتبرۃ  
التي علیہا المعول عند الاصحاب جمعت  
ما عثرت علیہا فی هذا الباب۔

بہت سی معتبر حدیثیں جو صاف بتا رہی ہیں کہ قرآن موجود  
میں کمی ہو گئی اور نکال ڈالا گیا علاوہ اس کے جو دلائل  
سابقہ کے ضمن میں گزر چکا اور یہ قرآن مقلد نزول سے  
جو بطور اعجاز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب پر نزول  
ہوا تھا بہت کم ہے کسی آیت یا سورت کی تخصیص نہیں  
اور یہ حدیثیں ان معتبر کتابوں میں ہیں جن پر ہماری اصحاب  
کا اعتبار ہے جس قدر حدیثیں مجھے ملیں میں نے اس  
باب میں جمع کر دی ہیں۔

اس کے بعد کثیرت کتابوں کے نام بتائے ہیں اور روایات تحریف کے انبار لگائیے ہیں۔

۲۱، نیز اسی کتاب کے صفحہ ۳۰ میں ہے۔



سید محمد نعمت اللہ جزائری کی کتاب اللؤلؤ میں لکھا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ امامیہ کا اتفاق اس بات پر ہے کہ وہ مستفيض بلکہ متواتر حدیثیں جو قرآن کی تحریف پر صریح دلالت کرتی ہیں صحیح ہیں اور یہ تحریف کلام میں بھی ہے مادہ میں بھی ہے اعراب میں بھی ہے ان اہل حدیث کی تصدیق پر سب متفق ہیں۔

تحریف قرآن کی حدیثیں بہت ہیں یہاں تک کہ سید نعمت اللہ جزائری نے اپنی بعض تصنیفات میں جیسا کہ ان کے منقول ہے لکھا ہے کہ تحریف کی روایات دو ہزار سے زیادہ ہیں اور ایک جماعت نے ان روایات کے مستفيض ہونے کا دعویٰ کیا ہے مثل مفید اور محقق نامہ اور علامہ مجلسی وغیرہم کے بلکہ شیخ نے جہان میں ان روایات کے کثیر ہونے کی تصریح کی ہے بلکہ ایک جماعت نے متواتر ہونے کا دعویٰ کیا ہے ان لوگوں کا ذکر آئندہ ہوگا۔

جاننا چاہیے کہ یہ حدیثیں ان معتبر کتابوں سے منقول ہیں جن پر ہماری اصحاب کا احکام شرعیہ اور احکام نبویہ کے ثابت کرنے میں وارد ہوا ہے۔

(۴) اسی کتاب کے آخر میں علامہ مجلسی کا زین قول یوں منقول ہے۔

میرے نزدیک تحریف قرآن کی حدیثیں متواتر ہیں اور ان سب کے غیر معتبر قرار دینے سے فن حدیث سے اعتبار جاتا رہے گا بلکہ میرا خیال ہے کہ تحریف قرآن کی روایات مسلامت کی روایات سے کم نہیں ہیں اگر یہ روایات ناقابل اعتبار ہوں تو مسئلہ اس کو مسطور روایات سے ثابت کیا جاسکتا ہے۔

(۵) پھر یہی علامہ نوری فصل الخطاب کے صفحہ ۹۷ میں فرماتے ہیں۔

قال السيد المحدث الجزائري في الألواس ما معناه أن الأصحاب قد طبقوا على صحة الأخبار المستفيضة بل المتواترة الدالة بصحتها على وقوع التحريف في القرآن كلاما ومادة و اعرابا والتصديق بها۔

(۳) نیز اسی کتاب کے صفحہ ۲۷ میں ہے۔

وهي كثيرة جدا حتى قال السيد نعمت اللہ الجزائري في بعض مؤلفاته كما حكى عنه ان الأخبار الدالة على ذلك تزيد على ألفي حديث وادعى استفاضتها جماعة كالمفيد والمحقق الداماد والعلامة المجلسي وغيرهم بل الشيخ ايضا صرح في التبيان بكثرتها بل ادعى تواترها جماعة ياتی ذکرهم۔

پھر چند سطروں کے بعد لکھتے ہیں۔

واعلم ان ذلك الأخبار منقولة من الكتب المعتبرة التي عليها معول اصحابنا في اثبات الاحكام الشرعية والآثار النبوية۔

وعندي ان الأخبار في هذا الباب متواترة معضد طرح جميعها يوجب رفع الاعتقاد عن الأخبار راسا بل ظني ان الأخبار في هذا الباب لا يقصر من اخبار الامامة فكيف يشبونها بالحبر۔

امیر المؤمنین علیہ السلام کا ایک قرآن مخصوص تھا جو خود انہوں نے بعد وفات رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے جمع کر کے صحابہ کے سامنے پیش کیا تھا، مگر انہوں نے اس سے منہ پھیرا لہذا جناب امیر نے اس کو ان کی نظر سے پوشیدہ کر دیا اور وہ ان کی اولاد کے پاس رہا ایک ماہ سے دوسرے ماہ کو مش اور خصائص امامت و خزان نبوت کے میراث میں ملتا رہا اور اب وہ امام مہدی کے پاس ہے۔ جب وہ ظاہر ہوں گے تو اس کو نکال لیں گے اور لوگوں کو اس کے پڑھنے کا حکم دیں گے اور وہ قرآن اس موجودہ قرآن سے ترتیب سورہ و آیات بلکہ ترتیب الفاظ میں بھی مخالف ہے اور کئی بیشی کے لحاظ سے بھی اور چونکہ حق علی کیساتھ ہے اور علی حق کے ساتھ ہیں اس لئے ثابت ہو گیا کہ قرآن موجودہ میں دونوں قسم کی تحریف ہے اور یہی مقصود ہے

كان لامير المؤمنين عليه السلام قرآنا مخصوصا جمعه بنفسه بعد وفات رسول الله صلى الله عليه وسلم وعرضه على القوم فاعترضوا عنه فحجبه عن اعيانهم وكان ولده عليهم السلام يتوارثونه امام عن امام كسائر خصائص الامامة وخرائن النبوة وهو عند الحجة عجل الله فرجه يظهره للناس بعد ظهور رسالته ويا مرهم بقراءته وهو مخالف لهذا القرآن الموجود من حيث التاليف وترتيب السور والايات بل الكلمات ايضا من جهة الزيادة والنقصان وحيث ان الحق مع علي عليه السلام وعلى مع الحق فحق القرآن الموجود تغيير من جهتين وهو المطلوب -

(۶) تفسیر صافی کے دیباچہ میں ہے :-

اور ہائے مشائخ کا عقیدہ اس بارہ میں یہ ہے کہ محمد بن یعقوب کلینی قرآن کی تحریف و نقصان کے قائل تھے کیونکہ انہوں نے تحریف کی روایتیں اپنی کتاب کافی میں لکھی ہیں اور ان پر جرح نہیں کی حالانکہ انہوں نے شر کتاب میں تصریح کی ہے کہ جس قدر روایات اس کتاب میں ہیں سب ان کے نزدیک معتبر ہیں اور اسی طرح ائمہ استاذ علی بن ابراہیم قمی کرآن کی تفسیر روایات تحریف سے بریزے ہیں اور ان کو اس میں غلو ہے، اور اسی طرح

واما اعتقاد مشايخنا رحمهم الله في ذلك فالظاهر من ثقة الاسلام محمد بن يعقوب الكليني طاب ثراه انه كان يعتقد التحريف والنقصان في القرآن لانه روى ما دلت في هذه المصنف في كتابه الكافي ولما تفرغ من نقد فيها مع انه ذكر اول الكتاب انه كان يثق بما رواه لانه وكذا لك استاذة علي بن ابراهيم القمي فان تفسيره علومه

دلہ غلوفیہ وکذلک الشیخ احمد بن ابی طالب الطبرسی۔  
 شیخ احمد بن ابی طالب طبرسی۔

علامہ نوری طبرسی نے ایک لمبی فہرست بھی اپنے علماء کے ناموں کی دی ہے جنہوں نے تحریف قرآن پر مستقل کتابیں تصنیف کی ہیں اس فہرست کو ہم تنبیہ الحارثین میں نقل کر چکے ہیں۔

(۶) دورِ آخر کے مجتہد اعظم مولوی دلدار علی صاحب عماد الاسلام میں فرماتے ہیں ہم ان کی عبارت استقصاء الانحزام سے نقل کرتے ہیں۔

قال آية الله في العالمين احله الله  
 دار السلام في عماد الاسلام بعد ذكر  
 نيز من احاديث التحريف الماثورة عن سادات  
 الانام عليها آلاف التحية والسلام مقتضى  
 تلك الاخبار ان التحريف في الجملة في  
 هذا القرآن الذي بين ايدينا بحسب  
 زيادة بعض الحروف ونقصانه بل بحسب  
 بعض الالفاظ وبحسب الترتيب في بعض  
 المواضع قد وقع بحيث لا يشك فيه مع  
 تسليم تلك الاخبار۔

آية الله في العالمين یعنی مولوی دلدار علی نے عماد الاسلام میں  
 چند احادیث تحریف کی جو سرداران خلق یعنی آئمہ اثنا عشر  
 علیہم السلام سے مروی ہیں نقل کر کے فرمایا ہے کہ ان احادیث  
 کا مقتضی یہ ہے کہ کچھ نہ کچھ تحریف اس قرآن میں جو ہمارے  
 سامنے ہے ضرور ہو گئی ہے بلحاظ زیادہ اور کم ہو جانے  
 بعض حروف کے بلکہ بعض الفاظ کے اور بلحاظ  
 ترتیب کے بھی بعض مقامات میں ان  
 احادیث کے تسلیم کر لینے کے بعد اس میں  
 کچھ شک نہیں کیا جا سکتا۔

عبارت منقولہ کے بعد تحریف قرآن کی کچھ صورتیں بھی مولوی دلدار علی صاحب نے بیان فرمائی ہیں منجملہ  
 ان کے ایک نفیس بات قابلِ واویہ لکھی ہے کہ خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم خداوندی پورا قرآن اُمت  
 کو دیا ہی نہیں صحابہ کے خوف سے بہت سی آیتیں آپ نے چھپا ڈالیں جس قدر قرآن کا ظاہر کرنا آپ کو مصلحت  
 معلوم ہوا اسی قدر آپ نے صحابہ کو دیا باقی سب تقیہ کی نذر ہو گیا، اصل عبارت عماد الاسلام کی  
 ہم ازالہ الغین سے نقل کرتے ہیں۔

ومما انه معلوم من حال النبي كما لا يخفى  
 على المتفحص النزك ذى الحدت الصائب  
 منجملہ تحریف کی صورتوں کے ایک یہ ہے کہ نبی کا حال معلوم  
 ہے اور سمجھ وارذہین آدمی جو تلاش کرے اس پر



یہ بات پوشیدہ نہیں کہ آپ باوجودیکہ نہایت رغبت اس بات کی رکھتے تھے کہ علی کو اپنا خلیفہ بنائیں مگر اپنی قوم کی طرف سے بہت تفسیر کرتے تھے اس بات کیلئے میرے پاس دلائل و علامات ہیں پس یہ احتمال قرن عقل کے ہے کہ نبی نے اسلام ظاہری کی حفاظت کے لئے حکیمانہ اصلی قرآن جس میں ائمہ کے نام اور منافقوں کے نام کی آیتیں تھیں اپنے محرم راز مثلاً علی کے پاس دینت رکھوا دینا کر تمام لوگ مرتد نہ ہو جائیں، کیونکہ آپ کو ان کا حال معلوم تھا کہ وہ ان آیات کی برداشت نہ کر سکیں گے اور آپ نے صرف اسی قدر قرآن ان پر ظاہر کیا جس کا ظاہر کرنا آپ کے نزدیک قرین مصلحت تھا اور چونکہ اصلی قرآن کے چھپا ڈالنے کا سبب صحابہ تھے اس لئے کہنا کہ انہوں نے قرآن میں تحریف کر دی بالکل صحیح ہے۔

انه مع کمال رغبتہ علی تملیغہ علیا کان فی غایۃ التقیۃ من قومہ ولہذا عندی دلائل و امارات لا یسع المقام ذکرہا فیحتمل عند العقل ان النبی حفظ البیضۃ الاسلام الظاہری اذ دوع القرآن النازل المشتمل علی نصوص اسماء الائمة و اسماء المنافقین مثلاً عند معار ما سراسرہ کعلی یا مرا لہ لثلا یرتد القوم یا سہم لہما علم من حالہم عدم احتمال ذلک و اظہر ہر بقدر ما علم المصلحۃ فی اظہارہ دلما کانوا ہم الباعثین للنبی علی ذلک کان الاسناد الیہم فی محلہ۔

۸۰، امام الشیعہ مولوی حامد حسین لکھنوی نے استقصاء الافہام جلد اول میں جا بجا اقرار کیا ہے کہ تحریف قرآن کی روایات کتب شیعہ میں بہت ہیں اور وہ تحریف قرآن پر صراحتہ دلالت کرتی ہیں از نمبر صفحہ ۹ میں ہے "درود روایات تحریف قرآن بطریق اہل حق" صفحہ ۱۰ میں ہے "اگر بیچارہ شیعیہ بمقتضائی احادیث کثیرہ اہل بیت طاہرین مصرعہ بوقوع نقصان در قرآن حرف تحریف و نقصان بر زبان آرد بدت سہام طعن و ملام و مورد استہزا و تشنیع گردد" صفحہ ۶۴ میں ہے "اگر اہل حق از محافظان اسرار الہی و علمدان آثار جناب رسالت پناہی کہ ہدایۃ اسلام و ائمہ انام اندر روایت گفتہ اعمیثہ را کہ دال است برانکہ در قرآن شریف مبطلین دلیل منکال تحریف نمودند و تمییش لعل آوردند و اصل قرآن کما انزل نزد محافظان شریعت موجود است کہ دریں صورت اسلام جناب سالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم نقص و طعن مائدہ یعنی شود قریا دو نقصان آغاز کنند۔ نمونہ کے طور پر کتب شیعہ سے روایات تحریف قرآن اور ان کے علماء کے تینوں اقرار منقول ہو چکے۔ اب اہل انصاف و اہل بصیرت خود نسیدہ کر لیں کہ آیا شیعوں کا ایمان قرآن شریف پر ہو سکتا ہے، یا نہیں؟

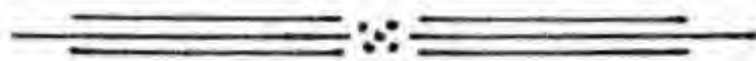
پہلی دو وجہوں کا جواب تو نہ کوئی شیعہ دے سکتا ہے نہ دیتا ہے البتہ اس تیسری وجہ کے جواب میں کتب اہل سنت سے کچھ روایات نسخ کی نکال کر پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تحریف قرآن تو اہل سنت کی کتب سے بھی ثابت ہے مطلب یہ کہ قرآن پر اپنا ایمان نہ ہونا تو انہوں نے تسلیم کر لیا مگر اس جرم میں اپنے ساتھ اہل سنت کو بھی شریک کرنا چاہتے ہیں۔

جواب اس کا یہ ہے کہ ان سے کہنا چاہیے کہ پہلی دو وجہوں کا جواب دین اور کتب اہل سنت سے جو روایات انہوں نے نقل کی ہیں، ان روایات کے ساتھ تینوں اقرار بھی ہمارے علم کے نقل کریں، اس مطالبہ کے سنتے ہی بڑے سے بڑا مجتہد شیعوں کا بسہوت ہو جاتا ہے۔

اہل سنت کی روایات کی بحث النجم کے مناظرہ حصہ اول میں اور تنبیہ الحارثین میں مفصل ہو چکی ہے اور خود علمائے شیعہ کا اقرار بھی دکھا دیا گیا ہے کہ یہ روایات تحریف کی نہیں ہیں بلکہ نسخ کی ہیں شیعوں نے قرآن شریف کی عداوت میں صرف یہی نہیں کیا کہ اس کے مشکوک بنانے کی کوشش میں اپنی عمریں برباد کر دیں ہزار روایتیں تحریف کی گڑھیں بیسیوں کتابیں تصنیف کیں، بلکہ انہوں نے عداوت قرآن میں اور بھی بہت سی کارروائیاں کی ہیں جن میں سے کچھ اس رسالہ کے بقیہ نمبروں میں مدیہ ناظرین ہوں گی۔

شیعوں کی ان تمام کارروائیوں کے دیکھنے کے بعد روز روشن کی طرح یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ بلا شک مذہب شیعہ کی بنیاد عداوت قرآن پر ہے۔

هذا اخرا کلام فی هذا المقام والحمد لله رب العالمین



اَسْتَبْدِلُونَ الَّذِي هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِي هُوَ خَيْرٌ ط  
(ترجمہ) کیا تم لیتے ہو اس چیز کو جو ادنیٰ ہے بعوض اس چیز کے جو بہتر ہے  
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ تَعَالٰی

کہ مذہب شیعہ کے دو منتخب مسائل کے سلسلہ کا پہلا رسالہ ہدایت مقالہ

الْاَوَّلُ مِنَ الْبَيِّنَاتِ

علی

الْمُنْحَرِفِ عَنِ الثَّقَلَيْنِ

(نمبر دو و مقلب بہ)

قَطْعُ الْوَتَيْنِ

من

الَّذِي يَسْتَبْدِلُ الشَّكَّ بِالْيَقِينِ

جس میں کتب معتبرہ شیعہ سے دکھلایا گیا ہے کہ ترک قرآن  
کے بعد اپنے دین کے کیا کیا ماخذ انہوں نے ایجاد کئے ہیں





## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله العزيز ذي الانتقام، والصلاة والسلام على سيد المرسلين خير الانام، وعلى الكرام والاهل وصحبه

اما بعد۔ ۲۱ صفر سنہ رواں کے پرچہ میں مذہب شیعہ کے دو سو سو عودہ مسائل کا سلسلہ بعونہ تعالیٰ شروع ہو گیا تھا، اس سلسلہ کا پہلا رسالہ جس میں قرآن مجید کے ساتھ شیعوں کی عداوت کا بیان ہے چار نمبروں پر تقسیم کیا گیا تھا، پہلا نمبر شائع ہو چکا۔ پے در پے سفروں کے باعث اس سلسلہ میں فترت واقع ہوئی، بقیہ تین نمبر کی اشاعت بھی تاخیر میں پڑ گئی، اب یہ دوسرا نمبر بدیہ ناظرین ہے، خداوند کریم اپنے فضل و کرم سے ایسے کے کہ اب یہ سلسلہ برابر جاری ہے اور اس کے ساتھ سلسلہ تفسیر آیات کا بھی چلتا ہے۔

اس دوسرے نمبر میں ہم یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ ترک قرآن کے بعد مذہب شیعہ کے مصنفوں نے اپنے دام افتادوں کو قرآن کریم کے بدلہ میں کیا دیکر بہلایا اور سائبیہ کمیٹی کے چلتے پرزوں نے سادہ لوحوں کو کیسے کیسے سبز باغ دکھلانے بجائے قرآن شریف کے کیا کیا ماخذ دین و مذہب کے تعصیف کئے۔

اپنے خیال میں تو انہوں نے عقل کے دشمنوں کو یہ باور کرا دیا کہ ایک قرآن ہم نے تم سے چھوڑا یا، اور اس سے بہتر و برتر متعدد چیزیں تم کو دیں مگر صاحبان عقل خوب سمجھتے ہیں کہ انہوں نے کیا کیا اور کیا دیا، یقین سے ان کو بے بہرہ کیا، اور شکوک و ادہام کی زمیل ان کے ہاتھ میں دی گویا بے بہا ان کا صنایع کیا اور چند حروف ریزے ان کو پکڑا دیئے کتاب اللہ سے ان کو بے تعلق کیا، اور تلبیسات کا طومار ان کے سروں پر لا دیا، بالکل وہی کیفیت جو بنی اسرائیل کی قرآن مجید میں بیان ہوئی ہے کہ انکو بے تردد و بے مشقت بڑے اطمینان سے من و سلوی مل رہا تھا۔ مگر انہوں نے فریب بلیس میں آکر بجائے اس نعمت کے پایا اور لہسن وغیرہ مانگا اس پر

موسى علیہ السلام نے ان کو سمجھایا کہ استبدلون الذی ھذا دینی بالذی ھو خیر مگر جب انسان کی شامت آتی ہے تو اس پر کسی کی نصیحت اثر نہیں کرتی آخر اس کا نتیجہ وہی ہوا جو ہونا چاہئے تھا۔

شیعوں نے قرآن کریم سے قطع تعلق کے بعد اپنے لئے دوسرے دوسرے ماخذ دین کے بہت سے تصنیف فرمائے ہیں مثلاً مصحف جعفر۔ جامعہ۔ مصحف فاطمہ۔ کتاب علی۔ کتاب شب قدر۔ نجوم یا جوش۔ وحی حقانی۔

اب ان سب چیزوں کا بیان شیعوں کی معتبر کتابوں سے سنئے۔ مذہب شیعوں میں سب سے زیادہ معتبر کتاب کافی ہے پہلے اسی کی روایت دیکھئے۔

اصول کافی ص ۱۲۶ مطبوعہ نو لکھنور میں ایک مستقل باب ہے جس کا عنوان یہ ہے۔ بَابُ فِيهِ ذِكْرُ كَتِّبَتْ جَيْفَتَا وَالْجَعْفَرِ وَالْجَامِعَةِ وَمُصْحَفِ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ۔

اس باب کی پہلی روایت یہ ہے:-

ابو بصیر سے روایت ہے وہ کہتے ہیں میں امام جعفر صادق	عَنْ أَبِي بَصِيرٍ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى أَبِي
علیہ السلام کی خدمت میں گیا تو میں نے کہا کہ میں آپ پر	عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقُلْتُ جُعِلْتُ
فدا ہو جاؤں ایک مسئلہ میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں یہاں	فِدَاكَ إِنِّي أَسْأَلُكَ عَنْ مَسْأَلَةٍ
کوئی ایسا شخص تو نہیں ہے جو میری بات سن رہا ہو تو امام	أَهْمُنَا أَحَدًا لِيَسْمَعَ كَلَامِي قَالَ قَرَّعَ
جعفر صادق نے پردہ جو ان کے اور دوسرے مکان کے	أَبُو عَبْدِ اللَّهِ سِتْرًا بَيْنَهُ وَبَيْنَ بَيْتِ
درمیان میں تھا، اٹھایا اور اس میں جھانک کر دیکھا	أَخْرَفَ فَاطَّلَعَ فِيهِ ثُمَّ قَالَ يَا أَبَا مُحَمَّدٍ
پھر کہا کہ اے ابو محمد کوئی انہیں ہے جو جی چاہے پوچھو ابو بصیر	مَنْ عَمَّا بَدَا لَكَ قَالَ قُلْتُ جُعِلْتُ

۱۔ سب سے پہلی جو کوفہ میں قائم تھی، چند چلتے پرزے اس کشتی کے روح رواں تھے ان ہی کی روایات پر مذہب شیعہ کا دار و مدار ہے، ان میں ابو بصیر صاحب ایک بڑے بہاری بزرگ ہیں۔ یہ صاحب بزرگان اہل بیت پر افترا پر دازی میں بڑے مشاق تھے، فرغ کافی جلد دوم ص ۱۵۸ میں ہے کہ یہ صاحب شراب میں پانی ملا کر نوش فرماتے تھے، اور کہتے تھے آل محمد نے ہمیں اجازت دی ہے نتیجہ حال کسی مطبوعہ ایران ص ۱۵۸ میں کہ ایک مرتبہ یہ صاحب جناب امام جعفر صادق سے ملنے گئے جب اندر آنے کی اجازت نہ دی اور فرمایا کہ میرے ساتھ طبق ہوتا تو یقیناً اجازت مل جاتی اس پر ایک کتا آیا اور ابو بصیر کے منہ میں پیشاب کر گیا، پھر امام جعفر صادق کے بعد امام موسیٰ کاظم کے ایک فتویٰ کو غلط بتایا اور کہا کہ اسی ان کا علم کامل نہیں ہوا۔ ۱۲

۲۔ یہ وہی پنا ہوا فقرہ ہے جو شیعہ راویوں کی افترا پر دازی کا دیباچہ تھا، یہ لوگ کہتے تھے کہ امام اپنی اصلی باتیں ہم کو تنہائی میں بتاتے ہیں کسی کے سامنے ہم ان سے کچھ پوچھتے ہیں تو وہ ہمیں جھوٹے سائل بنا کر ٹال جاتے ہیں، اسی واسطے ابو بصیر نے کہا کہ یہاں کوئی سنتا تو نہیں ۱۲۔



کہتے ہیں میں نے کہا کہ میں آپ پر فدا ہو جاؤں آپ کے شیعہ  
 بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی  
 کو ایک روزہ علم کا ایسا بتلایا تھا جس سے ہزار دروازہ کھل  
 جاتے ہیں، امام جعفر صادق نے کہا کہ اے ابو محمد کیا رسول  
 خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے علی کو فقط ایک روزہ علم کا  
 ایسا بتلایا تھا جس سے ہزار دروازہ ان کیلئے کھل جاتے  
 ہیں پھر فرمایا کہ اے ابو محمد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے علی  
 علیہ السلام کو ہزار دروازہ بتلانے تھے جن کے ہر دروازہ  
 سے ہزار ہزار دروازہ کھلتے ہیں۔

ابو بصیر کہتے ہیں میں نے کہا یہ خدا کی قسم بڑا علم ہے تو امام نے  
 کچھ دیر زمین کو کرید اور غور و فکر کی حالت میں انسان ایسا کرتا ہے،  
 پھر فرمایا ہاں یہ علم تو ہے مگر بڑا علم تو نہیں ہے پھر امام نے کہا کہ یہ  
 تحقیق ہمارے پاس جامعہ ہے امام حسن کی اولاد کو کیا معلوم کیا ہے  
 کیا چیز ہے میں نے کہا کہ آپ پر فدا ہو جاؤں جامعہ کیا چیز ہے امام  
 نے فرمایا ایک کتاب ہے جس کی لمبائی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم  
 کے گز سے ستر گز ہے، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے  
 منہ کی بولی ہوئی اور علی کے دہانے ہاتھ کی کھچی ہوئی ہے اس کتاب  
 میں تمام حلال و حرام کی باتیں ہیں اور تمام وہ چیزیں ہیں جنکی لوگوں کو

فِدَاكَ إِنَّ سُبَيْعَتَكَ يَخَدُّ تُونَّ أَنْ  
 رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ  
 عَلَّمَ عَلِيًّا بَابًا يُفْتَحُ لَهُ مِنْهُ أَلْفُ بَابٍ  
 فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ عَلَّمَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى  
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَلِيًّا بَابًا يُفْتَحُ لَهُ مِنْهُ  
 أَلْفُ بَابٍ قَالَ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ عَلَّمَ  
 رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَلِيًّا  
 عَلَيْهِ السَّلَامُ أَلْفَ بَابٍ يُفْتَحُ مِنْ كُلِّ  
 بَابٍ أَلْفُ بَابٍ قَالَ قُلْتُ هَذَا  
 وَاللَّهِ الْعِلْمُ قَالَ فَتَكْتِ سَاعَةً فِي الْأَرْضِ  
 ثُمَّ قَالَ إِنَّهُ كَعِلْمِهِ وَمَا هُوَ بِذَلِكَ  
 قَالَ ثُمَّ قَالَ وَإِنَّ عِنْدَنَا الْجَامِعَةَ  
 وَمَا يُدْرِيهِمْ مَا الْجَامِعَةُ قَالَ قُلْتُ  
 جُعِلَتْ فِدَاكَ وَمَا الْجَامِعَةُ قَالَ  
 صَحِيفَةٌ طَوَّلُهَا سَبْعُونَ ذِرَاعًا يُدْرِيهَا  
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِذَا لَيْسَ  
 مِنْ فُلُقٍ فِيهِ وَحَطَّ عَلِيٌّ بِمَعِينِهِ فِيهَا  
 كُلُّ حَلَالٍ وَحَرَامٍ وَكُلُّ شَيْءٍ يُحْتَاجُ

لہ عربی عبارت میں ضمیر ہے وہ ضمیر امام حسن کی اولاد کی طرف پھرتی ہے، کیونکہ اسی باب کی دوسری روایت میں صاف تصریح انکی  
 ہے امام نے جو علم طالب نیا منکر حق فرمایا ہے اس میں ہے، واللکنہو بحملہو الحد طلب الدنيا علی الجھود والا نکاس اور صحت  
 میں ہے کہ امام جعفر صادق نے فرمایا میں نے مصحف فاطمہ کو دکھایا میں امام حسن کی اولاد کی امامت کا بالکل ذکر نہیں پایا براہوں اس منہ  
 امامت کا جس کی بدولت امام زین العابدین کے پاس سے یہ جہان بھائی کا دشمن ہے کیا یہی لوگ دین کے سزبان ہیں برہنہ گھڑی میں اس طرح  
 لڑے ہیں سے شنیدم کہ مردان براہ خدا بہ دل دشمنان ہم نکر وندتگ : ترا کے میر شدا میں مقام : کہ با ابن عت خلافت مست و جنگ :

إِلَيْهِ النَّاسُ حَتَّىٰ الْأَرْضُ فِي الْخُدْشِ وَخَرَّبَ  
 يَدِيهِ فَقَالَ لِي تَأْذِنُ يَا أَبَا مُحَمَّدٍ قَالَ  
 قُلْتُ جُعِلْتُ فِدَاكَ إِنَّمَا أَنَا لَكَ  
 فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ قَالَ فَغَمَزَنِي بِيَدِيهِ  
 وَقَالَ حَتَّىٰ أَرْضُ هَذَا كَأَنَّكَ مُغْضَبٌ  
 قَالَ قُلْتُ هَذَا وَاللَّهِ لَعَلَّمُ قَالَ إِنَّهُ  
 لَعَلَّمُ وَلَيْسَ بِذَلِكَ -

ثُمَّ سَكَتَ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ وَعِنْدَنَا  
 الْجَفْرُ وَمَا يُدْرِيهِمْ مَا الْجَفْرُ  
 قَالَ قُلْتُ وَمَا الْجَفْرُ قَالَ وَعَاءٌ مِّنْ  
 آدَمَ فِيهِ عِلْمُ النَّبِيِّينَ وَالْوَصِيِّينَ  
 وَعِلْمُ الْعُلَمَاءِ الَّذِينَ مَضَوْا مِنْ بَنِي  
 إِسْرَائِيلَ قَالَ قُلْتُ إِنَّ هَذَا هُوَ  
 الْعِلْمُ قَالَ إِنَّهُ لَعَلَّمُ وَلَيْسَ بِذَلِكَ  
 ثُمَّ سَكَتَ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ وَإِنَّ عِنْدَنَا  
 لِمُصْحَفٍ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ وَمَا  
 يُدْرِيهِمْ مَا مُصْحَفُ فَاطِمَةَ  
 قَالَ مُصْحَفٌ فِيهِ مِثْلُ قُرْآنِكُمْ  
 هَذَا اثْلَثُ مَرَّاتٍ وَاللَّهِ مَا فِيهِ

عاجت رستی ہے یہاں تک کہ کسی کا بدن کسی سے چل جانے  
 اسکی دیت بھی اس میں ہے اور امام نے اپنا ہاتھ اٹھا کر کہا ہے  
 ابو محمد تم مجھے اجازت دیتے ہو کہ میں تمہارے بدن میں کچھ کروں  
 میں نے کہا میں آپ پر خدا ہو جاؤں میں تو آپ ہی کا ہوں  
 آپ جو جی چاہے کھینچے امام نے غصہ کیا ساتھ اپنے ہاتھ سے میرے  
 جسم کو دبایا اور فرمایا کہ اس کی دیت بھی اس کتاب میں ہے میں نے  
 کہا واللہ علیہ ہے امام نے فرمایا ہاں علم تو ہے مگر کوئی بڑا علم نہیں ہے  
 پھر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما سے پھر فرمایا اور ہمارے  
 پاس جفرا ہے مگر اولاد حسن کو کیا خبر کہ جفر کیا چیز ہے  
 میں نے پوچھا کہ جفر کیا چیز ہے امام نے فرمایا جفرا  
 کا ایک طرف ہے جس میں نبیوں کا اور وصیوں  
 اور نبی اسرائیل کے تمام علمائے سابقین کا علم بھرا ہوا ہے  
 ابو بصیر کہتا ہے میں نے کہا البتہ یہ علم ہے امام نے فرمایا  
 ہاں علم تو ہے مگر کوئی بڑا علم نہیں ہے -

پھر رضی اللہ عنہما سے پھر امام جعفر سے اس کے بعد کہا کہ ہمارے  
 پاس فاطمہ علیہا السلام کا مصحف ہے اور اولاد حسن کو کیا خبر کہ  
 مصحف فاطمہ کیا چیز ہے پھر امام نے کہا کہ وہ ایک  
 مصحف ہے تمہارے اس قرآن سے گننا ہے اللہ  
 کی قسم تمہارے قرآن کا اس میں ایک حرف

لے دیکھو کسی توہین قرآن کی ہے اول تو قرآن کو اپنا نہ کہا بلکہ دوسروں کی طرف منسوب کیا پھر مصحف فاطمہ کا اور قرآن کا تقابل  
 کرتے ہوئے مصحف فاطمہ کو اس سے گننا بتایا اور اس کا شرف یہ بتایا کہ قرآن کا ایک حرف بھی اس میں نہیں گویا، قرآن کے ایک  
 حرف کا ہونا بھی عیب تھا استغفر اللہ الیسی توہین قرآن کی کسی ایمان والے کے سامنے کی جاتی تو وہ اسی وقت مزا چکھا دیتا مگر ہم منسوب  
 جانتے ہیں کہ حضرت جعفر صادق پر یہ سراسر تمہت ہے وہ ہرگز ایسی گستاخی قرآن کریم کی ساتھ کر کے اپنا نامہ اعمال سیاہ کر نیوالے نہ تھے -

مِنْ قُرْآنِكُمْ حَرْفٌ وَاحِدٌ قَالَ قُلْتُ هَذَا  
 وَاللَّهِ اَلْعِلْمُ قَالَ اِنَّهُ لَعِلْمٌ وَمَا هُوَ بِذَلِكَ  
 ثُمَّ سَكَتَ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ اِنَّ عِنْدَنَا  
 عِلْمَ مَا كَانَ وَعِلْمَ مَا هُوَ كَايُنُ اِلَى  
 اَنْ تَقُومَ السَّاعَةُ قَالَ قُلْتُ جُعِلْتُ  
 فِدَاكَ هَذَا وَاللَّهِ هُوَ اَلْعِلْمُ قَالَ  
 اِنَّهُ لَعِلْمٌ وَمَا هُوَ بِذَلِكَ قَالَ قُلْتُ  
 جُعِلْتُ فِدَاكَ فَايُّ شَيْءٍ اَلْعِلْمُ  
 قَالَ مَا يَحْدِثُ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ اَلْأَمْرُ  
 بَعْدَ اَلْأَمْرِ وَالشَّيْءُ بِبَعْدِ  
 الشَّيْءِ اِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ -

فصحیفہ جعفر جامعہ مصحف فاطمہ کا بیان تو اس روایت میں آچکا اب کتاب علی کا حال سنو فرورع  
 کافی جلد سوم کتاب الموارث ص ۵۲ میں ہے -

عَنْ زُرَّارَةَ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا جَعْفَرٍ  
 عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنِ الْجِدِّ فَقَالَ مَا أَحَدٌ  
 زُرَّارَةَ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں میں نے امام باقر  
 علیہ السلام سے رادوا کی میراث کی بابت پوچھا تو امام نے

اسی زرارہ صاحب مذہب شیعہ کے بڑے بزرگوں میں میں شیعوں کے شہید ثالث قاضی نور اللہ شوستری مجالس المؤمنین مطبوعہ  
 ایران کے ص ۳۴ میں زرارہ صاحب کے عظیم الشان فضائل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ان کو تین اماموں کے صحابی ہونے کا شرف  
 حاصل تھا، امام باقر، امام جعفر، امام موسیٰ کاظم اور لکھتے ہیں کہ اصداق اہل زمان خورد و افضل الشان بود و حضرت امام جعفر صادق  
 در بارہ او فرمود تو کو زرارہ کہ لَقَدْ اَنَّ اَحَادِيثَ اَبِي سَيِّدُ هَبْ قَرَحِبَهْ اَلْزُرَّارَةَ نَهْ هَوْتَهْ تَوِيں کہتا کہ میرے باپ  
 راہم باقر کی حدیثیں جاتی رہیں گی نیز قاضی صاحب لکھتے ہیں کہ امام جعفر صادق نے ان کو آیۃ السابِقون  
 السابقون اور لئلا المقامون کا مصداق قرار دیا یہ زرارہ صاحب سبائیہ کھٹی کے نامور ممبر بلکہ پرنسپل تھے  
 اگر شیعہ ان کی روایات کو خارج کر دیں تو ان کا مذہب آدمی سے زیادہ قسا ہو جائے ۱۲ - زرارہ صاحب  
 کو جو اخلاص آئمہ کے ساتھ تھا، اس کا پتہ بھی کتب شیعہ سے ملتا ہے اسی روایت سے جس کو ہم نے (باقی صفحہ ۳۸)



أَحَدًا قَالَ فِيهِ إِلَّا بِرَأْيِهِ إِلَّا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ  
عَلَيْهِ السَّلَامُ قُلْتُ أَصْلَحَكَ اللَّهُ فَمَا  
قَالَ فِيهِ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ فَقَالَ إِذَا كَانَ  
عَدَا فَاَلْقَيْتَنِي حَتَّى أَقْرِمَكَ فِي كِتَابٍ قُلْتُ  
أَصْلَحَكَ اللَّهُ حَدِيثِي فَإِنَّ حَدِيثَكَ  
أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ تُقْرِمَنِي فِي كِتَابٍ  
فَقَالَ لِي الثَّانِيَةَ إِسْمَعْ مَا أَقُولُ  
لَكَ إِذَا كَانَ عَدَا فَاَلْقَيْتَنِي

فرمایا میں سوا امیر المؤمنین علیہ السلام کو اور کسی کو نہیں پاتا  
کہ اس مسئلہ میں اس نے اپنی رائے سے نہ بیان کیا ہو، میں  
نے کہا اللہ آپ کی اصلاح کرے بتائیے کہ امیر المؤمنین نے اس  
کے متعلق کیا فرمایا ہے، امام نے کہا کہ کل مجھ سے ملتا تو تمہیں یہ مسئلہ  
ایک کتاب میں پڑھا دوں گا، میں نے کہا اللہ انکی اصلاح  
کرے مجھ سے آپ نے اپنی بات بیان کیجئے، آپ کی بات مجھے زیادہ پسند  
ہے نسبت اس کے مجھے آپ کسی کتاب میں یہ مسئلہ پڑھائیں، امام نے  
مجھ سے دوبارہ کہا کہ جو میں تم سے کہتا ہوں اس کو سنو کل تم مجھ سے ملنا

دفعہ چارہ مندرجہ ذیل کا، فرما کافی سے نقل کیا بہت کچھ سرخیل رہے، چنانچہ ہم ہاشمیہ میں اس کی طرف اشارہ کریں گے مگر اس سے  
بڑھ کر کہ باتیں دوسری کتب روایات میں ہیں۔ بطور نمونہ دو تین نقول حسب ذیل ہیں۔ اصول کافی ص ۵۵۰ میں ہے کہ ایک مرتبہ  
نذرانہ نے امام باقر علیہ السلام سے بحث کے اور بحث کے بعد جو اعتقاد زرارہ کو ان کی طرف سے تھا اس کے الفاظ موصوفہ مذکورہ میں یہ  
ہیں۔ عَنْ نَذْرَانَ قَالَ قُلْتُ لَشَيْخٍ لَوْ عَلِمْتُ كَمَا بِالْمُحْتَمَلِ مَوْتِي - زرارہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں میں نے (اپنے دل میں) کہا کہ یہ  
بڑھا ہے اسکو مناظرہ کا امام نہیں کافی کی اس روایت کا ترجمہ علامہ قزوینی صافی شرح کافی میں بالفاظ ذیل کرتے ہیں۔ ایں پیر پیدائش نہ فیما ذ  
روش گفتگو باہم یہ رجال کشی میں روایت ہے کہ زرارہ صاحب نے امام جعفر صادق پر لعنت کی الفاظ روایت یہ ہیں۔

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عِيْسَى عَنْ عَدْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ  
مَسْكَانَ قَالَ سَمِعْتُ نَذْرَانَ يَقُولُ رَحِمَ اللَّهُ أَبَا جَعْفَرٍ  
وَأَمَّا جَعْفَرٌ فَفِي قَلْبِي عَلَيْهِ لَعْنَةٌ قُلْتُ لَهُ وَمَا  
حَمَلُ نَذْرَانَ عَلَى هَذَا قَالَ حَمَلَهُ عَلَى  
هَذَا إِنَّ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ أَخْرَجَهُ مَخَارِزِيًّا -

محمد بن عیسیٰ سے روایت ہے کہ عدری بن عبد الرحمن سے وہ  
ابن مسکان سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں میں نے زرارہ کو یہ کہتے  
سوائے سنا کہ اللہ ابو جعفر یعنی امام باقر رحمہ کرے، مگر جعفر پر تو میری لعنت  
لعنت بھری ہوئی ہے، میں نے پوچھا کہ کیا سبب زرارہ نے ایسا لفظ کہا تو زرارہ  
نے جواب دیا اسکا سبب کہ امام جعفر صادق نے ایسے معاصی کا مظاہرہ کیا ہے۔

اسی رجال کشی میں امام جعفر صادق کا زرارہ پر لعنت کرنا بھی منقول ہے امام موصوفہ کے الفاظ روایت میں یہ ہیں :-

كَذِبَ عَلَى كَذِبٍ وَاللَّهِ عَلَيَّ لَعْنَتُ اللَّهِ  
سَبْرًا لَعْنَةً -

نذرانہ میرے اور پھر نذرانہ کے اللہ کی قسم اس نے میرے اوپر  
انرا کیا ہے اللہ لعنت کرے نذرانہ پر۔

ایسے ہی بزرگ منہ لاسوں کے لسان و معون لوگوں کی روایات پر جو سبب شیخہ ہے۔ استغفر اللہ۔ استغفر اللہ ۱۲ -

تاکر میں تم کو ایک کتاب پڑھا دوں چنانچہ میں ان کے پاس دوسرے دن بعد ظہر گیا۔ اور ظہر عصر کے درمیان کا وقت وہ تھا کہ میں ان سے تنہائی کی ملاقات کیا کرتا تھا، میں اس بات کو ناپسند کرتا تھا، کہ بغیر تنہائی کے ان سے کچھ پوچھوں اس خوف سے کہ کہیں مجھے وہ تفتیح کے ساتھ فتویٰ نہ دے دیں، بہ سبب ان لوگوں کے جو اس وقت موجود ہوں۔

چنانچہ جب میں امام باقر کے پاس پہنچا تو وہ اپنے بیٹے جعفر کی طرف متوجہ ہونے اور کہا کہ زرارہ کو علم فرائض کا صحیفہ پڑھا دو اس کے بعد وہ خود سونے کے لئے اٹھ گئے، اب میں اور جعفر گھر میں باقی رہے جعفر اٹھے اور انہوں نے میرے سامنے ایک کتاب نکالی جو اونٹ کی ران کی طرح موٹی تھی اور کہنے لگے یہ کتاب میں تمہیں نہ پڑھاؤں گا، یہاں تک کہ تم اللہ کو رضامن دو کہ جو کچھ اس صحیفہ میں پڑھو گے اس کو کسی سے بیان نہ کرنا تا وقتیکہ میں تم کو اجازت نہ دوں، جعفر صادق نے اپنے باپ کی اجازت کی شرط نہ لگائی۔ تو میں نے کہا کہ اللہ تمہاری اصلاح کرے تم کیوں مجھ پر تنگی

حَتَّىٰ أَقْرَبَكَ فِي كِتَابٍ فَأَتَيْتَهُ مِنْ  
الْعَدَا بَعْدَ الظُّهْرِ وَكَانَتْ سَاعَتِي  
الَّتِي كُنْتُ أَخْلُو بِهِ فِيهَا بَيْنَ الظُّهْرِ  
وَالْعَصْرِ وَكُنْتُ أَكْرَهُ أَنْ أَسْأَلَهُ  
إِلَّا خَائِئِيًا خَشِيَةً أَنْ يُفْتِنِي مِنْ  
أَجْلِ مَنْ يَحْضُرُكَ بِالتَّقِيَّةِ۔

فَلَمَّا دَخَلْتُ عَلَيْهِ أَقْبَلَ عَلَيَّ  
ابْنِهِ جَعْفَرًا فَقَالَ أَقْرَبُ سُرَادَاةً  
صَحِيفَةً الْفَرَايِضِ ثُمَّ قَامَ لِيَنَامَ  
فَبَقِيْتُ أَنَا وَجَعْفَرٌ فِي الْبَيْتِ  
فَقَامَ فَأَخْرَجَ إِلَيَّ صَحِيفَةً  
مِثْلَ فَخِذِ الْبَعِيرِ فَقَالَ لَسْتُ  
أَقْرِبُكُمْ حَتَّىٰ تَجْعَلَ لِي اللّٰهُ عَلَيْكَ  
أَنْ لَا تُحَدِّثَ بِمَا تَقْرَأُ فِيهَا أَحَدًا  
حَتَّىٰ أَذِنَ لَكَ وَلَمْ يَقُلْ حَتَّىٰ  
يَأْذَنَ لَكَ أَبِي۔ فَقُلْتُ أَصْلَحَكَ  
اللّٰهُ لَمْ تُضَيِّقْ عَلَيَّ وَلَمْ يَأْمُرْكَ  
أَبُوكَ بِذَلِكَ فَقَالَ مَا كُنْتُ

۱۵۔ یہی چلتا ہوا فقرہ مذہب شیعہ کی بنیاد ہے، شیعوں کو کہتے ہیں آئمہ نے ہم کو یہ مذہب تنہائی میں سکھایا تھا لوگوں کے سامنے وہ اپنا اصل مذہب ظاہر کرتے تھے بلکہ تفتیح کر کے چھوٹے چھوٹے فرقے بنا دیتے تھے اس مضمون کو انشاء اللہ تعالیٰ ہم بہت مفصل و مبسوط کسی مشہور سال میں بیان کرے گا اس کے شواہد کثیرہ کتب شیعہ سے پیش کریں گے ۱۲۔ کتب شیعہ میں بکثرت یہ لفظ شیعوں کے لادلوں کی زبان سے ائمہ کے حق میں ملتا ہے ایک طرف دوسرے ان کی معصومیت کا دوسری طرف دعوان کی اصلاح کی ۱۲۔

کرتے ہو تمہارے باپ نے تو تم کو اس کا حکم نہ دیا تھا تو جعفر نے کہا کہ تم اس کتاب کو نہیں دیکھ سکتے مگر اسی شرط کے ساتھ جو میں نے بیان کیا تو میں نے کہا اچھا یہ شرط بھی تمہاری خاطر سے منظور ہے۔ اور میں ایک شخص تھا علم فرائض اور وصایا کا جاننے والا اور ان علوم میں بصیرت رکھنے والا جب جعفر صادق نے اس صحیفہ کا ایک کنا را میری طرف ڈالا تو دیکھا میں نے کہ ایک موٹی کتاب ہے اور معلوم ہوا کہ انگلوں کی کتابوں میں سے ہے میں نے اس کو دیکھا تو اس میں وہ مسائل ملے جو تمام لوگوں کے خلاف تھے صلہ اور امر معروف جس میں کوئی اختلاف نہیں (اس کتاب میں ان مسائل کے بھی خلاف تھا، وہ پوری کتاب ایسی ہی تھی میں نے شروع سے آخر تک خباث نفس کے ساتھ پڑھا، اور یاد کرنے کا ارادہ کم کیا اور اس کے متعلق بڑی رائے قائم کی میں اس کو پڑھتا جاتا تھا، اور کہتا تھا کہ یہ کتاب بالکل باطل ہے، یہاں تک میں نے اس کو ختم کر کے پیٹ کر جعفر صادق کے حوالہ کر دیا، پھر میں امام باقر علیہ السلام سے ملا تو انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ کیا فرائض کے صحیفہ تم نے پڑھ لیا، میں نے کہا ہاں امام نے پوچھا کہ جو کچھ تم نے پڑھا اس کے

بِنَاظِرٍ فِيهَا إِلَّا عَلَى مَا قُلْتُ  
لَكَ فَقُلْتُ فَذَلِكَ وَكُنْتُ  
رَأِيًّا جَلًّا عَالِمًا بِالْفَرَائِضِ وَالْوَصَايَا  
بَصِيرًا بِهَا فَلَمَّا أَلْقَى إِلَيَّ طَرَفَ  
الصَّحِيفَةِ إِذَا كِتَابٌ غَلِيظٌ يَعْرِفُ  
أَنَّهُ مِنْ كُتُبِ الْأَوَّلِينَ فَنَظَرْتُ  
فِيهَا فَإِذَا فِيهَا خِلَافٌ مَا بَأَيْدِ  
النَّاسِ مِنَ الصَّلَاةِ وَالْأَمْرِ  
بِالمَعْرُوفِ الَّذِي لَيْسَ فِيهِ  
اِخْتِلَافٌ وَإِذَا عَامَّتْ كَذَلِكَ  
فَقَرَأْتُ حَتَّى أَتَيْتُ عَلَى أُخْرَى  
بِحُبِّ نَفْسٍ وَقِلَّةِ تَحْفَظٍ وَإِسْقَامِ  
رَأْيِي وَقُلْتُ وَأَنَا أَقْدَرُ بَاطِلٌ  
حَتَّى أَتَيْتُ عَلَى أُخْرَى لَكُمْ  
أَدْرَجْتُهَا وَسَرَفْتُهَا إِلَيْهِ ثُمَّ  
لَقِيتُ أَبَا جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ  
فَقَالَ لِي أَقْدَرَاتٌ صَحِيفَةٌ  
الْفَرَائِضِ فَقُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ  
كَيْفَ رَأَيْتَ مَا قَدَرَاتٌ  
قَالَ فَقُلْتُ بَاطِلٌ لَيْسَ  
بِشَيْءٍ هُوَ خِلَافٌ مَا النَّاسِ  
عَلَيْهِ قَالَ فَإِنَّ الَّذِي رَأَيْتَ  
وَاللَّهِ يَا نَسْرَةَ هُوَ الْحَقُّ الَّذِي



رَأَيْتَ إِمْلَأُ سَأَلَ سُوْلِ اللَّهِ  
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ  
 خَطَّ عَلَيَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِيَدِهِ  
 فَأَتَانِي الشَّيْطَانُ فَوَسَّوَسَ  
 فِي صَدْرِي فَقَالَ وَمَا يَدْرِي  
 أَنْتَ إِمْلَأُ سَأَلَ سُوْلِ اللَّهِ  
 وَخَطَّ عَلَيَّ بِيَدِهِ -

متعلق تمہاری رائے کیا ہے۔  
 میں نے کہا کہ وہ بالکل باطل ہے کچھ نہیں ہے تمام  
 لوگوں کا جن امور میں اتفاق ہے ان کے خلاف  
 ہے امام نے فرمایا یہ تو سچ ہے مگر جو کتاب تم  
 نے دیکھی ہے اسے زرارہ اللہ کی قسم وہ حق ہے  
 جو کتاب تم نے دیکھی وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم  
 کی بولی ہوئی، اور حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھ  
 کی لکھی ہوئی ہے پھر شیطان میرے پاس آیا  
 اور اس نے مجھے وسوسہ دلایا کہ یہ کیسے معلوم  
 ہوا کہ رسول اللہ کی بولی ہوئی اور علی کے  
 ہاتھ کی لکھی ہوئی۔

فَقَالَ لِي قَبْلَ أَنْ أَنْطِقَ لَا تَشْكُ  
 وَدَّ الشَّيْطَانِ وَاللَّهِ إِنَّكَ  
 شَكَّكَتَ وَكَيْفَ لَا أَدْبَرِي  
 أَنْتَ إِمْلَأُ سَأَلَ سُوْلِ اللَّهِ  
 وَخَطَّ عَلَيَّ بِيَدِهِ وَقَدْ  
 حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي  
 أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ  
 حَدَّثَنَا بِذَلِكَ -

تو امام باقر میری طرف متوجہ ہوئے اور قبل  
 اس کے کہ میں کچھ کہوں فرمایا کہ شیطان کا  
 دوست بن کر شک نہ کرو واللہ تو نے شک  
 کیا بجلا مجھے کیسے نہ معلوم ہوگا کہ یہ کتاب  
 رسول اللہ کی بولی ہوئی، اور علی کے ہاتھ  
 کی لکھی ہوئی یہ تحقیق مجھ سے میرے والد  
 نے میرے دادا سے روایت کر کے بیان  
 کیا کہ امیر المؤمنین نے ان سے یہ بات بیان کی تھی۔

اے پہلے تو زرارہ اس کتاب کو دیکھنا ہی نہ چاہتے تھے بڑی مشکل سے دیکھنے پر راضی ہوئے تو اب اس کو باطل اور لاشی فرمایا ہے  
 ہیں اگر بت و تعظیم اہل بیت اسی کا نام ہے تو شیعوں کو بارگاہ ہونہ زرارہ نے اس کے بعد اس گستاخی سے توبہ بھی نہیں  
 کی کتب شیعہ میں کہیں اس کی توبہ کا ثبوت نہیں اصل یہ ہے کہ ذہن شیعہ جو سب سے بڑا گناہ ہے، وہ قرآن اور روایان  
 قرآن کو سچا جانتا جو شخص قرآن کو نہ مانتا ہو روایان قرآن سے دشمنی رکھتا ہو وہ شیعہ مجلس ہے چاہے وہ امام پرصفت  
 کرے چاہے ان کی تکذیب کرے چاہے ان کو باطل اور لاشی کہے چاہے قتل کر ڈالے دیکھو کتاب کافی و امتحان وغیرہ۔

۱۔ اس روایت سے بہت نفیس فوائد نکل آ رہے ہیں بعض فوائد کی طرف حاشیہ میں اشارہ کیا گیا ہے، زیادہ تر قابل غور تین باتیں (۱) مذہب شیعہ کی تصنیف کا طریقہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ راوی جس بات کو کسی امام کی طرف منسوب کرنا چاہتے تھے، کہ امام نے تنہائی میں ہم سے یہ بات بیان کی ہے لوگوں کے سامنے وہ بوجہ تقیہ کے اپنے مذہب کے خلاف باتیں کرتے تھے۔ (۲) جناب زرارہ صاحب کی حالت کا پتہ چلتا ہے کہ وہ کس فنش کے بزرگ تھے، ائمہ کے ساتھ کیسا اخلاص رکھتے تھے آج انہیں بزرگ کی روایات پر شیعوں کے فن حدیث کا مدار ہے ان کی سب سے بڑی معتبر کتاب کافی میں ایک ٹلٹ کے قریب ان کی روایات ہیں (۳) کتاب علی کی حالت معلوم ہوئی کہ مسلمانوں کے جماعیات کے خلاف اور خاص کر ان مسائل میں جن میں کسی کا اختلاف نہیں ہو سکتا مثل صلہ رحم و امر معروف وغیرہ کے اس کتاب میں تھیں، امام نے بھی اس کی تصدیق کی، الغرض اس سے اچھی طرح معلوم ہو گیا کہ بائیان مذہب شیخہ کا مقصود یہ تھا کہ ایسے مذہب کی بنیاد ڈالیں، جو ہر بات میں شروع سے آخر تک دین اسلام کے خلاف ہو۔

اب شہقدر کی کتاب کا حال سنئے۔ اصول کافی ص ۱۴۹ میں ایک مستقل باب شب قدر کے بیان میں ہے اس باب میں نہایت لطیف اور نفیس روایات ہیں جن سے شیعوں کے من لہ چنانچہ انہیں نفیس روایات میں منظر پر ایک روایت حضرت جبرائیل علیہ السلام سے منقول ہے۔ المفسرین جبرائیل بن عباس بن محمد سلمیٰ علیہ السلام کے متعلق ہے ایسی تو ہیں و تذیل ان کی ہے نوزد بانند۔ پھر اس پر دعویٰ محبت ہی بیت کا ہے، اس روایت کو ہم مناظرہ صدر سوم میں نقل کر چکے ہیں۔ شیعوں کے سلطان العلماء مولوی سید محمد صاحب مجتہد نے اس روایت کا جواب دے کر ابن عم النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آبروریزی کا داغ اپنے فرقہ کی پیشانی سے مٹانا چاہا ہے مگر جواب کیا ہے، چند دروغ بافیوں کا مجموعہ ہے میں نے بعونہ تعالیٰ اس جواب کی حقیقت بھی ظاہر کر دی ہے یہ بحث مناظرہ صدر سوم ص ۱۴۹ سے شروع ہو کر ص ۱۵۰ پر ختم ہوئی ہے قابل دیکھنے کے بلکہ یاد رکھنے کے ہے۔

خود اس روایت کا یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے مکر اور شیعوں کے غارت ساز ملامت سے بے خبر تھے ان کو یہ معلوم نہ تھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بارہ شخص اور بھی مثل رسول کے معصوم اور واجب الاطاعت ہیں، ایک مرتبہ حضرت علی سے اور ان سے بحدت ہوئی ابن عباس کہتے تھے کہ شب قدر میں نزول احکام ہوتا ہے، بڑی بحث ہوئی ابن عباس کسی طرح قائل نہ ہوئے آخر فرشتے نے اگر ابن عباس کو آنکھ میں پر مار کر اندھا کر دیا اس (باقی اگلے صفحہ پر)

عقیدت خاندان نبوت کے ساتھ کما حقہ ظاہر ہوتی ہے۔

اسی باب میں صاف پر امام باقر علیہ السلام سے ایک روایت منقول ہے اس میں یہ الفاظ ہیں:-  
 اِسْمًا لِيَنْزِلُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ اِلَىٰ وَلِيِّ الْاَمْرِ نَفْسَهُ يَكْذِبُ وَ كَذَابِي اَمْرًا لِّلنَّاسِ يَكْذِبُ وَ كَذَابًا۔  
 یہ تحقیق شبِ قدر میں امام زمان پر تمام امور کی تفصیل سن دار نازل ہوتی ہے امام کو اس شب میں حکم دیا جاتا ہے کہ تم خود فلاں فلاں کام کرو، لوگوں کے متعلق حکم دیا جاتا ہے کہ ان سے فلاں فلاں کام کو کہو۔

اور علامہ غمیل قزوینی صافی شرح کافی کتاب التوحید مطبوعہ نول کشور مشرق میں لکھتے ہیں:-  
 ہر سال کیلئے کتاب علیحدہ ہے مراد اس سے وہ کتاب ہے جن میں ان احکام حوادث کی تفصیل ہوتی ہے جن کی حاجت امام کو سال آئندہ تک ہوتی ہے اس کتاب کو لیکر فرشتے اور فرج شب قدر میں امام وقت پر نازل ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ اس کتاب میں امام کے جن عقائد کو چاہتا ہے ہلال کر دیتا ہے اور جن عقائد کو چاہتا ہے قائم رکھتا ہے۔

ف۔ اس عبارت سے شب قدر کی پوری حقیقت ظاہر ہو گئی ہر سال امام پر ایک کتاب خدا کی طرف سے نازل ہوتی ہے اور اس کتاب میں احکام و عقائد کا بیان ہوتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ہر

دبیر منور گزشتہ کا منزلتے نبی پر بھی ابن عباس اپنے خیال سے باز نہ آئے اور امام باقر سے اسی مسئلہ میں بحث کی۔ امام باقر رشتہ میں ان کے پوتے کے بیٹے ہیں آخر امام باقر نے ان کو خوب دلیل کیا، سخت عقل کہا اور کہا کہ تم خود بھی دوزخی اور دوسروں کو بھی دوزخی بناتے ہو۔

اس قصہ کو امام جعفر صادق نے اپنے اصحاب سے بیان کیا، اور خوب تمسخر کے ساتھ بیان کیا، اور فرمایا کہ میرے والد امام باقر کو عبد اللہ بن عباس کے اس واقعہ سے اس قدر ہنسی آئی تھی کہ ان کی آنکھوں میں آنسو بہنے لگے استغفر اللہ من ذلہ الخرافات ۱۲ -



پہلی کتاب اگلی کی نسخ ہوتی ہے اب خیال کرو کہ کیا نفیس جلیلہ شریعت محمدیہ کے مٹانے کا نکالا گیا ہے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی عقیدہ سکھلایا کوئی حکم دیا اس کو یہ کہہ کر اڑا دینا کہ فلاں امام کے وقت میں شب قدر کی کتاب نے اس حکم کو منسوخ کر دیا، کس قدر آسان ہو گیا بلکہ آئمہ کے نام سے جو احکام تصنیف کئے گئے تھے ان میں سے بھی کوئی حکم نظر ثانی میں خلافت مصلحت معلوم ہوا اس کو بھی بدل دینا سہل ہو گیا۔ کیونکہ ہر سال کی کتاب شب قدر کی علیحدہ ہے، ولنعوماقبل جزى الله قائله خيرا الجزاء۔

ہر شب قدر میں نازل نئی ہوتی ہے کتاب جس میں احکام نئے ہوتے ہیں اقوال نئے حق جو ہر سال گزشتہ میں اب ناسخ ہے دین احمد کے مٹانے کی یہ سب تدبیریں ہیں سادہ و سوجوں کیلئے بنتے ہیں یہ جال نئے اب نجوم یا جوتش کی کیفیت ملاحظہ ہو، فروع کافی جلد سوم کتاب الروضۃ مطبوعہ لکھنؤ کے صفحہ ۲۵ میں روایت ہے۔

عَنْ مُعَلَّى بْنِ خُنَيْسٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنِ النُّجُومِ أَحَقُّ هِيَ قَالَ نَعَمْ إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ بَعَثَ الْمُشْتَرِيَّ إِلَى الْأَرْضِ فِي صُورَةٍ سَاجِلٍ فَاخَذَ سَاجِلًا مِّنَ الْعَجَبِ فَعَلِمَهُ النُّجُومَ حَتَّى ظَنَّ أَنَّهُ قَدْ بَلَغَ ثُمَّ قَالَ لَهُ انْظُرْ إِلَى الْمُشْتَرِيِّ فَقَالَ مَا أَسَاءَ فِي الْفُلْكِ وَمَا أَدْرِي أَيْنَ هُوَ قَالَ فَخَّاهُ وَآخَذَ بِيَدِ رَجُلٍ مِّنَ الْهِنْدِ فَعَلَّمَهُ حَتَّى

معلی بن خنیس سے روایت ہے وہ کہتے ہیں میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے علم نجوم کے متعلق پوچھا کہ کیا وہ حق ہے، امام نے فرمایا ہاں یہ تحقیق اللہ عزوجل نے مشتری ستارے کو زمین پر بھیجا ایک آدمی کی شکل میں شکل کر کے تو اس نے ایک عجیب شخص کو پکڑ کر اس کو علم نجوم سکھلایا جب اس کو خیال ہوا کہ یہ شخص کامل ہو گیا تو مشتری نے اس سے پوچھا کہ اپنے علم کے روسے تو یہ بتلا کہ مشتری کہاں اس عیبی نے کہا، آسمان میں تو نہیں ہے مگر یہ میں نہیں جانتا کہ کہاں ہے، امام فرماتے ہیں یہ سن کر مشتری نے اس شخص کو علیحدہ کر دیا اور ایک ہندی شخص کا

ظَنَّ أَنَّهُ قَدْ بَلَغَ فَقَالَ انظُرْ  
إِلَى الْمُشْتَرِي أَيْنَ هُوَ فَقَالَ إِنَّ  
حِسَابِي لَيَدُلُّ عَلَيَّ إِنَّكَ أَنْتَ  
الْمُشْتَرِي قَالَ فَشَهِقَ شَهْقَةً  
فَمَا دَوَّرَتْ عِلْمَهُ أَهْلُهُ  
فَالْعِلْمُ هُنَاكَ.

ہاتھ پکڑ کر اس کو علم نجوم سکھلایا یہاں تک کہ  
اس کو خیال ہوا کہ یہ شخص کامل ہو گیا ہے تو اس  
سے کہا کہ دیکھ تو مشتری اس وقت کہاں ہے،  
اس ہندی نے کہا کہ میرا حساب یہ بتلاتا ہے کہ مشتری  
تو ہے تو مشتری چیخ مار کر گیا پھر علم نجوم اس ہندی  
کے قرابت والوں میں آیا یہ علم اب ہند میں ہے۔

اس کے بعد ایک روایت اسی باب کی اور حسب ذیل ہے۔

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ  
سُئِلَ عَنِ النُّجُومِ وَقَالَ لَا يَعْلَمُهَا  
إِلَّا أَهْلُ بَيْتٍ مِنَ الْعَرَبِ وَأَهْلُ  
بَيْتٍ مِنَ الْهِنْدِ.

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ان سے  
علم نجوم کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا اس علم  
کو کوئی نہیں جانتا مگر ایک خاندان عرب کا جانتا  
ہے، اور ایک خاندان ہندوستان کا۔

ف۔ اس روایت میں امام جعفر صادق نے علم نجوم کا جاننے والا ایک خاندان عرب کا بتلایا غالباً اس  
سے مراد خود اپنا خاندان لیا، اور ہند کے خاندان سے تو ظاہر ہے کہ جو توشی پنڈتوں کا خاندان مقصود ہے، مگر  
پہلی روایت سے معلوم ہوا کہ مشتری نے علم نجوم میں صرف اہل ہند کو کامل کیا تھا، اور امام نے فرمایا بھی کہ یہ علم وہی  
ہے اس سے قیاس ہوتا ہے کہ ائمہ نے علم نجوم جو توشی پنڈتوں سے سیکھا ہو اور ہو سکتا ہے کہ جس طرح فرشتے  
اور علوم اور کتابیں لے کر اماموں کے پاس آتے تھے، اسی طرح علم نجوم بھی خدا کی طرف سے لانے ہوں،  
ائمہ کے بعض احکام میں بھی پتہ چلتا ہے کہ یہ علم نجوم سے لئے گئے چنانچہ ردضہ کافی ص ۱۳ میں امام جعفر  
صادق سے روایت ہے کہ جو شخص ایسے وقت میں سفر کرے یا نکاح کرے ایسے وقت میں کہ چاند برج  
عقرب میں ہو اس کو بھلائی نصیب نہ ہوگی یا مثلاً حیات القلوب جلد اول ص ۶۹ میں ہے کہ حضرت علی  
مرتضیٰ نے فرمایا کہ مہینہ کا آخری چہار شنبہ منحوس ہوتا ہے۔

ابن حقیقانی کا بیان بھی روایت شیعہ میں دیکھو۔ اصول کافی ص ۱۳ میں جناب رارہ صاحب  
سے روایت ہے۔

قَالَ سَأَلْتُ أَبَا جَعْفَرٍ عَنْ قَوْلِ اللَّهِ  
ذَرَارَةَ كَيْتٍ فِي مِثْقَالِ ذَرَّةٍ

ذرارہ کہتے ہیں میں نے امام باقر سے اللہ عزوجل کے قول کا

عَزَّوَجَلَّ وَكَانَ رَسُولًا نَبِيًّا مَّا  
الرَّسُولُ وَمَا النَّبِيُّ قَالَ النَّبِيُّ الَّذِي  
يَرَى فِي مَنَامِهِ وَيَسْمَعُ الصَّوْتِ فَلَا  
يُعَايِنُ الْمَلَكَ وَالرَّسُولُ الَّذِي  
يَسْمَعُ الصَّوْتِ وَيَرَى فِي الْمَنَامِ  
وَيُعَايِنُ الْمَلَكَ ثُمَّ تَلَا هَذِهِ  
الْآيَةَ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ  
مِنْ سُرَّسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ وَلَا  
مُحَدَّثٍ -

رَسُولًا نَبِيًّا کے متعلق پوچھا کہ رسول کی کیا تعریف  
ہے اور نبی کی کیا تعریف ہے، امام باقر نے فرمایا  
کہ نبی وہ ہے جو خواب میں (احکام الہی کو) دیکھے  
اور فرشتہ کی آواز سنے مگر فرشتہ کو نہ دیکھے اور  
رسول وہ ہے جو آواز بھی سنے اور خواب میں بھی  
دیکھے اور فرشتہ کو بھی دیکھے پھر امام باقر نے  
اس آیت کی تلاوت کی وَمَا أَرْسَلْنَا نَبِيًّا  
بِغَيْرِ آيَاتٍ مِنْ قَبْلِكَ وَلَا نَبِيٍّ وَلَا  
مُحَدَّثٍ اور نہ محدث۔

ف۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ پیغمبر کی طرح امام پر بھی وحی نازل ہوتی ہے، فرق یہ ہے کہ امام  
فرشتہ کی شکل نہیں دیکھتا، رسول دیکھتا ہے نبی بھی اس بارے میں امام کے مثل ہے مگر شیعوں کے  
نزدیک امام کا رتبہ نبی و رسول سے زیادہ ہے اس روایت میں جس آیت کی تلاوت امام جعفر صادق  
سے منقول ہے وہ آیت مسلمانوں کے قرآن میں نہیں ہے، امام جعفر صادق کے قرآن میں ہوگی جو اب بقول  
شیعہ بغداد کے کسی غار میں امام غائب کے پاس ہے۔ اصول کافی کے اسی باب کے ص ۳۱ پر۔ بڑی  
نے امام باقر و امام جعفر دونوں سے اس آیت کو سننا بیان کیا، اور یہ اعتراض کیا کہ حضرت یہ آیت  
ہمارے قرآن میں نہیں ہے، مگر دونوں اماموں نے اس کا جواب خاموشی کے ساتھ سوال فرمایا اسی روایت  
میں یہ بھی ہے کہ میں نے امام سے پوچھا کہ فرشتے کی شکل نہ دیکھی گئی صرف آواز سنی گئی تو یہ کیسے معلوم  
ہوا کہ یہ آواز حقانی ہے اور فرشتے کی ہے امام نے جواب دیا کہ خدا کی طرف سے امتیاز اور معرفت  
کی توفیق ملتی ہے۔

مذہب شیعہ میں جس قدر ماخذ دین کے ہیں ان میں سے چند کا بیان ہو چکا اب اس کے بعد ایک  
روایت اصول کافی ص ۲ کی اور قابل ملاحظہ کے ہے۔

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَسَّانٍ قَالَ كُنْتُ  
عِنْدَ أَبِي جَحْضَةَ الثَّانِي عَلَيْهِ السَّلَامُ  
مُحَمَّدُ بْنُ يَسَّانٍ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں، میں  
امام ابو جعفر ثانی علیہ السلام کے پاس بیٹھا ہوا تھا پھر میں نے



فَأَجْرِيَّتُ إِخْتِلَافَ الشَّيْعَةِ  
 فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ إِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ  
 وَتَعَالَى لَمْ يَزَلْ مُتَقَرِّدًا بِوَحْدَانِيَّتِهِ  
 ثُمَّ خَلَقَ مُحَمَّدًا وَعَلِيًّا وَ  
 فَاطِمَةَ فَمَلَكُوا الْفَ دَهْرَهُمْ  
 خَلَقَ جَمِيعَ الْأَشْيَاءِ فَأَشْهَدَ  
 هُمْ خَلْقَهَا وَأَجْرَى طَاعَتَهُمْ  
 عَلَيْهَا وَقَوَّضَ أُمُورَهُمْ فَهُمْ  
 يُجَلُّونَ مَا يَشَاءُونَ وَيُجَزِّمُونَ  
 مَا يَشَاءُونَ

شیعوں کے اختلاف کا ذکر کیا تو امام نے فرمایا کہ  
 اے محمد بن سنان بہ تحقیق اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیشہ  
 اپنی وحدانیت کے ساتھ بیکتا رہا پھر اس نے محمد  
 اور علیؑ اور فاطمہؑ کو پیدا کیا پھر یہ لوگ ہزاروں  
 برس رہے پھر اللہ نے تمام اشیاء کو پیدا کیا اور ان  
 آئمہ کو اشیاء کی خلقت دکھلائی اور ان کی اطاعت  
 سب اشیاء پر فرض کی اور سب اشیاء کے معاملات  
 ان کے سپرد کر دیئے لہذا وہ جس چیز کو چاہتے ہیں  
 حلال کرتے ہیں، اور جس چیز کو چاہتے ہیں  
 حرام کرتے ہیں۔

ف۔ محمد بن سنان نے امام محمد تقی علیہ السلام سے شیعوں کے باہم مختلف ہونے کا سبب پوچھا اور واقعی  
 پوچھنے کی بات بھی تھی سب امام معصوم کے معتقدی اماموں سے خطا و سہو نہ بیان کا صدور محال پھر معتدلوں  
 میں اختلاف اور ایسا شدید اختلاف کہ قبول مولوی دلدار علی مجتہد اعظم شیعہ کے ابوحنیفہ و شافعی و مالک و احمد  
 کے مقلدین کے اختلاف سے بدرجہا زائد ہے۔

امام نے اس بے نظیر اختلاف کا سبب یہ بتلایا کہ چونکہ آئمہ کو حلال و حرام کا اختیار خدا نے دیا اس وجہ  
 سے ان کے شیعوں میں اختلاف ہے، یعنی ایک امام نے اپنے اختیار سے کسی چیز کو حلال کیا، دوسرے امام  
 نے اس کو اپنے اختیار سے حرام کر دیا، لہذا شیعوں میں اختلاف پڑ گیا، اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا  
 کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حلال و حرام کے بدلنے کا بھی اختیار آئمہ کو ہے۔

اب تاؤ اس سے زیادہ صاف و صریح پتہ مذہب شیعہ کے مصنفوں کی نیت کا اور کیا چاہیے  
 معلوم ہو گیا کہ ان لوگوں کی اصلی کوشش یہ تھی کہ ایسی تدبیریں نکالیں کہ مسلمان بن کر کلمہ اسلام کے پردہ میں رہ  
 کر دین اسلام کی صورت مسخ کر دیں، مگر اللہ اپنے دین کا محافظ ہے، سب تدبیریں رائیگاں ہو گئیں  
 اور دین الہی اپنے اس جاہ و جلال پر قائم رہا ہے، اور رہے گا۔

اس رسالہ میں مجھے یہ بتانا مقصود تھا کہ قرآن کریم کا اعلیٰ رحمت چھوڑ کر مذہب شیعہ کے موجدوں نے

اپنے لئے کون کون آشیانے تجویز کئے ہیں تو بجد اللہ میں اس کو تباہ چکا۔  
اب رہی یہ تحقیق کہ مذہب شیعہ کی کون سی باتیں صحیحہ سے لی گئی ہیں کون کون سی باتیں جھڑیا  
جامعہ سے اخذ کی گئی ہیں کن مسائل کا ماخذ مصحف فاطمہ ہے کن مسائل کا معدن کتاب علی ہے۔  
کون کون مسائل کس امام کے کس سال کی شب قدر والی کتاب سے ثابت کئے گئے ہیں کون نجوم یا جوتش  
سے ماخوذ ہیں۔ کن کا ثبوت وحی حقانی سے ہے۔ حلال و حرام کی کون کون چیزیں کس امام کے اختیار خدا داد  
کا نتیجہ ہیں۔ نہ ان باتوں کی تحقیق کی ہمیں ضرورت نہ اس تحقیق میں ہمیں کامیابی کی امید ہے، اس لئے کہ  
آج ہم کتب شیوخ کو ان تصریحات سے خاموش پاتے ہیں محدودے چند مسائل ہیں ان میں البتہ ماخذ کا پتہ  
مٹا ہے اہل بس۔

ہمیں تو یہ معلوم ہو جانا کافی ہے کہ مذہب شیعہ کے مخصوص مسائل کا ماخذ قرآن کریم اور مشکوٰۃ نبوت  
نہیں ہے وہ بفضلہ تعالیٰ بخوبی معلوم ہو چکا۔

شیعوں کے نزدیک ان ماخذوں کی عزت قرآن کریم سے زیادہ ہو اور ہے۔ قرآنی حکومت کا  
طوق گردن سے نکل جانے پر وہ چاہے کتنے ہی خوش ہوں ہمیں ان سے کچھ مطلب نہیں نہ ہم کو ان  
پر کوئی حق اعتراض کرنے کا۔ پسند اپنی اپنی نظر اپنی اپنی۔ ان کو صحیفہ جعفر جامعہ وغیرہ وغیرہ مبارک  
رہیں اور ہمیں قرآن کریم کا حقیقی مضمون گوارا رہے۔

تو و طوبیٰ و من وقامت دوست  
فکر ہر کس بقدر ہمت دوست

خَيْرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ذَلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ

لِلْحَمْدِ لِلَّهِ تَعَالَى

مذہب شیعہ کے دو منتخب مسائل کے سلسلہ کا پہلا رسالہ ہدایت مقالہ  
نوسومریہ

الْأَوَّلُ مِنَ الْبَيِّنَاتِ

عَلَى

النُّحُورِ عَنِ الثَّقَلَيْنِ

نمبر سوم

ملقب بہ

# نَهَايَةُ الْخُسْرَانِ مَنْ تَرَكَ الْقُرْآنَ

جس میں کتب معتبرہ شیعہ اور ان کے اصول مسلمہ سے یہ دکھلایا  
گیا ہے کہ ترک قرآن کے بعد شیعوں کی مصیبت دو بالا ہوگی  
اب ان کے ہاتھوں میں کچھ نہیں ہے اور وہ اپنے کو کسی دین و  
ملت میں نہیں کہہ سکتے



## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الْمُبِيْنِ وَرَفَعَ بِهٖ اَقْوَامًا وَوَضَعَ بِهٖ الْاٰخِرِيْنَ وَالصَّلٰوَةَ  
وَالسَّلَامَ عَلٰى رَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْكَامِلِيْنَ وَعَطٰى الْاٰلِمَ وَاَصْحَابِيْهِ اَجْمَعِيْنَ -

اما بعد۔ یہ تمیر انبران دو سو مسائل منتخبہ کے پہلے مسئلہ کا ہے سابقہ نمبروں میں جب یہ بات بیان کی جا چکی کہ مذہب شیعہ میں اور قرآن کریم میں ایسی مماثلت ہے کہ دونوں ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے کسی شیعہ کا ایمان قرآن شریف پر نہیں ہے اور نہ ہو سکتا ہے اور یہ بھی بتایا جا چکا ہے کہ بائیان مذاہب شیعہ نے قرآن شریف کے چھوڑنے کے بعد اپنے پیروں کے لئے کیسے کیسے نفیس و لطیف ماخذ دین کے تصنیف فرمائے ہیں۔

لہذا۔ اب اس فہر میں قرآن پر ایمان نہ ہونے کی خرابیاں عرض کی جاتی ہیں۔

واضح ہے کہ قرآن مجید پر شیعوں کا ایمان اس حیثیت میں بھی نہیں ہو سکتا جس حیثیت میں کہ مسلمانوں کا ایمان توریت و انجیل پر ہے۔ مسلمان توریت و انجیل کی بابت صرف اس قدر ایمان رکھتے ہیں کہ اس نام کی کتاب میں خدا کی طرف سے نازل ہوئی تھیں، توریت و انجیل کے مروجہ نسخوں پر مسلمانوں کا ایمان نہیں ہے، نہ ہونا چاہئے۔ شیعوں کا ایمان قرآن کریم کے متعلق یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ قرآن نام کی کوئی کتاب خدا کی طرف سے اتری تھی۔ قطع نظر اس سے کہ وہ یہ ہے یا وہ چنانچہ اس کا بیان نبراول میں ہو چکا اور مزید بیان آئندہ رسالوں میں انشاء اللہ تعالیٰ آئے گا۔

اس وقت ہم جو خرابیاں لکھتے ہیں وہ مذکورہ بالا بے ایمانی کی نہیں بلکہ قرآن کریم کے موجودہ نسخوں پر ایمان نہ ہونے کی ہیں۔

## قرآن موجود پر ایمان نہ ہونے کی پہلی خرابی

مسلم وغیر مسلم سب جانتے ہیں کہ اسلام کا ماخذ دو چیزیں ہیں اول قرآن دوسرے روایات و روایات کی بات سنی شیعہ دونوں فریق متفق ہیں کہ قطعاً نہیں بلکہ ظنی ہیں حتیٰ کہ سب سے زیادہ معتبر کتاب اہل سنت کے یہاں صحیح بخاری ہے مگر کسی عالم اہل سنت نے آج تک کسی شیعہ کو اس بنا پر کافر نہیں کہا کہ شیعہ صحیح بخاری کی روایات کو نہیں ملتے اور شیعوں کے یہاں حدیث کی سب سے زیادہ معتبر کتاب کافی ہے مگر کسی شیعہ عالم نے آج تک کسی سنی کو اس بنا پر کافر نہیں کہا کہ سنی کافی کی روایات کو نہیں مانتے

اب اگر قرآن شریف کو بھی نہ صرف ظنی بلکہ مشکوک بلکہ قطعاً غیر معتبر مانا جائے جیسا کہ بائیان مذہب شیعہ کی تعلیم ہے تو شیعہ خود ہی بتائیں کہ کس بنیاد پر وہ اپنے آپ کو مسلمان کہہ سکتے ہیں کس چیز نے ان کے دلوں میں اسبات کا یقین پیدا کیا کہ ان کا مذہب وہی مذہب ہے جس کی تعلیم شامع علیہ السلام نے دی تھی ان کا طریقہ وہی طریقہ ہے جس کی ترویج نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمائی تھی۔

یقیناً اگر شیعہ اس بات پر غور کریں تو خود ان کا ضمیر ان کے مسلمان ہونے کی شہادت نہ دے گا۔  
چہ جائیکہ مسلمان ان کو مسلمان سمجھیں۔

بلاشبہ علمائے اہلسنت کو مذہب شیعہ کی اصلی حقیقت معلوم نہ تھی اور کیسے معلوم ہوتی جبکہ وہ اپنے مذہب کے چھپانے کی بے مثل کوشش کر رہے تھے حتیٰ کہ قرآن شریف کے متعلق بھی ان کا عقیدہ معلوم نہ تھا اور نہ شیعوں کے خارج از اسلام ہونے میں اختلاف نہ ہوتا۔

چوں ترک قرآن کردہ آخر مسلمان کجا خود شمس ایمان کشتہ پس نور ایمانی کجا

## قرآن موجود پر ایمان نہ ہونے کی دوسری خرابی

شیعوں کی بڑی معتبر کتابوں میں یہ حدیث بہت سندوں کے ساتھ منقول ہے یہاں تک کہ ان کے محدثین اس کو مستفیض کہتے ہیں جو صحیح کی اعلیٰ ترین قسم ہے اس وقت ہم اس حدیث کو شیعوں کے مجتہد اعظم ان کے آیتہ اللہ فی العالمین یعنی جناب مولوی دلاور علی کی کتاب اساس الامول سے نقل کرتے ہیں  
وہ لکھتے ہیں ۱۔

ازاں جملہ ایک روایت ہے جو مستفیض بلکہ متوازن  
 المعنی ہے وہ روایت باختلاف قلیل اکثر کتب  
 احادیث میں مروی ہے چنانچہ کتاب کافی میں بسند  
 معتبر امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے  
 کہ رسول خدا نے فرمایا کہ یہ تحقیق ہر سچائی کی ایک  
 حقیقت اور ہر سچی بات پر ایک نور ہوتا ہے، پس  
 جو حدیث کتاب اللہ کے موافق ہو اس کو لے لو  
 اور جو کتاب اللہ کے خلاف ہو اس کو چھوڑ دو۔  
 ایسا ہی کتاب امالی میں بھی ہے اور نیز کافی و  
 محاسن میں ایوب بن عمار سے روایت ہے،  
 وہ کہتے ہیں میں نے امام جعفر صادق کو فرماتے ہوئے  
 سنا کہ ہر چیز کتاب و سنت سے ملا کر دیکھی جائے  
 اور جو حدیث کتاب اللہ کے موافق نہ ہو وہ  
 جعلی ہے نیز امالی اور محاسن میں ابن ابی عمیر  
 سے روایت ہے وہ کہتے ہیں میں نے امام  
 جعفر صادق علیہ السلام سے احادیث شیعہ کے  
 اختلاف کی بابت دریافت کیا، کہ بعض احادیث  
 کے راوی معتبر لوگ ہوتے ہیں اور بعض کے غیر  
 معتبر ہوتے ہیں، امام نے فرمایا جب تمہارے  
 سامنے کوئی حدیث آئے اور تم کو کتاب اللہ  
 سے اس کی تائید مل جائے یا قول رسول اللہ سے  
 تو بہتر ورنہ جس شخص نے وہ حدیث تم سے بیان  
 کی ہے وہ حدیث اسی کے لئے سزاوار ہے اسی

وَمِنْهَا الرِّوَايَةُ الْمُتَّفِئِضَةُ بِلِ الْمُتَوَاتِرَةِ  
 الْمُعْنَى فَإِنَّهَا يَتَّفَاوَتُ يَدِير مَا تُؤْمَرَةُ فِي  
 الْكُتُبِ الْأَصُولِ فِي الْكِتَابِ الْكَافِي  
 بِسَنَدٍ مُؤْتَوِقٍ عَنِ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ  
 قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ إِنَّ عَلَى كُلِّ حَقِّ حَقِيقَةً  
 وَعَلَى كُلِّ مَوْرَابٍ نُورًا أَمَا وَافَقَ كِتَابَ  
 اللَّهِ فَخُذْهُ وَمَا خَالَفَ كِتَابَ اللَّهِ  
 فَدَعْهُ وَهَكَذَا فِي الْأَمَالِي وَآيَضًا  
 فِي الْكَافِي وَالْمَحَاسِنِ عَنِ أَيُّوبِ بْنِ  
 الْحَارِثِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ  
 كُلُّ شَيْءٍ مَرْدُودٌ إِلَى الْكِتَابِ وَ  
 السُّنَّةِ وَكُلُّ حَدِيثٍ لَا يُوَافِقُ كِتَابَ  
 اللَّهِ فَهُوَ زُحْرُفٌ وَآيَضًا فِيهِمَا عَنِ ابْنِ  
 أَبِي يَعْقُوبَ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ  
 عَنِ اخْتِلَافِ الْحَدِيثِ يَدْرِيهَا  
 مَنْ نَثَقَ بِهِ وَمِنْهُمْ مَنْ  
 لَا نَثَقُ بِهِ فَقَالَ إِذَا وَرَدَ  
 عَلَيْكُمْ حَدِيثٌ فَوَجَدْتُمْ  
 لَهُ شَاهِدًا مِنْ كِتَابِ اللَّهِ  
 عَزَّ وَجَلَّ أَوْ مِنْ قَوْلِ رَسُولِ  
 اللَّهِ وَإِلَّا فَالَّذِي جَاءَكُمْ  
 بِهِ أَوْلَى بِهِ وَهَكَذَا وَرَدَتْ  
 بِإِسْنَادٍ أَخْرَجَهَا يَطُولُ ذِكْرُهَا -



طرح و دوسری سند بھی منقول ہے تمام سندوں کے ذکر میں طول ہو گا۔

خلاصہ اس عبارت کا یہ ہے کہ آئمہ کی یہ تعلیم تو تر معنوی کی حد کو پہنچ گئی ہے کہ حدیث رسول یا قول امام قرآن شریف کے موافق ہو وہ قبول کیا جائے اور جو قرآن کے خلاف ہو وہ راوی کے منہ پر مارا جائے۔ کالای بدبریش مالک۔

اب حضرات شیعہ خود غور کریں کہ جب قرآن شریف ان کی مذہبی اصول اور ان کی زائد از دو ہزار اور متواتر روایات کی بنا پر مشکوک بلکہ یقینی طور پر غیر معتبر قرار پاتا تو آئمہ کے اقوال اور احادیث رسول کس چیز سے ملکر دیکھی جائیں گے کے موافقت یا مخالفت سے ان احادیث کے مقبول یا رد ہونے کا فیصلہ کیا جائے۔ قرآن شریف تو ہاتھ سے جا چکا تھا ایک قریبے مغز روایات کا شیعوں کے ہاتھ میں تھا جس میں احادیث رسول تو شان و نادر تھیں البتہ آئمہ کے اقوال تھے مگر قرآن شریف کی موافقت یا مخالفت معلوم نہ ہو سکنے کے باعث وہ دفتر بھی بیکار ہو گیا۔ اب شیعوں کے پاس سوا چند خیالات پریشان کے کچھ باقی نہ رہا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاٰجِعُوْنَ۔

## قرآن موجود پر ایمان نہ ہونے کی تیسری خرابی

مذہب شیعہ میں جو چیزیں متواتر مانی گئی ہیں ان میں ایک حدیث ثقلین ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن اور اہل بیت دونوں سے تمک کرنے کا حکم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے، مولوی دلدرا علی صاحب اس لاصول میں فرماتے ہیں۔

الرابع منها ما صح عن النبي برواية العام وللخاص انه قال اني تارك فيكم ما ان تمسكتم به لن تضلوا كتاب الله وعادتي اهل بيته فانهما لن يفترقا حتى يرد اعلی المحوض الكوشر۔

چوتھی بات یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، سنی شیعہ دونوں کی روایات سے پایہ صحت کو پہنچ گئی کہ آپ نے فرمایا میں تم میں وہ چیزیں چھوٹے جاتا ہوں کہ اگر تم اس سے تمک کرو گے تو ہر گز گمراہ نہ ہو گے کتاب اللہ اور اپنی عترت یعنی اہل بیت یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ

ہونگے یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس پہنچ جائیں گے  
 پس اب قابل غور بات یہ ہے کہ جس مذہب نے قرآن کے مشکوک و غیر معتبر ہونے کی تعلیم دی ہو  
 جس نے دو ہزار سے زیادہ روایتیں احادیث معصومین کے نام سے فراہم کر کے قرآن کی بے اعتباری  
 کو ناقابل انکار بنا دیا ہو اس مذہب کے ماننے والوں کے ہاتھ میں قرآن کا نہ رہنا تو ظاہر ہے،  
 لیکن اگر اہلبیت کا دامن اس کے ہاتھ میں مانا جائے تو اس حدیث ثقلین کی تکذیب ہوتی ہے یا نہیں!  
 یقیناً تکذیب ہوتی ہے کیونکہ اس صورت میں قرآن اور اہل بیت میں جدائی لازم آتی ہے پس  
 لامحالہ ان دو باتوں میں سے ایک بات ماننی پڑے گی، یعنی یہ کہ جس طرح قرآن دنیا سے اس وقت  
 معدوم ہے اسی طرح اہل بیت بھی مفقود اور اہل بیت کے نام سے جو حدیثیں شیعوں کے پاس ہیں بے  
 اصل و بے بنیاد یا یہ کہ جس طرح سنیوں کے پاس قرآن ہے، اسی طرح دامن اہل بیت بھی ان کے  
 ہاتھ میں ہے۔

و شیعوں نے حدیث ثقلین کے بگاڑنے میں اور اس کا غلط مطلب شہور کرنے میں انتہائی کوشش  
 سے کام لیا ہے اور بڑے دھوکے دیئے ہیں۔ اول تو وہ کہتے ہیں کہ ثقلین یہ دو چیزیں قرآن اور  
 اہل بیت دو م وہ کہتے ہیں اہل بیت سے مراد دوازده امام سوم وہ کہتے ہیں کہ اہل بیت سے  
 تمسک کا مطلب یہ ہے کہ ان کے احکام پر عمل کیا جائے یعنی جو اقوال ان کے نام سے کتب شیعہ  
 میں مروی ہیں ان پر بنیاد مذہب رکھی جائے اس وقت ہم کو ان فریبوں کی تحقیقات منظور نہیں  
 ہے، انشاء اللہ تعالیٰ انہیں دو سو مسائل کے سلسلہ میں ایک رسالہ خاص حدیث ثقلین کی شرح پر ہوگا  
 اس میں اس نفس تحقیق کو بیان کر کے اصل حقیقت کا اظہار کیا جائے گا۔ مولوی دلدار علی صاحب  
 کا یہ فرمانا کہ یہ حدیث سنیوں کے یہاں بھی ہے محض اپنے خیالات اور اپنے اسلاف کی مخالفت  
 کی بنا پر ہے۔

## قرآن موجود پر ایمان نہ ہونے کی چوستی خرابی

بظاہر تو شیعوں نے قرآن کے غیر معتبر بنانے کا یہ فائدہ ظاہر کیا ہے کہ صحابہ کرام پر ایک بڑا  
 سنگین جرم قائم ہوتا ہے کہ انہوں نے قرآن میں تحریف کر دی چنانچہ ان کے امام المناظرین مولوی

حامد حسین صاحب استقصار الافہام جلد اول ص ۶۴ میں فرماتے ہیں :-

اگر اہل حق از حافظان اسرار الہی و حاملان  
آنار جناب رسالت پناہی کہ ہدایۃ اسلام  
و آئمہ ائام اندر وایت کنند احادیثی کہ  
وال ست بر آنکہ در قرآن شریف مطلقین  
واہل ضلال تحریف نمودند و تصحیفش  
بعمل اوروند و اصل قرآن کما انزل نزد  
حافظان شریعت موجود ست کہ دریں صورت  
اصلابر جناب رسالتآب صلی اللہ علیہ وسلم نقصے  
و قطعے عائد نمی شود فریاد و فغان آغاز کنند  
و کلمات ناشائستہ و دواز کار کہ با دنے  
عائقے نمی زید بر زبان آرند۔

اگر اہل حق یعنی شیعہ آئمہ معصومین سے جو اسرار  
الہی کے نگہبان اور آثار جناب رسالت پناہی  
کے حامل ہیں اور اسلام کے ہادی اور مخلوق کے  
پیشوا ہیں ایسی حدیثیں روایت کرتے ہیں جو  
دلالت کرتی ہیں اس بات پر کہ قرآن شریف  
میں بدکار اور گمراہ لوگوں نے تحریف کی اور  
اس کو بدل دیا اور اصل قرآن جیسا کہ نازل ہوا  
تھا، آئمہ معصومین کے پاس موجود ہے اس صورت  
میں جناب رسالتآب صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی اعتراض  
والزام نہیں آتا مگر سنی فریاد اور شور شروع کر دیتے ہیں اور  
ناشائستہ باتیں جو کسی عقلمند کیلئے زیبا نہیں زبان پلٹتے ہیں

ایسا ہی اور علمائے شیعہ نے بھی لکھا ہے :-

لیکن در حقیقت نہ صرف جناب رسالتآب پر بلکہ قرآن کے محرف ہو جانے سے بڑا اور سنگین  
اعتراض حق تعالیٰ پر ہوتا ہے جس کا دغیہ شیعوں کے اولین و آخرین سب مل کر بھی نہیں کر سکتے نہ ان  
کو اس کی ضرورت ہے کیونکہ ان کے دیکھنے والے خوب جانتے ہیں کہ ان کا مقصد اصلی یہی ہے۔  
وہ اعتراض یہ ہے کہ تمام شیعہ بلا اختلاف خدا پر لطف اور صلح کو واجب کہتے ہیں یعنی جو کما بندوں  
کے حق میں لطف ہو اور جو ان کے لئے زیادہ بہتر ہو خدا پر لازم ہے کہ اس کام کو کرے۔  
پس اب یہ بتلائیں کہ خدا نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کو ختم کر کے قیامت تک کے لئے  
سلسلہ رسولوں کے بھینے کا بند کر دیا اور آخری شریعت اور آخری کتاب کی حفاظت سبھی نے کی اس میں کیا لطف  
دا صلح ہے اور آیا خدا تارک واجب ہوا یا نہیں اور کیا ترک واجب کوئی معمولی قیاحت ہے۔  
اگر کہا جائے کہ قرآن میں تحریف تو بندوں نے کی اور خدا نے بندوں کو اختیار دیا ہے، اگر چاہیں نیک  
کام کر کے مستحق ثواب بنیں اور چاہیں بڑا کام کر کے مستوجب عذاب ہو جائیں لہذا اس میں خدا پر کیا الزام



ہے تو جواب اس کا یہ ہے کہ تحریف قرآن کے ارتکاب کا الزام ہم خدا پر عائد کرنا نہیں چاہتے بلکہ اصل عرض یہ ہے کہ خدا کو معلوم تھا کہ قرآن میں تحریف کر کے شریعت محمدیہ دنیا سے معدوم کر دی جائیگی۔ لہذا اس نے نبیوں کے بھیجنے کا سلسلہ کیوں موقوف کیا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو آخری شریعت کیوں قرار دیا، اور اگر نبوت کا سلسلہ ختم کر دینا کچھ ایسا ہی ضروری تھا تو بقول شیعہ بارہ امام جوہر بات میں نبیوں کے ہم رتبہ میں انہیں کو دنیا میں باقی رکھتا۔ بارہویں امام کی عمر تو خدا نے عادت طبعی کے خلاف کرباب تک وہ زندہ ہیں مگر ایک غار میں چھپ جانے کی وجہ سے ان کا وجود و علم برابر ہو گیا نہ کوئی ان کے پاس جاسکتا ہے نہ وہ کسی سے ملتے ہیں نہ ان کے احکام کسی کو حاصل ہو سکتے ہیں نہ اصلی قرآن ان سے مل سکتا ہے، لہذا خدا پر لازم تھا کہ بارہویں امام کے دل سے خوف دور کرتا اور بغیر مددگاروں کی جڑی عبادت کے ان کا خوف دور نہ ہو سکتا تھا، تو ان کے لئے مددگار پیدا کرتا۔ مگر خدا نے یہ کچھ بھی نہ کیا۔ نبوت بھی ختم کر دی اور امامت کا سلسلہ جو سلسلہ نبوت سے افضل تھا اس کی یہ حالت ہوئی کہ صدیوں سے کوئی امام نہیں۔

حالیہ اس کے جواب میں شیعہ ایک لاجواب بات کہہ سکتے ہیں کہ خدا کو معلوم نہ تھا کہ نبی کے بعد قرآن محرف کر دیا جائے گا، اور یہ سبھی معلوم نہ تھا کہ سلسلہ امامت اس طرح خراب ہو جائیگا بارہویں امام کی غیبت کو اس قدر طول ہو جائیگا لہذا خدا پر کوئی الزام نہیں آسکتا رہا یہ کہ خدا کو آئندہ واقعات کا علم نہ ہونا اس کو پہلی ہی شیعہ حضرات بڑے اہتمام کے ساتھ تسلیم کر چکے ہیں اس کے واقعات بھی تصنیف فرما چکے ہیں، اسی کا نام عقیدہ بدلا ہے۔

## قرآن موجود پر ایمان نہ ہونے کی پانچویں خرابی

اگر قرآن موجود کی وہی حالت ہے جو مذہب شیعہ نے بتلائی ہے تو اس کا الزام صحابہ کرام پر حقد ہوا اس سے بدرجہا زائد حضرت علی رضی اللہ عنہ پر عائد ہوتا ہے۔

پہلا الزام ان پر یہ ہے کہ انہوں نے قرآن میں تحریف کیوں ہونے دی تحریف کرنے والوں کو بزور شمشیر کیوں نہ روکا۔ حضرت علی کے سامنے قرآن میں کمی بیشی کی گئی بہت سی آیتیں بلکہ سورتیں غائب کر دی گئیں، خلافت فصاحت و بلاغت اور قابل نفرت عبارتیں بنا کر قرآن میں بڑھائی گئیں اور ایسے مضامین

قرآن میں الحاق کئے گئے جن سے مذاہب باطلہ کی تائید ہوتی ہے جن سے کفر کے ستون قائم ہوتے ہیں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہوتی ہے ترتیب بھی اس کی الٹ پلٹ کی گئی یہ سب کچھ ہوا مگر حضرت علیؑ کچھ نہ بولے۔ جس شخص میں ذرہ برابر بھی ایمان ہو وہ قرآن کو اس طرح برباد ہوتے دیکھ کر ہرگز ممبر نہیں کر سکتا۔

**دوسرا الزام** یہ ہے کہ جب خود حضرت علیؑ کی خلافت کا زمانہ آیا تو اپنے زمانہ کی خلافت میں انہوں نے اصلی قرآن کی اشاعت اور محرف قرآن کے معدوم کرنے میں کوشش کیوں نہ کی اگر اس وقت بھی جناب مملوح کوشش کرتے تو کاسیابی ممکن تھی ابھی قرآن کی اشاعت کو زیادہ زمانہ نہیں گزرا تھا کم از کم اس کا نتیجہ تو ضرور نکلتا کہ اصلی قرآن کا وجود بھی روئے زمین پر قائم ہو جاتا کچھ لوگوں کے پاس محرف قرآن ہوتا تو کچھ لوگوں کے پاس اصلی قرآن بھی ہوتا اور اس اصلی قرآن کا ثبوت کم از کم حضرت علیؑ مرتضیٰ سے ہوتا ہوتا۔ مگر ان سوس کہ حضرت علیؑ نے یہ بھی نہ کیا قرآن شریف کے متعلق جس قدر بے پروائی اور غفلت کا ظہور ان سے ہوا ایک دنی مومن سے بھی نہیں ہو سکتا۔

اب سنو! کہ شیخ صاحبان ان دونوں الزاموں کا کیا جواب دیتے ہیں یا دے سکتے ہیں انہوں نے متعدد جوابات ان اعتراضات کے یکے بعد دیگرے تصنیف کئے ہیں جو قطع نظر اس کے کہ آپس میں مناقصہ ہیں یعنی ایک جواب دوسرے جواب کو کاٹتا ہے غدر گناہ بدتر از گناہ سے زیادہ کسی لقب کے مستحق نہیں ہیں۔

### پہلے الزام کا ایک جواب

یہ تجویز کیا گیا ہے کہ جناب امیر علیہ السلام تینوں خلیفہ کے زمانہ میں معذور و مغلوب تھے ان میں یہ طاقت کہاں تھی کہ وہ ان کو تحریف قرآن سے روکتے اور اگر وہ نہ مانتے تو ان سے جنگ کرتے اگر ایسی ہی طاقت ہوتی تو خلافت کیوں چھنتی گردن میں رستی ڈال کر بیعت کے لئے کیوں بلائے جاتے اور حضرت ابو بکر کے ہاتھ پر بیعت کیوں کرتے مذک کیوں غضب ہوتا، جناب سیدہ کولاتوں سے مار کر ان کا حمل کیوں گرایا جاتا، غضب ام کلثوم جیسا شرمناک اور آبروریز واقعہ کیوں پیش آتا وغیرہ وغیرہ۔

جواب الجواب یہ ہے کہ جہاں شیعوں کی روایتوں میں یہ باتیں وارد ہوئی ہیں وہاں اس کے خلاف مضامین بھی ان کی روایتوں میں ہیں۔ اور چونکہ وہ روایتیں حضرت علی کی مشہور اور مسلمہ فریقین شجاعت کے مناسب ہیں اس لئے ان کی مغلوبیت اور بزدلی کی روایتوں پر عقلاً مستحق ترجیح ہیں۔

کتاب معتبرہ شیعوں میں بکثرت وہ روایتیں ہیں جن میں جناب امیر کی ذاتی شجاعت و بہالت اور جسمانی با فوق الفطرت طاقت و قوت اور ان کے یاروں اور مددگاروں کی کثرت و شوکت کا بیان ہے اس کے علاوہ ان کو جو معجزات ملے تھے ان کی کچھ حد و انتہا نہیں عرصے موسمی ان کے پاس انگلشٹری سیما ان کے پاس اور تمام انبیائے سابقین کے سارے معجزات ان کے پاس۔ ان مضامین کی روایات کو ہم کتاب حیات القلوب جن الباقین۔ کتاب الخراج۔ مجالس المؤمنین اصول کافی کے حوالے سے النجم کے مناظرہ حصہ دوم میں نقل کر چکے ہیں، اور انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب اس سلسلہ کے آئندہ رسائل میں مع شے زائد نقل کریں گے۔

ان روایات میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ خلفاء خصوصاً حضرت عمر جناب امیر سے بہت ڈرتے تھے، غزوہ احد کے بعد سے حضرت عمر کی یہ حالت ہو گئی تھی کہ جب جناب امیر کو دیکھتے تھے تو ایک غیر معمولی اضطراب ان کو ہو جاتا تھا، اور مارے خوف کے ایک مدہوشی کی حالت ان پر طاری ہو جاتی تھی۔ ان روایات میں یہ بیان بھی ہے کہ آئمہ کو اپنی موت کا وقت بھی معلوم ہوتا ہے، اور ان کی موت ان کے اختیار میں ہوتی ہے۔

پس جناب امیر علیؑ شجاع و بہادر بھی تھے، مددگاروں، فرمانبرداروں کی بھی کثرت تھی، جسمانی زور بھی غیر معمولی اندازہ پر خدانے دیا تھا، تمام انبیاء کے معجزات بھی ان کے پاس تھے، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اپنی موت کا وقت ان کو معلوم تھا جو ایک ساعت آگے پیچھے نہ ہو سکتا تھا اور اپنی موت بھی ان کے اختیار میں تھی، باوجود ان سب باتوں کے کون کہہ سکتا ہے کہ جناب امیر عاجز تھے مغلوب تھے اور تحریف قرآن کو اگر روکنا چاہتے تو روک نہ سکتے تھے یقیناً اگر وہ روکنا چاہتے تو تحریف قرآن ناممکن اور محال ہو جاتی۔ پس اب سوا اس کے کیا کہا جاسکتا ہے کہ جناب موصوف کا دل قرآن شریف کی عزت و محبت سے بالکل خالی تھا۔ نعوذ باللہ منہ۔



## پہلے الزام کا دوسرا جواب

یہ تجویز کیا گیا ہے کہ ایک وصیت نامہ منزل من اللہ تصنیف فرمایا گیا ہے اصول کافی ص ۵۲ میں ہے کہ جبریل اور میکائیل اور ملائکہ مقربین کی ایک جماعت وصیت نامہ لکھا ہوا مہر کیا ہوا خدا کے پاس سے لے کر آئے اور کہا کہ اے محمد سو اپنے وصی کے اور سب لوگوں کو اپنے پاس سے ہٹا دیجئے تاکہ وہ اس وصیت نامہ کو تم سے لے لیں اور آپ ہم کو اس کا گواہ بنائیے اور ضامن بنائیے چنانچہ ایسا ہی ہوا صرف علی باقی رہ گئے اور فاطمہ دروازہ اور پردہ کے درمیان میں غالباً پہرہ دینے کے لئے کھڑی ہو گئیں۔ اس اہتمام بلیغ کے ساتھ یہ وصیت نامہ حضرت علی کو دے کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے زبانی اقرار بھی ان سے لیا جس کے الفاظ صحت پر حسب ذیل ہیں۔

وَكَانَ فِيهَا اشْتَرَطَ عَلَيْهِ النَّبِيُّ  
بِأَمْرِ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ  
فِيمَا أَمَرَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ قَالَ  
لَهُ يَا عَلِيُّ تَبِعِي بِمَا فِيهَا مِنْ  
مَوَالِيَةٍ مَنْ وَالِيَ اللَّهُ وَمَنْ سُوِّلَهُ  
وَالْبِرَاءَةَ وَالْعِدَاوَةَ لِمَنْ عَادَى  
اللَّهُ وَمَنْ سُوِّلَهُ وَالْبِرَاءَةَ مِنْهُمْ  
عَلَى الصَّبْرِ مِنْكَ عَلَى كَظْمِ  
الْقَيْظِ عَلَى ذَهَابِ حَقِّكَ وَ  
عَضْبِ خُمُسِكَ وَإِنْ تَهَاكُ  
حُرْمَتِكَ فَقَالَ نَعَمْ يَا رَسُولَ  
اللَّهِ -

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم جبریل علیہ السلام حکم  
خدا یعنی وصیت نامہ کے متعلق جو کچھ فرمایا اس  
میں یہ مضمون بھی تھا کہ آپ نے فرمایا اے  
علی جو کچھ اس وصیت نامہ میں ہے اس پر  
عمل کرنا یعنی ان لوگوں سے دوستی کرنا جو  
اللہ اور اس کے رسول سے دوستی رکھتے ہوں۔  
اور بیزاری اور عداوت کرنا ان لوگوں سے  
جو اللہ اور اس کے رسول سے عداوت رکھتے  
ہوں ان لوگوں سے بیزاری اس طور پر کرنا  
کہ تمہاری طرف سے صبر کا ظہور ہو اور غصہ کو  
ضبط کرنا اپنی حق تلفی پر اور اپنے خمس کے حصہ  
جانے اور اپنی آبرو کے تلف ہونے پر  
جناب امیر نے فرمایا کہ ہاں یا رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم۔

امیر المؤمنین علیؑ السلام نے فرمایا کہ قسم اُس کی جس نے دانہ کو شکاف دے کر درخت نکالا، اور جس نے جان کو پیدا کیا، یہ نعمتیں میں نے جبریل علیہ السلام کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہتے سنا کہ اے محمد علیؑ کو بتلا دیجئے کہ ان کی آبروریزی کی جائے گی، اور ان کی آبرو اللہ کی عزت ہوگی، اور علیؑ کو یہ بھی بتلا دیجئے کہ ان کی داڑھی ان کے سر کے تازہ خون سے رنگین کی جائے گی۔

امیر المؤمنین علیؑ سلام فرماتے ہیں کہ حضرت قتیبہ نے جبریل امین علیہ السلام سے یہ لفظ سنے میں بیخ مار کر اپنے منہ کے بل گر پڑا اور میں نے کہا کہ اس میں نے قبول کیا، اور میں راضی ہو گیا، اگرچہ میری نزق کی جائے، اور اگرچہ طریقے دین کے موقوف کر دیئے جائیں، اور اگرچہ کتاب اللہ ٹکڑے ٹکڑے کر دی جائے اور کعبہ گرا دیا جائے، اور اگرچہ میری داڑھی میرے سر کے تازہ خون سے رنگین کر دی جائے میں صبر کروں گا، اور یہاں تک کہ آپ کے پاس پہنچ جاؤں۔

اس وصیت نامہ کے تصنیف کرنے سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے، کہ حضرت علیؑ باوجود شجاعت

فَقَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ  
السَّلَامَ وَالَّذِي فَلَقَ الْحَبَّةَ  
وَبَرَى النَّسَمَةَ لَقَدْ سَمِعْتُ  
جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ  
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ  
وَسَلَّمَ يَا مُحَمَّدُ عَرَفَ أَنَّ  
تَنْتَهَكَ الْحُرْمَةَ وَهِيَ حُرْمَةُ  
اللَّهِ وَحُرْمَةُ رَسُولِ اللَّهِ وَعَلَى أَنْ  
تَخْضَبَ لِحَيْتِكَ مِنْ رَأْسِ يَدَيْهِ عَيْبٌ.

قَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ  
فَضَعِفْتُ حِينَ فَهِمْتُ الْكَلِمَةَ  
مِنَ الْأَمِينِ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ  
حَتَّى سَقَطْتُ عَلَى وَجْهِی وَقُلْتُ  
نَعَمْ قَبِلْتُ وَرَضِيْتُ وَإِنْ  
انْتَهَكْتَ الْحُرْمَةَ وَعَطَلْتَ  
السُّنَنُ وَمَزَّقَ الْكِتَابَ وَهَدَمْتَ  
الْكَعْبَةَ وَخَضَبْتَ لِحَيْتِي مِنْ  
رَأْسِي يَدَايَ عَيْبٌ صَاحِبًا مُحْتَسِبًا  
أَبَدًا حَتَّى أَقْدَمَ عَلَيْكَ.

۱۵ علامہ خلیل قرظی صافی شرح کافی میں اس روایت کی شرح میں لکھتے ہیں کہ بے عزتی سے اشارہ غیب ام کلثوم کی طرف ہے ۱۲ معاذ اللہ منہ۔

دزر و قوت و اوصاف مذکورہ بالا کے اس وصیت کی وجہ سے لاچار تھے ان کو خدا کی طرف سے حکم تھا رسول وصیت فرمائے تھے، کہ چاہے دین کیسا ہی تباہ و برباد کر دیا جائے حتیٰ کہ قرآن اور کعبہ بھی دفعوز باشد ثم لغوذاً بشراً معدوم کر دیا جائے۔ تب بھی تم کچھ نہ بولنا لہذا حضرت ممدوح پر تحریف قرآن کے نہ روکنے کا ازام بالکل بیجا ہے۔

**جواب الجواب** یہ ہے کہ اولا صریح عقل کے خلاف ہے کہ خدا اور رسول کی طرف سے ایسی موصول وصیت کسی کو کی جائے، ہر قسم کے سامان و اسباب فراہم ہوں کوئی معذوری نہ ہو اور پھر حکم دیا جائے کہ دین کو برباد ہونے ہوئے دیکھو مگر کچھ نہ بولو، ثانیاً بالفرض یہ وصیت نامہ صحیح ہو تو حضرت علی پر نہ سہی خدا اور رسول پر ازام ایسا آئے گا کہ ایسا خلاف عدل و مخالف عقل حکم کیوں دیا، خصوصاً اس فرقت کے اصول پر جو خدا پر عدل کو واجب کہتا ہوا اور حسن و قبح عقلی کا قائل ہوتا تھا حضرت علی سے اس وصیت نامہ کے خلاف افعال کا صادر ہونا قطعی ثابت ہے کتب فریقین سے تاریخ کے واقعات قطعاً سے ثابت ہے کہ حضرت علی نے اصحاب جبل و اصحاب صفین کے مقابلہ میں صبر سے کام نہ لیا بڑی خوزریہ جنگ کی جس میں طرفین سے ہزاروں آدمی شہید ہوئے، پھر نہروان میں خوارج سے لڑے صبر نہ کیا حالانکہ وصیت میں یہ معاہدہ تھا کہ ہمیشہ صبر کروں گا، یہاں تک کہ آپ کے پاس پہنچ جاؤں یعنی اس دنیا سے انتقال ہو جائے، وصیت میں صبر کا حکم کسی خاص زمانہ کے لئے یا مخصوص اشخاص کے مقابلہ میں نہ تھا بلکہ ایک عام اور ابدی حکم تھا۔

حضرت علی کی یہ تین لڑائیاں تو فریقین کی کتابوں میں مذکور اور تمام دنیا میں مسلم و مشہور ہیں ان کے علاوہ کتب شیعہ میں خلفائے ثلاثہ سے بھی ذرا ذرا سی بات پر لڑ بیٹھنے کے واقعات بکثرت ملتے ہیں، ایک مرتبہ حضرت عمر کو ان کی خلافت کے زمانے میں دے مارا اور جان سے مار ڈالنے کا ارادہ کیا تھا، مگر پھر چھوڑ دیا، ایک مرتبہ حضرت سلمان کی طرف داری میں حضرت عمر کو دے مارا یہ دونوں واقعے علامہ باقر مجلسی کی کتاب حق الیقین میں ہیں، ایک مرتبہ حضرت عمر کی زبان پر اتفاقاً شیعوں کا تذکرہ آگیا تو حضرت علی نے اپنی کمان کو اڑا دیا کہ حضرت عمر کی طرف چھوڑ دیا۔ وہ اڑ دیا منہ پھیلا کر دوڑا قریب تھا کہ حضرت عمر کو ننگل جائے مگر پھران کی فریاد پر رحم آگیا۔ ایک مرتبہ حضرت ابو بکر کے زلمنے میں حضرت خالد نے بایمانے حضرت ابو بکر حضرت علی کے قتل کا ارادہ عین نماز کی حالت میں کیا



تو حضرت علی نے لوہے کا ایک ستون بائیس سے موڑ کر طوق کی طرح حضرت خالد کے گلے میں ڈال دیا ہر چند لوگوں نے چاہا کہ اس ستون کو خالد کے گلے سے نکالیں مگر نہ نکل سکا؛ نیز حضرت ابو بکر کو حضرت علی کی خوشامد کرنی پڑی، یہ دونوں واقعے علامہ راوندی کی کتاب الخراج میں ہیں۔

اس قسم کے واقعات بکثرت کتب شیعہ میں جن کو بہ نقل اصل عبارات ہم مناظرہ حصہ دوم میں کچھ چکے ہیں۔

المختصر حضرت علی کا اس وصیت نامہ کے خلاف عمل کرنا اظہر من الشمس ہے، یا غضب خلافت غضب مذکب غضب ام کلثوم، تحریف قرآن۔ ان چند واقعات میں البتہ اس وصیت نامہ پر عمل ہوا تو اس کا سبب حضرات شیعہ کو بتانا چاہیے، کہ وصیت نامہ کی بعض باتوں پر عمل کرنا اور بعض کی مخالفت کرنا وہ من بعض و منکفر ببعض کا مصداق ہے یا نہیں۔

شاید حضرات شیعہ اس کا سبب یہ بتائیں کہ جن امور میں وصیت نامہ کے خلاف عمل ہوا ان امور میں اللہ کو بدام ہو گیا تھا۔ بعد میں خدا نے اپنی رائے بدل دی تھی یا یہ کہ حضرت علی نے سہواً ایسا کیا جیسا کہ ایک مرتبہ سہواً نماز بغیر وضو کے پڑھا دی تھی۔ اور کم از کم یہ جواب تو حضرات شیعہ کے لئے آخری سپرے کہ آئمہ کی باتیں ہر شخص کی سمجھ میں نہیں آسکتیں یہ اسرار امامت ہیں ہم صرف ان باتوں کے مان لینے پر مامور ہیں نہ سمجھنے پر۔

## دوسرے الزام کا جواب ہے

حضرات شیعہ دوسرے الزام کا یعنی اس بات کا کہ حضرت علی نے اپنے عہد خلافت میں اصلی قرآن کیوں نہ شائع کیا اور محرف قرآن کے معدوم کرنے کی کیوں نہ کوشش کی یہ جواب دیتے ہیں کہ

۱۔ کتاب استبصار مطبوعہ مکتبہ جلال اول صفحہ ۱۱۷ میں ہے: مَنْ أَمَى عَبْدَ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ صَلَّى عَلَيَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِالنَّاسِ عَلَى غَيْرِ طَهْرٍ وَكَانَتْ الظُّهْرُ فَخَرَجَ مُنَادِيَهُ إِنَّ أَمِيرًا مُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ صَلَّى عَلَيَّ عَلَى غَيْرِ طَهْرٍ فَأَعِيدُوا وَوَلِيَّيْتِغُ الشَّاهِدُ الْغَائِبِ أَم جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے بغیر طہارت لوگوں کو نماز پڑھا دی اور وہ ظہر کی نماز تھی پھر ان کا منادی اعلان دیتا ہوا نکلا کہ امیر المؤمنین علیہ السلام نے بغیر طہارت نماز پڑھا دی تھی لہذا تم لوگ نماز کا عارہ کرو اور حاضرین کو چاہئے کہ غائبین کو یہ خبر پہنچادیں ۱۲۔

حضرت علی کو خلافت برائے نام ملی تھی وہ اپنی خلافت کے زلزلے میں بھی عاجز و مغلوب اور معذور و مقبور رہے۔ اپنی خلافت میں بھی وہ تفتیح کرتے رہے تفتیح میں تینوں خلیفہ کی بڑی بلند تعریفیں ان کے خلیفہ برحق ہونے کے دلائل اور انہیں کے موافق عقائد و اعمال کے مسائل بیان فرماتے رہے اور سبب اس کا یہ تھا کہ جناب امیر کے شکر میں جس قدر سپاہی اور افسر تھے وہ سب کے سب اور اس زلزلے کے تمام مسلمان تینوں خلیفہ خصوصاً شیخین کی افضلیت کے اس درجہ معتقد تھے کہ اگر جناب امیر ان کے خلافت ایک حرف بھی زبان سے نکالتے تو وہ جناب امیر کو قتل کر دیتے وہ جناب امیر کے لئے انتہائی معراج یہ سمجھتے تھے کہ ان تینوں خلیفہوں کی پیروی کریں، ان کے نقش قدم پر چلیں۔

پس ایسی حالت میں جناب امیر اپنے زمانہ خلافت میں اصلی قرآن کی اشاعت میں کیا کوشش کر سکتے تھے،

جناب امیر کی معذوری اپنے عہد خلافت میں ایک ایسی خلافت عقل بات ہے کہ اگر کتب معتبرہ شیعہ میں خود جناب امیر کی زبان مبارک سے منقول نہ ہوتی اور اکابر علمائے شیعہ نے اس کی تصریح نہ کی ہوتی تو شاید آج کوئی شیعہ اس کو نہ مانتا۔

اس وقت ہم صرف شیعوں کے شہید ثالث قاضی نور اللہ شوستری کی ایک عبارت اور کتاب کافی کی ایک روایت پر بعض اختصار اکتفا کرتے ہیں۔

قاضی صاحب اپنی کتاب احقاق الحق میں بجواب اس اعتراض کے کہ منوعہ اگر حلال تھا تو حضرت علی نے اپنے زمانہ خلافت میں اس کی علت کا اعلان کیوں نہ کیا رکھتے ہیں۔

ومنها ان ما ذكره من انه لو كان  
الامر على ما يذكره الشيعة من  
ان تحريم المتعة كان من قبل  
عمر فلم يجله امير المؤمنين  
في ايام خلافة الخ مد فوج  
بان امير المؤمنين لهما رأى اعتقاد  
الجمهور حسن السيرة الشيخين  
اور منجملہ اس کے فاضل ابن روز بہان نے جو  
اعتراض کیا ہے کہ اگر شیعوں کا یہ کہنا صحیح ہے کہ  
متعہ کی حرمت حضرت عمر کی طرف سے ہوئی  
تو اس کو امیر المؤمنین نے اپنی خلافت کے زمانہ  
میں کیوں نہ حلال کر دیا یہ اعتراض اس طرح  
دفع کیا جائیگا۔ کہ امیر المؤمنین نے چونکہ جمہور  
کا یہ اعتقاد دیکھا کہ وہ شیخین کی روش کو عمدہ

سمجھتے ہیں اور یہ کہ وہ دونوں حتیٰ پر تھے اس لئے آنجناب ایسی بات نہ کہہ سکتے تھے، جو شیخین کی امامت کے صحیح نہ ہونے پر دلالت کرے، کیونکہ اس صورت میں ان کو شیخین کے جاہل اور مفسد ہونے کی شہادت دینا پڑتی اور یہ کہ وہ دونوں مرتبہ خلافت کے مستحق نہ تھے اور جناب امیر شیخین کے احکام کے توڑ دینے اور ان کے عقول کو بدل دینے اور ان کے خلاف کرنے پر ایسی جماعت کے سامنے کیوں کر قادر ہو سکتے تھے جس کا یہ خیال تھا کہ شیخین تمام ان باتوں میں جن کو انہوں نے کیا اور جن کو نہیں کیا حق پر تھے، اور یہ کہ جناب امیر کی امامت شیخین کی امامت پر مبنی ہے اگر شیخین کی امامت صحیح نہیں تو جناب امیر کی امامت بھی صحیح نہیں اس بات کی دلیل آگے بیان ہوگی کہ جناب امیر علیہ السلام نے ایک مرتبہ، ان کو نماز تراویح سے جس کو عمر نے ایجاد کیا تھا منع فرمایا، ان لوگوں نے نہ مانا اور چلا چلا کر کہنے لگے ہائے عمر ہائے عمر یہاں تک کہ جناب امیر نے ان کو ان کی حالت پر چھوڑ دیا، حاصل یہ کہ جناب امیر کو برائے نام خلافت ملی تھی نہ درحقیقت اور زمانہ خلافت میں بھی آپ کی مخالفت کی

وانھما کانا علی الحق لم یتمکن من الاقدام علی ما یدل علی فساد ما متھما لہما فی ذلک من الشہادۃ بالجہل والفساد منھما وانھما لم یكونا مستحقین لہما مہما و کیف یتمکن من نقض احکامہما وتغیر سمتھما واظهار خلافتھما علی الجماعۃ الذین ظنوا انھما کانا مصیبین فی جمیع ما فعلوا وترکوا دان امامتہ مبنیۃ علی امامتھما فان فسدت فسدت امامتہ یدل علی ہذا ما سیاتی من انہ علیہ السلام نہما ہم عن صلوة التراويح الذی ابدعہا عمر فامتنعوا ورافعوا اصواتھم قائلین واعمر اہ واعمر اہ حتی ترکھم فی خوضھم یلعیون والحاصل ان امر الخلفۃ ما وصل الیہ الا بالاسم دون المعنی وكان معارضًا مناسرًا عا



جاتی تھی آپ سے نزاع کیا جاتا تھا، آپ سے بغض رکھا جاتا تھا پس وہ اپنی خلافت کے زمانہ میں بھی اگلوں کی مخالفت کر کے کیوں کر بے خوف رہ سکتے تھے۔ حالانکہ جن لوگوں نے آپ سے بیعت کی تھی، وہ سب آپ کے دشمنوں کے گروہ سے تھے اور آپ کے دشمنوں کو سمجھتے تھے، کہ نہایت عمدہ اور افضل حالت میں تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ ان کے بعد والوں کی انتہائی معراج یہ ہے کہ ان کے نشان قدم پر چلیں، اور ان کے طریقوں کی پیروی کریں۔

روضہ کافی ص ۱۹ میں خود حضرت علی مرتضیٰ کی زبان سے منقول ہے کہ انہوں نے ایک مرتبہ اپنے مخصوص لوگوں سے فرمایا۔

ہر تحقیق مجھ سے پہلے خلفاء نے کچھ ایسے کام کئے ہیں جن میں انہوں نے عدا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی ہے ان کے حکم کو توڑا ہے ان کی سنت کو بدلا ہے اور اگر میں لوگوں کو ان کاموں کے چھوڑنے کی ترغیب دوں، اور ان چیزوں کو اصلی حالت میں کر دوں جس حالت میں کہ وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھیں۔ تو میرا شکر مجھ سے جدا ہو جائے یعنی خلافت جاتی رہے۔

مَبْعَثًا فِي أَيَّامِ وِلَايَةِ وَكَيْفِ  
يَأْمَنُ فِي وِلَايَةِ الْخِلَافِ عَلِي  
الْمُتَقَدِّمِينَ عَلَيْهِ وَكُلِّ مَنْ بَايَعَهُ  
وَجِهْهُورَهُمْ شَيْعَةَ اَعْدَائِهِ  
وَمَنْ يَرَىٰ اَنْهُمْ مَضُوا عَلٰى اَعْدَالِ  
الْاُمُورِ وَافْضَلَهَا وَانْ غَايَتَا  
اَمْرٍ مِنْ بَعْدِ هَرَمٍ اَنْ يَتَّبِعَ اَثَرَهُمْ  
وَيَقْتَفِيَ طَرِيقَهُمْ۔

قَدْ عَمِلْتَ الْوَلَاةَ مِنْ قَبْلِي  
اَعْمَالًا خَالَفُوا فِيهَا رَسُولَ اللّٰهِ  
مُتَعَدِّينَ لِخِلَافِهَا نَا قِضِيْنَ  
لِعَهْدِهِ مُخْتَارِيْنَ لِسُنَّتِهِ وَلَوْ  
حَمَلْتُ النَّاسَ عَلٰى تَرْكِهَا وَحَوْلَتَهَا  
اِلٰى مَوَاضِعِهَا وَ اِلٰى مَا كَانَتْ  
فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَتَفَرَّقَ عَنِّي  
جُنْدِيْ۔

اس کے بعد خطاب میر نے کچھ مثالیں خلفائے سابقین کے ظلم کی بیان کی ہیں جن میں غضب  
فک اور تحریف قرآن کا بھی ذکر ہے۔

جواب الجواب یہ ہے کہ حضرت علی کی معذوری اور ان کے تقیہ کی یہ حالت ان کی خلافت  
کے زمانہ میں بھی تھی تو اب ان کو اللہ الغالب کہنا ظلم ہے، علاوہ اس کے ان کے ایمان  
و اسلام کا ثبوت بھی ایسی حالت میں ناممکن اور محال ہے۔

بہر حال حضرت علی کا دامن کبھی اس وجہ سے پاک نہیں ہو سکتا یقیناً تحریف قرآن کے  
معاملہ میں سب سے زیادہ سنگین الزام انہیں پر عائد ہوتا ہے۔

قرآن موجود پر ایمان نہ ہونے کی پانچ خرابیاں نہایت اختصار کے ساتھ بیان ہو چکیں  
شیعوں کی حالت پر بعض اوقات بہت رحم آتا ہے بیچاروں کی جان عجیب ضیق میں ہے اگر قرآن  
کو مانتے ہیں تو مشکل سا مذہب جاتا ہے قرآن یک دم سارا گمروندہ مٹائے دیتا ہے، اور  
قرآن کو نہیں مانتے تو یہ مشکلات خدا ان کی حالت پر رحم فرمائے اور اس کش مکش سے ان  
کو نجات دے۔

هَذَا آخِرُ الْكَلَامِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

وَمَنْ لَمْ يَجْعِدِ اللَّهَ لَكُمْ نُورًا فَاعْمَلُوا مِنْ نُورٍ مَا

لِلْحَمْدِ لِلَّهِ تَعَالَى

مذہب شیعہ کے دو منتخب مسائل کے سلسلہ کا پہلا رسالہ ہدایت مقالہ

موسوم بہ

الْأَوَّلُ مِنَ الْبَيِّنَاتِ

عَلَى

الْمُنْحَرِفِّ عَنِ الثَّقَلَيْنِ

نمبر چہارم ملقب بہ

# أَجْوِبَةُ الْمُنْحَرِفِّينَ فِي تَرْكِ الْكُتُبِ الْمُبِينِ

جس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ شیعوں نے ان دلائل کا کیا جواب دیا ہے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کا ایمان قرآن شریف پر نہیں اور نہ ہو سکتا ہے۔ ان جوابات کے دیکھنے سے پورا اطمینان ہو جاتا کہ بیشک قرآن کریم سے انکا کوئی تعلق نہیں ہے۔



الحمد لله الذي ادرت كتابه الخيام من عبادة وجعلهم منصرفين  
غالبين على اعدائه والصلوة والسلام على من اختم باصطفائه سيدنا  
محمد وعلى آله واصحابه

اما بعد مذہب شیعہ کے انتخاب کئے ہوئے دو سو مسائل میں سب سے پہلا مسئلہ ایمان بالقرآن کا تھا - ..... جس کے متعلق تین نمبر شائع ہو چکے اگرچہ اس مسئلہ کے مختلف سپورڈز پر بحث کرنے کیلئے بہت سے نمبروں کی ضرورت تھی، مگر بغرض اختصار میں نے اس مسئلہ کو صرف چار نمبروں پر ختم کرنا چاہا ہے واللہ الموفق والمعین -

پہلے نمبر میں یہ بیان تھا کہ شیعوں کا ایمان قرآن شریف پر نہیں ہے اور نہ ہو سکتا ہے اور دوسرے نمبر میں یہ بیان ہے کہ قرآن شریف کو ترک کر کے اپنے مذہب کے لئے کیا کیا چیزیں شیعوں نے اختیار کی ہیں، تیسرے نمبر میں یہ بیان ہے کہ قرآن شریف پر ایمان نہ ہونے میں از روئے مذہب شیعہ کیا کیا فرجائیاں لازم آتی ہیں -

اب یہ چوتھا نمبر ہے اس میں بیان کیا جائے گا کہ نمبر اول میں جو دلائل شیعوں کا ایمان قرآن مجید پر نہ ہونے اور نہ ہو سکنے کے بیان ہوئے ہیں علمائے شیعہ ان کا کیا جواب دیتے ہیں - واضح ہو کہ نمبر اول میں تین وجوہ شیعوں کے ایمان نہ ہو سکنے کے بیان کئے گئے ہیں، ان میں سے پہلی اور دوسری وجہ کو روایات تخریف سے کوئی تعلق نہیں، اگر کتب شیعہ میں ایک روایت بھی تخریف قرآن کی نہ ہوتی تب بھی ان وجہوں کی رو سے شیعوں کا ایمان قرآن شریف پر ناممکن تھا - ان تینوں وجوہ نے مسئلہ کو اس قدر صاف کر دیا ہے کہ کم کوئی مسئلہ اس سے زیادہ روشنی میں لایا جا سکتا ہے

چاہئے تو یہ تھا کہ علمائے شیعہ صاف صاف اقرار کر لیتے کہ ان کا ایمان قرآن شریف پر نہیں ہے مگر قرآن شریف کا رعب و دبدبہ یہ ہے کہ اس اقرار کی آج تک کسی شیعہ کو جرأت نہیں ہوئی بلکہ قرآن شریف پر ایمان رکھنے کا دعویٰ بڑی بلند آہنگی سے کرتے ہیں غالباً اس کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ اگر صاف صاف اقرار کر لیں تو پھر کوئی غیر محقق بھی ان کو مسلمانوں میں شمار نہ کرے اور مسلمانوں کے فریب دینے کا موقع ان کو نہ ملے۔

اب دیکھئے کہ ان تین وجوہ کا کیا جواب دیتے ہیں۔ پہلی اور دوسری وجہ کا کوئی معقول اور نامتنازع جواب کسی شیعہ عالم نے آج تک نہیں دیا۔ امر دہرہ کے مناظرہ میں بھی مولوی سبط حسن صاحب نے کوئی جواب ان دونوں وجوہوں کا نہیں دیا۔

بلکہ عام طور پر شیعوں نے یہ مشہور کر رکھا ہے، یہ بات کہ شیعوں کا ایمان قرآن شریف پر نہیں ہو سکتا محض روایات تحریف قرآن کی بنیاد پر ہے۔

باقی رہی تیسری وجہ جو بحث تحریف سے نعلق رکھتی ہے، اس کا جواب البتہ شیعوں کی طرف سے دیا گیا ہے، تقریباً ایک صدی سے بڑے بڑے مجتہدین شیعہ اس کے جواب دینے میں اپنی قابلیت فریج کر رہے ہیں، رنگ برنگ کے متعدد جوابات اب تک دینے جا چکے ہیں، جو علاوہ اس کے کہ آپس میں متخالف اور متضاد ہیں علم و ذہانت سے بھی کوسوں دور ہیں۔ بطور نمونہ کے ہم چند جوابات درج ذیل کرتے ہیں۔

## پہلا جواب

جو علامہ شریف مرتضیٰ نے دیا ہے، اور تفہیم مجمع البیان کے فن خامس میں اور تفسیر صافی کے باب چہم میں مذکور ہے، یہ کہ شیعہ تحریف قرآن کے تائل نہیں ہیں شیعوں میں صرف چند محدثین اس کے تائل ہو گئے ہیں کچھ ضعیف روایتیں تحریف قرآن کے متعلق کتب شیعہ میں ہیں جن کو محدثین نے صحیح سمجھ کر دھوکا کھایا ہے۔ اور یہ روایات بھی صرف قرآن میں کمی کے متعلق ہیں۔ قرآن میں زیادتی کی تو کوئی روایت بھی نہیں اور وہ بالا جماع باطل ہیں۔

جواب الجواب۔ الحمد للہ یہ لوگ روایت تحریف کے وجود کا اقرار کر رہے ہیں۔ اب رہا یہ کہ ان

روایات کو ضعیف کہتے ہیں تو دو باتیں ان پر لازم تھیں۔ اول یہ کہ ان کے ضعیف ہونے کی وجہ بیان کرتے یعنی کوئی راوی ان کا مخرج ہے تو اس کو ظاہر کرتے۔ بغیر وجہ ضعف بیان کئے ہوئے اگر روایت کو ضعیف کہہ دینا درست ہو تو جس کا جی چاہے جس روایت کو ضعیف کہہ دیا کرے، سارا فن حدیث بے کار دوہم یہ کہ ان روایات کے مقابلہ میں کوئی عدم تحریف کی اپنے آئمہ معصومین سے نقل کر کے پیش کرتے مگر یہ دونوں کام ان لوگوں نے نہیں کئے نہ کر سکتے ہیں۔

اور شریف مرتضیٰ کا یہ کہنا کہ قرآن میں زیادتی کی کوئی روایت نہیں ہے، اور وہ بالا جماع ملاحظہ ہے، ایک ایسی بات ہے کہ وہ شیعوں کے سوا کسی کی زبان سے نہیں نکل سکتی نہ اور کسی کو اس قدر اذکار بدہیات کی جرأت ہو سکتی ہے نمبر اول میں بحوالہ کتاب احتجاج طبرسی حضرت علی مرتضیٰ سے حسب ذیل اقوال منقول ہو چکے ہیں۔

والذین بدوا فی اللقب من الانبياء	قرآن میں جو برائی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے
علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	یہ ملحدوں کی افزا کی ہوئی یعنی جاسعین کی
من فریة الملحدین۔	بڑھائی ہوئی ہے۔
انہم اثبتوا فی الكتاب ما لم یقلہ اللہ	منافقوں نے قرآن میں وہ باتیں درج کر دیں جو
لیلبسوا علی الخلیفة۔	اللہ نے نہ فرمائیں تھیں تاکہ مخلوق کو فریب دیں۔
زادوا فیہ ما ظہر تناکرة	انہوں نے قرآن میں وہ عبارتیں بڑھادیں جن کا خلاف
وتناخرا۔	فضاحت و قابل نفرت ہونا ظاہر ہے۔

اور بحوالہ تفسیر عیاشی امام باقر علیہ السلام سے منقول ہو چکا کہ۔

لو کلا انہ زید فی القمان و	اگر قرآن میں کسی بیشی نہ کی گئی موتی تو ہمارا حق کسی
نقص ما خفی حقنا علی ذی حجی۔	عقلند پر پوشیدہ نہ رہتا۔

باجہود ایسی صاف روایات کے قرآن میں بیشی کا انکار کرنا اور بیشی نہ ہونے پر اجماع بتلانا سوا شیعوں کے اور کس سے ہو سکتا ہے۔

پھر ایک بات یہ بن قابل سمجھنے کے ہے کہ شیعہ اجماع کے منکر میں لہذا اجماع کا حوالہ یہ معنی اور اگر اجماع کے قابل نہیں ہیں تو اس صورت میں کہ قول معصوم اس کے خلاف نہ ہو جائیگا



یہاں معصوم کا قول خلاف میں موجود ہے۔

## دوسرا جواب

جس کو سب سے آخری جواب کہنا چاہیے وہ جناب اجتہاد مآب عاثری صاحب مجتہد پنجاب کا ہے وہ اپنے رسالہ موغظ تحریف قرآن میں لکھتے ہیں کہ کتب شیعہ میں کوئی روایت تحریف قرآن کی نہیں ہے۔  
**جواب الجواب** نہایت کافی و شافی ہم تمبلیہ الحارثین میں لکھ چکے، اور کتب شیعہ سے روایات تحریف قرآن اور ان کے توازی کی تصریح دکھا چکے ہیں۔ پھر آج تک کہ کسی سال ہونے عاثری صاحب خاموش ہیں۔

## تیسرا جواب

جو مولوی حامد حسین صاحب نے استقصاء الفہام میں دیا ہے اور ان کی تقلید کر کے ایڈیٹر اصلاح نے مبی الثمس میں اس کو حرز جان بنایا ہے، حاصل جواب کا یہ ہے کہ کتب شیعہ میں روایات تحریف کے وجود کا بھی انکار نہ کیا جائے، ان کی سمت میں بھی کلام نہ کیا جائے، بلکہ ان روایات کی تاویل کی جائے۔

مولوی حامد حسین صاحب فرماتے ہیں کہ شیعوں کی روایتیں بھی نسخ تلامذت اور اختلاف قرآنہ پر محمول ہو سکتی ہیں، استقصاء الفہام مجلد اول ص ۱۲۱ میں لکھتے ہیں ”پس چرا بروایات اہل حق زمان طعن دراز میکند آیا جائز نیست کہ آنچه اینها از نقصان و تبدل آیات فرقانیہ روایت میکنند آں ہم محمول بر اختلاف قرأت باشد خیا نچہ این احتمال را خود اہل حق ذکر می سازند“

**جواب الجواب** ان تمام تاویلات کا رد بالجزم کی سببہ جلدوں میں بحمد اللہ ایسا مفصل اور مدلل موجود ہے کہ چوں و چرا کی گنجائش باقی نہیں رہی نمونہ کے طور پر چند تاویلات صحیح جواب و راج ذیل کی جاتی ہیں۔

۱۱، مولوی حامد حسین صاحب کا یہ کہنا کہ روایات شیعہ اختلاف قرأت بال نسخ تلامذت وغیرہ پر محمول ہو سکتی ہیں، بچند وجوہ مردود ہے۔ اول یہ کہ روایات شیعہ میں صاف تصریح موجود ہے کہ قرآن

میں تخریف ہوئی کمی بیشی کی گئی جس سے مقسود کلام خراب ہو گیا اور قرآن میں بے دینی کی باتیں دسج ہو گئیں حتیٰ کہ اس قرآن سے کفر کے ستون قائم ہوتے ہیں پھر بھلا ان تصریحات کے بعد تاویل کی گنجائش کیوں کر ہو سکتی ہے۔ دوام یہ کہ خود مولوی حامد حسین اس امر کا اقرار کر چکے ہیں کہ روایات شیعہ تخریف قرآن کے بارہ میں نفس صریح ہیں، چنانچہ استقصار الانہام مجلد اول ص ۱۸ میں لکھتے ہیں: اگر بیچارہ شیعیہ بمقتضائے احادیث کثیرہ اہل بیت طاہرین مصرعہ بوقوع نقصان در قرآن حروف تخریف و نقصان بر زبان آرد ہفت سہام طعن و علامہ مور و استہزاد تشنیع گروہ

نیز ص ۶۷ پر لکھتے ہیں: "اگر اہل حق از حافظان اسرار الہی و حاملان آثار جناب رسالت پناہی کہ ہدایۃ اسلام و ائمہ انام اندروایت کنند احادیثی را کہ دال است بر آنکہ در قرآن بشریف مبطلین دال ضلال تخریف نمودند تصعیفش بعمل آوردند پس باوجود اس اقرار کے ان روایات کو محتمل تاویل کہنا مولوی حامد حسین صاحب ہی کا کام ہے۔ سووم اختلاف قرأت کا نام لینا مذہب شیعہ سے بے خبری کی دلیل ہے، اہل سنت کے یہاں تو بیشک قرآن شریف مختلف قرأتوں پر نازل ہوا ہے، مگر مذہب شیعہ میں تو صرف ایک قرأت ہے متعدد قرأتوں پر نزول قرآن کا ائمہ نے انکار کیا ہے، کافی باب فضل القرآن ص ۶ میں ہے۔"

قلت لابی عبد اللہ علیہ السلام  
ان الناس یقولون ان القرآن  
نزل علی سبعة احرف فقال کذبوا  
اعداء اللہ ولکنہ نزل علی حرف  
واحد من عند الواحد۔  
راوی کہتا ہے میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام  
سے کہا کہ لوگ بیان کرتے ہیں کہ قرآن سات  
قرأتوں پر نازل ہوا تو امام نے فرمایا کہ دشمنان  
خدا جھوٹے ہیں بلکہ قرآن ایک ہی قرأت  
پر نازل ہوا ہے اور ایک کے پاس سے آیا ہے۔

(۲) ایڈیٹر اصلاح اپنی بعض روایات کی تاویل میں کہتے ہیں کہ یہ تفسیر آیت کی ہے، مثلاً اصول  
کافی کی یہ روایت عن ابی جعفر قال نزل جبریل بہذہ الآیۃ علی محمد صلی اللہ  
علیہ وآلہ ہکذا ان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فی علی فاتوا بسورۃ من مثله۔  
ایڈیٹر اصلاح کہتے ہیں کہ امام باقر علیہ السلام نے جو فرمایا کہ یہ آیت اس طرح نازل ہوئی تھی اس کا مطلب  
یہ ہے کہ آیت کی تفسیر اس طرح ہونی چاہیے۔

یہ تاویل بھی بہ چند وجوہ مردود ہے۔ اولیٰ یہ کہ تفسیر کرنے کا یہ ڈھنگ و طریقہ کسی کا نہیں ہے کہ آیت یوں نازل ہوئی تھی، صاف الفاظ بتا رہے ہیں کہ یہ تفسیر نہیں بلکہ آیت میں دراصل یہ لفظ موجود تھا نکل گیا دوم خود مصنف کافی نے اس روایت کو تحریف پر محمول کیا ہے چنانچہ سوال باب ہا جسکو ظاہر کر رہا ہے۔ سوم تمام محدثین شیعہ نے ان روایات کو تحریف پر محمول کیا چنانچہ ان کی عبارت میں نمبر اول میں نقل ہو چکیں چہارم یہ تاویل ان روایات میں تو کسی طرح بھی نہیں چل سکتی جن میں صاف تصریح ہے، کہ جاسعین قرآن قرآن نے فلاں مقام سے ایک تہائی قرآن سے زیادہ نکال ڈالا اس لئے مطلب آیت کا ضبط ہو گیا جیسا کہ احتجاج طبرسی کی روایت میں ہے۔

(۱۲) ایڈیٹر اصلاح قرآن میں کمی اور بیشی کی تاویل یہ کرتے ہیں کہ ایک مقام سے آیتیں نکال کر دوسرے مقام میں لگا دی گئیں، جہاں سے نکالی گئیں وہاں کمی ہو گئی جہاں لگائی گئیں بیشی ہو گئی۔ اس تاویل کو اگر ہم مان لیں اور محدثین شیعہ کی تصریحات سے بھی قطع نظر کریں تو بھی قرآن کا حرفت اور ناقابل اعتبار ہونا ثابت ہو گیا کیونکہ جہاں سے آیت نکالی گئی وہاں کا مطلب بھی خلاف مراد الہی ہو گیا جہاں لگائی گئی وہاں کا مطلب بھی بدل گیا، دونوں مقام کی عبارت ضبط بے ربط ہو گئی، اور دونوں مقام ناقابل اعتبار ہو گئے۔ دوسری بات سب سے بڑی یہ ہے کہ روایات شیعہ میں یہ تصریح بھی ہے کہ جو بات خدا نے نہ فرمائی تھی وہ بات لوگوں نے قرآن میں درج کر دی جیسا کہ ابھی ہم بحوالہ احتجاج نقل کر چکی ہیں۔

المختصر تاویل کا دروازہ بالکل بند ہے، اسی لئے مولوی ولد ارعلی صاحب صاف لکھ چکے ہیں کہ ان روایات کے مان لینے کے بعد تحریف قرآن کا انکار ہو نہیں سکتا۔

## چوتھا جواب

دراصل حضرات شیعہ کو جو کچھ ناز ہے وہ اسی چوتھے جواب پر ہے اسی کو وہ اپنے لئے حسن حسین جانتے ہیں باقی جوابوں کو تو وہ خود سمجھتے ہیں کہ دفع الوقتی کے سوا کچھ نہیں۔ وہ چوتھا جواب یہ ہے کہ سنیوں کی کتابوں میں بھی تو تحریف قرآن کی روایتیں موجود ہیں، مولوی ولد ارعلی نے صوامم میں مرزا محمد کشمیری نے نثر بہر میں مولوی حامد حسین نے استفصاء الانعام میں بڑا



زور اس پر دیا ہے اور بڑی دماغ سوزی کر کے اہل سنت کی کتابوں سے روایتیں نقل کی ہیں  
انجم کے مناظرہ حصہ اول میں اور تنبیہ الحائرین میں اس پر کافی بحث چمکی ہے مگر یہاں بھی مختصراً بطور  
اصول کلی کے کچھ ہم ذکر کرتے ہیں۔

**جواب الجواب** چند امور اس مقام میں قابل غور ہیں۔

اول بالفرض شیعوں کا یہ کہنا کہ اہل سنت کے یہاں بھی تحریف قرآن کی روایات ہیں صحیح بھی  
ہو تو ایک الزامی جواب ہو گا، جو اہل سنت کے مقابلہ میں کام دے گا، لیکن دراصل مذہب شیعہ کی صفائی  
اس سے کچھ بھی نہ ہوگی، فرض کرو اگر کوئی آریہ یا عیسائی شیعوں پر تحریف قرآن کی بابت اعتراض  
کرے تو شیعہ اس کو کیا جواب دیں گے، کیا اس کے سامنے بھی یہی کہہ دیں گے، کہ تمہا ہم ہی تحریف  
قرآن کے قائل نہیں بلکہ سنیوں کی کتابوں میں بھی اس کی روایت موجود ہے، دوم یہ الزامی جواب  
اہل سنت کے مقابلہ میں بھی کام نہیں دے سکتا۔ کیونکہ اہل سنت نے جو روایات تحریف قرآن کی کتب  
شیعہ سے نقل کیں، اول تو ان میں صاف صاف تصریح تحریف کی ہے، پھر اس کے ساتھ تین اقرار  
علمائے شیعہ کے نقل کئے ہیں۔ **۱۔** اَضْرَأُ مَا أَذَلُّ اس امر کا کہ روایات تحریف متواتر ہیں، **۲۔** اَزْدَادُ  
بَنَارٍ ہیں مسئلہ امامت کی روایات سے کسی طرح کم نہیں ہیں۔ **۳۔** اَضْرَأُ مَا يَدْعُوْمُ اس امر کا کہ یہ روایات  
تحریف قرآن پر صراحۃً دلالت کرتی ہیں۔ **۴۔** اَضْرَأُ مَا يَسْمَعُ اس امر کا کہ انہیں روایات کے مطابق اکابر  
علمائے شیعہ اصحاب ائمہ سرفرائے امام غائب تحریف قرآن سے مستعد بھی ہیں۔

اس کے ساتھ ساتھ امور ذیل بھی قابل لحاظ ہیں۔ **۱۔** اَزْدَادُ بَنَارٍ روایات تحریف قرآن کے  
مقابلہ میں آئمہ معصومین سے عدم تحریف کی ایک روایت بھی منقول نہیں ہے، وقوع تحریف حسب  
اصول شیعہ عقل کے مطابق ہے کیونکہ جن لوگوں کے ہاتھوں سے قرآن جمع ہوا ان کو شیعہ بے دین  
اور دشمن دین جانتے ہیں اور عدم تحریف بالکل عقل کے خلاف ہے، **۲۔** شیعوں میں گنتی کے چار  
آدمی ہیں جو منکر تحریف ہیں وہ قائمین تحریف کو کافر نہیں کہتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ  
قرآن پر ایمان رکھنا ان کے نزدیک ضروری نہیں ہے، قرآن کو محرف کہہ مینے سے ایمان میں  
کچھ خلل نہیں آتا۔

پس علمائے شیعہ کو اگر دلیل الزامی پیش کرنے کی ہوس بھتی تو ان کو چاہئے تھا کہ انہیں سب

شرائط کے ساتھ کتب اہل سنت سے روایات تحریف نقل کرتے یعنی ایسی روایات نقل کرتے جن میں صاف تصریح کی جوتی، اور علمائے اہل سنت کا اقرار پیش کرتے کہ یہ روایات متواتر ہیں اور یہ کہ یہ روایات تحریف پر صراحت دلالت کرتی ہیں اور یہ کہ انہیں روایات کے مطابق اہل سنت تحریف کے معتقد ہیں۔ لیکن علمائے شیعہ نے ایسا نہیں کیا نہ کر سکتے ہیں۔ اب بھی میں اعلان دیتا ہوں کہ ان شرائط کے ساتھ ایک روایت تحریف کی کتابوں میں دکھادی جائے۔ میں کھلے الفاظ میں اعلان دے دوں گا، کہ سنیوں کا ایمان بھی قرآن شریف پر نہیں ہو سکتا۔

**حقیقت** یہ ہے کہ اہل سنت کی کتابوں میں کوئی ضعیف روایت بھی تحریف قرآن کی موجود نہیں ہے، اور یہی وجہ ہے کہ سلف سے آج تک کوئی سنی کبھی تحریف قرآن کا قائل نہیں ہوا اور بلا اختلاف رب کے سب عقیدہ تحریف کو قطعاً کفر سمجھتے ہیں۔

اہل سنت کی جن روایات کو مولوی دلداری صاحب اور مولوی مامد حسین وغیرہ تحریف کی روایات کہتے ہیں ان کے متعلق حسب ذیل امور قابل یاد رکھنے کے ہیں :-

اول ان روایات میں صاف صاف یہ مضمون نہیں ہے کہ قرآن شریف میں تحریف ہو گئی یا کسی نے کسی بیشی کر دی یا اپنی طرف سے کوئی لفظ یا حرف بدل دیا، جیسا کہ روایات شیعہ میں یہ مضامین صاف صاف مذکور ہیں۔

دوم ان روایات میں زیادہ سے زیادہ یہ مضمون ہے کہ فلاں سورہ میں اتنی آیتیں تھیں یا فلاں آیت نازل ہوئی تھی بعض روایات میں اس کے ساتھ یہ تصریح بھی موجود ہے کہ منسوخ ہو گئی بعض میں یہ تصریح نہیں ہے

سوم اہل سنت کے تمام علماء و محدثین نے ان روایات کو نسخ تلامدوت پر محمول کیا ہے کسی ایک نے بھی تحریف کا مضمون ان روایات سے نہیں سمجھا چنانچہ تفسیر القان، تفسیر کبیر، معالم التنزیل، وغیرہ میں جہاں یہ روایات مذکور ہیں نسخ کی تصریح بھی موجود ہے، اور لطف تو یہ ہے خود علمائے شیعہ بھی مولوی دلداری وغیرہ سے پہلے اس امر کو تسلیم کر چکے ہیں کہ یہ روایتیں نسخ تلامدوت کی ہیں، علامہ ابوعلی طبری شیبی اپنی مشہور مستند تفسیر مجمع البیان میں بذیل تفسیر آیت کریمہ ما نزلناک من آیتہ کہتے ہیں: **وَالنَّسْخُ فِي الْقُرْآنِ عَلَى ضَمِّ مِثْمَا أَنْ تَرْفَعَ حُكْمَ الْآيَةِ وَتَلَا دَلَّهَا كَمَا دَرَوِي عَنْ**

اَبِي بَكْرَةَ اِنَّهُ قَالَ كُنَّا نَقْرَا لَا تَرْغَبُوا عَنْ اَبَائِكُمْ فَاِنَّكُمْ كُفِرْتُمْ بِكُمْ وَمِنْهَا  
 اَنْ يُثَبِّتَ الْاَيَةَ فِي الْحَطِّ وَيُرْفَعَ حُكْمُهَا كَقَوْلِهَا وَإِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ  
 مِنْ اَنْهَارٍ وَاجِمْكُمْ فَعَا قَبُوا فِهَذِهِ ثَابِتَةُ اللَّفْظِ فِي الْحَطِّ مُرْتَفَعَةً  
 الْحُكْمِ وَمِنْهَا مَا يُرْتَفَعُ اللَّفْظُ وَيُثَبِّتُ الْحُكْمَ كَاَيَّةِ الرَّجْمِ فَقَدْ قِيلَ  
 اِنَّهَا كَانَتْ مُنْزَلَةً فَرُفِعَ لَفْظُهَا وَقَدْ جَاءَتْ اَخْبَارًا كَثِيرَةً بِاَنَّ  
 اَشْيَاءَ كَانَتْ فِي الْقُرْآنِ فَتُسَخَّرُ بِاَلْوَتِهَا فَمِنْهَا مَا سَمِعْتُ عَنْ اَبِي  
 مُوسَى اَنْهُمْ كَانُوا يَقْرَءُونَ لَوْ كَانَ لِابْنِ اَدَمَ وَادِيَانِ مِنْ مَالٍ  
 لَا يَبْتَغِي وَادِيًا ثَالِثًا وَلَا يَمْلَأُ جَوْفَ ابْنِ اَدَمَ اِلَّا لِدْرَابٍ وَيَتُوبُ اللهُ  
 عَلَيَّ مَنْ تَابَ ثُمَّ رَفَعَ وَعَنْ اَلْسِنِ اَنَّ السَّبْعِينَ مِنَ الْاَنْصَارِ الَّذِينَ قُتِلُوا  
 بِبَيْرِ مَعُونَةَ فَتَنَزَّلَ فِيهِمْ قُرْآنٌ بَلَّغُوا عَنَّا قَوْمَنَا اَنَا لَقِينَا سَابِئًا  
 قَرَضِي عَنَّا وَارَضْنَا نَاثِرًا اَنَّ ذَٰلِكَ رُفِعَ تَرْجَمَهُ نَسَخَ قُرْآنٌ مِنْ كَيْسِيِّ قَوْمِ كَاهِلِيَّةٍ اِذَا نَجَلَتْ  
 يَهْرُ كَرَامَتِ كَالْحُكْمِ اَوْ اسَ كِي تَلَاوَتِ وَوَلَوْ مَسْخُوحٌ هُوَ جَاهِلٌ جِيسَا كَالْبُكْرِ سَمِعْتُ مَقُولٌ هُوَ كَرَدٌ كَيْسِيُّ قَوْمِ  
 لَا تَرْغَبُوا عَنْ اَبَائِكُمْ فَانَّهُ كَفَرُوا بِكُمْ بِرُحَاكَتِهِ تَقِي اِذَا نَجَلَتْ يَهْرُ كَرَامَتِ كَالْحُكْمِ اَوْ اسَ كِي تَلَاوَتِ وَوَلَوْ مَسْخُوحٌ  
 يَعْنِي تَلَاوَتِ مَسْخُوحٌ نَهْرُ مَكْرُ حُكْمِ مَسْخُوحٌ هُوَ جَاهِلٌ جِيسَا كَالْبُكْرِ سَمِعْتُ مَقُولٌ هُوَ كَرَدٌ كَيْسِيُّ قَوْمِ  
 اِلَى الْكُفْرِ مَا فَعَا قَبُوا اِلَى اسَ آيَةِ كَالْفَاظِ تَوَكَّلْتُ فِي تَاْمٍ فِي مَكْرُ حُكْمِ مَسْخُوحٌ هُوَ اِذَا نَجَلَتْ يَهْرُ  
 آيَةِ كِي تَلَاوَتِ مَسْخُوحٌ هُوَ جَاهِلٌ جِيسَا كَالْبُكْرِ سَمِعْتُ مَقُولٌ هُوَ كَرَدٌ كَيْسِيُّ قَوْمِ  
 نَازِلٌ هُوَ تَقِي تَلَاوَتِ اسَ كِي مَسْخُوحٌ هُوَ كَيْسِيُّ قَوْمِ اِذَا نَجَلَتْ يَهْرُ كَرَامَتِ كَالْحُكْمِ اَوْ اسَ كِي تَلَاوَتِ  
 قُرْآنٌ فِي السِّيَاحِ جِنِ كِي تَلَاوَتِ مَسْخُوحٌ هُوَ كَيْسِيُّ قَوْمِ اِذَا نَجَلَتْ يَهْرُ كَرَامَتِ كَالْحُكْمِ اَوْ اسَ كِي تَلَاوَتِ  
 مَسْخُوحٌ هُوَ كَرَدٌ كَيْسِيُّ قَوْمِ اِذَا نَجَلَتْ يَهْرُ كَرَامَتِ كَالْحُكْمِ اَوْ اسَ كِي تَلَاوَتِ مَسْخُوحٌ هُوَ كَيْسِيُّ قَوْمِ  
 هُوَ كَرَدٌ كَيْسِيُّ قَوْمِ اِذَا نَجَلَتْ يَهْرُ كَرَامَتِ كَالْحُكْمِ اَوْ اسَ كِي تَلَاوَتِ مَسْخُوحٌ هُوَ كَيْسِيُّ قَوْمِ  
 قُرْآنٌ يَعْنِي كِي تَلَاوَتِ نَازِلٌ هُوَ تَقِي تَلَاوَتِ اسَ كِي مَسْخُوحٌ هُوَ كَيْسِيُّ قَوْمِ اِذَا نَجَلَتْ يَهْرُ  
 صَاحِبُ مَجْمَعِ الْبَيَانِ يَكْتُمُ فِي - قَدْ ذَكَرْنَا حَقِيقَةَ النَّسْخِ عِنْدَ الْمُحَقِّقِينَ - يَعْنِي نَسْخِ كِي جَوَ حَقِيقَتِ  
 مُحَقِّقِينَ كِي تَلَاوَتِ تَقِي هُوَ نَسْخِ كِي جَوَ حَقِيقَتِ مُحَقِّقِينَ كِي تَلَاوَتِ تَقِي هُوَ نَسْخِ كِي جَوَ حَقِيقَتِ



کو مانتے ہیں اور ان روایات کو نسخ پر محمول کرتے ہیں نہ تحریف پر تعجب ہے کہ مولوی دلدار علی و مولوی حامد حسین وغیرہ نے اپنے علماء کی ان تصریحات سے آنکھ بند کر کے ان روایات کو تحریف کی روایات کہہ دیا حالانکہ یہ تحریف کی روایات نہیں ہیں تحریف کی روایات تو وہ ہیں جو کتب شیعہ کے ساتھ مخصوص ہیں، چہاں ہم یہ کہہ ان روایات میں سے اکثر کی صحت بھی ثابت نہیں دو ایک روایات ایسی ہیں جن کو صحیح کہا جاسکتا ہے جیسے آیت رجم کی روایت تو وہ بھی اخبار آحاد کی حد میں داخل ہیں علمائے اہل سنت میں سے کسی ایک نے بھی ان روایات کو متواتر نہیں کہا ان روایات کا متواتر ہونا کوئی ثابت کر سکتا ہے، اسی وجہ سے محدثین و مفسرین کی ایک جماعت نے سرے سے نسخ تلامذت کا انکار کر دیا ہے، اور کہا ہے کہ جن روایات سے بعض آیات کا منسوخ التلاوة ہونا ثابت ہوتا ہے، وہ سب اخبار آحاد میں ظنی ہیں ان کی بنا پر کسی آیت قرآنی کے نزول اور نسخ کا حکم نہیں لگایا جاسکتا، علامہ سیوطی تفسیر القان میں لکھتے ہیں۔

تنبیہ حکم القاضی ابو بکر فی الانتصار عن قوم انکاسا هذا الضرب لان  
 الاخبار فیہ اخبار احاد ولا يجوز القطع علی انزال قرآن و نسخه باخبار احاد  
 لاحجة فیہا ترجمہ آگاہ کرنے کی ایک بات یہ ہے کہ قاضی ابو بکر نے اپنی کتاب انتصار میں علماء  
 کی ایک جماعت نے نسخ کی اس قسم کا انکار نقل کیا ہے کیونکہ روایتیں اس بارہ میں اخبار آحاد ہیں  
 اور جائز نہیں ہے یقین کرنا قرآن کے نازل ہونے اور پھر منسوخ ہو جانے کا اخبار آحاد کی بنا پر جو  
 کسی طرح سند نہیں ہو سکتیں، لہذا بغرض محال اگر یہ روایات تحریف کی بھی ہوتیں تو واجباً رو  
 تھیں، کیونکہ قرآن شریف متواتر ہے، غیر متواتر روایات کیوں کہ اس کا مقابلہ کر سکتی ہیں، بخلاف روایات  
 تحریف کے جو کتب شیعہ میں ہیں کہ ان کے متواتر ہونے کا، زائد از دو ہزار ہونے کا مسئلہ امامت  
 کی روایات کے ہم پلہ ہونے کا علمائے شیعہ کو اقرار ہے۔

**پنجم** ان روایات میں ایک روایت بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہیں  
 ہے، بلکہ تمام تر صحابہ کرام کی طرف منسوب ہیں، اور اہل سنت کے نزدیک بالاتفاق سوا رسول خدا  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی معصوم نہیں لہذا بغرض محال یہ روایات متواتر بھی ہوتیں اور بغرض محال  
 تحریف قرآن پر ولایت بھی کرتیں تو بھی بیکار تھیں، کیونکہ ان میں غیر معصومین کے اقوال ہیں بخلاف

روایات شیعہ کے کران میں ان کے ائمہ معصومین کے اقوال ہیں۔

سے ششم اہل سنت میں کوئی شخص تحریف قرآن کا قائل نہیں بالاتفاق سب اس عقیدہ کو کفر جانتے ہیں اہل سنت کے اس اعتقاد کا اقرار علمائے شیعہ نے بھی کیا ہے۔ مولوی حامد حسین صاحب استقصاء الافہام جلد اول ص ۱۰۶ پر لکھتے ہیں: "صحف عثمانی کے اہل سنت آزا قرآن کامل اعتقاد کنند و معتقد نقصان ال راناقس الایمان بلکہ خارج اسلام پندارند"۔

ہفتم اہل سنت کے متفقہ عقائد میں تحریف قرآن قطعاً ناممکن و محال ہے اور اس کے محال ہونے پر عقلی دلائل بھی ہیں، آیات قرآنیہ اور احادیث متواترہ بھی اس پر دلالت کرتی ہیں، اجماع سے بھی اس کا ثبوت ہوتا ہے، اہل سنت کے نزدیک قرآن شریف کے بہت سے معجزات میں سے ایک معجزہ عدم تحریف بھی ہے۔

اس بحث کو چونکہ ہم مناظرہ حصہ دوم میں بہت بسط کے ساتھ لکھ چکے ہیں، لہذا یہاں ان دلائل کی طرف اجمالی اشارہ کافی ہے، بخلاف شیعوں کے کران کے یہاں نہ کوئی عقلی دلیل تحریف قرآن کے محال ہونے کو بتائی ہے بلکہ چونکہ وہ صحابہ کرام کو دشمن دین جانتے ہیں، لہذا عقلی دلیل قرآن کے محرف ہونے کو تبارہی ہے اور نہ کسی آیت قرآنی سے ان کے نزدیک تحریف قرآن کا محال ہونا ثابت ہوتا ہے آیہ انالہ لحافظون میں شیعہ کہتے ہیں کہ ضمیر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پھرتی ہے، اور آیت میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت مراد ہے کبھی کہتے ہیں ضمیر تو قرآن ہی کی طرف پھرتی ہے مگر قرآن کی حفاظت لوح محفوظ میں مراد ہے، نیز شیعوں کے یہاں متواتر کیا معنی کوئی ضعیف روایت بھی تحریف قرآن کے خلاف نہیں بلکہ جس قدر روایات ہیں سب تحریف قرآن کے مؤید ہیں۔ علیٰ ہذا شیعوں کے اجماع بھی تحریف قرآن کے خلاف نہیں بلکہ ان کا اجماع تحریف قرآن کے وقوع پر ہے، لہذا اہل سنت کے یہاں کوئی روایت تحریف قرآن کی ہو نہیں سکتی اور بالفرض کفر ضالم محال ہو تو وہ واجب الرد ہے۔

ان سات امور کو اچھی طرح محفوظ کر لینے کے بعد کسی شیعہ کی طاقت نہیں کہ اہل سنت کی کتابوں سے تحریف قرآن ثابت کرنے کا دعویٰ کرے، لہذا یہ چوتھا جواب بھی حضرات شیعہ کے لئے کچھ مفید نہیں ہو سکتا۔

المختصر قرآن شریف کی وجہ سے شیعوں کی جان ضیق میں ہے، اگر قرآن شریف پر ایمان لاتے ہیں، اور اس کو ہر قسم کی تحریف سے پاک کہہ کر قائلین تحریف کو کافر کہتے ہیں تو مشکل سارا مذہب مٹتا ہے، علمائے مذہب ہاتھ سے جاتے ہیں اور اگر قرآن پر ایمان نہ ہونے کا اقرار کرتے ہیں تو مسلمانوں کی فہرست سے نام کٹتا ہے، اللہ تعالیٰ ان بیچاروں کی حالت پر رحم کرے اور اس کشمکش سے نجات دے،

## تَمَتُّهَا

الحمد للہ کہ مسئلہ ایمان بالقرآن کا بیان چاروں نمبروں میں تمام ہو گیا جو شخص انصاف کی آنکھ سے ان چاروں کا مطالعہ کرے گا، اس کو مذہب شیعہ کے باطل ہونے میں ذرہ برابر شک باقی نہیں رہ سکتا۔

آج کل کے بعض شیعوں نے اپنے متقدمین سے بھی سبقت کر کے کچھ نئے جوابات کا اضافہ کیا ہے، ہم چاہتے ہیں کہ ان کا نمونہ بھی اس تمہ میں ہدیہ ناظرین کر دیا جائے۔

۱۱، کہتے ہیں کہ شیعوں کا ایمان قرآن شریف پر ہے اور تحریف کی روایات ایمان میں خلل انداز نہیں ہو سکتیں، جس طرح مسلمانوں کا ایمان تورات اور انجیل پر ہے، یا وجودیکہ وہ تورات و انجیل کو محرف جانتے ہیں بالکل اسی طرح شیعوں کا ایمان قرآن مجید پر ہے۔

جواب، اس کا بچند وجوہ ہے، اولاً یہ کہ تورات و انجیل میں اور قرآن شریف میں بڑا فرق ہے، تورات و انجیل منسوخ کتابیں ہیں، ان پر عمل کرنا نہیں ہے لہذا ان پر صرف اسی قدر ایمان کافی ہے کہ اس نام کی کتابیں خدا کی طرف سے نازل ہوئی تھیں، ان کے موجودہ نسخوں پر ایمان لانے کی ضرورت نہیں بخلاف قرآن شریف کے کہ وہ غیر منسوخ اس کے احکام قیامت تک واجب العمل لہذا اس کے موجودہ نسخوں پر ایمان لانا بھی ضروری ہے۔

ثانیاً یہ کہ شیعوں کا ایمان قرآن شریف پر ایسا بھی نہیں ہو سکتا جیسا کہ مسلمانوں کا تورات و انجیل پر ہے یعنی صرف اتنی بات پر بھی شیعوں کا ایمان ممکن نہیں کہ قرآن نام کی کوئی کتاب خدا کی طرف سے اتری تھی، کیونکہ جب مذہب شیعہ نے تمام صحابہ کرام کو بلا استثناء جھوٹا مان لیا تو اس امر کا بیان



کرنیوالا کہ قرآن نام کی کتاب نازل ہوئی تھی صحابہ کرام کے سوا کون ہے وہی جھوٹے لوگ ہیں، اور جھوٹے کی گواہی قابل اعتبار نہیں۔

اگر شیعوں نے تمام صحابہ کرام کو جھوٹا مانا ہوتا صرف تحریف قرآن کے قابل ہوتے تو البتہ وہ کہہ سکتے تھے کہ ہمارا ایمان قرآن پر ایسا ہے جیسا مسلمانوں کا تورات و انجیل پر ہے۔

(۲) کہتے ہیں کہ اگر قرآن موجود پر ایمان رکھنا ضروری ہے تو اس قرآن کا وجود تو حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں ہوا ہے، حضرت ابو بکرؓ و حضرت عمرؓ کا ایمان کس قرآن پر تھا۔

جواب اس کا یہ ہے کہ یہ قرآن موجود بالکل مطابق اس قرآن کے ہے جو زمانہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں اور حضرت ابو بکرؓ و حضرت عمرؓ کے عہد میں رائج تھا، لہذا ان کا ایمان بھی قرآن موجود پر ظاہر ہے۔

(۳) کہتے ہیں کہ تحریف قرآن کے عقیدہ میں کچھ خرابی نہیں جو کچھ الزام اس کا ہے، وہ تحریف کرنے والوں پر ہے اور یہ اعتراض کی حضرت علیؓ نے تحریف کیوں کرنے دی یا اپنے زمانہ خلافت میں غیر محرف قرآن کی اشاعت کیوں نہ کی کسی طرح قابل التفات نہیں۔ جناب رسالت مآب کے زمانہ میں تورات و انجیل میں تحریف ہوئی انہوں نے اس تحریف کو کیوں نہ روکا یا اصلی تورات و انجیل کو کیوں نہ شائع کیا۔

جواب یہ ہے کہ تورات و انجیل کی مثال یہاں کسی طرح زیبا نہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر اور مسلمانوں پر تورات و انجیل کی حفاظت یا اس کے اصلی نسخوں کی اشاعت فرض نہ تھی، اور کیوں فرض ہوتی جبکہ وہ کتابیں منسوخ ہو چکی تھیں، بخلاف قرآن شریف کے کہ اس کی حفاظت و اشاعت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی فرض تھی اور مسلمانوں پر بھی، لہذا اگر قرآن کو محرف مانا جائے تو ضرور حضرت علیؓ پر الزام مذکور عائد ہوگا، اور جو خرابیاں عقیدہ تحریف قرآن کی ہم بیان کر چکے ہیں سب مذہب شیعہ پر عائد ہوں گی۔

(۴) کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث صحیح فریقین کی کتابوں میں ہے کہ حضور نے مسلمانوں کو فرمایا کہ تم قدم بقدم نبی اسرائیل یعنی یہود و نصاریٰ کے چلو گے اور تم ہے کہ یہود و نصاریٰ نے اپنی کتب سادی میں تحریف کی پس بموجب اس حدیث کے ضروری ہوا کہ مسلمان بھی قرآن میں

تحریف کریں۔ یہ حدیث بتلا رہی ہے کہ قرآن کا محرف ہو جانا ضروری تھا۔

**جواب** اس حدیث کا یہ مطلب قطعاً نہیں ہو سکتا کہ حضور نے تمام مسلمانوں کی بابت فرمایا کہ سب کے سب بلا استثناء یہود و نصاریٰ کے قدم بقدم ہو جائیں گے، ضرور ہے کہ حضور کا یہ ارشاد بعض کلمہ گو بیان اسلام کی بابت مانا جائے ورنہ شیعہ اپنے گروہ کے اپنے اماموں کو بھی اس جرم کا مرتکب ماننے پر مجبور ہوں گے، اور جبکہ بعض مسلمان اس خطاب کے مورد ہوئے تو تحریف قرآن کا ارتکاب بعض کلمہ گو بیان اسلام سے ثابت ہو جانا کافی ہے، اور صحیح مصداق اس کے بنیاد مذہب شیعہ ہیں انہوں نے قرآن میں تحریف کی بڑی بڑی کوششیں کیں، یہ دوسری بات ہے کہ ان کی تحریف چل نہ سکی ان کی محرف آیتیں انہیں کی کتابوں میں درج ہو کر رہ گئیں۔

**دوسری بات** یہ ہے کہ تمام باتوں میں یہود و نصاریٰ کا قدم بقدم چلنا بھی مراد نہیں ورنہ یہود یوں نے پیغمبروں کو قتل کیا تھا، مسلمانوں کا کسی پیغمبر کو قتل کرنا کیسے ثابت ہو سکتا ہے، جبکہ نبوت ختم ہو چکی لہذا تحریف کتاب الہی میں بھی یہود و نصاریٰ کا پیرو ہونا کچھ ضروری نہیں خاص کر جبکہ قرآن مجید کی حفاظت کا خدا زمرہ دار ہو چکا تو اس کو ضرور ان امور سے مستثنیٰ کیا جائیگا، جن میں پیروی یہود و نصاریٰ بعض کلمہ گو بیان اسلام سے صادر ہوگی۔

(۵۱) بعض شیعہ گھبرا کر یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ اگر ہمارا ایمان قرآن شریف پر نہیں ہے تو علمائے اہلسنت نے ہمارا شمار فرق اسلامیہ میں کیوں کیا، نیز زمانہ حال کے بعض لوگوں کے اقوال پیش کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ شیعہ تحریف قرآن کے قائل نہیں ہیں۔

**جواب** اس کا یہ ہے علمائے مسلمین نے تمہارا شمار فرق اسلامیہ میں محض اس وجہ سے کیا ہے کہ تم کہ تم زبان سے کلمہ اسلام پڑھتے ہو نیز ان علماء کو تمہارے اس عقیدہ کی بالکل خبر نہ تھی وہ نہیں جانتے تھے کہ تم قرآن کو محرف مانتے ہو، قرآن کے ایک حرف کے انکار سے آدمی دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے، چہ جائیکہ پورے قرآن کو مشکوک ماننا اور زمانہ حال کے جن صاحبوں نے تمہارے قائل تحریف ہونے سے انکار کیا ہے، ان کا انکار تو محض عدم تحقیق پر مبنی ہے، ان لوگوں نے تمہارے ان چار اشخاص کے اقوال سے دھوکا کھا یا ہے جو تحریف کے منکر ہیں انہوں نے اس بات کی کہ آیا انکار تحریف ان چار اشخاص کی ذاتی رائے ہے یا مذہب شیعہ میں اس کی اصلیت ہے۔

بات اصل یہ ہے کہ مسلمان اور قرآن کو محرت کہے یہ بات اس قدر عجیب از قیاس ہے کہ کوئی عقل مند اول دھلے میں اس کے ماننے کے لئے تیار نہیں ہو سکتا، شیعوں کی کلمہ گوئی کو دیکھ کر پہلا خیال یہی جاتا ہے کہ شیعوں پر تحریف قرآن کا الزام بیجا ہے پھر اس کے بعد جب چار اشخاص منکر تحریف نظر آتے ہیں تو اس خیال کو اور سب قوت ہو جاتی ہے، لیکن جب کوئی شخص تحقیق پر آمادہ ہو اور مذہب شیعہ کو اول سے آخر تک دیکھے تب اس کو روز روشن کی طرح نظر آتا ہے کہ یہاں تو کچھ اور ہی معاملہ ہے اس وقت یہ عقیدہ اس پر کھل جاتا ہے کہ شیعوں کا ایمان قرآن شریف پر نہیں ہے۔ اور نہ ہو سکتا ہے۔

بعض مسلمانوں کو عیسائیوں اور آریوں سے بڑی غیرت معلوم ہوتی ہے کہ کلمہ گو یاں اسلام میں سے کوئی فرقہ تحریف قرآن کا قائل ثابت ہو سگے غور سے دیکھا جائے تو کوئی بات غیرت کی نہیں۔ اول تو شیعوں کا قائل تحریف ہونا ہمارے چھپانے سے چھپ نہیں سکتا۔ دوسرے عیسائی اور آریہ جس قدر اعتراضات قرآن شریف پر کرتے ہیں سب کا ماتخذ کتب شیعہ ہیں، لہذا جب انکو معلوم ہو جائے گا کہ جمہور اہل اسلام خود ہی اس عقیدہ کی بابت شیعوں کو ملزم قرار دے رہے ہیں، تو پھر وہ ہمارے سامنے کسی طرح ان کے اقوال پیش نہ کر سکیں گے۔

خدا کا شکر ہے کہ النجم کے ذریعہ سے یہ مسئلہ پوری روشنی میں آگیا اگر کوئی شیعہ طالب حق ہو اور وہ مذہب شیعہ کو اسلام کی شاخ اور دین الہی کی اصلی تعلیم سمجھ کر مذہب شیعہ میں آیا ہو تو امید ہے کہ اس کو ضرور میرے ان رسائل سے فائدہ ہوگا۔ وما علینا الا البلاغ واللہ یمہدی من

یشاء الی صراط مستقیم۔



يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور رہو ساتھ سچ بولنے والوں کے۔

الحمد لله تعالى

کندہ شیعہ کے دو منتخب مسائل کے سلسلہ دو سر رسالہ امت مقالہ موسوم بہ

الثَّانِي مِنَ الْبَيِّنَاتِ

عَلَى

النُّحُوفِ عَنِ الثَّقَلَيْنِ

نمبر اول مقلب بہ

تَحْذِيرُ الْمُسْلِمِينَ

عَنْ

خِدَاعِ الْكَافِرِينَ

جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ مذہب شیعہ میں  
سب سے بڑی عبادت دروغ گوئی ہے  
جس سے کوئی شیعہ خالی نہیں ہو سکتا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بعد حمد و صلوة واضح ہو کہ بعونہ تعالیٰ مذہب شیعہ کے دو سو منتخب مسائل کا سلسلہ سال گزشتہ میں شروع ہو گیا تھا، لیکن صرف ایک ہی مسئلہ ایمان بالقرآن کا اس سال شائع ہوا اس مسئلہ میں چار نمبر تھے، چاروں شائع ہو چکے۔

اب بفضلہ تعالیٰ دوسرا مسئلہ شروع کیا جاتا ہے اور اس کو تین نمبروں پر تقسیم کیا جاتا ہے، نمبر اول میں یہ بیان ہو گا کہ جھوٹ بولنا مذہب شیعہ میں اعلیٰ درجہ کی عبادت اور اعلیٰ درجہ کافر یعنی ہے جو جھوٹ نہ بولے وہ بے دین و بے ایمان ہے آئمہ شیعہ کا دین جھوٹ بولتا تھا، اور نمبر دوم میں آئمہ معصومین کے جھوٹ بولنے کے مواقع بطور نمونہ کتب شیعہ سے دکھائے جائیں گے، نمبر سوم میں اس زالی عبادت کے ایجاد کے اسباب و نتائج بیان کئے جائیں گے، جھوٹ بولنا چونکہ مذہب شیعہ میں ایک عظیم الشان اہمیت رکھتا ہے اور ان کی نقل و روایت پر اس کا اثر پڑنا ظاہر ہے، اس لئے ہم نے ان دو سو مسائل میں ایمان بالقرآن کے بعد اس کو رکھنا مناسب سمجھا ورنہ ان دو سو مسائل میں کسی فروعی مسئلہ کا رکھنا منظور نہیں ہے یہ دو سو مسائل ایسے ہی ہیں کہ ہر مسئلہ بجائے خود مذہب شیعہ کے ابطال کے لئے کافی دلیل ہے۔

جھوٹ بولنے کے مسئلہ کو انجم دور قدیم میں بہت بسط و تفصیل کے ساتھ لکھا جا چکا ہے، مگر وہ معنائیں متفرق تھے، انشاء اللہ تعالیٰ اس رسالہ میں تلخیص کے ساتھ وہ سب یکجا ہو جائیں گے، اور کیا عجیب ہے کہ بتوفیقہ تعالیٰ کچھ نئی تحقیقات بھی اس میں ہوں حق تعالیٰ اس تجربہ کو اپنے وجہ کریم کیلئے خالص کرے، اور اپنے بندوں کو اس سے منتفع کرے، آمین۔

## آغاز مقصود

غالباً اس امر کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ جھوٹ ایک ایسی بُری نجاست ہے جس کو دنیا میں آج تک کسی انسان نے اچھا نہیں سمجھا، اہل مذہب اور لامذہب سب اس سے نفرت کرتے ہیں حتیٰ کہ بت پرست بھی اس کو نہایت برا جانتے ہیں۔ جھوٹ ہونا سب کے نزدیک نہایت ذلیل کام ہے بقول حضرت سعدیؒ :-

دروغ اے برادر مگوز نیہ سار کہ کاذب بود خوار و بے اعتبار

لہذا جس مذہب میں جھوٹ ہونا اعلیٰ ترین عبادت قرار دیا گیا ہو، اُس مذہب کے باطل ہونے میں کس کو شک ہو سکتا ہے، اور اس مذہب کے لوگ اگر کسی بات کی خبر دیں کوئی روایت بیان کریں، اس پر کون اعتبار کر سکتا ہے۔

اگر جھوٹ بولنے کو بوقت ضرورت شدید جائز کہا جائے تو اس میں عقلاً و عرفاً چندال تباہت نہیں کیونکہ جائز اس چیز کو کہتے ہیں جس کے کرنے میں ثواب بھی نہ ہو گناہ بھی نہ ہو مگر جب جائز سے ترقی کر کے اس کو فرض و واجب کہا جائے اس کو عبادت کہا جائے تو یقیناً عقل سلیم کبھی پسند نہیں کر سکتی۔

اب میں دکھاتا ہوں کہ صفحہ مستی پر ایک نرالا اور انوکھا مذہب شیعوں کا ہے، جس میں جھوٹ ہونا نہ صرف جائز و مباح بلکہ اعلیٰ درجہ کا فرض اعلیٰ درجہ کی عبادت قرار دیا گیا ہے۔ شیعوں کی مذہبی کتابوں میں چار کتابیں بہت معتبر و مستند مانے گئی ہیں، کافی تہذیب الاحکام استبصار من لایحضرہ الفقیہ۔ ان چار کتابوں کو شیعہ اصول اربعہ کہتے ہیں۔

ان چار میں بھی کافی کا رتبہ سب سے زیادہ ہے کافی کے مصنف محمد بن یعقوب کلینی ملقب بہ ثقة الاسلام ہیں۔ کلین بر وزن امیر ایک مقام کا نام ہے جو رے کے قریب ہے یہ بزرگ وہیں کے رہنے والے تھے اس لئے ان کو کلینی کہتے ہیں، یہ بزرگ شاگرد ہیں علی بن ابراہیم قمی کے اجدادہ شاگرد ہیں، گیارہویں امام حسن عسکری کے کافی کے مصنف نے بقول شیعہ امام غائب

لہ یعنی عوام کیلئے ضرورت شدید کے وقت میں جھوٹ ہونا مجبور نہیں خواہ کھلے ایسے وقت میں بھی مجبور ہے ۱۲۔



کی غیبت صغریٰ کا زمانہ پایا ہے جبکہ امام کے اور شیعوں کے درمیان میں پیغام و سلام کا سلسلہ قائم تھا۔ امام کے سفیر شیعوں کے پاس آتے جاتے تھے۔ آخری سفیر ابوالحسن تھا جو ۲۲۹ھ میں مرا اس کے مرنے کے بعد غیبت کبریٰ شروع ہو گئی یعنی اب امام کے پاس سے کوئی نامہ و پیغام شیعوں کو نہیں آتا۔ محمد بن یعقوب کلینی نے اپنی یہ کتاب کافی اس آخری سفیر کے ذریعہ سے امام قاسم کے پاس فارسی میں رائے میں بھیجی اور کہلا بھیجا کہ حضور میں نے آپ کے آباؤ کے کرام کی حدیثیں اس کتاب میں جمع کی ہیں، اگر کوئی روایت اس میں صحیح نہ ہو تو حضور والا اس کی اصلاح کر دیں، امام ممدوح نے اس کتاب کو اول سے آخر تک دیکھ کر فرمایا **هَذَا كَأَنْبِ إِشِيْحَتِنَا** یہ کتاب ہمارے شیعوں کیلئے کافی ہے، اسی وجہ سے اس کتاب کا نام کافی رکھا گیا۔ کافی کی پانچ جلدیں ہیں پہلی جلد کا نام اصول کافی ہے، اسی میں عقائد و اطلاق کا بیان ہے، اور تین جلدوں کا نام فروع کافی ہے، آخری جلد کا نام روضہ کافی ہے۔

مسئلہ زیر بحث میں انشاء اللہ تعالیٰ انہیں چار کتابوں کی اور زیادہ تر کتاب کافی کی روایتیں پیش کی جائیں گی۔

اصول کافی میں ایک خاص باب ہے جس کا نام باب التقیہ ہے اس باب میں جھوٹ بولنے کے فضائل اس کی تاکید کی حدیثوں کا ایک بڑا ذخیرہ جمع ہے چند حدیثیں اس باب کی حسب ذیل ہیں:-

**پہلی حدیث:-** عن ابن ابی عمیر الاصحیحی قال قال لی ابو عبد اللہ علیہ السلام یا با عمران تسعة اعشاس الدین فی التقیة ولا دین لمن لا تقیة له و التقیة فی کل شیء الا فی النبید و المسح علی الخفین (اصول کافی ص ۳۸۲)

ابن ابی عمیر عجمی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں مجھ سے امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ دین کے نو حصہ منجملہ دس کے تقیہ میں ہیں اور جو شخص تقیہ نہ کرے اس کے پاس دین نہیں ہے، اور تقیہ ہر چیز میں ہے، سوا نمینڈ پینے کے اور موزوں پر مسح کرنے کے۔

و امام جعفر صادق کے ارشاد سے معلوم ہوا کہ جھوٹ بولنا اتنی بڑی عبادت ہے کہ کل دین کے دس حصہ میں ان میں سے نو حصہ جھوٹ بولنے میں ہیں ایک حصہ باقی عبادات میں ہے نتیجہ

یہ نکلا کہ اگر کوئی شخص جھوٹ بولتا ہو نماز روزہ اور کسی عبادت سے اس کو سروکار نہ ہو دین کے نو حصہ اس کے پاس ہیں، ایک حصہ نشہ نشہ۔ اگر کوئی کم بخت نماز روزہ اور تمام روزہ اور تمام عبادات کا پابند ہو۔ مگر جھوٹ نہ بولتا ہو وہ دین کے نو حصہ سے محروم ہے، یہ بھی معلوم ہوا کہ جھوٹ نہ بولنے والا بے دین ہے، اس سے زیادہ جھوٹ بولنے کی فرضیت و فضیلت کیا ہو سکتی ہے۔

اگر کوئی کہے کہ حدیث میں تو تقیہ کے فضائل بیان ہو رہے ہیں، نہ جھوٹ بولنے کے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم آگے چل کر اسی کتاب کافی سے امام معصوم کے ارشاد سے ثابت کر دیں گے کہ تقیہ کے معنی جھوٹ بولنے ہی کے ہیں، حدیث مذکور میں ایک تعجب انگیز بات یہ ہے کہ ہر معاملہ میں جھوٹ بولنے یا تقیہ کرنے کی اجازت ہے، یہاں تک کہ خدا کے ساتھ مشرک کرنا ائمہ کی تکذیب کرنا بھی تقیہ میں درست ہے، مگر نبیذینا اور موزوں پر مسخ کرنا جائز نہیں۔ کیا نبیذینا اور موزوں پر مسخ کرنا شرک بالشرار تکذیب ائمہ معصومین سے بھی بڑھ کر گناہ ہے، اس کی وجہ ایک سمجھدار آدمی زیادہ سے زیادہ یہ خیال کر سکتا ہے کہ چونکہ نبیذینا اور موزوں پر مسخ کرنا اہل سنت کے نزدیک درست ہے، اور ان کے خصوصیات سے مشہور ہو گیا ہے اس لئے تقیہ میں بھی اس کی اجازت نہ دی گئی، کیونکہ سنیوں کی مخالفت کرنا بڑا ثواب ہے، مگر اس کی ایک نہایت عمدہ وجہ شیخ ابو جعفر طوسی نے اپنی کتاب استبصار میں بیان فرمائی ہے کتاب استبصار بھی اصول اربعہ میں ہے شیخ صاحب نے سب سے پہلے موزوں پر مسخ کرنے کی بحالت تقیہ اجازت نقل فرمائی ہے، اور اسی کو فرقہ شیعہ کا معمول بہ قرار دیا ہے، فرماتے ہیں:-

عن ابی الورد قال قلت لابی جعفر	ابو الورد سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں میں نے
علیہ السلام ان اباطبیبان حدیثی	امام باقر علیہ السلام سے کہا کہ ابو ظبیبان نے مجھ سے بیان
انہ رأی علیا علیہ السلام	کیا کہ اس نے علی علیہ السلام کو دیکھا کہ انہوں نے
اراق الماء ثم مسح علی الخفین	پانی بہایا یعنی وضو کیا پھر موزوں پر مسخ کیا تو امام
فقال کذب ابو ظبیبان اما	باقر نے فرمایا کہ ابو ظبیبان جھوٹ کہتا ہے کیا تم کو

پہلا نبیذینا پانی کو کہتے ہیں جس میں چھوڑے دغیرہ بگڑیے جائیں کران کی شیرینی پانی میں آجائے جب تک اس میں نشہ نہ

پیدا ہو اس کا استعمال درست ہے جب نشہ پیدا ہو جائے تو قطعاً حرام ہے۔ ۱۲-

بلغك قول علي عليه السلام  
فيكم سبق الكتاب الخفين  
فقلت نهل فيها رخصة فقال  
لا الا من عدو تتقيه اد شلج  
تخاف علي سرا جليك .

علی علیہ السلام کے اس قول کی خبر نہیں کر اپنے  
فرمایا کتاب اللہ سے مسح خفین کی تکذیب ہوتی  
ہے تو میں نے کہا کہ آیا موزوں پر مسح کرنے کی  
اجازت کسی طرح ہو سکتی ہے، امام نے فرمایا  
نہیں سوا اس صورت کے کہ کسی دشمن کا خوف ہو  
یا پیروں پر برف گرنے کا اندیشہ ہو۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ موزوں پر مسح کرنے میں بھی تقیہ ہے اس کے بعد حسب ذیل  
روایت ہے۔

عن نزار رارة قال قلت له هل  
في مسح الخفين تقية فقال  
ثلث لا اتقى فيهن احدا  
شراب المسكر ومسح الخفين  
ومتعة الحج

زرارہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں میں نے امام  
باتر علیہ السلام سے کہا کہ کیا موزوں پر مسح کرنا از  
راہ تقیہ ہو سکتا ہے امام نے فرمایا کہ تین چیزوں  
میں کسی سے تقیہ نہیں کرتا مسکر کا پینا اور موزوں  
پر مسح کرنا اور متعۃ الحج۔

اس روایت میں اصول کافی کی روایت سے ایک چیز یعنی متعۃ الحج کا اضافہ ہے، اس کے  
بعد شیخ صاحب اپنا فیصلہ حسب ذیل الفاظ میں رقم فرماتے ہیں۔

فلا ينافي الخبر الاول لوجوه  
احدها انه اخبر عن نفسه  
انه لا يتقى فيه احدا او يجوز ان  
يكون انما اخبر بذلك لعلمه بان  
لا يحتاج الى ما يتقى فيه في  
ذلك ولم يقل لا تتقوا انتم  
فيه احدا وهذا وجه ذكره نزار رارة  
ابن اعين والثاني ان يكون

یہ روایت پہلی روایت کے خلاف نہیں ہے  
بچند وجہ اول یہ کہ امام نے اپنا حال بیان فرمایا  
ہے کہ میں ان تین چیزوں میں کسی سے تقیہ  
نہیں کرتا ممکن ہے کہ یہ انہوں نے اس وجہ  
سے فرمایا کہ ان کو علم ہو گا کہ ان امور میں ان کو  
تقیہ کی ضرورت ہی پیش نہ آئے گی، امام نے  
یہ نہیں فرمایا کہ تم لوگ بھی ان امور میں کسی سے  
تقیہ نہ کرو یہ مطلب حدیث کا زرارہ بن اعین



اراد لا اتقى فيه احدا في  
الفتيا بالمنع من جواز المسح  
عليهما دون الفعل لا ذلك  
معلوم من مذهبه فلا وجه  
لا استعمال التقيه فيه والثالث  
ان يكون اراد لا اتقى فيه احدا  
اذا لم يبلغ الخوف على النفس  
او المال وان لحقه ادنى مشقة  
احتمله وانما يجوز التقيه في  
ذلك عند الخوف الشديد  
على النفس او المال -

شديد جان یا مال کا ہو۔

شیخ صاحب نے تین تاویلیں کیں پہلی تاویل سے یہ بات معلوم ہوئی کہ مسئلہ تقيه میں  
پیشوا یا مین اور عوام الناس میں کچھ فرق شیعہ بھی مانتے ہیں یہ بات اُنہدہ کام آئے گی، دوسری  
تاویل سے یہ معلوم ہوا کہ ائمہ مذہبی فتوؤں میں بھی تقيه کیا کرتے تھے اس کو ہم نمبر دوم میں تفصیل  
سے بیان کریں گے، تیسری تاویل سے معلوم ہوا کہ تقيه میں خوف جان و مال کی شرط نہیں ہے، یہ  
خوف صرف انہیں تین چیزوں کے لئے شرط ہے، لہذا جو شیعہ گہرا کہہ دیا کرتے ہیں کہ تقيه  
ہمارے یہاں ہر وقت جائز نہیں بلکہ جان یا مال کا خوف شدید ہو اس وقت کے لئے یہ کہنا  
ان کا محض غلط ہے۔

**دوسری حدیث:** عن ابی بصیر  
قال قال ابو عبد الله عليه السلام  
التقيه من دين الله قلت من  
دين الله قال والله من دين  
الله ولقد قال يوسف ايتها  
ابو بصير سے روایت ہے وہ کہتے ہیں امام  
صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ تقيه اللہ کا دین  
ہے میں نے تعجب سے کہا کہ اللہ کا دین  
ہے امام نے فرمایا ہاں خدا کا دین ہے  
ہے، بہ تحقیق یوسف نے کہا تھا کہ اے

العیر انکم لسا رقون واللہ ما  
 کانوا سر قوا شیئا ولقد قال ابراہیم  
 انی سقیم واللہ ما کان سقیما۔  
 (اصول کافی ص ۳۸۳)

قافلہ والو تم چور ہو حالانکہ اللہ کی قسم انہوں نے  
 کچھ چرایا نہ تھا، اور بہ تحقیق ابراہیم دینمبر نے  
 کہا تھا، کہ میں بیمار ہوں حالانکہ اللہ کی  
 قسم وہ بیمار نہ تھے۔

ف تقیہ کے مبحث میں من امور تحقیق طلب میں اول یہ کہ تقیہ کا حکم مذہب شیعہ میں کیا ہے، آیا  
 وہ صرف جائز و مباح کہا گیا ہے، یا فرض و واجب قرار دیا گیا ہے، تو یہ بات پہلی ہی حدیث  
 سے ظاہر ہو گئی اور ابھی اور احادیث بھی اس کے متعلق آئیں گی، دوم یہ کہ تقیہ کے معنی از روئے  
 مذہب شیعہ کیا ہیں یہ بات اس دوسری حدیث سے ظاہر ہو رہی ہے کیونکہ امام فرماتے ہیں کہ  
 ایک شخص نے چوری نہیں کی تھی اس کو چور کہا گیا یہ تقیہ ہے ایک شخص بیمار نہ تھا، اس نے اپنے  
 کو بیمار کہا اسی کا نام تقیہ ہے اور اسی کو تمام دنیا جھوٹ کہتی ہے، پس معلوم ہوا کہ تقیہ کے معنی ہیں  
 جھوٹ بولنا اور دوسری احادیث اور آئمہ کے تقیہ کرنے کے مواقع کے دیکھنے کے بعد تقیہ کی  
 کامل و مکمل تعریف یہ معلوم ہوتی ہے کہ جھوٹ بولنا یا خلات اپنے اعتقاد کے کوئی قول یا فعل کرنا  
 لہذا جب امام معصوم کے ارشادات سے تقیہ کے معنی معلوم ہو گئے تو اب کسی مجتہد کو اپنی طرف  
 سے تقیہ کے معنی بیان کرنے کا حق نہ رہا، سوم یہ کہ تقیہ کے شرائط کیا ہیں تو اگرچہ استبعاد  
 کی عبارت سے معلوم ہو چکا کہ سوائے چیزوں کے اور کسی شے میں تقیہ کرنے کے لئے جان  
 یا مال کے خوف کی شرط نہیں ذرا ذرا سی معمولی ضرورتوں میں بھی تقیہ کا حکم ہے، لیکن اب قول  
 معصوم سے سبھی اس کو سنئے۔

تیسری حدیث:- عن زرارة  
 عن ابی جعفر علیہ السلام  
 قال التقیة فی کل ضار و مارد  
 صاحبہا اعلم بما حین تنزل  
 بہ۔ اصول کافی ص ۳۸۴

زرارہ امام باقر علیہ السلام سے روایت کرتے  
 ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ تقیہ ہر ضرورت  
 میں ہے، اور جس کو ضرورت لاحق ہوتی  
 ہے، وہ اس ضرورت سے خوب واقف  
 ہوتا ہے۔

ف اس حدیث سے صاف معلوم ہو گیا کہ تقیہ کے لئے خوف شدید کی ضرورت نہیں ہے بلکہ

ہر ضرورت میں کرنا چاہئے، ضرورت کی تعیین و تحدید بھی شریعت کی طرف سے نہیں کی گئی، بلکہ صاحب ضرورت کی رائے پر چھوڑ دیا گیا ہے۔

جن تین امور کی تحقیق مجتہد تقیہ میں ضروری تھی ان کے متعلق تین احادیث نقل ہو چکی ہیں مگر ابھی دو تین احادیث اور بھی نقل کی جاتی ہیں۔

**پہلی حدیث:** عن معمر بن خلاد قال سألت ابا الحسن عليه السلام عن القيام للولادة فقال قال ابو جعفر عليه السلام التقية من ديني ودين ابائي ولا ايمان لمن لا تقية له۔ اصول کافی ص ۴۸۲

معمر بن خلاد سے روایت ہے وہ کہتے ہیں میں نے امام ابو الحسن علیہ السلام سے پوچھا کہ حکام وقت کی اطاعت کا کیا حکم ہے انہوں نے کہا کہ امام باقر علیہ السلام فرماتے تھے تقیہ میرا دین ہے اور میرے باپ دادا کا دین ہے اور جو شخص تقیہ نہ کرے اس کا ایمان ہی نہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ائمہ کا دین تقیہ تھا، یعنی ہر امام تقیہ کیا کرتے تھے اور تارک تقیہ بے ایمان ہے۔

**پانچویں حدیث:** عن مصعدة ابن صدقة قال قيل لابي عبد الله عليه السلام ان الناس يرون ان عليا عليه السلام قال علي منبر الكوفة ايها الناس انكم ستدعون الي سبتي فستبوني ثم تدعون الي البراة مني فلا تذبوا مني فقال ما اكثر ما يكذب الناس علي عليه السلام ثم قال انما قال استدعون الي سبتي فستبوني

مصعدة بن صدقة سے روایت ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہا گیا کہ لوگ روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام نے کوفہ کے منبر پر فرمایا کہ اے لوگو تم سے کہا جائیگا کہ مجھے گالی دے دو تو تم مجھے گالی دے دینا پھر تم سے کہا جائیگا کہ مجھ سے تبرا کرو تو تبرا نہ کرنا امام نے فرمایا کہ لوگ علی علیہ السلام پر بہت جھوٹ جوڑتے ہیں انہوں نے تو یہ فرمایا تھا کہ لوگ تم سے کہیں گے کہ مجھے گالی دے دو تو تم مجھے گالی دے لینا، پھر تم سے کہیں گے مجھ سے تبرا کرو، حالانکہ میں دین



ثم تدعون الى البراءة مني اني لعلي دين محمد  
 صل الله عليه وسلم ولم يقل لا تبرؤا مني -  
 محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوں حضرت علی نے یہ نہیں  
 فرمایا کہ تبرأ نہ کرنا۔ اصول کافی ص ۲۸۲

ف اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تقیہ میں حضرت علی کو گالی دینا اور ان سے تبرأ کرنا بھی درست  
 ہے اور جو لوگ روایت کرتے تھے، امام نے ان کو جھوٹا کہا۔ انہیں تعیبات نے یہ رنگ دکھلایا  
 کہ شیعوں نے پابند تقیہ ہو کر حضرت امام حسینؑ کو شہید کر دیا۔

چھٹی حدیث کتاب من لا یحضرہ الفقیہ میں کہ وہ بھی اصول اربعہ میں ہے صوم یوم الشک کے  
 بیان میں روایت ہے۔

قال الصادق علیه السلام لو  
 قلت ان تارك التقية كتارك  
 الصلاة لكنت صادقاً و قال  
 عليه السلام لا دين لمن  
 لا تقية له -  
 امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر میں  
 کہوں کہ تارک تقیہ مثل تارک نماز کے ہے  
 تو میں اس قول میں سچا ہوں گا، نیز امام مہر مج  
 نے فرمایا کہ جو شخص تقیہ نہ کرے وہ بے  
 دین ہے۔

ف اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جیسے نماز فرض قطعی ہے، ایسا ہی تقیہ بھی فرض قطعی ہے، اور  
 اتنی بات تقیہ میں زیادہ ہے کہ تقیہ نہ کرنے والا بے دین ہے، تقیہ کے متعلق تینوں باتیں صاف  
 ہو گئیں یعنی تقیہ کا حکم کہ وہ اعلیٰ درجہ کی عبادت اعلیٰ درجہ کا فرض ہے، اور یہ کہ تقیہ کے معنی جھوٹ  
 بولنے یا خلاف اپنے اعتقاد کے کسی قول و فعل کے مرکب ہونے کے ہیں اور یہ کہ تقیہ کے لئے  
 نہ ضرورت شدیدہ کی شرط ہے، نہ خوف جان و مال کی لہذا اب اور احادیث نقل کرنا تطویل  
 لا طائل ہے، پھر ان امور پر مزید روشنی نمبر دوم میں پڑے گی، جہاں آئمہ معصومین کا طرز عمل ان  
 کے تقیہ کرنے کے مواقع بیان کئے جائیں گے۔

## شیعوں کے جوابات

مذہب شیعہ کا یہ راز کہ ان کے یہاں جھوٹ بولنا اپنے اعتقاد کے خلاف کام کر کے لوگوں  
 کو دھوکا دینا بڑی عظیم الشان عبادت ہے، مذتوں تک ایسا پوشیدہ رہا کہ ہمارے علمائے سابقین

کو اس کی خبر نہ ہوئی اسی وجہ سے ہمارے اکابر محدثین نے بعض شیعہ راویوں سے روایتیں لے لیں۔ اسما الرجال کی کتابوں میں جا بجا دیکھنے میں آتا ہے کہ فلاں راوی شیعہ تو ہے مگر اس کے سچ ہونے پر کوئی جرح نہیں ہوئی اگر ہمارے محدثین و منقذین کو مذہب شیعہ کا یہ راز معلوم ہوتا تو کبھی ایسا نہ لکھتے اور سمجھ لیتے کہ تشیع اور کذب لازم و ملزوم ہیں۔

حضرت امام شافعیؒ نے جو بعض شیعوں کی نسبت فرمایا: لا تجالسوہم ولا تکلموہم فانہما کذب الناس یعنی ان کے ساتھ نشست و برخاست نہ کرو ان سے ہمکلام نہ ہو کیونکہ وہ بڑے جھوٹے لوگ ہیں یا حضرت امام مالک نے شیعان کو نہ کے متعلق فرمایا کہ ان کے پاس روایت بنانے کی ٹکسال ہے رات کو ڈھالتے ہیں اور دن کو چلا دیتے ہیں یضربونہا باللیل دینفقونہا بالنہاس ان ارشادات کا اثر انہیں خاص لوگوں پر پڑا یہ نہیں سمجھا گیا کہ اس مذہب کا خاصہ لازمہ کذب ہے کوئی فرد اس مذہب کا کذب سے خالی نہیں ہو سکتا۔

بہر کیف صدیوں کے بعد جب یہ راز طشت از بام ہوا اور شیعوں کو محسوس ہوا کہ تمام مخلوق ہمارے مذہب کے اس رکن اعظم کو سخت نفرت و حقارت کی نظر سے دیکھتی ہے تو انہوں نے طرح طرح کی کوششیں اس عیب کے چھپانے میں کیں مختلف جوابات مختلف اشخاص نے دیئے جن کا سلسلہ اب تک جاری ہے جہاں تک میں نے مجتہدین شیعہ کی تصنیفات اس بحث میں دیکھیں ان کی ساری کوششوں کا حاصل تین جوابوں میں منحصر پایا جو حسب ذیل ہیں:-

شیعوں کا پہلا جواب | یہ ہے کہ تقیہ کے معنی جھوٹ بولنے یا خلاف اپنے اعتقاد کے کام کرنے کے نہیں ہیں بلکہ دشمن کے شر سے بچنے کے لئے اپنے مذہب کو اس سے پوشیدہ رکھنے کا نام تقیہ ہے۔

## جواب الجواب

یہ ہے کہ تقیہ کے معنی حدیث معصوم سے ہم اور پڑنا بت کر چلے ہیں، اور آئمہ کے طرز عمل سے بھی اسی معنی کی تائید ہوتی ہے، لہذا تقیہ کے معنی مذہب چھپانے کے ہرگز نہیں ہو سکتے مذہب کے چھپانے میں اور تقیہ میں بڑا فرق ہے مذہب کو آدمی بغیر جھوٹ بولے ہوئے یا خلاف اپنے اعتقاد کے

کام کئے ہوئے بھی چھپا سکتا ہے اس کو ہرگز تقیہ نہیں کہتے اس کا نام مذہب شیعہ میں کتمان ہے، چنانچہ شیعوں کے رئیس الحدیث محمد بن یعقوب کلینی نے اصول کافی میں باب التقیہ کے بعد باب الکتمان علیحدہ قائم کیا ہے اور اس باب میں مذہب چھپانے کی تاکید اور فضیلت کی حدیثیں نقل کی ہیں، اس باب کی حدیثیں بہت لطف انگیز ہیں جن میں سے ایک یہ ہے۔

عن سلیمان بن خالد قال قال ابو عبد الله عليه السلام يا سليمان انكم على دين من كتمه اعذه الله ومن اذاعه اذله الله .  
 سلیمان بن خالد سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اے سلیمان تم لوگ ایک ایسے دین پر ہو کہ جو اس کو چھپانے کا، اللہ اس کو عزت دے گا، اور جو اس کو ظاہر کرے گا، اللہ اس کو ذلیل کرے گا۔  
 (اصول کافی ص ۲۸۵)

اس باب کی ایک دوسری حدیث کا مضمون یہ ہے کہ جو شیعوں اپنا مذہب چھپائیگا اللہ اس کو دنیا میں عزت دے گا، اور آخرت میں اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان میں ایک روشنی ہوگی جو اس کو جنت میں لے جائیگی اور جو شیعوں اپنا مذہب ظاہر کرے گا، اللہ اس کو دنیا میں بھی ذلیل کرے گا، اور اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان بجائے روشنی کے تاریکی پیدا کر دے گا جو اس کو جہنم میں لے جائے گی۔

مذہب کے چھپانے کی ان تاکیدوں کے ساتھ قرآن مجید کی اس آیت کو ملاؤ ہوا الذی ارسل رسولہ بالهدی و دین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ یعنی خدا نے اپنے رسول جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس لئے بھیجا ہے کہ وہ دین برحق کو تمام دینوں پر ظاہر و غالب کر دیں، چنانچہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یکے دونوں تمام دشمنوں کے سامنے دین برحق کا اعلان فرمایا، نہ کبھی تقیہ کیا نہ کتمان معلوم ہوا کہ آئمہ شیعہ کا جو دین تھا، جس کے چھپانے کی وہ تاکید کر رہے ہیں، اور جس دین کی یہ صفت ہے کہ اس کے چھپانے سے عزت اور ظاہر کرنے سے ذلت ملتی ہے، وہ دین اسلام کے سوا کوئی اور دین تھا، اسلام تو ظاہر و اعلان کیلئے ہے نہ اخفا و کتمان کے واسطے۔

الغرض تقیہ کے معنی صرف چھپانے کے نہیں ہیں، صرف چھپانے کو کتمان کہتے ہیں۔



## شیعوں کا دوسرا جواب

یہ ہے کہ تقیہ ہر حالت میں ہمارے یہاں نہیں ہے بلکہ شدید خوف کے وقت میں ہے۔ شدید خوف کی حالت میں خدا نے بھی تقیہ کی اجازت دی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ الامن اکوہ و قلبہ مطمئن بالایمان یعنی جو شخص مجبور کیا جائے اور اس کا قلب یمان پر قائم ہو زبان سے اگر کلمہ کفر کہے تو جائز ہے، اور فرمایا الا ان نتقوا منہم تقۃً یعنی کافروں سے تقیہ کرنا جائز ہے۔

## جواب الجواب

یہ ہے کہ مذہب شیعہ میں ہرگز خوف شدید کی شرط تقیہ کیلئے نہیں ہے، بلکہ ائمہ معصومین کے اقوال و افعال سے اس شرط کی نفی نہایت صراحت کے ساتھ ثابت ہو رہی ہے اور جو حدیثیں نقل ہو چکی ہیں انہیں میں اس شرط کی نفی موجود ہے اصولی کافی کی تیسری حدیث میں جو اوپر نقل ہوئی امام جعفر صادق نے بیان فرمایا ہے، کہ حضرت یوسفؑ نے اپنے بھائیوں کو چور کہا حالانکہ انہوں نے چوری نہ کی تھی، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے کو بیمار کہا حالانکہ وہ بیمار نہ تھے۔ کوئی شیعہ صاحب براہ عنایت بتا دیں کہ حضرت یوسفؑ نے جو ایک بے گناہ کو چور کہہ دیا تو اس جھوٹ بولنے کے لئے کون سی ضرورت شدید ان کو لاحق ہوئی تھی کون شخص ان کو مجبور کر رہا تھا کہ ان بے گناہوں کو چور کہو، ورنہ میں یقین مار ڈالوں گا حضرت یوسف علیہ السلام کا مقصود اپنے حقیقی بھائی ابن یامین کو اپنے پاس روکنا تھا تو اس مقصود کو نہ خوف شدید کہہ سکتے ہیں نہ ضرورت شدیدہ اور بالفرض ضرورت بھی سہی تو اس ضرورت کو وہ یوں بھی پورا کر سکتے تھے کہ بیٹا آخر میں اپنے کو ظاہر کیا اسی وقت ظاہر کر دیتے کہ میں یوسفؑ ہوں اور ابن یامین میرا حقیقی بھائی ہے جو آیتیں قرآن شریف کی شیعوں نے ذکر کیں وہ ان کے مدعا سے کچھ تعلق نہیں رکھتیں، کیونکہ آیتوں میں کلمہ کفر زبان سے نکال دینا یا کافروں کے شر سے بچنے کیلئے کوئی ایسا کام کرنا بشرطِ اکراہ جائز کیا گیا ہے، اور شیعوں کا تقیہ اس شرط کے ساتھ مشروط نہیں ہے۔

وہ چونکہ حسب روایت اصول کافی شیعوں کے امام صادق صاحب نے حضرت یوسفؑ اور حضرت ابراہیمؑ کا قصہ اس طرز سے بیان کیا ہے کہ یہ مضمون بحوالہ قرآن شریف سمجھا جاتا ہے،

اس لئے یہ ظاہر کرنا ضروری ہے کہ حضرت یوسفؑ کا واقعہ تو بالکل غلط ہے قرآن شریف میں :-  
 لقد قال يوسف ما نہیں ہے بلکہ یوں ہے اذن مؤذن ایہا العیرونکم صادقون یعنی ایک  
 اعلان دینے والے نے اعلان دیا کہ اے قافلے والو تم چور ہو۔ یہ اعلان دینے والا حضرت یوسف علیہ  
 السلام کا ملازم تھا جس کی تحویل میں ان کی استعمال کی چیزیں رہتی تھیں، جب اس ملازم نے دیکھا  
 کہ بادشاہ کے پانی پینے کا پیالہ گم ہے تو اس کو خوف پیدا ہوا کہ مجھ سے اس کی باز پرس ہوگی، اور  
 اس نے تفتیش کی کہ کون کون لوگ یہاں آئے تھے، معلوم ہوا کہ سوا ان قافلہ والوں کے اور کوئی  
 اس وقت یہاں نہیں آیا ان قرآن کی بنا پر اس نے قافلہ والوں پر چوری کا الزام قائم کر کے ان کے  
 اسباب کی تلاشی لی۔ اس ملازم کو معلوم نہ تھا کہ حضرت یوسفؑ نے یہ پیالہ خود ان کے اسباب میں  
 رکھ دیا ہے۔ لہذا اس کا اعلان بھی جھوٹ نہ ہوا اور حضرت یوسف علیہ السلام نے حکم خداوندی وہ  
 پیالہ ان کے اسباب میں رکھا تھا، ان کو خبر نہ تھی کہ اس کا نتیجہ کیا نکلے گا، حضرت یوسفؑ چاہتے  
 تھے کہ ان کے بھائیوں کو بھی یہ علم نہ ہو کہ میں یوسفؑ ہوں اور ابن یامین میرے پاس رہ جائیں خدا  
 نے یہ مقصد ان کا اس تدبیر سے پورا کر دیا نہ ان کو جھوٹ بولنا پڑا نہ ان کے کسی ملازم کو اور کام بن  
 گیا، اسی لئے قرآن مجید میں قرآن کذالك كذنا ليوستف ہم نے یوسف کے لئے یہ تدبیر مخفی کی، باقی  
 رہا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ اس میں اتنا تو سچ ہے کہ انہوں نے اپنے آپ کو بیمار کہا، لیکن  
 یہ بالکل غلط ہے کہ وہ بیمار نہ تھے، واقعی وہ بیمار تھے، بیماری کی ہزاروں قسمیں ہیں ان میں ایک قسم سنج  
 وغم کی بیماری ہے یعنی رنج وغم کی وجہ سے دل درماغ پر کوئی غیر معمولی اثر پڑ جائے تو یہ بھی ایک  
 قسم کی بیماری ہے۔ اصطلاح طب میں اس کو مرض سادج کہتے ہیں۔

یہ ہے کہ اہل سنت کے مذہب میں بھی تقیہ کرنا درست ہے چنانچہ  
**شیعوں کا تیسرا جواب** آیات مذکورہ بالا کی تفسیر میں ان کے مفسرین نے لکھا ہے، اور ان  
 کے علمائے اپنی کتابوں میں اس کی تصریح کی ہے پس جو چیز شیعوں کے یہاں درست ہے،  
 اس کے متعلق بے چارے شیعوں کو نشانہ ملامت بنانا سخت نا انصافی ہے۔

## جواب الجواب

یہ ہے کہ محض افتراء درغاص بہتان ہے حاشا غم حاشا اہل سنت وجماعت کے یہاں شیعوں

کے اصطلاحی تفسیر کا کہیں نام و نشان نہیں نہ کسی نے مفسر نے لکھا ہے نہ کسی اور عالم نے ہا تو ا  
برہان کو ان کنتہ صادقین۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ دین اسلام میں چونکہ سختی اور سنگی نہیں  
ہے اس لئے ہر حالت اور ضرورت کیلئے اس میں احکام موجود ہیں مثلاً کوئی شخص بھوک سے مر  
رہا ہو اور کوئی حلال چیز اس کو نہ ملے اور نہ مل سکے تو اس کو اجازت ہے کہ کوئی حرام چیز مثلاً  
سوز کا گوشت بقدر جان بچانے کے کھالے یہ مسئلہ قرآن شریف میں مذکور ہے۔ الا من اضطر  
فی مخصصة خیر باغ و کلا عاد۔ لیکن دنیا میں کوئی عقل مند اس اجازت کو دیکھ کر یہ نہیں کہہ  
سکتا کہ دین اسلام میں سوز کا گوشت حلال ہے۔

بالکل اسی طرح اگر کوئی شخص مضطر اور مجبور کیا جائے تو اس کو جھوٹ بولنے یا خلاف  
اپنے اعتقاد کے کوئی بات کہنے یا کوئی کام کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ الا من اکذ وغیرہ آیات  
قرآنی سے یہ مضمون صاف ظاہر ہے۔

پس جس طرح سوز کا گوشت مذہب اسلام میں حلال نہیں کہا جاسکتا اسی طرح تفسیر مذہب  
اہل سنت میں حلال نہیں سمجھا جاسکتا۔

اہل سنت جس چیز کو جائز کہتے ہیں اس میں اور شیعوں کے تفسیر مفروضہ میں کھلے کھلے فرق ہیں۔  
اول یہ کہ اہل سنت کے نزدیک اکراہ و اضطرار کی شرط ہے مذہب شیعہ میں یہ شرط نہیں بلکہ ہر شخص  
پر ضروری ہے کہ جب وہ موقع تفسیر کا سمجھے تو تفسیر کرے لوگوں کی سمجھ مختلف ہوتی ہے لہذا ممکن ہے  
کہ ایک شخص کے نزدیک کوئی ضرورت قابل تفسیر کے ہو دوسرے کے نزدیک نہ ہو۔

(۲) اہل سنت و جماعت حالت اکراہ و اضطرار میں جھوٹ بولنے یا اپنے اعتقاد کے خلاف کام  
کرنے کو صرف جائز کہتے ہیں فرض و واجب نہیں کہتے یعنی یہ کہتے ہیں کہ کچھ گناہ نہ ہو گا مگر کچھ  
ثواب بھی نہ ملے گا، بخلاف مذہب شیعہ کے کہ ان کے یہاں فرض واجب ہے دین کے حصہ  
جھوٹ بولنے میں ہیں جھوٹ نہ بولے تو بے دین و بے ایمان ہے۔

(۳) اہل سنت و جماعت کے یہاں معصومین کیلئے بلکہ تمام ایسے پیشواؤں کے لئے جن کی ذات  
کے ساتھ خلق اللہ کی ہدایت و ضلالت و ابستہ ہو حالت اکراہ و اضطرار میں بھی جھوٹ بولنا جائز نہیں  
خصوصاً دینی مسائل میں۔ بخلاف مذہب شیعہ کے کہ ان کے معصومین بھی تفسیر باز ہیں اور دینی



مسائل بھی جھوٹے بیان کرتے ہیں فتوے جھوٹے دیتے ہیں جیسا کہ نمبر دوم میں ظاہر ہوگا۔  
 باوجود ان کھلے کھلے فرقوں کے کون صاحب حیا کہہ سکتا ہے، کہ تقیہ سنی شیعہ دونوں  
 کے یہاں ہے۔

بعضے شیعہ نافہمی سے یہ بھی کہہ بیٹھتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے ہجرت کی  
 اور بوقت ہجرت ایک غار میں تین دن تک پوشیدہ رہے یہ بھی تقیہ ہے (نعوذ باللہ منہ) افسوس  
 ہے کہ ایسی صاف بات بھی ان کی سمجھ میں نہیں آتی ہجرت کرنے یا غار میں پوشیدہ ہونے سے کون  
 سا جھوٹ یا غلط مسئلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صادر ہوا اور جب یہ کچھ نہ ہوا تو اس کو تقیہ  
 کہنا کیا معنی۔ اس کو تو کتمان بھی نہیں کہہ سکتے کتمان مذہب کے چھپانے کو کہتے ہیں نہ خود اپنے  
 آپ کے چھپانے کو۔

نعوذ باللہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تقیہ کرتے تو مکہ میں قبل ہجرت ایک حرف توحید کا زبان  
 مبارک سے نہ نکالتے اور بعد ہجرت بھی یہودیوں وغیرہ کی وجہ سے دین کا اعلان نہ فرماتے دین  
 اسلام کیسے پھیلتا جس طرح علمائے شیعہ اقرار کرتے ہیں کہ اصحابِ ائمہ نے ائمہ سے نہ اصول دین کو  
 یقین کے ساتھ حاصل کیا نہ فروع دین کو یہی حالت دین اسلام کی ہوتی اور سارا دین مشکوک ہوتا۔

## شیعوں پر ایک بڑی مصیبت

ایک طرف تو شیعوں نے تقیہ کے ایسے زبردست فضائل تصنیف فرمائے اس قدر تاکید  
 اس کی اپنے ائمہ معصومین سے روایت کیں اور وہ ایسا کرنے پر مجبور تھے، کیونکہ اگر تقیہ کا سلسلہ نہ ہو تو  
 مذہب شیعہ کا آئمہ اہل بیت کی طرف منسوب کرنا قطعاً ناممکن ہو جائے مذہب شیعہ کو تقیہ کے  
 ساتھ وہی نسبت ہے جو ریل گاڑی کو تار برقی کے ساتھ ہے اگر تار کاٹ دیئے جائیں تو ریل گاڑی  
 ایک قدم نہیں چل سکتی۔ دوسری طرف کچھ ایسے واقعات بھی ہیں جن سے تقیہ کی جڑ کٹی ہے  
 ازاجملہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے کہ ان سے زیادہ خوف جان و مال اور  
 ضرورت شدیدہ کس کو لاحق ہوگی خصوصاً جب کہ بلا پہنچ گئے، اور اپنی آنکھوں سے اپنے شیعوں  
 کی بے وفائی مشاہدہ کر لی اور مقابل میں ایک بڑا خونخوار لشکر دیکھا باوجود اس کے بھی انہوں نے

تقیہ نہ کیا اور زید کی بیعت قبول نہ کی نتیجہ میں جو کچھ مصائب پیش آئے ظاہر ہیں، اگر تقیہ اعلیٰ درجہ کا فرض و واجب ہے اگر اس کے یہ فضائل صحیح ہیں اگر تارک تقیہ ذلت دنیا کے ساتھ عذاب آخرت کا بھی مستحق ہے تو امام حسینؑ پر تقیہ نہ کرنے کے باعث کیسا سخت اور سنگین جرم قائم ہوتا ہے۔

علمائے شیعہ اس عقدہ لایحل کا کوئی معقول جواب آج تک نہیں دے سکے اور نہ دے سکتے ہیں بہتر سے بہتر جواب جو انہوں نے دیا ہے وہ یہ ہے کہ امام حسینؑ کو یہ علم غیب حاصل تھا کہ تقیہ کر کے بیعت کر لینے پر ان کی جان نہ بچے گی۔ اور زیدی لوگ ان کو بہر صورت قتل ہی کر دیں گے، اس وجہ سے انہوں نے تقیہ نہ کیا، بس یہی جواب شیعوں کا سرمایہ ناز ہے فاضل معاصر مولوی ناصر حسین صاحب مجتہد کے دادامستی محمد علی صاحب نے اپنے رسالہ تقیہ میں اسی جواب کو علق نفیس سمجھا ہے لکھتے ہیں:-

شیعیان قائل تقیہ علی الاطلاق فی جمیع الاحوال نیستند و قطع نظر ازین چوں اہل کوفہ عہود و موثیق بسیار کردند نامہ ہائے ہمارا نوشتند و احکام منی بر ظاہر ست لہذا آنجناب عزم جہاد فرمودہ بود ہر گاہے و نانی و عذر او شان ظاہر شد ہر چند قصد رجوع کرد لیکن ممکن نشد و اگر تو ہم کردہ شود کہ چرا در اں وقت بیعت عمر سعد و ابن زبیر نمود پس مدفوع ست بایں کہ غایب آنحضرت دانستہ باشد کہ آن ملاعنہ از عذر و بیونانی باز نہ خواهند آمد اگر چہ آنحضرت بیعت ہم کند۔

اس جواب کی سخافت اظہر من الشمس ہے اگر ہم مان لیں کہ امام حسینؑ کو کسی طرح یہ علم غیب حاصل تھا کہ بیعت کرنے پر بھی وہ لوگ ان کو قتل کر دیں گے تو سبھی ان کو اس علم غیب پر عمل کرنا جائز نہ تھا، احکام شریعت ظاہر حال پر منی ہیں، چنانچہ اسی عبارت منقولہ میں ہے کہ "احکام منی بر ظاہر ست"، اور ظاہر حال یہی ہے کہ بیعت کر لینے پر یہ تمام فتنہ فرو ہو جاتا کیونکہ زید کا مطالبہ صرف یہی تھا کہ بیعت کر لو اور جن لوگوں نے بیعت کر لی ان سے اس نے کچھ تعرض نہیں کیا۔ اور اگر امام کو اپنے علم کمون پر بھی عمل کرنا جائز کہا جائے تو شیعوں کا ماننا ہوا مسئلہ ہے کہ ہر امام کو اپنی موت کا وقت معلوم ہوتا ہے اور موت ان کے اختیار میں ہوتی ہے چنانچہ اصول کافی

میں ایک پورا باب ہی اس عنوان سے ہے باب انہو یعلمون منہی یموتون وانہو لاموتون  
اکتاب اختیار ہوا۔ پس چاہئے کہ کوئی امام کبھی تفتیہ نہ کرے

اب شیعوں کو بڑی مشکل درپیش ہے اگر تفتیہ کو واجب کہتے ہیں تو حضرت امام حسینؑ  
پر حرف آتا ہے اور اگر واجب نہیں کہتے تو دوسرے ائمہ خصوصاً ابوالائمہ جو عمر بھر تفتیہ میں بسر  
کرتے رہے ان کی شان میں بے ادبی لازم آتی ہے۔

ایسے مشکل موقع کے لئے بی شیعوں کے پاس ایک جادو کا منتر موجود ہے اس سے کام  
لیں تو ان کی مشکل اٹائی ہو سکتی ہے وہ یہ کہ صاحبو! یہ باتیں اسرار امامت سے تعلق رکھتی ہیں  
کسی کی سمجھ میں نہیں آسکتیں، ائمہ نے خود فرمایا ہے کہ ہماری باتیں یا نبی مرسل سمجھ سکتے ہیں، یا  
ملک مقرب یا کوئی ایسا مومن کامل الایمان جس کے دل کو خدا نے جانچ لیا ہو ان کے سوا کوئی  
اور نہیں سمجھ سکتا۔ هذا آخر الکلام والحمد لله رب العالمین۔



وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِي لَحْنِ الْقَوْلِ

(ترجمہ) اور ضرور پہچان لیں گے تو (انکے لہجے کو) (انکے طرز کلام میں)

الحمد للہ تعالیٰ کہ مذہب شیعہ کے دو منتخب مسائل کے سلسلہ کا دوسرا رسالہ موسوم بہ

الثَّانِي مِنَ الْمَأْتِيَاتِ

علی

الْمُنْحَرَفِ عَنِ الثَّقَلَيْنِ

(نمبر دوم۔ ملقب بہ)

الْحُجَّةُ الْقَوِيَّةُ

بِذَكَرِ

مَوَاقِعِ التَّقِيَّةِ

جس میں شیعوں کے (مفروضہ) ائمہ معصومین کے تقیہ کے  
 چالیس سے زیادہ واقعات یعنی کس کس موقع پر انہوں  
 نے کس کس طرح تقیہ کیا عقائد و اعمال دونوں کے متعلق  
 کتب معتبرہ شیعہ سے دکھلا کر اس مبحث کی تینوں تنقیحات  
 کہ اظہر من الشمس کر دیا گیا ہے یعنی یہ کہ تقیہ مذہب شیعہ  
 کارکن اعظم اور اعلیٰ ترین فرض ہے اور یہ کہ تقیہ کے معنی سوا  
 جھوٹ بولنے اور اپنے مذہب کے خلاف کوئی بات کہنے  
 یا کوئی کام کرنے کے اور کچھ نہیں ہیں اور یہ کہ تقیہ کے  
 لئے کسی قسم کے خوف یا ضرورت شدیدہ کی شرط ہرگز

نہیں ہے

# بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

حامداً ومصلياً ومسلماً

اما بعد۔ اس رسالہ کے نمبر اول میں ہم شیعوں کے ائمہ معصومین کی احادیث سے ثابت کر چکے ہیں کہ تقیہ نام ہے جھوٹ بولنے یا خلاف اپنے مذہب کے کوئی بات کہنے یا کوئی کام کرنے کا اور یہ کہ تقیہ اعلیٰ درجہ کا فرض ہے، اور یہ کہ تقیہ کے لئے نہ خوف جان کی شرط ہے نہ ضرورت شدیدہ کی۔

اب اس دوسرے نمبر میں ان تینوں امور کو ہم ائمہ کے افعال سے بھی دکھانا چاہتے ہیں، ائمہ نے جن جن موقعوں میں تقیہ کیا ہے، ان سب کا بیان تو بہت طول کو چاہتا ہے، اس لئے کہ کوئی مسئلہ مسائل دین میں سے ایسا نہیں ہے جس میں ائمہ سے مختلف فتویٰ منقول نہ ہوں اور ان میں ایک فتوے کو علمائے شیعہ نے تقیہ پر محمول نہ کیا ہو، لہذا بطور نمونہ کے چند مواقع اماموں کے تقیہ کے شیعوں کی مستند معتبر کتابوں سے پیش کئے جاتے ہیں امید ہے کہ مذہب شیعہ کی حقیقت معلوم کرنے کیلئے بہت کافی روشنی حاصل ہوگی جو مقامات اماموں کے تقیہ کے ہم نقل کریں گے وہ وہی مقامات ہوں گے جن کو خود علمائے شیعہ نے تقیہ کہا ہے، ہم اپنی طرف سے اس کے تقیہ ہونے کا حکم نہ لگائیں گے۔

## عقائد خصوصاً مسئلہ امامت کے متعلق تقیہ

۱۱) ابو الامام یعنی حضرت علی مرتضیٰ نے اپنے زمانہ خلافت میں بڑے اہتمام کیا تو حضرات خلفائے ثلاثہ خصوصاً شیخین رضی اللہ عنہم، کے فضائل بیان فرمائے میں ان کا افضل امت ہونا ان کا خلیفہ برحق ہونا اور خلافت کا اہل حل و عقد کی بیعت سے منع ہونا تقریباً تحریراً اس کثرت سے بیان فرمایا ہے

۱۲) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے تقیہ کی روایات ہم نے اس لئے نقل نہ کیں کہ آپ کے قول و فعل کا چندان اثر شیعوں پر نہ ہوتا اور نہ آپ کا تقیہ تو سب سے زبردست تھا، قرآن کی بہت سی آیتیں آپ نے اس کے تقیہ کے تبلیغ نہ کیں درحقیقہ اللہ مہولری دلدار علی، اور امامت کا مسئلہ آپ نے چھاپا، الاسوا علی کے کسی کو نہ سکھایا، بحیر اصول کافی ص ۳۴ اس کے علاوہ اور بڑے بڑے تقیہ آپ نے کئے ۱۲۔



کہ آج اسی سندوں کے ساتھ کتب السنن میں حضرت مدوح کا یہ قول منقول ہے، خیر الامۃ بعد نبیہا ابو بکر ثم عمر۔ یعنی اس امت میں نبی کے بعد سب سے بہتر ابو بکر میں پھر عمر کتب شیعہ میں بھی ایک بڑا ذخیرہ ان فضائل کا موجود ہے ازاںجملہ پنج البلاغہ قسم دوم ص ۷ میں ایک خط آپ کا بنام حضرت معاویہ حسب ذیل ہے۔

انہ با یعنی القوم الذین  
 با یعوا ابا بکر و عمر و عثمان  
 علی ما با یعوم علیہ فلم  
 یکن للشاہدان یختار  
 ولا للغائب ان یرد وانما  
 الشوریٰ للہا جریں و  
 الانصار فان اجتمعوا علی  
 رجل و سموہ اما ما کان  
 ذلک رضی فان خرج من  
 امرہم خاسر ج بطعن او بدعة  
 رادوہ الی ما خرج منه فان  
 ابی قاتلوہ علی اتباعہ غیر  
 سبیل المؤمنین و ولاہ اللہ  
 ما تولیٰ ولعہری یا معاویۃ  
 لئن نظرت بعقلک دون  
 ہواک لتجدنی ابرء الناس  
 من دم عثمان ولتعلمن انی  
 کنت فی عزلة منه۔

بہ تحقیق مجھ سے بیعت کی ہے ان لوگوں نے  
 جنہوں نے بیعت کی تھی ابو بکر اور عمر اور عثمان  
 سے انہیں شرائط پر جن شرائط پر ان سے بیعت  
 کی تھی۔ لہذا اب نہ حاضر کو اختیار ہے، اگر وہ کسی  
 اور کو پسند کرے اور نہ غائب کو اختیار ہے  
 کہ وہ دوسری بیعت کو، رد کرے مشورۂ خلافت  
 کا حق صرف مہاجرین و انصار کو ہے وہ اگر کسی شخص  
 پر اتفاق کر لیں، اور اس کو امام کہہ دیں تو وہ  
 پسندیدہ امام ہے، پھر اگر مہاجرین و انصار  
 کے کئے ہوئے کام سے کوئی شخص علیحدہ ہو  
 جائے کچھ اعتراض کر کے یا کوئی نئی بات نکال کر  
 تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ شخص جس راہ سے  
 بٹ گیا ہے اسی کی طرف اس کو واپس لائیں پھر  
 اگر وہ نہ مانے تو اس سے قتال کریں اس بنا پر کہ  
 اس نے ایمان والوں کی راہ کے خلاف کی پروا  
 کی اور اللہ اس کو اسی کی طرف پھیرے گا جس  
 طرف وہ پھرا، اور قسم ہے مجھے اپنے جان کے  
 مالک کی لے معاویہ اگر تم اپنی عقل سے غور  
 کر ہو انے نفسانی کو دخل نہ دو تو یقیناً مجھے سب سے

زیادہ خون عثمان سے بے تعلق پاؤ گے اور ضرور  
تم کو معلوم ہو جانے گا کہ میں اس خون سے  
بالکل علیحدہ ہوں۔

۱۰۔ اس خط میں حضرت علی نے چھ باتیں قابل توجہ اور مذہب شیعوہ کے خلاف بیان فرمائیں، اپنی  
خلافت بر بنائے نص نہ فرمائی بلکہ بر بنائے بیعت مہاجرین و انصار مہاجرین و انصار کی بے نظیر  
فضیلت میں چند باتیں بیان فرمائیں کہ انتخاب خلیفہ کا حق انہیں کو ہے، یعنی ان کے ہوتے ہوئے  
دوسرے کو انتخاب کا حق نہیں ہے اور یہ کہ مہاجرین و انصار کا نامزد کیا ہوا خلیفہ پسندیدہ یعنی خلیفہ راشد  
ہوتا ہے، اور یہ کہ مہاجرین و انصار جس راہ پر چلیں وہ ایمان والوں کی راہ ہے، مہاجرین و انصار کے  
منتخب کئے ہوئے خلیفہ کو جو نہ مانے وہ ایمان والوں کی راہ کا مخالف اور واجب القتل و القتل ہے  
۱۱۔ حضرات خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کا نام لے کر ان کا خلیفہ برحق ہونا ظاہر فرما دیا علمائے شیعوہ نے  
حضرت مدوح کے ان اقوال کو تقیہ پر محمول کیا ہے، شیعوں کے سلطان العلماء مولوی سید محمد صاحب  
مجتہد اپنی کتاب بوازیق کے ص ۱۱ میں لکھتے ہیں:-

اگر آنحضرت در زمانہ تصریح بطلان خلافت  
مشائخ ثلاثہ میگردانند آتش عداوت در  
کانوں سینہ پر کینہ انہا مشتعل میشد بلکہ اکثر  
اصحاب آنحضرت ملحق بہ معاویہ شد و  
آنجناب را مخذول و منکوب می نمودند۔

اگر آنحضرت خط میں تینوں خلیفہ کے خلافت  
کے باطل ہونے کی تصریح کر دیتے تو لامحالہ عداوت  
کی آگ ان کے سینوں میں بھڑک اٹھتی  
بلکہ اکثر اصحاب آنحضرت کے معاویہ کے  
ساتھ ملکر آنجناب کو ذلیل اور سرنگوں کر دیتے۔

دیکھئے یہ کیا پر لطف تقیہ ہے جب دشمن کا خوف نہ دکھا سکے تو کہہ دیا کہ خود اپنے اصحاب  
کے خوف سے حضرت علی نے تقیہ کیا معلوم ہوا کہ حضرت علی کے اصحاب بڑے دغا باز و منافق تھے حضرت  
علی ان سے اس قدر ڈرتے تھے کہ اپنا اصلی مذہب نہ ظاہر کر سکتے تھے اور جب ابوالائمہ کے  
اصحاب کا یہ حال تھا تو باقی ائمہ کے اصحاب کا کیا حال ہو گا؟ حضرت علی نے اپنے زمانہ خلافت میں  
بھی نہ متعہ جیسی عظیم الشان عبادت کے سلال ہونے کا اعلان دیا نہ نماز تراویح جیسے گناہ کبیرہ کو روکا  
اصلی قرآن کی تردید نہ کی حقوق العباد نہ دلوائے اور سب سے بڑا غضب یہ کہ حضرت فاطمہ کا حق غضب

کرنے میں بھی مینوں خلفاء کے قدم بہ قدم رہے علمائے شیعہ حضرت علی کے ان تمام کارناموں کو تفسیر پر محمول کرتے ہیں۔

قاضی نور اللہ شوستر نے اپنی کتاب احقاق الحق میں (جہاں علامہ ابن روز بہاں رحمۃ اللہ علیہ کے اس بے پناہ اعتراض کا جواب دیا ہے کہ متعہ اگر حضرت عمرؓ نے اپنی طرف سے حرام کیا تھا تو حضرت علی نے اپنے زمانہ خلافت میں اس کے حلال ہونے کا اعلان کیوں نہ دیا، لکھا ہے کہ جناب امیر علیؑ اسلام کو اپنے زمانہ خلافت میں سبھی امن نہ تھا اور وہ اپنا اصلی عقیدہ اور اصلی مذہب بالاعلان نہ بیان کر سکتے تھے، قاضی صاحب کی طویل عبارت کا آخری فقرہ یہ ہے۔

والحاصل ان امر الخلافة ما وصل  
الیہ الا بالاسد دون المعنی وکان  
معاً صبا منازعاً مبغضاً فی  
ایام ولایتہ وکیف یا من فی ولایتہ  
المخلاف علی المتقدمین علیہ  
وکل من با یعہ وجمہورہم شیعة  
اعدائہ و من یرئی انہم مضوا  
علی اعدال الامور و افضلہا  
وان غایتہ امر من بعدہم  
ان یتبع اثارہم و یقتفی  
طرائقہم۔

اور حاصل یہ ہے کہ خلافت کا کام جناب امیر علیؑ تک صرف برائے نام پہنچا تھا، نہ درحقیقت اور انجناب سے آپ کی حکومت کے زمانہ میں بھی جھگڑے کئے جاتے تھے، اور بغض رکھا جاتا تھا، اور انجناب اپنی حکومت میں انگوں سے مخالفت کر کے کیوں کر بے خوف رہ سکتے تھے۔ اس حال میں کہ جن لوگوں نے ان سے بیعت کی تھی وہ کل ان کے دشمنوں کے شیعوں سے تھے اور ایسے لوگ تھے جو سمجھتے تھے کہ ان کے دشمن نہایت عمدہ حالت اور افضل صفت میں تھے اور ان کے بعد والوں کی انتہائی معراج یہ ہے کہ ان کے نشان قدم پر چلیں اور ان کے راستے کی پروری کریں۔

قاضی نور اللہ شوستر نے یا کسی اور کے کہنے کی ضرورت کیا خود حضرت علی کا اقرار موجود ہے کہ ان کا تمام زمانہ خلافت تفسیر میں گزرا اور اپنی خلافت میں بھی وہ دین کا کوئی کام نہ کر سکے، روضہ کافی ص ۲۹ میں ہے، کہ حضرت علی نے ایک روز اپنی خلوت خاص میں جہاں سوا ان کے اہلبیت اور چند مخصوص شیعوں کے کوئی نہ تھا فرمایا کہ:-



مجھ سے پہلے حکام نے کچھ ایسے کام کئے ہیں جن میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی ہے اور عداً مخالفت کی ہے، اور ان کی سنت کو بدلا ہے، اور اگر میں لوگوں کو ان کاموں کے ترک کر دینے کا حکم دوں اور ان کو ان کے اصلی حالت کی طرف واپس کر دوں، اور اس حالت کی طرف جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تھی تو مجھ سے میرا لشکر جدا ہو جائے۔

پھر اس کے بعد ان خلاف شریعت کاموں کی کچھ تفصیل بھی ارشاد فرمائی کہ:

اگر میں فدک و ارثانِ فاطمہ علیہا السلام کے حوالہ کر دوں، اور جو معانیوں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض لوگوں کو دی تھیں، اور وہ ان کو نہیں ملیں، نہ ان کا نفاذ ہوا، ان کو دسے دوں اور جو فیصلے ظلم کے کئے گئے ہیں، ان کو رد کر دوں اور کچھ عورتیں جو بعض مردوں کے تصرف میں ناجائز طور پر ہیں ان کو نکال کر ان کے شوہروں کے حوالہ کر دوں اور لوگوں کو احکام قرآنی پر عمل کرنے کا حکم دوں، اور وظیفوں کا رجسٹر منسوخ کر دوں اور جس طرح رسول اللہ لوگوں کو برابر برابر دیتے تھے، اسی طرح دوں اور موزوں پر مسح کرنے کو حرام کر دوں تو یقیناً لوگ مجھ سے جدا ہو جائیں۔ اللہ کی قسم میں نے لوگوں کو حکم دیا کہ

قد عدلت الولاية قبلي اعمالا  
خالفوا فيها رسول الله متعمدين  
لخلافنا قضاين لعهدنا مغيرين  
لسنته ولو اجمعت الناس على  
تركها وحولتها الى مواضعها  
الى ما كانت في عهد رسول الله  
صلى الله عليه وآله وسلم  
لتفرق عني جندي -

لو عدت فدك الى ورثة فاطمة  
عليها السلام واقطعت قطع  
اقتطعها رسول الله صلى الله عليه  
وسلم لا قوام لهم نهض لهم  
لهم تنفذ وراثة قضايهم من الجور  
قضى بها ونزعت نساء تحت  
رجال بغير حق فرددتهم الى  
انرا واجهن وجمعت الناس  
على حكم القرآن وفحوت دواوين  
العطايا واعطيت كما كان  
ما سول الله يعطى بالسوية  
وحرمت المسح على الخفين  
اذ التفروا عني والله لقد  
امرت الناس الا يجتمعوا في شهي

رمضان الا فی فریضة واعلمتہم  
ان اجتماعہم فی النوافل  
بدعة فتنادی بعض اہل  
عسکری مہن یقاتل معی یا  
اہل الاسلام غیرت سنۃ  
عمرینہا ناعن الصلوۃ فی شہما  
رمضان تطوعاً۔

ماہ رمضان میں سو فرض کے اور کسی نماز میں  
جماعت نہ کریں، اور ان کو آگاہ کیا کہ نوافل میں  
جماعت کرنا (یعنی تراویح) بدعت ہے تو میرے  
بھی لشکر کے بعض لوگ جو میرے ساتھ ہو کر  
ڑپتے ہیں پکارنے لگے کہ اے اہل اسلام عمر  
کی سنت بدل دی گئی، یہ شخص ہم کو ماہ رمضان  
میں نوافل پڑھنے سے منع کرتا ہے۔

غلام یہ کہ حضرت علی کے زمانہ خلافت میں بڑے بڑے ناجائز کام ہو رہے تھے، یہاں تک کہ  
مسلمان اور شوہر وانی عورتوں سے جبراً اسکاری کی جا رہی تھی، حقوق العباد بھی تلف ہو رہے تھے،  
فدک بھی اسی غضب و الت میں تھا، ایسے گناہ کبیرہ اعلان کے ساتھ کئے جا رہے تھے کہ ان کے  
تصور سے ایمان دار کے بدن پر لرزہ پڑتا ہے، مگر حضرت علی مارے تقیہ کے خاموش تھے، اور  
ان تمام مظالم و معاصی کو اسی طرح برقرار رکھے ہوئے تھے۔

حضرت علی کو اپنے زمانہ خلافت میں کیا خوف تھا کیا ضرورت تھی کہ وہ کسی بھی خصوصاً جب کہ وہ  
علاوہ خلافت کے دوسری بڑی بڑی طاقتوں اور بڑے بڑے۔۔۔ جنزوں کے مالک بنے ہوئے تھے،  
یہ ایک عورت ہے جس کے حل کرنے کے لئے ابن سبا اور زرارہ و ابو بصیر کی عقل بھی کچھ کام نہ دے سکی،  
روایات میں جو کچھ مذکور ہے وہ یہ ہے کہ حضرت علی کو اپنا اصلی مذہب ظاہر کرنے اور ان مظالم  
و معاصی کو موقوف کرینے میں اپنے لشکر کے جدا ہو جانے یعنی خلافت کے چھن جانے کا اندیشہ تھا،  
چنانچہ ابھی جو روایت ہم نے روضہ کافی سے نقل کی اس میں بھی یہی عذر تقیہ کا معقول ہے۔

مگر اہل عقل خوب سمجھ سکتے ہیں کہ یہ عذر کس حد تک معقول کہا جاسکتا ہے، بھلا خیال تو کرہ کہ  
خلافت ہے کس لئے خلافت کا مقصد یہی ہے کہ بہ نیابت پیغمبر دین الہی کو قائم رکھا جائے جب یہ  
مقصد ہی حاصل نہ ہو تو ایسی خلافت مسلمان کے لئے جائز ہی نہیں ہو سکتی حضرت علی کو چاہیے تھا کہ خود  
ہی ایسی خلافت پر لات ماریتے ان کو ایسا کیا شوق خلافت کا تھا کہ اس کے چھن جانے کے خوف سے  
ایسے کبیرہ گناہوں کا وبال اپنے ذمہ لے رہے تھے۔

۳) حضرت علی کا تینوں خلفاء رضی اللہ عنہم کے ہاتھ پر بیعت کرنا ان کے مجھے نماز پنجگانہ ادا کرنا ایک تاریخی واقعہ ہے جس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا اور کتب شیعہ سے بھی ثابت ہے شیعہ ان سب امور کو تقیہ کہتے ہیں۔

ابوالائمہ کے بعد اب دوسرے ائمہ کا تقیہ مسئلہ امامت میں دیکھو خصوصاً امام جعفر صادق کا جو مذہب شیعہ میں بڑا درجہ رکھتے ہیں، اب اس معنی کہ شیعہ کہتے ہیں ہمارے مذہب کی تعلیم و ترویج زیادہ تر انہیں کے ہاتھ سے ہوئی اسی وجہ سے شیعہ اپنے کو جعفری کہتے ہیں۔

(۴) اصول کافی مطبوعہ مکتبۃ المدینہ میں ہے۔

عن عبد اللہ بن سلیمان عن  
ابی عبد اللہ علیہ السلام  
قال قال لی ما زال سرنا مكتوفاً  
حتى صارت فی یدی ولدنا کیسان  
فتحدثوا به فی الطریق وقری  
السواد۔

عبداللہ بن سلیمان سے روایت ہے کہ وہ کہتے  
ہیں کہ مجھ سے امام جعفر صادق نے فرمایا کہ ہمارا  
راز یعنی دعویٰ امامت ہمیشہ پوشیدہ رہا یہاں  
تک کہ فرزند ان مکرو فریب کے ہاتھوں پہنچا پس  
انہوں نے راستہ گلی میں اور (سواد) سواد کی  
بتیوں میں اس کا چرچا کیا۔

و اس حدیث میں امام جعفر صادق نے شیعوں کو مکار اور فریبی کہا اور فرمایا کہ انہیں نے ہمارا راز  
فاش کر دیا، ورنہ ہمارا دعویٰ امامت اور ہمارے عقائد بالکل پوشیدہ تھے۔

علامہ خلیل قزوینی صافی شرح کافی جزو چہارم حصہ دوم ص ۱۱۱ میں فرماتے ہیں کہ کیسان  
بفتح کاف و سکون یا سی دو نقطہ درپائین و سین بے نقطہ نام مکرو فریب ست "اور ترجمہ اس  
حدیث کا فارسی میں یوں لکھتے ہیں کہ "روایت ست از امام جعفر صادق علیہ السلام۔ اوی  
گنت مرا ہمیشہ رازنا پہنجان بود تا آنکہ افتاد در دست اہل مکرو فریب پس نقل کردند از رازنا در  
راہ گذر و در وہ ہائے سواد عراق۔"

علامہ خلیل قزوینی کو بھی یہ فکر دانگیہ ہوئی کہ اس حدیث سے شیعوں کا مکار اور فریبی ہونا  
خود امام معصوم کے ارشاد سے ثابت ہو گیا، لہذا فرماتے ہیں کہ "و مراد اولد کیسان اہل کرست  
کہ شیعہ امامیہ نیستند و بدروزخ خود را از شیعہ امامیہ می شمارند"



مگر یہ تاویل عندئذ تراز گناہ ہے بچند وجہ اول یہ کہ تاریخ شہادت سے رہی ہے کہ شیعوں کے  
 سوا اور کسی فرقہ کے لوگوں نے ان ائمہ کا مدعی امامت ہونا بیان نہیں کیا نہ مذہب شیعہ کو ان کی  
 طرف منسوب کیا، سنی آج تک ان کو ہم مذہب کہتے ہیں اور بجا کہتے ہیں۔ پس یقیناً عقائد مشیعیہ  
 کو ان ائمہ کی طرف منسوب کرنے والے شیعہ تھے اور انہیں کو امام نے مکار اور فریبی کہا، دوم کہ یہ  
 بالفرض مان لیا جائے کہ یہ مسئلہ امامت کو شہرت دینے والے شیعہ نہ تھے تو سوال یہ ہوتا ہے کہ ان  
 کو یہ راز معلوم کیوں کر ہوا، لامحالہ یا ائمہ نے ان سے بیان کیا یا ائمہ کے شیعوں نے اگر ائمہ نے بیان  
 کیا تو ائمہ مورد اعتراض ہوتے ہیں کہ انہوں نے غیر شیعہ سے کیوں اپنا راز ظاہر کیا، اور جب  
 کہ ہر امام کے پاس ان کے شیعوں کے نام کا رجسٹر رہتا ہے، نیز امام ہر شخص کو اس کی آواز سے پہچان  
 لیتے ہیں کہ ناجی ہے یا ناری تو دعوہ کو کھا جانے کا بھی عندئذ نہیں ہو سکتا۔ اور اگر شیعوں نے بیان کیا تو  
 پھر وہی الزام لوٹ آیا اور شیعوں کا مکار و فریبی ہونا ثابت ہو گیا۔ سو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ بات  
 غیر معقول ہے کہ اس زمانہ میں کوئی شخص اپنے کو جھوٹ موٹ شیعہ کہتا، کیوں کہ بقول شیعہ اپنے  
 کو اس زمانہ میں شیعہ کہنا جرم تھا، کوئی شخص ناکرہ جرم سے اپنے کو کیوں متمم کرنے لگا، چہاں ہم یہ کہ  
 امام باقر کی حدیث صاف بتلا رہی ہے کہ مسئلہ امامت کو شہرت دینے والے حضرات شیعہ ہی  
 تھے وہ حدیث حسب ذیل ہے۔ (۵) اصول کافی ص ۴۸۴ میں ہے۔

قال ابو جعفر علیہ السلام  
 ولایۃ اللہ اسرھا الجبریل  
 واسرھا جبریل الی محمد  
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
 واسرھا محمد الی علی علیہ  
 السلام واسرھا علی الی  
 من شاء ثم انتم تذیعون  
 ذلك۔

امام باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ کی ولایت  
 یعنی مسئلہ امامت، کو اللہ نے جبریل سے  
 بطور راز کے بیان کیا، اور جبریل نے  
 پوشیدہ طور پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور  
 محمد نے علی علیہ السلام سے پوشیدہ طور پر  
 بیان کیا، اور علی نے پوشیدہ طور پر جن  
 سے چاہا بیان کیا مگر اب تم اس کو مشہور کئے  
 دیتے ہو۔

فدیکھئے اس حدیث میں امام باقر نے شیعوں ہی کو فرمایا کہ تم مسئلہ امامت کو مشہور کرتے

پھرتے ہو اور واقعہ بھی یہی ہے کہ مسئلہ امامت کو شیعوں ہی نے ان ائمہ کی طرف منسوب کیا۔ یہ لطیفہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ مسئلہ امامت ایک ایسا راز ہے کہ خدا نے سوا جبریل کے اور کسی فرشتے کو نہ بتایا نتیجہ یہ کہ سوا جبریل کے اور کوئی فرشتہ حضرت علی اور دوسرے ائمہ کا خلیفہ بلا فصل یا امام ہونا درکنار سرے سے شیعوں کی مصطلح امامت ہی سے واقف نہیں ہے اور جبریل نے بھی سوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسی پیغمبر سے بھی یہ مسئلہ بیان نہ کیا خدا کے تمام پیغمبر عقیدہ امامت سے بے خبر رہے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سوا علی کے کسی کو اس راز سے باخبر نہ کیا حتیٰ کہ اپنی بیٹی حضرت فاطمہ اور اپنے نو اسوں کو بھی اس سے بے خبر رکھا غالباً اسی بے خبری کے سبب سے حضرت فاطمہ حضرت علی کی ہر بات پر سر تسلیم خم نہ کرتی تھیں بعض اوقات سخت گفتگو کی بھی نوبت آجاتی تھی کمانی حق الیقین۔

کیا اچھا دین ہے جس سے فرشتے اور پیغمبر بھی ناواقف ہیں، مگر اب شیعوں کو اس درجہ شہرت دے رہے ہیں کہ اذان میں ولایت کا اعلان اپنی طرف سے اضافہ کرتے ہیں، انا اللہ وانا الیہ راجعون ایک اور روایت سے زیادہ پُر لطف سنئے۔

۱۶۷ اصول کمانی ص ۱۲۱ میں ہے۔

عن سعید السمان قال كنت	سعید سمان سے روایت ہے وہ کہتے ہیں میں امام
عند ابي عبد الله اذ دخل	جعفر صادق علیہ السلام کے پاس تھا کہ دو شخص فریقہ
عليه رجلان من الزيدية	زید یہ کے ان کے پاس آئے ان دونوں نے
فقال له افيكما امام مفترض	امام سے کہا کہ کیا آپ لوگوں میں کوئی امام مفترض
الطاعة قال فقال لا قال	الطاعة ہے امام نے فرمایا کہ نہیں ان دونوں نے
فقال له قد اخبرنا عنك	کہا کہ ہم سے معتبر لوگوں نے آپ سے نقل کر کے
الثقات انك تفتي وتقدرو	بیان کیا کہ آپ اس کا فتویٰ دیتے ہیں اور اقرار
تقول به ونسبهم لك	کرتے ہیں، اور قائل ہیں اور ہم ان لوگوں کا نام
فلان وفلان وهم اصحاب	بھی آپ کو بتائے دیتے ہیں، فلاں اور فلاں
وسرع وتشهير وهم ممن	یہ لوگ پر ہینر گار اور پاکدامن لوگ ہیں اور ایسے

لا یکذب فغضب ابو عبد اللہ  
 وقال ما امرتھم بهذا  
 فلما ساء آيا الغضب في  
 وجهه خرجا۔  
 لوگ ہیں کہ جھوٹ نہیں بولتے امام جعفر صادق کو  
 اس پر غصہ آگیا اور فرمایا کہ میں نے ان لوگوں کو اس  
 کا حکم نہیں دیا جب ان لوگوں نے آپ کے چہرہ میں  
 غصہ کے آثار دیکھے تو چلے گئے۔

اسی مضمون کی روایت شیعوں کے شہید ثالث قاضی نور اللہ شوستری نے مجالس المؤمنین ص ۱۶۶  
 میں لکھی ہے قاضی صاحب لکھتے ہیں:-

در کتاب مختار از سعید منقول است کہ گفت رونے در خدمت امام جعفر علیہ السلام بودم کہ دو کس  
 در مجلس اذن دخول طلبیدند و آن حضرت ایٹاں را اذن کرد چوں بہ نشستند یکے از ایشان از اہل مجلس  
 پرسید کہ آیا در شما امام مفترض الطاعتہ است آنحضرت فرمود کہ جنہیں کسے در میان خود نمی شناسیم  
 او گفت در کوفہ قومے ہستند کہ زعم ایشان آن است کہ در میان شما امام مفترض الطاعتہ موجود است  
 و ایشان دروغ نمی گویند زیرا کہ صاحب ورع واجتہادند و از جملہ ایشان عبد اللہ یعقور و نلان و فلان  
 اند پس آنحضرت فرمودند کہ من ایشان را بایں اعتقاد امر نہ کردہ ام گناہ من در آن چیست و مقارن این  
 گفتار بر رخسار مبارک او آثار احمرار و غضب بسیار ظاہر شد و چوں آن دو کس اورا در غضب دیدند  
 از مجلس برخواستند و چوں از مجلس بدر شدند آنحضرت باصحاب خود فرمود کہ آیا می شناسید این دو  
 مرد را گفتند بے ایشان از زیدیہ اند و گمان آن دارند کہ شمشیر حضرت رسول نزد عبد اللہ بن الحسن  
 است پس آن حضرت فرمود کہ دروغ گفتہ اند و سہ بار بر ایشان لعنت فرستاد۔

ف۔ ان دونوں روایتوں کا حاصل ایک ہے اور یہ مضمون کتب شیعہ میں تو اترا کو پہنچ گیا ہے کہ امام  
 جعفر صادق اور دوسرے ائمہ علانیہ لوگوں کے سامنے اپنی امامت کا اور شیعوں کے خانہ ساز مسئلہ  
 امامت کا قطعی انکار کرتے تھے، اور جو لوگ اس مسئلہ کو ان کی طرف منسوب کرتے تھے بر ملا ان  
 کی تکذیب فرماتے تھے، شیعہ راویوں نے جس قدر مخصوص باتیں شیعہ مذہب کی ان سے نقل  
 کی ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ باتیں ائمہ نے ہم سے تنہائی میں بیان کی ہیں جس کی تصدیق وہ  
 کسی کے سامنے کبھی نہیں کرا سکے۔

ایک اور روایت اس سے بھی لطیف یہ ہے کہ ائمہ معصومین نے اپنے آپس میں بھی ایک کو



دوسرے تقیہ کرنے کی تعلیم دی ہے، از روئے مذہب شیعوہ اصحاب نبی میں صرف چار شخص مومن تھے ان چاروں کی بھی یہ حالت تھی کہ ایک دوسرے سے تقیہ کرتے تھے، بظاہر تو ایک تھے مگر عقائد میں باہم اس قدر اختلاف تھا کہ اگر ایک کے عقائد پر دوسرے کو اطلاع ہو جاتی تو کشت و خون ہو جاتا۔ وہ روایت یہ ہے۔

(۱) اصول کافی صفحہ ۲۵۴ میں ہے۔

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام  
قال ذكرت التقیة یوما عند  
علی بن الحسین علیہما السلام  
فقال واللہ لو علم ابو ذر  
ما فی قلب سلمان لقتل و  
لقد اثار رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم بینہما فما  
ظنک بسائر الخلق ان علم  
العلماء صعوب مستصعب  
لا یحتملہ الا نبی مرسل  
او ملک مقرب او عبد مومن

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے وہ  
کہتے ہیں ایک دن امام زین العابدین کے سامنے  
تقیہ کا ذکر ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ واللہ اگر  
ابو ذر کو معلوم ہو جاتا کہ سلمان کے دل میں کیا  
ہے تو وہ سلمان کو قتل کر دیتے حالانکہ رسول خدا  
صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کے درمیان میں  
اخوت قائم کر دی تھی، پھر کیا خیال ہے تمہارا  
اور مخلوقات کی طرف یقیناً علما کا علم سخت مشکل  
ہے جس کو سوا نبی مرسل یا ملک مقرب یا ایسے  
نبی مومن کے جس کے قلب کو اللہ نے ایمان  
کے لئے جاپنچ لیا ہو کوئی دوسرا برداشت نہیں

انتخب اللہ قلبہ للایمان فقال وانما  
صار سلین من العلماء لانہ امر من اهل

کر سکتا اور سلمان علما میں سے اس سبب سے  
ہوئے کہ وہ ہمارے اہل بیت میں سے ایک شخص ہیں۔

ف۔ اس حدیث سے تقیہ کی اہمیت و عظمت اچھی طرح ظاہر ہو رہی ہے، انتہا یہ ہے کہ سلمان ابو ذر  
سے تقیہ کرتے تھے ابو ذر کو سلمان کے اصلی عقائد کا علم نہ تھا، ورنہ سلمان کو مار ڈالتے اور ظاہر ہے کہ  
سلمان اور ابو ذر دونوں کو اس قدر متضاد عقائد کی تعلیم رسول ہی نے دی تھی۔

سلمان کے وہ مخفی عقائد کیا تھے، خدا کی توحید میں کچھ عقیدے ان کے بدلے ہوئے تھے یا رسالت  
و نبوت کے متعلق کوئی دوسری باتیں ان کو کھلائی گئی تھیں یا قیامت اور جنت و دوزخ کی بابت

ان کے عقائد مختلف تھے اس کا صریح ذکر کسی روایت میں نہیں ملتا نہ ملنا چاہیے، ورنہ پتھر کا کمال ہی کیا ہوا۔

علامہ خلیل قزوینی شایع کافی اس روایت کو دیکھ کر بہت گھبرائے اور اس ایک روایت پر کیا موقوف خدا کی قدرت یہ ہے کہ جہاں مذہب شیعہ کی بنیاد روایت پر ہے وہاں یہی ان کی روایات ان کے لئے وبال جان بن گئی ہیں، بہر حال علامہ قزوینی نے اس حدیث کی تاویل کی ہے، اور وہ تاویل ایسی نفیس ہے کہ خود سلمان فارسی پر خیانت کا الزام عائد کر کے لکھا ہے کہ ابو ذر کو اگر اس خیانت کا علم ہو جاتا تو وہ اس کو لوگوں سے ظاہر کر دیتے، اور سلمان قتل کر بیٹھے جاتے لیکن یہ خیال قزوینی کا سخت گستاخی اور بے دینی کا خیال ہے، حضرت سلمان کے قلب میں جو چیز تھی، وہ خیانت نہ تھی بلکہ وہ علم الہی کی قسم سے کوئی چیز تھی، چنانچہ حیات القلوب مطبوعہ نو لکشر جلد دوم ص ۲۲۷ میں ہے۔

شیخ کشی بہ سند معتبر از حضرت صادق روایت کردہ است کہ حضرت رسول فرمود کہ اے سلمان اگر علم ترا عرض کنند بر مقدار ہر ائینہ کافر خواہد شد۔

یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان سے فرمایا کہ اگر تمہارا علم مقدار پر ظاہر کر دیا جائے تو مقدار کافر ہو جائیں۔

معلوم ہوا کہ سلمان کا مافی الضمیر جس کا ذکر کافی کی روایت میں ہے کوئی چیز از قسم علم ہے، مولانا احتشام الدین صاحب مرحوم اس روایت کو نقل کر کے فرماتے ہیں کہ اب حضرات شیعہ اس معنی کو عمل کریں کہ جب یہ معلوم ہو گیا کہ سلمان کے دل کی حالت معلوم کرنے سے مقدار کافر ہو جاتے، معاذ اللہ منہا، پس اگر رسول اللہ کے دل کی حالت جناب امیر معلوم کر لیتے تو وہ کیا ہو جاتے، اور اگر جناب امیر کے دل کی حالت حسنین یا سلمان وغیرہ معلوم کر لیتے تو کیا بن جاتے، اور اگر حسنین کی حالت باقی آئمہ کو معلوم ہو جاتی تو وہ کیا ہو جاتے، اور اگر آئمہ کے دل کی حالت تمام متقدمین و متاخرین شیعہ خصوصاً اس زمانہ کے شیعوں کو معلوم ہو جائے، تو وہ کیا ہو جائیں۔

جن کی ظاہر کی تجلی سے مسلمان ہوئے

ان کے باطن کی خبر پائی تو کافر ہو جائیں

مولانا احتشام الدین صاحب نے بڑی ذکاوت کے ساتھ کتب شیعہ سے اس راز کا

پتہ لگایا ہے کہ مسلمان کے دل میں وہ کیا چیز تھی جس کے ظاہر ہونے پر ابوذر ان کو قتل کر دیتے اور مقدار کافر ہو جاتے اس سلسلہ میں کسی باتیں بیان فرمائی ہیں، لیکن سب میں زیادہ دل نشین یہ بات ہے کہ حضرت سلمان ایک ایسی بنیاد ڈالنا چاہتے تھے۔ کہ اگر وہ قائم ہو گئی ہوتی تو مذہب شیعہ کے تصنیف کرنے والوں کو زمین آسمان کے قلابے ملانے کے بعد بھی کامیابی نہ ہوتی۔ حضرت سلمان چاہتے تھے کہ تمام کلمہ گویان اسلام قرآن کریم کو اپنا ماویٰ و ملجا بنائیں، حدیثوں پر بنیاد مذہب نہ رکھیں وہ قرآن سے بھاگ کر حدیث کی طرف جانے کو گمراہی کا دروازہ سمجھتے تھے، المنقہ حضرت فاروق اعظم کے زرین مقولہ حسبنا کتاب اللہ کو وہ بھی حرز جان بنائے ہوئے تھے، چنانچہ حیات القلوب جلد دوم ص ۱۱۱ میں ہے۔

سلمان مردم گفت کہ گر بختی از قرآن بسوئے  
حدیث زیرا کہ قرآن را کتاب رفیع یافتید  
در انجا شمارا حساب می نمایند بر نفیر و قطیر  
و قلیل یعنی بر امر خوردے در بیزه بر قدر  
دانه خوردے پس تنگی کرد بر شما احکام  
قرآن پس گر بختید بسوئے اعایشه  
کہ کار بر شما کشاده و آسان کردہ است۔

سلمان نے لوگوں سے کہا کہ تم لوگ قرآن سے بھاگ کر  
حدیث کی طرف گئے کیونکہ قرآن کو تم نے دیکھا کہ بڑی  
اوپنی کتاب ہے اس مقدس کتاب میں تم سے ذرا ذرا سی  
بات کا حساب لیا جاتا ہے لہذا قرآن نے تم پر تنگی کی یعنی  
تم کتنے تھے مذہبوں کے تصنیف کرنیکی گنجائش نہ دی،  
لہذا تم قرآن سے بھاگ کر ان حدیثوں کی طرف گئے،  
جنہوں نے راستہ تم پر کشادہ اور آسان کر دیا ہے۔

۱۔ اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے کہ قرآن مجید ایک قطعی و یقینی چیز ہے اسی پر مذہب اسلام کی بنیاد ہے،  
احادیث صرف طریق عمل معلوم کرنے کے لئے ہیں یا بعض جملات قرآن کی تفسیر کے لئے نہ اس لئے کہ ان  
پر بنیاد اعتقادات کی رکھی جائے اور نہ اس لئے کہ قرآن معتمد اور حجتان ہے بغیر روایات کے  
ملانے ہونے اس کی کوئی بات سمجھ میں آ ہی نہیں سکتی۔ اس مضمون کو بہت مدلل و مفصل مقدمہ  
تفسیر آیات خلاف اور رسالہ تفسیر آیہ اولے الامر میں بیان کیا جا چکا ہے۔ کتب شیعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ  
حضرت سلمان کا بھی یہی مسلک تھا، اور ہم سے پوچھو تو صرف حضرت سلمان ہی نہیں بلکہ تمام صحابہ کرام کا بلا  
اختلاف یہی مسلک تھا انہیں حضرات کے مسلک کا نام تو مذہب اہل سنت و جماعت ہے، اگر اس مسلک کو شیعہ تھوڑی  
دیر کیلئے بھی اختیار کر لیں تو تشیع کے گھونڈہ کا نام نشان بھی باقی نہ رہے۔



## دوسرے مسائل و نیکے متعلق تقیہ

مسئلہ امامت کے متعلق تقیہ کے چند مواقع بطور نمونہ کے بیان ہو چکے اب دوسرے مسائل و نیکے میں شیعوں کے ائمہ معصومین کا تقیہ دیکھنا چاہیے۔  
۱۱. فروغ کافی مطبوعہ لکھنؤ، جلد دوم صفحہ ۱۱۱ ہے۔

عن ابان بن تغلب قال سمعت ابا عبد الله عليه السلام يقول كان ابي عليه السلام يفتي في زمن بني امية ان ما قتل البازي والصقر فهو حلال وكان يتقيهم وانا لا اتقيهم وهو حرام ما قتل۔

امام بن تغلب سے روایت ہے وہ کہتے ہیں میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو سنا وہ فرماتے تھے کہ میرے والد امام باقر علیہ السلام نبی امیہ کے زمانہ میں فتوے دیتے تھے کہ باز اور شکار جس چڑیا کو قتل کریں وہ حلال ہے میرے والد نبی امیہ سے تقیہ کرتے تھے مگر میں ان سے تقیہ نہیں کرتا، اور (فتوے دیتا ہوں کہ) وہ چڑیا جس کو باز اور شکار قتل کرے حرام ہے۔

ف. دیکھئے امام باقر علیہ السلام نے تقیہ میں حرام کے حلال ہونے کا فتویٰ دے دیا اور یہ تقیہ ہرگز محل خوف میں نہ تھا، کیونکہ یہ مسئلہ ایک اجتہادی مسئلہ تھا ایسے مسائل اجتہاد میں خود فقہانے اہل سنت باہم مختلف رہتے تھے۔ اور کوئی کسی پر گرفت نہ کرتا تھا، آخر امام جعفر صادق نے اس مسئلہ میں تقیہ نہ کیا تو ان پر کس نے گرفت کی اور بالفرض خوف کی حالت بھی ہوتی تو کیا امام مفترض الطاعت کی یہی شان ہے کہ اس طرح جھوٹے مسائل بیان کرے ایسے امام کے فتووں پر کیوں کرا اعتبار ہو سکتا ہے۔  
۱۲. فروغ کافی کتاب الموارث صفحہ ۱۱۱ ہے۔

عن سلمة بن محرز قال قلت لابي عبد الله عليه السلام ان رجلا ارمانيا مات واوصى الى بتزكته فقال لي ومال الارماني قلت سلمة بن محرز سے روایت ہے وہ کہتے ہیں میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہا کہ ایک ارمانی شخص مر گیا اور اس نے مجھے اپنے ترکہ کا وصی بنایا امام نے مجھ سے پوچھا کہ ارمانی کس کو کہتے ہیں میں نے کہا

نبطی من انبساط الجبال مات و  
 اوصی الی بترکتہ و ترک ابنة  
 قال فقال لی اعطها النصف قال  
 فاخبرت بذلك زمرارة فقال  
 لی انتقاک انما المال لہا قال  
 فدخلت علیہ بعد فقلت  
 اصلحك الله ان اصحابنا  
 نرا عمو انک اتقیتنی  
 فقال والله ما اتقیتك  
 ولکنی اتقیت علیک ان  
 تضمن فہل علم بذاک  
 احد قلت لا قال فاعطها  
 ما بقی ۔

ایک سپاہی قوم کو کہتے ہیں، اور آپ کو اس سے  
 کیا مطلب سنا تو صرف اتنا ہے کہ وہ مہر گیا، اور  
 اس نے مجھے اپنے ترکہ کا وصی بنایا، اور ایک بیٹی  
 اس نے چھوڑ دی امام نے مجھ سے فرمایا کہ لڑکی کو  
 نصف دے دو اس پر راوی کہتے ہیں میں نے یہ فتویٰ  
 زرارہ سے بیان کیا تو زرارہ نے مجھ سے کہا کہ  
 امام نے مجھ سے تقیہ کیا ہے، نصف کیا، کل مال  
 اسی لڑکی کو ملے گا، سلمہ کہتے ہیں کہ پھر میں اس  
 کے بعد امام کے پاس گیا۔ تو میں نے کہا کہ اللہ آپ  
 کی حالت درست کرے ہمارے اصحاب کہتے ہیں  
 کہ آپ نے مجھ سے تقیہ کیا امام نے کہا اللہ کی قسم  
 میں نے تم سے تقیہ نہیں کیا، بلکہ تمہارے لئے تقیہ  
 کیا کہ کہیں تم کو تاوان نہ پڑ جائے کسی کو اس  
 فتویٰ کا علم تو نہیں ہوا میں نے کہا نہیں تو امام  
 نے فرمایا کہ اچھا باقی مال بھی لڑکی کو دے دو۔

ف فروع کافی کے اسی باب میں یہی مسئلہ سلمہ بن محرز کے بھائی عبداللہ بن محرز نے امام جعفر صادق  
 علیہ السلام سے روایت کیا ہے کہ امام نے نصف مال تو بیٹی کو دلوایا اور نصف مال غلاموں کو مگر جب  
 عبداللہ بن محرز کو معلوم ہوا کہ امام کا یہ فتویٰ غلط ہے غلاموں کو میراث میں کچھ حصہ نہیں ملنا چاہیے تو  
 اس نے امام سے شکایت کی کہ آپ نے مجھ سے تقیہ کیا امام نے کہا نہیں میں نے تجھ کو نقصان سے بچانے  
 کے لئے ایسا فتویٰ دیا تھا کہ اگر کل مال بیٹی کو دے دیا جائے تو کہیں غلام تجھ سے جھگڑا نہ کریں، لیکن  
 اگر تجھے اس کا خوف نہیں ہے تو کل مال بیٹی کو دیدے۔

معلوم ہوا کہ امام نے ایک شیعہ کو ایک وہی نقصان سے بچانے کے لئے تقیہ کر کے چھوٹا مسئلہ  
 بیان کر دیا مگر ساتھ ہی ساتھ یہ کہنا دامنگیر تھا کہ کسی نے اس فتویٰ کو سنا تو نہیں میری غلطی کا راز

تو فاش نہیں ہوا۔

شیعوں کی کتابوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے ائمہ معصومین اس قدر تقیہ کرتے تھے کہ کوئی مسئلہ مسائل دینیہ میں ایسا نہیں ہے جس میں ائمہ نے مختلف فتوے نہ دیئے ہوں ان مختلف فتووں میں علمائے شیعہ جس فتوے کو چاہتے ہیں، امام کا اصلی مذہب کہہ دیتے ہیں اور جس فتویٰ کو چاہتے ہیں تقیہ کہہ کر اڑا دیتے ہیں۔

علمائے شیعہ کو اس موضوع پر مستقل تصانیف کرنی پڑی ہیں جن میں کتاب استبصار شیعوں کے اصول اربعہ میں داخل ہے انجم کے مناظرہ حصہ چہارم میں اسی کتاب استبصار سے بہت سے مواقع ائمہ کے تقیہ کے نقل کئے جا چکے ہیں، اس وقت پھر اس کا اعادہ بغرض تکمیل بحث مناسب معلوم ہوتا ہے،

(۳) سب سے پہلا باب اس کتاب کا ابواب المیاء ہے اس باب کی ایک حدیث یہ ہے۔

ما رواه محمد بن علی بن محبوب  
عن العباس عن عبد الله بن  
المغيرة عن بعض اصحابه عن  
ابي عبد الله عليه السلام قال  
اذا كان الماء قد رقلتین لہ  
ینجسہ شی والقلتان جرتان  
فاول ما فی هذا الخبر انه  
مدسل ویمتثل ان یکون ورد  
التقیة لانه مذهب کثیر من العاقبة۔

جو حدیث محمد بن علی بن محبوب سے  
انہوں نے عبد اللہ بن مغیرہ سے انہوں نے اپنے  
بعض اصحاب سے انہوں نے امام جعفر صادق  
علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ انہوں نے  
فرمایا جب پانی بقدر دو قلدہ کے ہو تو اس کو کوئی  
چیز نجس نہیں کر سکتی قلدہ مثلے کو کہتے ہیں پس  
خرابی اس روایت میں یہ ہے کہ مرسل ہے اور  
احتمال ہے کہ یہ حدیث بطور تقیہ کے ہو کیونکہ  
یہ مذہب بہت سے شیعوں کا ہے۔

ف مطلب یہ ہے کہ چونکہ یہ مذہب بہت سے شیعوں کا ہے لہذا امام نے انہیں شیعوں کے خوف سے ان کے موافق بیان کر دیا اصلی مذہب امام مدوح کا یہ نہ تھا، اس مقام پر دیکھنے کے قابل ایک بات یہ بھی ہے کہ مسائل عرفیہ فقیہہ میں خود علمائے اہل سنت میں اختلاف رہا ہے۔ اور برابر ایک دوسرے کے مخالف فتوے دیتے تھے کوئی کسی سے خوف نہ کرتا تھا، پس امام کو ایک مسئلہ میں اختلاف کرتے



ہوئے کیا خوف لاحق تھا جو انہوں نے تقیہ کیا خاص اسی مسئلہ میں امام ابوحنیفہ اور اہل کوفہ  
 قلمتین کے مخالف ہیں ان کو کچھ خوف نہ ہوا اور امام نے ذکر کر اپنے اصلی مذہب کے خلاف  
 فتویٰ دے دیا۔

۴۴، کنوؤں کے باب میں ایک حدیث یہ ہے۔

صارواہ احمد بن محمد عن ابن محبوب  
 عن الحسن بن صالح الثوری عن ابی  
 عبد اللہ علیہ السلام قال اذا کان  
 المانی الرکی کرا الحریجسہ شتی قلت  
 وکرا الکر قال ثلاثہ اشبار ونصف  
 طولہا فی ثلثہ اشبار ونصف عمقہا  
 فی ثلثہ اشبار ونصف عرضہا فیحتمل  
 هذا الخبز وجمہین احدہما ان یکون  
 المراد بالرکی المضع الذی لایکون له  
 مادة بالنبع دون الآبار التي لها مادة  
 بہ فان ذلك هو الذی یراعی فیہ الاعتبار  
 بالکر علی ما بینناہ والثانی ان یکون ذلك  
 قد ورد مورد التقیہ لان الفقہاء من یسوی  
 بین الآبار والغدران فی قلمتہا وکثرتها۔  
 جو حدیث احمد بن محمد نے ابن محبوب سے انہوں  
 نے حسن بن صالح ثوری سے انہوں نے ابو عبد اللہ  
 علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا  
 جب پانی کنوئیں میں ایک کر ہو تو اس کو کوئی  
 چیز نجس نہیں کرتی میں نے پوچھا کہ کس قدر  
 ہوتا ہے، امام نے فرمایا ساڑھے تین بالشت  
 طول ساڑھے تین بالشت عمق ساڑھے تین  
 بالشت عرض پس اس حدیث میں دو احتمال  
 ہیں، اول یہ کہ کنوئیں سے وہ کنوئیں مراد ہو  
 جس میں سوت ہوں کیونکہ بے سوت کے کنوئیں  
 میں کرا اعتبار ہوتا ہے، جیسا کہ ہم بیان کر چکے  
 ہیں، دوسرا احتمال یہ ہے کہ یہ حدیث بطور  
 تقیہ کے ہو کیونکہ بعض فقہا کنوؤں اور  
 حوضوں کو قلت اور کثرت میں برابر سمجھتے ہیں۔

ف۔ اس مقام پر بھی یہ لطیفہ قابل غور ہے کہ جب بعض فقہا کا یہ مذہب اور بعض کا اس کے خلاف  
 ہے تو ایک فریق سے کیوں امام ڈرے دوسرے سے کیوں نہ ڈرے، اور پھر وہ فقہا باہم اختلاف کرتے  
 ہوئے کیوں نہ ڈرتے تھے۔ سارا خوف امام ہی کو کیوں تھا، تقیہ تو اس مسئلہ میں ہونا چاہیے جو مخصوص  
 شیعہ سے ہو کہ اصل مسئلہ بتا دینے سے لوگ شیعہ سمجھ لیں گے اور مسئلہ مخصوصات شیعہ سے نہ ہو  
 اس میں تقیہ کیسا۔ مگر اصل تو یہ ہے کہ تقیہ اصلی درجہ کی عبادت ہے، تقریباً الی اللہ اس کی جس

قدر کثرت ہو بہتر۔

(۵) شیعوں کے یہاں مسئلہ یہ قرار پایا ہے کہ پیشاب کرنے کے بعد تین مرتبہ عضو مخصوص کو نچوڑ ڈالے بعد اس کے جس قدر قطرات نکلیں وہ پاک ہیں جسم میں کپڑے میں لگ جائیں کچھ مضائقہ نہیں دھونے کی حاجت نہیں اس مسئلہ کے خلاف ایک حدیث اسی کتاب استیمار میں لکھ کر یہ جواب دیا ہے۔

جو حدیث صفائے محمد بن عیسیٰ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے امام باقر علیہ السلام کو لکھ کر بھیجا کہ کیا جو چیز عضو مخصوص سے بعد نچوڑ ڈالنے کے نکلتی ہے اس سے وضو واجب ہے امام نے لکھا ہاں، تو مطلب اس کا یہ ہے کیا تو ہم اس حکم وضو کو استحباب پر عمل کریں نہ وجوب پر یا ہم اس کو ایک قسم تقیہ پر عمل کریں کیونکہ یہ مسئلہ اکثر سنیوں کے موافق ہے۔

ما رواه الصفا عن محمد بن عیسیٰ قال کتب الیہ رجل هل یجب الوضوء ما خرج من الذکر بعد الاستبراء فکتب نعم فالوجه فیہ ان نخله علی ضرب من الاستحباب دون الوجوب او نخله علی ضرب من التقیة لان موافق لمذهب اکثر العامة۔

(۶) اسی کتاب کے باب الاستبراء میں ہے۔

جو حدیث احمد بن محمد نے برقی سے انہوں نے وہب بن وہب سے انہوں نے ابو عبد اللہ علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا میرے والد کی انگوٹھی میں یہ عبارت کذہ تھی، العزة لله جمیعا، یہ انگوٹھی ان کے پاس ہاتھ میں رہتی تھی، اور وہ اسی سے ابدست لیتے تھے اور امیر المؤمنین علیہ السلام کی انگوٹھی میں یہ عبارت کذہ تھی الملك لله اور وہ انگوٹھی ان کے ہاتھ میں رہتی تھی، اور اسی سے وہ ابدست لیتے تھے، پس یہ حدیث تقیہ پر محمول ہے۔

ما رواه احمد بن محمد عن البرقی عن وهب بن وهب عن ابی عبد الله علیه السلام قال كان نقش خاتم ابی العزة لله جمیعا وكان فی یساره یستنجی بہا وكان نقش خاتم امیر المؤمنین علیه السلام الملك لله وكان فی یدہ الیسری ویستنجی بہا فہذا الخبر محمول علی التقیة۔

ف :- یہ نہیں معلوم ہوتا کہ تقیہ کس نے کیا آیا امام جعفر نے تقیہ کیا اور جھوٹی خبر بیان کی فی الواقع امام باقر اور حضرت علی ایسی حرکت نہ کرتے تھے، یا حضرت امام باقر اور حضرت علی نے تقیہ کیا کہ ایسی نا ملائم کاروائی کے مرتکب ہوئے۔ پھر نہیں معلوم ہوتا کہ یہ تقیہ کیوں کیا، اگر انگوٹھی اتار کر رکھ جاتے اور خدا کے نام کی بے ادبی نہ کرتے تو کون ان کو مار ڈالتا اور یہ فعل شیخ کس مذہب میں جائز ہے جس کے خوف سے تقیہ عمل میں آیا۔

(۷) شیعوں کے یہاں مسئلہ ہے کہ وضو میں سر کے مسح کے لئے جدید پانی نہ لینا چاہئے، اس کے خلاف جو حدیثیں ائمہ سے مروی ہیں ان کا جواب شیخ صاحب موصوف نے اس طرح دیا ہے۔

وما رواه الحسين بن سعيد عن حماد  
عن شعيب عن ابي بصير قال  
سألت ابا عبد الله عليه السلام  
عن مسح الرأس قلت امسح  
بما في يدي من التدي سا اسي  
فقال لا بل توضع يداك في الماء  
ثم تمسح فالوجه في هذين  
الخيرين ان غملاها على ضرب  
من التقية لانها موافقان  
لمذاهب كثير من العامة۔

اور جو حدیث حسین بن سعید نے حماد بن شعیب سے انہوں نے ابو بصیر سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سر کے مسح کے بابت پوچھا میں نے کہا کہ جو کچھ تری میرے ہاتھوں میں باقی ہے اسی سے میں اپنے سر کا مسح کر لوں امام نے فرمایا نہیں بلکہ پانی میں ہاتھ ڈالو پھر سر کا مسح کروا پس مطلب ان دونوں حدیثوں کا یہ ہے کہ ہم ان دونوں حدیثوں کو تقیہ پر محمول کرتے ہیں کیونکہ ہر دونوں حدیثیں بہت سے سینوں کے موافق

۶ ۶ ۶ ۶ ہیں۔

(۸) نیز اسی کتاب میں باب مسح رجلین میں بہت سی مختلف حدیثیں روایت کی ہیں، منقول ان کے ایک یہ ہے :-

ما رواه احمد بن محمد بن عيسى  
عن بكر بن صالح بن علي الحسن بن  
محمد بن عمران عن زراعة عن  
اور جو حدیث احمد بن عیسیٰ نے بکر بن صالح سے انہوں نے حسن بن محمد بن عمران سے انہوں نے زراعت سے انہوں نے سماع بن مہران



سے انہوں نے ابو عبد اللہ علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا جب تم دفن کر دو تو اپنے پیروں کا مسح کرو نیچے بھی اور اوپر بھی انگلیوں تک بعد اس کے آپ نے اپنا ایک ہاتھ ٹخنے پر رکھا اور دوسرا ہاتھ ٹکڑے پر رکھا اور دونوں کو انگلیوں تک لے گئے، اور فرمایا کہ اس طرح مسح کیا کرو پس مطلب اس حدیث کا وہی ہے جو ہم اس سے قبل کے باب میں بیان کر چکے ہیں یعنی یہ حدیث تفسیر پر معمول ہے کیونکہ بعض سنیوں کے ذہب کے موافق ہے کیونکہ سنیوں میں بعض لوگ ایسے ہیں جو مسح رطلین کے قائل ہیں، اور کہتے ہیں کہ پورے پر کا مسح ہونا چاہیے۔

ف۔ اس مقام پر عجیب ہی لطیفہ ہے اہل سنت میں کوئی شخص بھی مسح رطلین کا قائل نہیں ہے، اور اگر بالفرض کوئی غیر معروف شخص قائل رہا بھی ہو تو اس سے کیا خوف ہو سکتا ہے، اور مزید لطیف یہ ہے کہ مسح رطلین کا مسئلہ بتاتے ہوئے امام کو خوف نہ آیا مومنین کی تحدید کرتے ہوئے خوف آگیا یہ بھی عجیب حیرت انگیز بات ہے یہ ویسی ہی مثل ہے کہ ایک شخص نے کسی بے گناہ کو قتل کر ڈالا تھا اور خزیہ لوگوں سے کہتا پھرتا تھا کہ میں نے فلاں شخص کو مار ڈالا لیکن جب یہ پوچھا جاتا کہ تم نے اس کو کس آلہ سے قتل کیا تو کہتا تھا کہ یہ نہ بتاؤں گا، اس میں مجھے خوف ہے کہ گرفتار ہو جاؤں گا۔

(۹) نیز اسی کتاب میں باب جو مسح رطلین میں ہے۔

جو حدیث محمد بن احمد بن یحییٰ نے احمد بن حسن بن علی بن فضال سے انہوں نے عمرو بن سعید المدائنی سے انہوں نے صدق بن صدقہ

سماعة بن مهران عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال اذا توضأت فامسح قد میک ظاہرہما و باطنہما ثم قال هکذا فوضعت یدہ علی الکعب وضرب الاخری علی باطن قدمیہ ثم مسحہما الی الاصابع فالوجه فی هذا الخبر ما ذکرنا فی الباب الذی قبل هذا من حملہ علی التقیة لانه موافق لمذہب بعض العامة فمن یری المسح علی الرجلین و یقول یا ستیاب الرجل۔

ما رواه محمد بن احمد بن یحییٰ عن احمد بن الحسن بن علی بن فضال عن عمرو بن سعید المدائنی

عن مصدق بن صدقة عن عمار بن مروان  
 عن ابي عبد الله عليه السلام في الرجل  
 يتوضأ الوضوء كله الا رجليه ثم يجوض  
 اليهما خوضاً قال اجزاء ذلك  
 فهذا الخبز محمول على حال التقية  
 فاما مع الاختيار فلا يجوز الا  
 المسح عليهما على ما يتناه -

اور سننے اسی باب کی ایک حدیث یہ بھی ہے۔

ما رواه احمد بن الحسن الصفا عن  
 عبد الله بن المنبه عن الحسين بن  
 علوان عن عمرو بن خالد عن زيد  
 بن علي عن ابيه عن علي عليه السلام  
 قال جلست اتوضأ فاقبل رسول  
 الله صلى الله عليه وآله وسلم  
 حين ابتدأت في الوضوء فقال لي  
 قمضمض واستنشق واستن  
 ثم غسلت وجهي ثلاثا فقال  
 قد يجزيك من ذلك المرتان فقال  
 فغسلت ذراعي وصمحت براسي  
 مرتين فقال قد يجزيك من  
 ذلك المرة وغسلت قدمي فقال  
 يا علي خلل بين الاصابع لا تخلل  
 بالنار فهذا اخبر موافق للعامة وقد

جو حدیث محمد بن حسن صفار نے عبد اللہ بن  
 منبہ سے انہوں نے حسین بن علوان سے انہوں  
 نے عمرو بن خالد سے انہوں نے زید بن علی  
 سے انہوں نے اپنے باپ دادا سے انہوں  
 نے حضرت علی علیہ السلام سے روایت کی ہے،  
 کہ وہ کہتے تھے میں وضو کرنے بیٹھا اتنے میں  
 رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے  
 آپ نے مجھ سے فرمایا کہ کلی کرو اور ناک میں  
 پانی ڈالو، اور سواک کرو، پھر میں نے تین مرتبہ  
 اپنا منہ دھویا، تو آپ نے فرمایا کہ دوہی مرتبہ  
 دھو، ناکانی تھا، پھر میں نے اپنی کہنیاں دھوئیں  
 اور دو مرتبہ سر کا مسح کیا، آپ نے فرمایا کہ ایک  
 ہی مرتبہ مسح کرنا کافی تھا، پھر میں نے اپنے پیر  
 دھوئے تو آپ نے فرمایا کہ انگلیوں کا خلل کرو  
 تاکہ آگ میں نہ ڈالی جائیں، پس یہ حدیث سنیں

ورد مورد التقیة لان المعلوم الذین کا  
 يتخالف فيه الشك من مذاهب ائمتنا  
 علیہم السلام القول بالمسح علی  
 الرجلین وذلك اشہر من ان يدخل  
 فیہ شك ادا رتیاب۔  
 کے موافق ہے، اور بطور تقیہ کے ہے کیونکہ ہم کو  
 جو اپنے ائمہ کا مذہب یقینی طور پر معلوم ہے وہ  
 یہی ہے کہ وہ مسح رجلین کے قائل تھے، یہ بات  
 بہت مشہور ہے اس میں کسی قسم کا شک و شبہ  
 نہیں ہو سکتا۔

فت۔ اس حدیث میں معلوم نہیں تقیہ کس نے کیا، آیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تقیہ کیا، اور  
 ایک غلط مسئلہ حضرت علی کو تعلیم کیا یا حضرت علی نے تقیہ کر کے (معاذ اللہ) رسول خدا صلی اللہ علیہ  
 وسلم کی جھوٹی حدیث بیان کر دی یا بعد والے کسی راوی نے تقیہ کر کے حضرت علی پر افسوس کیا۔

دوسری بات شیخ صاحب کے کلام سے یہ معلوم ہوئی کہ جو بات یقینی طور سے ثابت ہو جائے  
 اس کے خلاف کوئی روایت مقبول نہیں ہوتی، یہ بات اگرچہ فی نفسہ عمدہ اور قابل قبول ہے مگر افسوس  
 کہ حضرات شیعہ اپنی کسی بات کی نسبت نہیں کہہ سکتے کہ یہ بات ائمہ کی ہم کو قطعی طور سے معلوم ہے کیونکہ  
 ان کے علم کا ذریعہ یہی روایتیں ہیں، ان کے سوا کچھ نہیں ہے، اور روایتیں سب برابر کوئی بھی ان  
 میں سے قطعی نہیں ہے، جیسا کہ اصولین کا اس پر اتفاق ہے، ہاں اہلسنت ایسا کہہ سکتے ہیں، کیونکہ  
 رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال و افعال و اقوال کے معلوم کرنے کا ذریعہ علاوہ کتابی روایتوں  
 کے ایک دوسرا اور بھی ہے، وہ کیا ہے، عمل ائمہ اور مجتہدین کا، یہاں تقیہ تو ہے نہیں کہ ذکر کے مارے  
 کھل کر اعمال مذہبی ادا نہ کر سکتے ہوں بخلاف اپنے علم و اعتقاد کے عمل کر رہے ہیں، اس مبحث کو ہم  
 آئندہ بھی لکھیں گے۔

۱۰، اسی کتاب میں وجوب موالات کے متعلق یہ حدیث ہے۔

ما رواہ محمد بن احمد بن یحیی  
 عن احمد بن محمد عن ابیہ عن  
 عبد اللہ بن المغیرة عن حریز فی  
 الموضوع یحیی قال قلت فان جف  
 الاول قبل ان اغسل الذی یلیہ  
 جو حدیث محمد بن احمد بن یحیی نے احمد بن محمد  
 سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے  
 عبد اللہ بن مغیرہ سے انہوں نے حریز سے  
 وضو کے متعلق روایت کی ہے کہ اگر کچھ اعضا خشک  
 ہو جائیں قبل اس کے کہ باقی اعضاء دھوئے



قال جف اولم يجف اغسل  
 ما بقى قلت وكذلك اغسل  
 الجنابة قال هو بتلك المنزلة  
 وابداء بالراس ثم افض  
 على سائر جسدك قلت وان  
 كان بعض يوفى قال نعم فالوجه  
 في هذا الخبر انه اذا لم يقطع  
 المتوضى وضوءه وانما تجففه  
 الريح الشديدة او الحرا العظيم  
 فعند ذلك لا يجب عليه  
 اعادة وانما تجب الاعادة  
 في تفریق الوضوء مع اعتدال  
 الوقت والهراء ويحتمل  
 ايضاً ان يكون وسد مورد  
 التقية لانه مذهب كثير  
 من العامة .

جائیں تو امام جعفر صادق نے فرمایا کہ جو اعضاء باقی  
 رہ گئے ہیں ان کو دھو لو، راوی کہتا ہے کہ میں نے  
 پوچھا کہ غسل جنابت کا یہی حال ہے، امام نے فرمایا کہ  
 ہاں اور غسل میں پہلے سر پر پانی ڈالو پھر باقی جسم  
 پر، میں نے پوچھا کہ اگرچہ اعضاء کے دھونے میں  
 بقدر بعض حصہ دن کے فصل واقع ہو جاوے،  
 تب بھی خشک شدہ اعضاء کے دھونے کی ضرورت  
 نہیں، امام نے فرمایا ہاں پس مطلب اس حدیث  
 کا یہ ہے کہ متوضی اپنا وضوء قطع نہ کرے، بلکہ  
 سخت ہوا کے باعث سے یا گرمی کے سبب سے  
 اعضاء خشک ہو جائیں تو اعادہ وضوء کی ضرورت  
 نہیں، اعادہ اس وقت واجب ہے کہ باوجود اعتدال  
 وقت وضوء کے وضوء کرنے میں تفریق کر دی دشلا منہ  
 دھونے کے بعد کچھ اور کام کرنے لگے، اس کے بعد  
 ہاتھ دھوئے اور اس مریان میں منہ خشک ہو چکا  
 ہو، اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ حدیث بطور تقیہ کے  
 ہو کیونکہ موالات کا واجب نہ ہونا اکثر سنہوں کا مذہب ہے

ف شیخ صاحب نے دو تاویلیں اس حدیث کی کیں اول یہ کہ امام نے جو یہ حکم دیا کہ باوجود خشک ہو جانے  
 اعضاء کے صرف باقی اعضاء کا دھولنا کافی ہے وضوء کے اعادہ کی ضرورت نہیں، یہ حکم صرف اس صورت کے  
 لئے ہے جبکہ ہوا وغیرہ کی وجہ سے اعضاء خشک ہو جائیں نہ تفریق کی وجہ سے، دوم یہ کہ امام نے یہ حکم بطور تقیہ  
 کے دے دیا ہوتا دلیل اول کی حقیقت یہ ہے کہ خود اسی حدیث میں موجود ہے کہ راوی نے کہا ان کان  
 بعض يوم جس سے صاف ظاہر ہے کہ تفریق کی وجہ سے جو خشکی اعضاء میں آجائے وہ بھی قابل لحاظ  
 نہیں، باوجود اس صاف و صریح لفظ کے پھر یہ تاویل کرنا حضرات شیعہ کے سوا کس سے ہو سکتا ہے

اگر کہا جائے کہ وان کان بعض یوم کا تعلق صرف غسل جنابت سے ہے تو اولاً غسل جنابت اور وضو میں ماہ الفرق کیا ہے، ثانیاً غسل جنابت کا ذکر تو بطور حمله معترضہ کے ہے اصل استفسار سائل کا وضو کے متعلق ہے، غایت مافی الباب یہ ہے کہ یہ حمله وضو و غسل جنابت دونوں سے متعلق ہو۔

تاویل دوم کی حالت یہ ہے کہ خود اہل سنت اس بارہ میں مختلف ہیں، امام مالک جو خاص مدنی ہیں، یعنی امام جعفر صادق کے ہم وطن ہیں وجوب موالات کے قائل ہیں پس تعجب ہے کہ امام مالک کو وجوب موالات کا مسئلہ بیان کرتے ہوئے کچھ خوف نہ ہوا اور امام جعفر صادق اس مسئلہ کے بیان کرنے سے ڈر گئے معلوم نہیں اس میں کیا خوف تھا۔

(۱۱) نیز اسی کتاب میں نواقض وضو کی بحث میں ہے:-

وما رواہ محمد بن علی بن محبوب عن محمد	اور جو حدیث محمد بن علی بن محبوب نے محمد بن عبد الجبار
ابن عبد الجبار عن الحسن بن علی بن	سے انہوں نے حسن بن علی بن فضال سے انہوں
فضال بن صفوان عن منصور عن	نے صفوان سے انہوں نے منصور سے انہوں
ابی عبیدۃ الحنا عن ابی عبد اللہ علیہ	نے ابو عبیدہ حذا سے انہوں نے امام جعفر صادق
السلام قال الدعاء والتقی والتخلیل	سے روایت کی ہے کہ امام نے فرمایا کہ نکسیر اور
یسیل الدم اذا استکرهت	قے سے اور ظلال کرنے سے اگر خون نکل آئے
شیاً ینقض الوضوء وان لم تستکرهه	تو اگر تمہیں کراہیت پیدا ہو تو وضو ٹوٹ جائے
لم ینقض الوضوء فهذا ان الخبزان یحتملان	گا، ورنہ نہیں مایس یہ دونوں حدیثیں دو
وجہین احدهما ان یکوز اور اموذ التقیة	مطلب کا احتمال رکھتی ہیں، اول یہ کہ بطور تقیہ
لان ذلك مذہب بعض العامة۔	کے ہوں کہ یہ بعض سنیوں کا مذہب ہے۔

ف۔ اس حدیث میں تقیہ کا عجیب لطیفہ ہے، اگر امام کا اصلی مذہب یہ تھا کہ قے سے اور خون نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا تو اس کے بیان کرنے میں امام کو کیا خوف تھا، خود اہل سنت میں بھی بعض ائمہ کا یہی مذہب ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ بھی اسی کے قائل ہیں، امام مالک بھی اسی طرف ہیں، اور یہ تو اہل سنت میں کسی کا بھی مذہب نہیں کہ کراہیت پیدا ہو تو وضو ٹوٹے گا ورنہ نہیں۔

(۱۲) نیز اسی کتاب کی بحث مذکور میں ہے:-

مارواه الحیبن بن سعید عن اخیه الحسن عن زرعة عن سماعة قال سألتہ عما یتقض الوضوء قال الحدیث تسمع صوتہ او تجرد ریحہ والقرقرة فی البطن الاشیء تصبر علیہ والضحک فی الصلوۃ والقی فالوجه فی هذا الخبر ان نخله علی ضرب من الاستحباب او علی الضحک الذی لا یملک معہ نفسہ ولا یامن ان یکون قد احدث ویمتل ان یکون الخبر ان ورسدا سورۃ التقیۃ لا کھما موافقان لهذا ھب بعض العامة۔

جو حدیث حسین بن سعید نے اپنے بھائی حسن سے انہوں نے زرعة سے انہوں نے سماعة سے روایت کی کہ میں نے امام رضا علیہ السلام سے نواقض وضو پوچھے تو انہوں نے فرمایا کہ وہ ہمیشہ جس کی آواز سنی جائے یا بو محسوس ہو اور جو قرقر شکم میں ہوا سو اس کے کہ تم اس کو روک لو اور نماز میں ہنسنے اور تھپے، پس مطلب ان دونوں حدیثوں کا یہ ہے کہ ہم ان کو استحباب پر محمول کریں، یا ہنسی سے وہ ہنسی مراد ہیں جس میں آدمی بے اختیار ہوجاتا ہے اور اس بات کا اندیشہ ہوتا ہے کہ حدیث ہو گیا ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ دونوں حدیثیں بطور تقیہ کے ہوں، کیونکہ بعض سنیوں کا مذہب ہے۔

ف پہلی تاویل بھی عجیب و غریب ہے، امام تو نواقض وضو میں ہنسی کو شمار کرتے ہیں، اور شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ نماز میں ہنسنے کے بعد وضو مستحب ہے، اگر الفاظ حدیث اس طرح ہوتے کہ نماز میں ہنسنے سے وضو کرنا چاہیے یا وضو کر لیا کرو تو البتہ اس تاویل کی گنجائش ہوتی، آخری تاویل تقیہ والی جس سے ہماری بحث متعلق ہے ویسے ہی لطیف ہے جیسے سابق میں اور تاویلیں گزر چکیں کیونکہ نماز میں ہنسنے سے وضو کا نہ ٹوٹنا اہل سنت کا مذہب ہے، امام مالک امام شافعی امام احمد تمیوں اسی طرف ہیں صرف خفیہ کے نزدیک نماز میں ہنسنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، پس ایسی صورت میں امام کو کیا خوف لاحق تھا کہ انہوں نے تقیہ کر کے اپنے اصلی مذہب کے خلاف نماز میں ہنسنے کو ناقض وضو کہہ دیا۔

(۱۱۳) نیز اسی کتاب کے بحث غسل میں ہے۔

عن عمر بن یزید قال اغتسلت یوماً عن یزید سے روایت ہے وہ کہتے تھے کہ



الجمعة بالمدینة ولبست ثيابی  
وتطیبت فمرت لی وصفیة  
ففخذت لها فامذیت انا  
وامنت هی قد خلنی من  
ذلك ضیق فسالت ابا  
عبد الله علیه السلام  
عن ذلك فقال لیس علیک  
وضوء ولا علیها غسل۔

میں نے جمعہ کے دن مدینہ میں غسل کیا، اور  
کپڑے پہنے خوشبو لگائی اس کے بعد ایک ٹڈی  
میرے پاس آئی میں نے اس کی ران میں عضو  
مخصوص کو رکھا، تو میری مذی خارج ہو گئی  
اور عورت کو ازال ہو گیا، اس سبب سے  
میرے دل میں تردد ہوا اور میں نے امام جعفر  
صادق سے اس کو جا کر پوچھا تو انہوں نے فرمایا  
کہ نہ تیرے اوپر وضوء واجب ہے نہ اس عورت  
پر غسل واجب ہے۔

ف۔ اس حدیث میں تو عجیب ہی مسئلہ بیان فرمایا گیا ہے جس کے زسنی قائل نہ شیعہ غالباً قائل  
شیعہ قائل ہوں گے، کیونکہ شہوت پرستی کی توحیح میں یہ حدیث پوری مدد دیتی ہے، مگر اب تو کوئی  
شیعہ بھی اس کا قائل نہیں ہے کہ خروج منی سے غسل نہ واجب ہو شیخ صاحب کو اس حدیث میں بڑی  
وقت پیش آئی، اور باوجود شیخ الطائفہ ہونے کے سخت بیچ و تاب میں گرفتار ہو گئے ہیں کہ کیا تاویل  
کریں، اگر کسی سنی کا مذہب اس کے موافق ہو تا تو فوراً تقیہ پر رکھ کر حدیث کو اڑا دیتے مگر اب کیا کریں  
بالآخر ایک نہایت لطیف بات آپ نے ارشاد فرمائی ہے۔

فالوجه فی هذا الخبر انه یجوز  
ان یكون السامع قد وهم فی  
سماعه وانه انما قال امذت  
فوقع له امنت فدواہ علی  
ما ظن ویحتمل ان یکون انما  
اجابہ علیہ السلام علی حسب  
ما ظنہ لہ فی الحال منه وعلم  
انه اعتقد فی جاسریتہ

اس حدیث کی تاویل یہ ہے کہ ممکن ہے کہ راوی  
کو سننے میں وہم ہو گیا ہو، عمر بن یزید نے امذت  
یعنی اس عورت کے بھی مذی خارج ہوئی، کہا  
ہو راوی نے امنت (یعنی اس عورت کے منی  
خارج ہوئی، سمجھا اور اپنی سمجھ کے موافق روایت  
کر دی۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ امام نے امر واقعی  
کے موافق جواب دیا ہو، امام کو معلوم ہو گیا ہو کہ  
عمر بن یزید نے غلطی سے یہ سمجھ لیا کہ اس عورت

انھا امت ولہم یکن کذلک  
 فاجابہ علیہ السلام علی  
 ما یقتضیہ الحکم لا علی  
 اعتقاده۔  
 کے منی خارج ہوئی فی الواقع اس کی منی خارج  
 نہ ہوئی تھی، لہذا امام نے سائل کے اعتقاد  
 کے موافق جواب نہ دیا، بلکہ امر واقعی کے موافق  
 جواب دیا۔

فہ سبحان اللہ یہ طیفہ توفیقہ سے بھی بڑھ گیا، امام نے اسی طرح امر واقعی کے موافق جواب دے کر  
 نہ معلوم کتنے بندگانِ خدا کو گمراہ کیا ہوگا، اور نہ معلوم کس قدر حدِ شیں امام کی ایسی ہوں گی جن میں بوجہ  
 اس کے کہ امام نے امر واقعی کے موافق مسئلہ بتایا ہوگا، اور راولپوں کو غلطی ہوئی ہوگی، عمر بن یزید تو  
 یہی سمجھا ہوگا کہ خروجِ منی سے غسل واجب نہیں ہوتا، اگر امام کو اپنی غیب دانی پر ایسا ہی بھروسہ تھا، تو  
 بیچارے عمر بن یزید کو بھی متنبہ کر دیتے کہ تو غلط سمجھا ہے۔ اس عورت کے منی نہیں خارج ہوئی اس  
 کے بعد یہ مسئلہ بتاتے، وہ بیچارہ گمراہ تو نہ ہوتا۔

گو ہم کو یہاں تفتیح کی احادیث کا نقل کرنا مقصود ہے مگر چونکہ اس حدیث میں تفتیح کا مفاد پورا  
 پورا بلکہ اس سے بھی زیادہ موجود ہے لہذا ہم نے اس کو نقل کر دیا۔  
 (۱۴) نیز اسی کتاب کے اسی باب میں ہے:-

مادواہ الحیین بن سعید عن ابن  
 ابی عمیر عن حفص بن سوقہ  
 عن اخبرہ قال سألت ابا  
 عبد اللہ علیہ السلام فی  
 الرجل یاتی اہلہ من خلفہا  
 قال ہوا احد المأتین فیہ  
 الغسل فلا ینافی الاخبار  
 الاولی لان ہذا الخبر  
 مرسل مقطوع مع انه خبر واحد  
 وما ہذا حکمہ لا یعرض  
 جو حدیث حسین بن سعید ابن ابی عمیر سے انہوں  
 نے حفص بن سوقہ سے انہوں نے اور کسی شخص  
 سے روایت کی ہے کہ وہ کہتا تھا میں نے امام  
 جعفر صادق سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص اپنی عورت  
 کے ساتھ پیچھے سے صحبت کرے امام نے فرمایا کہ  
 جماع کے دو مقاموں میں سے ایک مقام وہ  
 بھی ہے، اور اس صورت میں بھی غسل ضروری ہے  
 پس یہ حدیث مرسل اور مقطوع ہے، اور  
 ساتھ ہی اس کے خبر واحد بھی ہے، پس وہ  
 ان احادیث کی کیونکر معارض ہو سکتی ہے۔

به الاخبار المسندة على انه  
 يمكن ان يكون ورد مورد التقيية  
 لانه موافق المذاهب العامة .  
 جمع السند مروى ہوں، پھر یہ بھی ممکن ہے  
 کہ یہ حدیث بطور تقيہ کے ہو کیونکہ یہ مسئلہ  
 سنیوں کے مذہب کے موافق ہے۔

ف۔ یہاں بھی تقيہ میں اس قدر لطفت ضرور ہے کہ فروع میں برابر اہل سنت اختلاف کرتے  
 رہتے ہیں، اس میں تقيہ کیسا، اس حدیث کے متعلق ضمناً ایک بات اور بھی خیال کرنے کی ہے، پیچھے  
 سے کرنا جس کو لواطت کہتے ہیں ایسی قبیح حرکت ہے کہ شرع مقدس سے قطع نظر کے عقل  
 اور لطافت طبع انسانی بھی اس کو نہایت مکروہ جانتی ہے حتیٰ کہ نصاریٰ کے قوانین سلطنت میں  
 بھی اس کو جرم قرار دیا گیا ہے، اور اس کو خلاف وضع فطرت کے لفظ سے تعبیر کیا ہے اہل سنت  
 بالاتفاق قائل ہیں کہ یہ فعل شنیع قطعاً حرام ہے احادیث میں اس پر وعید وارد ہوئی ہے، مگر  
 حضرات شیعہ کے یہاں جہاں ثبوت پرستی کے اور ذرائع ایجاد کئے گئے ہیں، وہاں ایک طریقہ  
 یہ بھی اس کا نکالا گیا ہے۔ کہ مرد کے ساتھ نہ سہی تو کم از کم عورت کے ساتھ اس ناپاک فعل کا جواز انہوں  
 نے آئمہ سے روایت کر لیا دھا شاجنا بہم عن ذالک، اور شوق سے بے کھٹکے اس پر عمل کرتے ہیں، اور  
 اس کے ساتھ ہی یہ آسانی بھی پیدا کی گئی ہے۔ کہ اس فعل سے غسل بھی واجب نہیں ہوتا، ہاں اگر  
 انزال کی وجہ سے غسل کرنا پڑے گا۔ نہ کہ اس فعل کے باعث۔ اب ایک حدیث جو اس کے خلاف  
 وارد ہوئی ہے، اور اس میں اس فعل کو موجب غسل قرار دیا گیا، تو شیعہ محدثین کو کیسے چین آتا، لہذا  
 شیخ صاحب نے فوراً تقيہ کے پہلو پر رکھ کر حدیث کو اڑا دیا۔

(۱۵) نیز اسی کتاب کے ابواب نجاست میں ہے:-

ما رواه احمد بن يحيى عن محمد  
 ابن عيسى عن فارس قال كتب  
 اليه من اجل يسأله عن سراق  
 الدجاج يحوض الصلوة فيه  
 فكتب لافالوجه في هذه  
 الرواية انه لا يحوض الصلوة  
 جو حدیث احمد بن یحییٰ نے محمد بن عیسیٰ سے انہوں  
 نے فارس سے روایت کی ہے کہ ایک شخص  
 نے امام باقر علیہ السلام کو لکھا کہ مرغی کی بیٹھ میں  
 نماز جائز ہے امام نے جواب لکھا کہ نہیں، پس  
 تاویل اس حدیث کی یہ ہے کہ نماز اس وقت  
 جائز نہیں جبکہ مرغی کھلی ہوئی بھرتی ہو اور یہ بھی



فیه اذا کا الذجاج جلا لا و يجوز ايضا ان يكون  
ممكن ہے کہ ایک قسم کا استجاب مراد لیا جائے  
محمولا علی ضرب من الاستجاب او محمولا علی  
یا یہ حدیث تقیہ پر معمول کی جائے، کیونکہ یہ بہت  
التقیة لان ذلك مذهب كثير من العامة  
سے سنیوں کا مذہب ہے۔

فحضرات شیعہ کے یہاں مرغی کی بیٹ کپڑے میں بدن میں لگی ہو کچھ حرج نہیں دھونے کی  
عاجت نہیں ہے، یہ حدیث اس کے خلاف تھی لہذا تقیہ پر رکھ کر اڑادی گئی۔  
(۱۶) نیز اسی کتاب کے ابواب مذکورہ میں ہے۔

ما رواه النخمين بن سعيد عن عثمان  
بن عيسى عن سماعة قال سألت  
عن بول السنور والكلب والحمار  
والفارس فقال كابل الانسان  
فالوجه في هذا الخبر ان نعمل قوله  
كابل الانسان على ان  
راجع الى بول السنور والكلب  
لاهما مما لا يوكل لحمهما  
وجوز ان يكون الوجه في هذه  
الاحاديث ايضا ضربا من التقية لانهما  
موافقة لمذاهب بعض العامة۔  
جو حدیث حسین بن سعید نے عثمان بن عیسیٰ  
سے انہوں نے سماعہ سے روایت کی ہے کہ  
وہ کہتے تھے کہ میں نے امام جعفر یا باقر سے  
تنبلی کئے اور گدھے اور گھوڑے کے پیشاب کا  
مسئلہ پوچھا، امام نے فرمایا انسان کے پیشاب  
کے مثل ہیں۔ پس تاویل اس حدیث کی یہ ہے  
کہ صرف تنبلی اور کئے کا پیشاب مراد لیا جائے  
کیونکہ یہی دونوں ایسے ہیں کہ ان کا گوشت  
نہیں کھایا جاتا، اور ممکن ہے کہ ان احادیث  
میں بھی کچھ تقیہ ہو کیونکہ یہ حدیثیں بعض سنیوں  
کے مذہب کے موافق ہیں۔

فاسمان انہ کسی نفس تاویلات میں احادیث میں تو چار چیزوں کا ذکر ہے تنبلی، کتا، گدھا، اور  
گھوڑا۔ چاروں کے پیشاب کو انسان کے پیشاب کے مانند نہیں کہا گیا، مگر شیخ صاحب فرماتے ہیں  
کہ ہم صرف دو ہی چیزیں مراد لیں گے، مراد لینے کی ایک ہی رہی، زمین سے آسمان مراد لے لیجئے  
آپ کو اختیار ہے، بقول ایک نا فہم نکتہ چین کے شیعوں کو اختیار ہے، اپنے امام کے کلام

لہ ایڈیٹر انٹرنس کی تابیت کے نمونے جہاں بہت کچھ دکھائے جا چکے ہیں وہاں ایک یہ بھی ہے شیعوں کی کتابوں سے  
جو احادیث تحریف قرآن کی نقل کی گئیں تھیں، ان کے جواب میں شیعوں اس حدیث کو پیش کرتے ہیں۔ (باقی لکھے صفحہ)

میں جس لفظ سے جو چاہیں مراد لے لیں۔

(۱۷) نیز اسی کتاب کے اسی باب میں ہے :-

مارواه احمد بن محمد بن یحییٰ عن  
غیاث عن جعفر عن ابیہ علیہم  
السلام قال لا یاس بدم  
الیراغیث والبق والبول  
المخشا شیف فالوجه فی هذا الروایة  
ان غمها علی خرب من التقیة لانها  
مخالفة لاصول المذاهب۔

جو حدیث احمد بن محمد بن یحییٰ نے غیاث سے  
انہوں نے جعفر صادق سے انہوں نے اپنے  
والد سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا پتو  
اور ریحڑ اور چمکا وڑ کے پیشاب میں کچھ ہرج  
نہیں پس تاویل اس کی یہ ہے کہ ہم اس روایت  
کو تقیہ پر محمول کریں کیونکہ یہ روایت تمام  
مذہب کے اصول کے خلاف ہے۔

فت۔ سبحان اللہ یہ نیا تقیہ ہے، ابھی تک تو یہ معلوم تھا کہ مذہب مخالف سے ڈر کر اس کے موافق  
بات کہہ دینے میں تقیہ ہوتا تھا، لیکن اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تقیہ کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ  
تمام مذاہب کے خلاف ایک بات کہہ دی جائے معلوم نہیں اس تقیہ میں کیا مصلحت ہے، اور  
یہ تقیہ کس کے خوف سے تھا۔

(۱۸) نیز اسی کتاب کی بحث مملوۃ میں ہے :-

مارواه احمد بن محمد بن عیسیٰ بن  
علی بن المحکم عن علی بن ابی  
حمزة عن ابی بصیر قال قلت  
لابی عبد اللہ متی اصلی رکعتی  
الفجر قال لی بعد طلوع الفجر  
قلت له عن ابی جعفر علیہ السلام  
امدنی ان اصیلاہما قبل طلوع الفجر

جو حدیث احمد بن محمد بن عیسیٰ بن  
نے علی بن حمزہ سے انہوں نے ابوبصیر سے  
روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے میں نے  
امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ سنت  
فجر کس وقت پڑھوں، امام نے مجھ سے فرمایا کہ  
بعد طلوع فجر کے میں نے ان سے کہا کہ امام  
باقر علیہ السلام نے تو مجھ سے حکم دیا تھا کہ قبل طلوع

(تقیہ منقولہ شدہ کا) جس میں یہ مضمون ہے کہ قرآن کے فلاح کوئی حدیث نہ مانتی چاہیے، جو اب اس کے میں نے لکھا تھا کہ یہ کیونکر  
معلوم ہوا کہ یہ شان آ کر قرآن موجود کی بیان کی ہے۔ ایڈیٹر اشمس لکھتے ہیں کہ وہ ہمارے امام ہیں ہم کو ناراہے کہ یہ مراد ہے۔

فقال يا ابا محمد ان الشيعة اتوا ابى مستزدا بن فافتاھر  
بمرد الحق واتوني شكاً كافلتيم  
بالتقية۔

فجر کے پڑھا کرو تو امام صادق نے فرمایا کہ اے ابو  
محمد میرے والد کے پاس شیعہ ہدایت حاصل کرنے  
کیلئے آئے تھے، لہذا میرے والد نے انہیں  
صحیح صحیح مسئلہ بتا دیا، اور میرے پاس شک کتے

ہوئے آئے تو میں نے ان کو تقیہ سے فتویٰ دیا۔

ف: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت ائمہ اپنے شیعوں مخلصین سے بھی تقیہ کیا کرتے تھے اب  
فرمائیے شیعوں کے فن حدیث کی کیا حالت ہو گئی، شیعہ کہتے ہیں کہ ائمہ کرام نبیوں سے آتے  
کیا کرتے تھے، مگر اب خود انہیں کے اصول اربعہ کی یہ حدیث بتا رہی ہے کہ خود شیعوں سے کئی  
تقیہ ہوتا تھا، اور شیعہ بھی کون شیخ ابو بصیر جس کی روایت پر تقریباً ایک سولہ فن حدیث  
کا دار مدار ہے جب ایسے رکن رکن سے بھی ائمہ نے تقیہ کیا تو انہوں کی حالت کیا سمجھی  
جائے یہ بھی عجیب لطیفہ ہے کہ امام صادق فرماتے ہیں کہ میرے پاس شیعہ شک کرتے  
ہوئے آئے، اس وجہ سے میں نے ان کو صحیح مسئلہ نہ بتایا تقیہ کر لیا، اے صاحب جو کوئی شک  
کرتا ہوا آئے اس کو تو اور بھی صاف صاف صحیح مسئلہ بتانا چاہئے تاکہ اس کا شک دفع  
ہو جائے، شیخ جی ابو بصیر کی عجیب حالت اس حدیث سے ظاہر ہوتی ہے، جب ان کو  
یہ مسئلہ امام باقر سے معلوم ہو چکا تھا، تو ان کو کیا ضرورت تھی کہ پھر امام صادق سے اسی مسئلہ  
کو انہوں نے پوچھا شاید امام کا امتحان لینا مقصود ہوا، انہیں بے ادب شیعوں نے ائمہ کرام  
پر افرائے اور تودہ و طومار حدیثیں گڑھ کر ان کی طرف منسوب کر دیں۔

(۱۹) نیز اسی کتاب کی بحث اذان میں ہے:-

الحسین بن سعید عن فضالہ  
عن العلاء عن محمد بن مسلم  
عن ابی جعفر علیہ السلام  
قال کان ابی ینادی فی بیته  
بالصلوة خیر من النوم ولو رددت

حسین بن سعید نے فضالہ سے انہوں نے علاء  
سے انہوں نے محمد بن مسلم سے انہوں نے امام  
باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے  
تھے کہ میرے والد امام زین العابدین اپنے  
گھر میں اذان صبح کے اندر الصلوٰۃ خیر من النوم



ذالك لم يكن به باس وما  
اشبه، هذين الخبرين  
مما يتضمن ذكر هذه الالفاظ  
فانها محمولة على التقية -  
کہتے تھے اور اگر میں اس کو نہ کہوں تب بھی کچھ  
خرج نہیں اس قسم کی جس قدر حدیثیں ہیں  
جن میں الصلوٰۃ خیر من النوم کا ذکر ہے سب  
تقیہ پر محمول ہیں۔

ف۔ کیوں صاحب گھر کے اندر تقیہ کیسا امام کو کس نے مجبور کیا تھا کہ اپنے گھر میں اذان دیجئے  
اور ان الفاظ کو کہے پھر معلوم نہیں یہ تقیہ کس کا ہے، امام باقر کا کہ انہوں نے اپنے والد پر غلط افترا  
کیا یا امام زین العابدین کا انہوں نے ایک خلاف حق عمل کا ارتکاب فرمایا۔  
(۲۰) نیز اسی کتاب کی بحث مذکور میں ہے۔

ما رواه محمد بن علي بن محبوب  
عن علي بن السندي عن حماد  
عن حريز عن محمد بن  
مسلم قال سألت ابا عبد الله  
عليه السلام عن الرجل يكون  
امامًا يستفتح بالحمد ولا يقول  
بسم الله الرحمن الرحيم  
قال لا يضرك ولا بأس بذلك  
فالوجه فيه ان نمله على حال التقية -  
جو حدیث محمد بن علی بن محبوب  
سندی سے انہوں نے حماد سے انہوں نے  
حریز سے انہوں نے محمد بن مسلم سے روایت  
کی ہے انہوں نے کہا میں نے امام جعفر صادق  
علیہ السلام سے پوچھا کہ کوئی شخص امام ہو وہ  
الحمد سے نماز شروع کرے، اور بسم اللہ الرحمن  
الرحیم نہ کہے تو کیا ہے، امام نے فرمایا کچھ  
مضر نہیں۔ اس میں کچھ ہرج نہیں پس تاویل  
اس کی یہ ہے کہ ہم اس کو تقیہ پر محمول کرتے ہیں۔

ف۔ حضرات شیعہ کے یہاں نماز میں بسم اللہ باواز بلند کہنا چاہیے، اس حدیث میں جو اس کے  
خلاف مروی ہوا، تو تقیہ کہہ کر اڑا دیا گیا مگر حیرت ہے کہ یہ تقیہ کیسا خود اہل سنت میں بعض  
ائمہ بسم اللہ باواز بلند کہنے کے قائل ہیں پھر کیا خوف تھا جس کی وجہ سے تقیہ کیا گیا۔  
(۲۱) اسی کتاب کے اسی باب میں ہے۔

ما رواه احمد بن محمد بن  
احمد بن اسحاق عن ياسر  
جو حدیث احمد بن محمد نے احمد بن اسحاق سے  
انہوں نے یاسر خادم سے روایت کی ہے کہ

وہ کہتے تھے کہ امام ابوالحسن علیہ السلام کا گد مری  
طرف سے ہوا میں طبری (ایک قسم کی چٹائی) پر  
نماز پڑھ رہا تھا۔ اور اس پر میں نے کوئی چیز سجود  
کرنے کے لئے رکھ لی تھی تو امام نے فرمایا کہ تم  
طبری پر سجود کیوں نہیں کرتے کیا وہ زمین کی  
نبات نہیں ہے، پس تاویل اس حدیث کی  
یہ ہے کہ ہم اس کو تقیہ کی حالت پر معمول  
کرتے ہیں۔

نوٹ ۱۔ اس مقام پر دو حدیثیں اور سن لیجئے جن سے آپ کو ائمہ شیعہ کی عجیب و غریب حالت  
ظاہر ہوگی، پہلی حدیث اسی کتاب استبصار کے بیان جمعہ میں اس طرح ہے۔

حسین بن سعید نے صفوان سے انہوں نے عبد اللہ  
بن بکیر سے انہوں نے ابوبصیر سے روایت کی  
ہے کہ وہ کہتے تھے میں امام جعفر صادق کے پاس  
جمعہ کے دن نماز جمعہ اور نماز عصر پڑھنے کے بعد  
گیا تو میں نے ان کو اس حالت میں پایا کہ وہ جماع  
کر چکے تھے، اور ایک چادر اوڑھے ہوئے باہر  
نکل آئے بعد اس کے اپنی لونڈھی سے کہا کہ نہانے  
کے لئے پانی رکھو مے میں نے کہا اللہ آپ کی  
حالت درست کرے کیا آپ نے ابھی تک غسل  
نہیں کیا، امام نے فرمایا کہ میں نے نہ تو ابھی تک  
غسل کیا نہ نماز پڑھی، میں نے کہا کہ میں تو ظہر  
عصر دونوں کی نماز پڑھ آیا۔ امام نے فرمایا  
کچھ مضائقہ نہیں۔

المخادم قال مر بي ابو الحسن  
عليه السلام وانا اصلي على  
الطبرى وقد القيت عليه شيئا  
اسجدا عليه فقال لي مالك  
لا تسجد عليه اليس  
هو من نبات الارض فالوجه  
في هذا الخبر ان غيبه  
على حال التقية۔

الحسين بن سعيد عن صفوان  
عن عبد الله بن بكير عن  
ابي بصير قال دخلت على  
ابي عبد الله في يوم الجمعة  
وقد صليت الجمعة والعصر  
فوجدته قد باها يعني من  
الباه اي جامع فخرج الى في  
ملحفة ثم دعى جاسر يتيما  
فامرها ان تضع ماء تصببه  
فقلت اصلحك الله ما اغتسلت  
فقال ما اغتسلت ولا صليت  
بعد فقلت له قد صليت الظهر  
والعصر جميعا قال لا باس۔

عجیب لطیفہ کی بات ہے جمعہ کی نماز غائب ہوگئی اور امام صاحب فرماتے ہیں کچھ مضائقہ نہیں شیخ صاحب نے اس حدیث میں تاویل کی ہے کہ شاید امام کو کوئی ضرورت رہی ہوگی، مگر کیا وہ ضرورت صرف نماز کو مانع تھی خلوت خاص کو مانع نہ تھی، کیا یہی امام مقرر فی الطاعة تھے جن کو فریضہ نماز کے فوت ہو جانے کا بھی کچھ خیال نہ تھا، لو فرضنا کسی شدید ضرورت سے نماز قضا بھی ہوگئی تھی تو اس پر بجائے افسوس کے فرماتے ہیں کہ کچھ مضائقہ نہیں سبحان اللہ۔  
دوسری حدیث اسی کتاب کے بغیر وضو نماز پڑھانے کے بیان میں ہے۔

علی بن المحکم عن ابن عبد الرحمن  
العزازی عن ابی عبد اللہ علیہ  
السلام قال صلی علی علیہ  
السلام بالناس علی غیر  
طہر وکانت الظہر نخرج  
منادیہ ان امیر المؤمنین  
علیہ السلام صلی علی غیر طہر فاعیدنا  
ولیبغ الشاہد الغائب۔  
علی بن حکم نے ابن عبد الرحمن عزیزی سے انہوں  
نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی  
ہے کہ علی علیہ السلام نے ایک مرتبہ بے وضو  
نماز پڑھا دی، اور وہ ظہر کا وقت تھا، پس  
ان کا منادی یہ اعلان کرتا ہوا نکلا کہ امیر المؤمنین  
نے اس وقت بغیر وضو نماز پڑھا دی، پس تم  
لوگوں کو چاہئے کہ نماز کا اعادہ کرو، اور حاضر  
کو چاہئے کہ غائب کو یہ خبر پہنچا دے۔

اب ذرا ملاحظہ کیجئے کہ کہاں وہ عصمت کا افسانہ کہ ائمہ مثل انبیاء کے معصوم ہوتے ہیں خطا اور  
سہو و نسیان سے پاک ہوتے ہیں اور کہاں یہ بے وضو نماز پڑھانا اور پھر طہرہ یہ کہ مسئلہ سبھی شیعہ  
مذہب کے خلافت شیعہ مذہب میں ایسی صورت میں مقتدیوں پر اعادہ نماز ضروری نہیں، افسوس  
ہے کہ شیخ صاحب نے اس مقام پر تفسیر کی تاویل نہیں کی، حالانکہ خوب موقع تھا بلکہ اس مقام پر  
آپ نے ایک دوسری تاویل فرمائی ہے، کہ یہ حدیث چونکہ عصمت کے منافی ہے لہذا قابل قبول  
نہیں۔ اب ذرا حضرات شیعہ اپنے گریبان میں منہ ڈالیں اور اہل سنت کے سامنے ان احادیث  
سے استدلال نہ کریں، جن سے خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی صحت خلافت یا فیضیت میں قدر

برقی



عندہ عن العلاء عن محمد  
ابن مسلم قال سألت عن  
صلوة الجمعة في السفر فقال  
كما يصنعون في الظهر ولا يجهر  
الامام فيها بالقراءة انما  
يجهر اذا كانت خطبة فالوجه  
في هذين الخبرين ان يخملها  
على حال التقية والخوف  
فان یہاں تقیہ کا عجیب ہی رنگ ہے معلوم نہیں امام نے کس کے خوف سے اس مسئلہ میں  
تقیہ کیا، کون سنی ان کا قائل ہے کہ سفر میں نماز جمعہ آواز سے پڑھنا چاہیے۔

(۲۳) نیز اسی کتاب کے انہیں ابواب میں ہے۔

مارواه احمد بن محمد عن  
محمد بن يحيى عن طلحة بن  
زيد عن جعفر عن ابيه عن  
علي عليه السلام قال لا الجمعة  
الا في مصر، يقام فيه الحدود  
فالوجه في هذا الخبر التقية  
لانها موافق - لهذا  
اكثر العامة -

جو حدیث احمد بن محمد نے محمد بن یحییٰ سے انہوں  
نے طلحہ بن زید سے انہوں نے جعفر صادق  
سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے  
علی علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ انہوں  
نے فرمایا نماز جمعہ صرف اسی شہر میں جائز  
ہے جس میں حدود قائم کئے جاتے ہوں  
پس تاویل اس حدیث کی تقیہ ہے، کیونکہ  
یہ بہت سے سنیوں کا مذہب ہے۔

فان لے جناب شیخ صاحب اگر یہ مذہب سنیوں کا ہے کہ مصر کے سوا اور کسی مقام پر  
نماز جمعہ جائز نہیں تو یہ بھی سنیوں کا مذہب ہے کہ مصر و قریہ ہر جگہ نماز جمعہ جائز ہے، پھر  
امام کو کیا خوف تھا کہ انہوں نے اپنا اصلی مذہب چھپا کر غلط مسئلہ بتا دیا کہ سوا مصر کے نماز جمعہ  
کہیں جائز نہیں، بندگان خدا کی نماز جمعہ فوت کرانے کا کس قدر وبال ہوا ہوگا اور یہ وبال

کس پر پڑا۔

(۲۴) نیز اسی کتاب کے ابواب العیدین میں ہے۔

مارواہ الحسین بن سعید عن  
ابن ابی عمیر عن ابن اذنیہ عن زرارة  
عن عبد الملك بن اعین سال ابا  
جعفر علیہ السلام عن الصلوٰۃ  
فی العیدین فقال الصلوٰۃ فیہما  
سواء یکبر الامام تکبیر الصلوٰۃ  
تاماکما یصنع فی الفریضۃ ثم یرید  
فی الرکعة الاولى ثلاث تکبیرات  
فی الاخری ثلاثا سوا تکبیرات الصلوٰۃ والارکوع  
والمجروح وانشاء ثلاثا وخمسا وان شاء خمسا  
سبعاً بعد ان یلحی ذلک الی الوتر فالوجه  
فی ہاتین الروایتین تفتیہ لافہما موافقا  
لمذاہب کثیر من العامة۔

جو حدیث حسین بن سعید نے ابن ابی عمیر سے  
انہوں نے ابن اذنیہ سے انہوں نے زرارة  
سے روایت کی ہے کہ عبد الملك بن اعین  
نے امام باقر علیہ السلام سے نماز عیدین  
کی ترکیب پوچھی امام نے فرمایا دونوں کی  
نماز یکساں ہے، امام تکبیریں پوری کہے،  
جیسی فرض نمازوں میں کہنا ہے، پھر پہلی  
رکعت میں تین تکبیریں اور دوسری میں تین  
تکبیریں کہے، علاوہ تکبیر نماز و رکوع و سجود  
کے اور اگر چاہے تین اور پانچ کہے اور اگر  
چاہے پانچ اور سات کہے مگر طاق رہیں  
بس یہ دونوں روایتیں تفتیہ پر معمول ہیں کیونکہ  
اکثر شیوخ کے مذہب کے موافق ہے۔

ف۔ اگر امام کا مذہب یہ تھا کہ پہلی رکعت میں سات تکبیریں اور دوسری میں پانچ کہنا  
چاہیے تو اس مذہب کے ظاہر کرینے میں کیا خوف تھا، اہل سنت کے یہاں بھی اس مسئلہ  
میں مختلف احوال ہیں پھر تفتیہ کیسا اور ایک عجیب لطف یہ ہے کہ تفتیہ کر کے جو امام نے ارشاد فرمایا  
وہ کسی کا بھی مذہب نہیں اہل سنت میں کون اس کا قائل ہے کہ جتنی تکبیریں چاہے کہہ لے صرف  
عدد طاق کا لحاظ رکھے۔

(۲۵) نیز اسی کتاب کے ابواب الجنائز میں ہے۔

مارواہ محمد بن احمد بن یحییٰ عن  
جعفر بن محمد بن عبد اللہ القتی

جو حدیث محمد بن احمد بن یحییٰ نے جعفر بن محمد بن  
عبد اللہ قتی سے انہوں نے عبد اللہ بن میمون

عن عبد الله بن ميمون القداح  
عن جعفر عن ابيه ان علياً عليه  
السلام كان اذا صلى على ميت يقرأ  
بفاتحة الكتاب ويصلي على النبي  
واله تمام الحديث فالوجه في  
هذين الخبرين التقيية لانهما  
موافقتان لمذاهب بعض العامة -

قداح سے انہوں نے جعفر صادق سے انہوں  
نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ علی علیہ  
السلام جب نماز جنازہ پڑھتے تھے تو سورۃ  
فاتحہ پڑھتے تھے اور نبی اور ان کی آل پر درود  
پڑھتے تھے پس یہ دونوں حدیثیں تقيیہ پر  
محمول ہیں کیونکہ یہ بعض سنیوں کے مذہب  
کے موافق ہیں۔

ف ۱۔ یہاں بھی وہی طریقہ ہے، چنانچہ خود شیخ صاحب کو بھی اقرار ہے کہ یہ بعض سنیوں کا مذہب  
ہے، اور بعض کا اس کے خلاف ہے، پس کیا وجہ ہے کہ امام صاحب بعض سنیوں سے ڈر گئے اور  
بعض سے نہ ڈرے۔ پھر یہ بھی پتہ نہیں چلتا کہ یہ تقيیہ کس کا ہے حضرت علی کا کہ وہ تقيیہ میں ایسا فعل  
کرتے تھے یا امام باقر وغیرہ کا تقيیہ ہے کہ انہوں نے ایک غلط روایت حضرت علی سے نقل کر دی۔  
(۲۶) نیز اسی کتاب کے انہیں البواب میں ہے۔

سعد عن ابی جعفر عن ابيه عن  
عبد الله بن المغيرة عن غياث بن  
ابراهيم عن ابی عبد الله عن ابيه عن  
علي عليه السلام انه كان لا يرفع  
يديه في الجنائز الامرة يعني في  
تكبير فالوجه في هاتين الروایتين  
ضرب من الجواز ورفع الوجوب  
وان كان الافضل ما تضمنته  
الروایات الادلة و يمكن ان  
يكونا وساد اموراً التقيية  
لان ذلك مذهب كثير من

سعد نے ابو جعفر سے انہوں نے اپنے والد سے  
انہوں نے عبد اللہ بن مغیرہ سے انہوں نے  
غیاث بن ابراہیم سے انہوں نے امام جعفر  
صادق سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں  
نے علی علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ وہ  
نماز جنازہ میں صرف ایک مرتبہ یعنی تکبیر تحریمہ  
کے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے پس ان دونوں  
حدیثوں میں یا تو ایک قسم کا جواز مراد ہے کہ ہاتھ  
اٹھانا واجب نہیں اگرچہ افضل وہی ہے جو  
پہلی روایتوں میں بیان ہوا اور یہ بھی ممکن ہے  
کہ یہ دونوں حدیثیں بطور تقيیہ کے ہوں کیونکہ



العامة۔

یہ بہت سے سنیوں کا مذہب ہے۔

فت تقیہ بھی عجیب چیز ہے اے جناب شیخ صاحب بہت سے سنیوں کا وہ بھی مذہب ہے جو امام کا اصلی مذہب تھا، اور جس کو امام نے اسے ڈر کے چھپا کر یہ غلط مسئلہ بتایا، غلط فعل کیا۔ (۲۷) نیز اسی کتاب کے انہیں ابواب میں ہے۔

احمد بن محمد عن الحسن بن علی  
ابن یقطين عن اخيه الحسين عن  
ابيه علي بن يقطين قال سألت  
ابا الحسين عليه السلام لکم یصلی  
علی الصبی اذا بلغ من السنین  
والشهور قال تصلی علیہ علی  
کل حال الا ان یقسط لغير تمام  
فالوجه فی هذین الخبرین ما  
قلناه فی خبر عبد الله بن  
سنان من الحمل علی التقیة۔

احمد بن محمد نے حسن بن علی بن یقطين سے انہوں  
نے اپنے بھائی حسین سے انہوں نے اپنے  
والد علی بن یقطين سے روایت کی ہے وہ  
کہتے تھے میں نے ابوالحسن علیہ السلام سے پوچھا  
کہ لڑکے سال اور کئی مہینے کا ہو تو اس کی  
نماز جنازہ پڑھی جائے، امام نے فرمایا ہر حال  
میں اس پر نماز پڑھے سوا اس صورت کے  
کہ کم دنوں کا حاصل ساقط ہو جائے، پس ان  
دونوں حدیثوں کے تلامذہ ہی سے جو ہم عبد اللہ  
ابن سنان کی حدیث میں بیان کر چکے ہیں، کہ  
تقیہ ہے۔

(۲۸) نیز اسی کتاب کے انہیں ابواب میں ہے۔

احمد بن ابی عبد الله عن ابیه  
عن ابن عمیر عن حفص بن  
البختری عن ابی عبد الله علیه السلام  
فی المرأة تموت ومعها اخوها  
نما وجها ایهما یصلی علیها فقال  
اخوها حتی بالصلاة علیها فالوجه  
فی هذین الخبرین ضابط من التقیة

احمد بن ابی عبد اللہ نے اپنے والد سے انہوں  
نے ابن ابی عمیر سے انہوں نے حفص بن بختری  
سے انہوں نے ابو عبد اللہ علیہ السلام سے روایت  
کی ہے کہ جو عورت مر جائے اس کے ساتھ اس  
کا بھائی اور اس کا شوہر ہو تو نماز جنازہ کون  
پڑھے، امام نے فرمایا اس کا بھائی نماز پڑھنے  
کا زیادہ مستحق ہے پس ان دونوں حدیثوں

لانہما موافقتان لمد اہب  
 العامۃ۔  
 میں تقیہ ہے، کیونکہ یہ دونوں سنیوں کے مذہب  
 کے موافق ہیں۔

ف۔ تقیہ بھی عجیب چیز ہے، بھلا فروعی مسائل میں جو بعض اجتہاد سے تعلق رکھتے ہیں اور جن میں خود  
 اہل سنت کے یہاں مختلف اقوال میں تقیہ کی کیا ضرورت اور کیا حاجت ہے، اسی کتاب استبصار  
 میں کچھ حدیثیں ایسی بھی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ائمہ اپنے اصلی مذہب کے اظہار میں کم از کم فروعی  
 مسائل میں بے باک تھے، چنانچہ کتاب الزکوٰۃ کی ایک یہ حدیث ملاحظہ ہو۔

علی بن الحسن عن محمد واحمد بن  
 الحسن عن علی بن یعقوب الهاشمی  
 عن ہارون ابن مسلم عن  
 ابی الیختری قال سالت ابا  
 عبد اللہ علیہ السلام عن الحلی  
 علیہ زکوٰۃ قال انه لیس فیہ زکوٰۃ  
 وان بلغ ما تہ الف کان ابی  
 یخالف الناس فی ہذا۔  
 علی بن حسن نے محمد اور احمد سپران حسن سے انہوں  
 نے علی بن یعقوب ہاشمی سے انہوں نے ہارون  
 بن مسلم سے انہوں نے ابو الیختری سے روایت  
 کی ہے کہ وہ کہتے تھے میں نے امام جعفر صادق  
 علیہ السلام سے زیور کی بابت پوچھا کہ اس پر  
 زکوٰۃ ہے امام نے فرمایا اس پر زکوٰۃ نہیں ہے  
 اگرچہ ایک لاکھ روپے کا ہو، میرے والد (امام  
 باقر) اس بارہ میں سب سے مخالفت کرتے تھے۔

دیکھئے یہ شان البتہ امام کی معلوم ہوتی ہے کہ جو مسئلہ حق تھا اس کے ظاہر کرنے میں انہیں کچھ  
 باک نہ تھا اور کسی کی مخالفت کی پرواہ نہ کرتے تھے، اور دوسری حدیث اسی باب کی یہ ہے۔

سعید بن عبد اللہ عن  
 احمد بن محمد عن  
 الحسن بن سعید عن  
 حماد بن عیسیٰ عن عمر بن  
 اذنیہ عن زرارۃ قال کنت  
 قاعدا عند ابی جعفر علیہ السلام  
 ولیس عندا غیرا نبی جعفر فقال  
 سعید بن عبد اللہ نے احمد بن محمد سے انہوں نے  
 حسین بن سعید سے انہوں نے حماد بن عیسیٰ  
 سے انہوں نے عمر بن اذنیہ سے انہوں نے زرارہ  
 سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے، میں امام باقر  
 علیہ السلام کے پاس بیٹھا ہوا تھا، اور ان کے پاس  
 سوال ان کے بیٹے جعفر صادق علیہ السلام کے کوئی نہ  
 تھا تو امام باقر نے مجھ سے فرمایا کہ لے زرارہ

یا نرارة ان ابا ذر و عثمان  
 تنازعا علی عهد رسول الله  
 صلی الله علیه و آله و سلم  
 فقال عثمان ان کل مال من  
 ذهب او فضته یدار و یعمل  
 به و یتجر ففیه الزکوة  
 اذا حال علیه الحول فقال  
 ابو ذر اما ما اتجرب به او  
 دبر و عمل به فلیس فیه  
 زکوة انما الزکوة اذا کان  
 رکائرا کتزا موضوعا فاذا  
 حال علیه الحول فعلیه  
 الزکوة فاختصما فی  
 ذلك الی رسول الله صلی  
 الله علیه و آله و سلم  
 فقال القول ما قال ابو ذر  
 فقال ابو عبد الله علیه السلام  
 لا ینبیه ما ترید الا ان تخرج  
 مثل هذا فیکف الناس  
 ان یحطوا فقراءهم و مساکینهم  
 فقال له ابوہ الیک عنی لا تجد  
 منها بدا۔

ابو ذر اور عثمان کے درمیان رسول خدا صلی اللہ  
 علیہ وسلم کے زمانہ میں نزاع مولیٰ عثمان کہتے تھے  
 کہ جو مال سمجھنے چاندی کی قسم سے ہو اور دست بدست  
 لیا جاتا ہو اور اس سے کام کیا جاتا ہو اور تجارت کی  
 جاتی ہو اس میں زکوٰۃ واجب ہے، ابو ذر کہتے تھے کہ جس  
 مال میں تجارت کی جائے یا اس کی کوئی چیز نبالی جائے  
 اس میں زکوٰۃ نہیں ہے زکوٰۃ صرف اس مال میں ہے  
 جو مدفون ہو یعنی خزانہ بنا کر رکھا گیا ہو جب اس پر  
 سال گذر جائے تو زکوٰۃ واجب ہوگی، ایسے دنوں  
 رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے آپ نے  
 فرمایا بات وہی ہے جو ابو ذر کہتے ہیں، اس کو  
 من کہ جعفر صادق نے اپنے والد سے کہا کہ اس  
 قصہ کے بیان کرنے سے آپ کا مقصود کیا ہے،  
 سو اس کے کہ یہ بات مشہور ہو اور لوگ فقیروں  
 اور مسکینوں کو دنیا چھوڑیں، امام باقر علیہ السلام  
 نے فرمایا خاموش رہو، مجھے اس کے بیان کرنے  
 سے کوئی مضر نہیں ہے، ان دونوں حدیثوں  
 سے خبر یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ امام نے جو بات  
 انکے نزدیک حق تھی ظاہر کر دی مگر اس کے ساتھ ایک  
 تعجب بھی ہوتا ہے وہ یہ کہ زیور کی زکوٰۃ کی بابت  
 جو امام جعفر صادق نے بیان کیا کہ میرے والد اس  
 مسئلہ میں تمام لوگوں سے مخالفت کرتے تھے تعجب  
 بات ہے کیونکہ بعض ائمہ اہل سنت بھی زیور میں عدم



دو بونہ کوۃ کے قابل ہیں دوسری حدیث میں تعجب کی یہ بات ہے کہ دراماہوں میں خذن پایا جاتا ہے جعفر صادق کہتے ہیں کہ اس قصہ کے بیان کرنے سے نیچر یہ نکلے گا کہ لوگ فقراء و مساکین کو دنیا چھوڑ دیں گے رادر یہ صحیح بات ہے، امام باقر فرماتے ہیں کہ مجھ اس کے بیان کرنے میں مفسر نہیں مفسر نہ ہونے کی معلوم نہیں کیا درجہ تھی سیکڑوں مسائل غلط بیان کر دیے، ہزاروں فتوے غلط دیدیئے زکوٰۃ کا یہ مسئلہ معلوم نہیں کہوں اس درجہ اہم تھا کہ اس کا بیان کرنا نہایت ضروری ہو گیا شاید مفسر نہ ہونگی یہ درجہ ہو کہ زرارہ صاحب نے خواہش کی سو کہ کسی طرح زکوٰۃ کو اڑا دیجئے، امام نے اس کے خون سے زکوٰۃ کے اڑا دینے کیلئے یہ کہانی تراشی ہو، جعفر صادق فرماتے ہیں کہ اس وقت بچہ تھے وہ اس روز کو نہ سمجھے اور جھٹ اعتراض کر بیٹھے، واللہ اعلم بالصواب۔

خیر اس قسم کے لطیفہ تو بہت ہیں دو چار حدیثیں تقیہ کی اور سن لیجئے۔

(۱۶۹) اسی کتاب استبصار کے باب زکوٰۃ میں ہے:-

عند عن حماد وعن حريز عن محمد	حسين بن سعيد عن حماد عن ابنه
ابن مسلم قال سمعت ابا عبد الله	ابنہوں نے محمد بن مسلم سے روایت کی ہے کہ وہ
عليه السلام يقول الصدقات	کہتے تھے میں نے ابو عبد اللہ علیہ السلام سے سفارہ
لمن لا يجد الحنطة والشعير	فرماتے تھے کہ جس کو گھیوں اور جوئے مل سکیں اس کو
يجزى عنه القمح والسلت	معلوم ہے کہ صدقہ فطر میں گھیوں اور سور اور
والعدس والزرقة نصف صاع	چنا بھی کافی ہے یہ سب چیزیں نصف صاع
من ذلك كله او صاع من تمر	کافی ہیں یا ایک صاع چھو ہارا یا موز دینا چاہیے

اور زبیب فالوجه فی هذه الاخبار  
وما جرى مجردہا ان نحلہا  
علی ضرب من التقیة ووجه التقیة  
فی ذلك ان السنة كانت جاریة  
فی اخراج الفطرة بصاع عن كل  
شیء فلما كان زمن عثمان اوبعدہ من  
ایام معاویة جعل نصف صاع من  
حنطة باناء صاع من تمر و  
تابعہم الناس علی ذلك فخرجت  
هذه الاخبار وفاقا لہم علی جهة التقیة۔

پس تاویل ان احادیث کی اور جو مثل ان کے ہوں  
یہ ہے کہ ہم ان کو تقیہ پر محمول کرتے ہیں اور وجہ  
تقیہ کی اس بارہ میں یہ ہے صدقہ فطر میں سنت  
یہی تھی کہ ہر چیز سے ایک صاع دیا جائے  
مگر جب زمانہ عثمان یا معاویہ کا ہوا تو انہوں  
نے گیسوں کے نصف صاع کو چھوہارے کے  
ایک صاع کے برابر کر دیا اور لوگوں نے اس  
بارہ میں ان کی موافقت کر لی پس یہ حد میں  
انہیں لوگوں کی موافقت میں بطور تقیہ  
کے ہیں۔

و شیخ صاحب نے یہاں بھی جو وجہ تقیہ کی بیان کی ہے وہ کچھ بلیتی ہوئی نہیں ہے، اگر حضرت عثمان  
نے نصف صاع ایجاد کیا تھا یا حضرت معاویہ نے تو حضرت علیؑ نے اس سے اختلاف کیوں نہیں کیا، اور  
سب مسلمانوں کو اس پر کیوں متفق ہونے دیا، حضرت عثمانؓ کی سنت سنت شیعین نہ تھی کہ اس کی مخالفت  
کرنے سے حضرت علیؑ کو خود انہیں کا شکر قتل کر دینا، بہر کیف تقیہ ایک عجیب چیز ہے۔

۳۰) نیز اسی کتاب کے ابواب صیام میں ہے:-

الحسین بن سعید عن محمد بن ابی  
عبید عن ہشام بن سالم و ابی ایوب  
عن محمد بن مسلم عن ابی جعفر علیہ  
السلام فی الرجل یصوم الیوم الذی  
شک فیہ من رمضان قال علیہ  
قضاءہ وان کان کذا لک فالوجه  
فی هذا الخبر احد شین احدهما  
ان نحلہ علی ضرب من التقیة

حسین بن سعید نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے  
ہشام بن سالم اور ابویوب سے انہوں نے  
محمد بن مسلم سے انہوں نے امام باقر علیہ السلام  
سے روایت کی ہے کہ جو شخص اس دن روزہ  
رکھے جس کے رمضان ہونے میں شک ہے  
تو اس پر اس دن کی قضا ضروری ہوگی، اگرچہ  
وہ دن فی الحقیقت رمضان کا ہو پس تاویل  
اس حدیث کی دو ہیں اول یہ کہ ہم اس کو

لانہ موافق لمدھب بعض  
العامة۔  
تقیہ پر معمول کریں کیونکہ یہ بعض سنیوں کے  
موافق ہے۔

(۳۱) نیز اسی کتاب کے انہیں ابواب میں ہے:-

سعد بن عبد اللہ عن ابی جعفر  
عن سعد بن اسماعیل بن عیسیٰ  
عن ابیہ قال سألت ابی الحسن  
الرضاء علیہ السلام عن  
رجل اصابتہ جنابتہ فی شہر  
رامضان فنام متعمداً حتی  
اصبح ای شی علیہ قال لا یضرة  
هذا ولا یفطر ولا یبالی فان  
ابی علیہ السلام قال قالت عائشة  
ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
والہ وسلم اصبح جنباً  
من جماع غیر احتلام لانہ  
یحتمل شئین احدہما ان یکون  
خروج مخرج التقیہ۔

سعد بن عبد اللہ نے ابو جعفر سے انہوں نے سعد  
بن اسماعیل بن عیسیٰ سے انہوں نے اپنے والد  
سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے میں نے  
ابو الحسن رضا علیہ السلام سے پوچھا کہ کسی شخص  
کو ماہ رمضان میں جنابت ہو جائے اور وہ  
عمداً سو رہے، یہاں تک کہ صبح ہو جائے تو  
اس پر کیا ہوگا امام نے فرمایا کچھ نقصان  
نہیں وہ روزہ رکھے، اور کچھ پر واہ نہ کرے۔  
میرے والد علیہ السلام فرماتے تھے کہ عائشہؓ کہتی  
تھیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ  
صبح کو اس حالت میں اُٹھے کہ آپ جنب تھے  
جماع کے سبب سے نہ احتلام کی وجہ سے پس  
اس حدیث میں دو احتمال ہیں، اول یہ کہ

تقیہ پر معمول ہو۔

ف۔ اب حضرات شیعہ خود ہی انصاف کریں کہ تقیہ کا اثر کہاں سے کہاں تک پہنچا رسول خدا صلی  
اللہ علیہ وسلم پر بھی افزا ہونے لگا۔ ایک مومن کے تن بدن پر یہ سنکر لرزہ پڑ جائے گا، کہ رسول خدا صلی اللہ  
علیہ وسلم پر جھوٹ طوفان باندھا گیا، اس حدیث میں جس تقیہ کا ذکر ہے وہ کس کا تقیہ ہے رسول خدا صلی اللہ  
علیہ وسلم کا تقیہ ہے کہ انہوں نے تقیہ میں ایسا فعل کیا یا امام کا تقیہ ہے کہ انہوں نے رسول اللہ پر افزا  
کیا۔ اگر شیعہ صاحبان فرمائیں کہ یہ افزا رسول اللہ پر (معاذ اللہ) ام المؤمنین نے کیا تھا امام نے تو انہیں  
کے ذریعہ سے اس حدیث کو نقل کیا تو جواب یہ ہے کہ امام ضرور جانتے ہوں گے کہ یہ حدیث جھوٹی



ہے پھر انہوں نے کیوں جبرئیل حدیث نقل کی کیا امام پر کسی نے یہ زور ڈالا تھا کہ اس مضمون کی حدیث بھی سناؤ۔ معاذ اللہ۔ معاذ اللہ۔

(۳۲) نیز اسی کتاب کے البواب الحج میں ہے۔

ما رواه احمد بن محمد بن عيسى عن  
الحسن بن علي عن عمر بن ابي النكبي  
قال انتهيت الى باب ابي عبد الله  
عليه السلام فخرج المفضل  
فاستقبلته فقال مالك قال  
اسادت ان اصنع شيئا فلهرا صنع  
حتى يا مرفى ابو عبد الله فاردت  
ان يحصن الله فرجى ويغض  
بصرى في احرامى فقال كما انت  
ودخل فسأله عن ذلك فقال  
هذا الكلبى على الباب وقد اساد  
الاحرام واراد ان يتزوج ليغض  
الله بذلك بصره ان امرت  
فعل والا تصرف عن ذلك  
فقال لى مرة فليفعل ويستتر  
فالوجه فى هذا الخبر احد شمين  
احدهما ان يكون امر بذلك قبل  
ان يدخل فى الاحرام فاما  
بعد عقد الاحرام فلا يجوز  
على حال والوجه الاخر ان

جو حدیث احمد بن محمد بن عیسیٰ نے حسن بن علی  
نے انہوں نے عمر بن ابان کلبی سے روایت  
کی ہے کہ وہ کہتے تھے میں امام جعفر صادق کے  
دروازہ پر گیا مفضل گھر کے اندر سے نکل رہے  
تھے، میں ان سے ملا انہوں نے پوچھا کہ تم  
کیوں آنے ہو میں نے کہا کہ میرا ارادہ ایک کام  
کرنے کا تھا، مگر میں نے نہیں کیا نہ کروں گا،  
جب تک کہ ابو عبد اللہ (جعفر صادق) مجھے  
اجازت نہ دیں، میرا ارادہ یہ تھا کہ رکہ نکاح  
کروں، تاکہ اللہ حالت احرام میں میری شرمگاہ  
کو اور میری آنکھ کو حرام سے محفوظ رکھے  
مفضل نے کہا اچھا تم یہیں ٹھہرو اور وہ اندر گئے  
اور انہوں نے امام سے کہا کہ یہ کلبی دروازہ پر  
کھڑے ہیں انہوں نے احرام کا بھی ارادہ کیا  
ہے اور یہ بھی چاہتے ہیں کہ نکاح کریں تاکہ  
اللہ اس کے ذریعہ سے ان کی آنکھ کو د نظر حرام  
سے محفوظ رکھے، اگر آپ حکم دیں تو وہ نکاح  
کریں ورنہ نہ کریں امام نے فرمایا کر لے، مگر  
پوشیدہ رکھے پس تاویل اس حدیث کی دو  
میں یا یہ کہ امام نے احرام باندھنے سے پہلے نکاح

یكون محمولاً علیٰ ضراب من  
التقیة لان ذلك مذاهب  
بعض العامة۔  
کرنے کا حکم دیا ہو کیونکہ بعد احرام باندھنے کے  
نکاح کرنا کسی حال میں جائز نہیں ہے اور دوسری  
تاویل یہ ہے کہ یہ حدیث تقیہ پر محمول ہو کیونکہ یہ  
بعض سنیوں کا مذہب ہے۔

ف۔ شیخ صاحب نے اس حدیث کی دو تاویلیں کی ہیں اور خدا کے فضل سے دونوں بے نظیر بھلا اگر  
احرام باندھنے سے پہلے نکاح کرنے کا حکم دیا ہوتا تو اول تو سائل کو اس میں پوچھنے کی کیا بات تھی، کیا  
وہ خیال کرتا تھا کہ احرام باندھنے سے پہلے بھی نکاح شاید ناجائز ہے دوسرے امام کو یہ کہنے کی کیا  
ضرورت تھی کہ نکاح کر لے مگر پوشیدہ رکھنے کی تاکید خود تبارہی ہے کہ امام نے کوئی ایسی بات بتائی  
ہے جس کے اور مسلمان قائل نہیں ہیں اور احرام کے پہلے عدم جواز کا کوئی قائل نہیں۔ رہی دوسری تاویل  
تقیہ والی وہ تو سب سے زیادہ لطیف ہے خود اہل سنت میں بعض ائمہ بحالت احرام نکاح کو جائز  
کہتے ہیں بعض ناجائز پھر اس میں تقیہ چہ معنی قطع نظر اس سے پوشیدہ رکھنے کی تاکید یہ بھی تبارہی ہے  
کہ یہ تقیہ نہیں ہے اور نہ چھپانے کی کیا ضرورت تھی، تقیہ کا تو مطلب ہی یہ ہے کہ ایسی بات بتائی  
گئی ہے جس کے ظاہر ہونے میں کوئی خوف نہیں ہے۔

(۳۳) نیز اسی کتاب کے انہیں ابواب میں ہے۔

مارفاه محمد بن يعقوب عن عدة  
من اصحابنا عن سهيل بن زياد  
عن احمد بن محمد عن علي بن ابي حمزة  
قال سألت ابا الحسن عن الرجل  
يطوف يقرب بين اسبوعين  
فقال ان شئت رويت لك  
عن اهل المدينة قال  
فقلت لا والله مالي في ذلك  
من حاجة جعلت فداك  
محمد بن يعقوب نے ہمارے کئی اصحاب سے انہوں  
نے سہیل بن زیاد سے انہوں نے احمد بن محمد  
سے انہوں نے علی بن ابی حمزہ سے روایت  
کی ہے کہ وہ کہتے تھے میں نے امام ابو الحسن  
علی السلام سے پوچھا کہ کوئی شخص طواف  
کرے اور دو اسبوع کو ایک ساتھ ملا دے  
تو کیسا امام نے فرمایا اگر تم چاہو تو میں اہل مدینہ  
کا قول تم سے روایت کر دوں میں نے کہا نہیں  
خدا کی قسم مجھے اس کی ضرورت نہیں میں آپ پر

ولكن اساولى ما ادين الله عزو فدا ہر جاؤں مجھ سے وہ روایت بیان فرمائی  
جل بہا۔ جس پر میں اللہ کے لئے عمل کروں۔

ف۔ اس حدیث سے یہ نتیجہ نکلا کہ ائمہ کرام کی عادت شریف یہ بھی تھی کہ سائل کو انا پناپ  
باتیں ہی بتا دیا کرتے تھے اپنا اصلی مذہب اس کو نہ بتاتے تھے گو وہ شیعہ مخلص ہو۔ دوسری  
روایات میں صاف صاف مذکور ہے، کہ ائمہ ہر شخص کی آواز سن کر پہچان لیتے تھے کہ ناجی ہے  
یا ناری اور ہر شخص سے اس کے موافق بات کرتے تھے۔ یعنی مومن کو ایمان سکھاتے تھے، اور  
کافر کو کفر۔

۳۲، کتاب من لا یحضرہ الفقیہ کے ابواب الصوم میں ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا  
من کان فی بلد فیہ سلطان فالصوم معہ والفظ منہ، یعنی جو شخص ایسے شہر میں ہو جہاں کوئی بادشاہ  
ہو تو اس کو بادشاہ کے ساتھ روزہ رکھنا اور اسی کے ساتھ انظار کرنا چاہیے یعنی جس دن سے بادشاہ  
روزہ رکھے اسی دن سے اس کو روزہ رکھنا چاہیے، اور جس دن سے وہ موقوف کرے، اسی  
دن سے موقوف کر دینا چاہیے۔ نیز ایک دوسری حدیث اسی باب کی ہے:-

قد ساولی عن عیسیٰ بن ابی منصور  
انہ قال کنت عند ابی عبد اللہ  
علیہ السلام فی الیوم الذی یشک  
فیہ فقال یا غلام اذہب  
فانظر هل صام الامیرام  
لاذہب ثم عاد فقال لا فدا  
بالغدا و فتغدینا معہ۔  
عیسیٰ بن ابی منصور سے مروی ہے کہ انہوں  
نے کہا میں یوم شک میں امام جعفر صادق  
علیہ السلام کے پاس تھا انہوں نے ایک  
لڑکے سے فرمایا کہ جا دیکھ امیر نے روزہ  
رکھا یا نہیں وہ لڑکا گیا، اور اس نے لوٹ  
کر کہا نہیں پس امام نے کھانا منگایا، اور  
ہم سب نے ان کے ساتھ کھانا کھایا۔

ف۔ دیکھئے تقیہ میں فرائض اسلام بھی چٹ کئے جاتے تھے روزہ ایک ایسی چیز ہے کہ آدمی مخفی طور  
پر بھی رکھ سکتا ہے کون شخص معلوم کر سکتا ہے کہ فلاں شخص نے روزہ رکھا ہے جب تقیہ میں وہ  
بھی چٹ ہو گیا تو اور فرائض کو کیا کہا جائے۔

یہ ایک بلکا سا نمونہ شیعوں کے ائمہ معصومین کے تقیہ کا تھا جس سے کچھ اندازہ تقیہ کے مواقع کا ہو سکتا



ہے اور یہ بات اچھی طرح ظاہر ہوتی ہے کہ تقیہ کے لئے نہ ہرگز کسی قسم کے خوف کی شرط سے نہ کسی اور ضرورت کی بلکہ ائمہ شیعہ نے ہر موقع پر تقیہ کیا ہے، موافقین سے بھی مخالفین سے بھی دنیاوی امور میں بھی اور دینی مسائل میں فتویٰ دینے میں بھی۔ عقائد کے متعلق بھی اور اعمال کے متعلق بھی، کتب شیعہ خاص کر کافی، استبصار، تہذیب کے دیکھنے سے بڑے بڑے عمدہ لطائف تقیہ کے متعلق معلوم ہوتے ہیں۔

ائمہ شیعہ کی ان اختلاف بیانیوں یا تقیہ پر وازیوں کے سبب سے ان کے اصحاب میں مذہبی اختلاف بکثرت پیدا ہوئے، اور اصحاب کے بعد علماء اور ائمہ مجتہدین میں وہی اختلاف رونما ہوئے اور یہ اختلافات صرف اعمال میں نہیں بلکہ عقائد میں اور عقائد میں بھی جو مسئلہ مذہب شیعہ میں سب سے زیادہ مہتمم بالشان ہے جس کو ان کے عقائد کا گل سرسبد کہنا چاہیے، یعنی مسئلہ امامت اس میں بھی اختلاف ہوا۔ ائمہ کے بعض اصحاب ائمہ کو معصوم کہتے تھے، اور بعض لوگ مثل اہل سنت کے ان کے معصوم ہونے کا انکار کرتے تھے، اور ان کو علمائے نیکو کار جانتے تھے، علامہ باقر مجلسی کتاب حق الیقین کے صفحہ ۶۹۶ پر لکھتے ہیں:-

از احادیث ظاہری شود کہ جمعے از راویان کہ	احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ شیعہ راویوں کی ایک
در اعصار آئمہ علیہم السلام بودہ انداز شیعیان	جماعت جو ائمہ علیہم السلام کی ہم عصر تھی آئمہ کے معصوم
اعتقاد بہ عصمت ایشان نداشتند	ہونے کا اعتقاد نہ رکھتی تھی، بلکہ آئمہ کو نیکو کار عالم
ایشان را علمائے نیکو کار میدانستند چنانکہ	جاتی تھی، چنانچہ رجال کشی سے معلوم ہوتا ہے
از رجال کشی ظاہر میشود مع ذلک آئمہ	اور باوجود اس کے آئمہ علیہم السلام نے
علیہم السلام حکم بایمان باکہ عدالت ایشان	ان کے مومن اور بلکہ عادل ہونے کا حکم
می کردند	لگایا ہے۔

اس اختلاف کا سبب یہی ہے کہ آئمہ نے اپنی امامت اور عصمت کا انکار بھی کیا ہے، اب چاہے یہ انکار واقعی ہو یا ازراہ تقیہ۔

اصحاب آئمہ کا اختلاف اعمال میں اس حد کو پہنچا کہ علمائے شیعہ کو بادل ناخواستہ اقرار کرنا پڑا کہ ان کا اختلاف اہل سنت کے آئمہ اربعہ یعنی امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام حنبلیہ

کے باہمی اختلاف سے بدرجہا زائد ہے چنانچہ شیعوں کے مجتہد اعظم مولوی دلدار علی صاحب اپنی کتاب  
اساس الاصول مطبوعہ لکھنؤ، عہد شاہی ملک پر لکھتے ہیں :-

وقد ذكرت ما ورد منهم من الأحاديث  
المختلفة التي يجتص الفقهاء في  
الكتاب المعرف بالاستبصار وفي  
كتاب تهذيب الأحكام ما يزيد  
على خمسة آلاف حديث و ذكرت  
في أكثرها اختلاف الطائفة في  
العامل بها وذلك أشهر من أن  
يجفى حتى أنك لو تأملت اختلافهم  
في هذه الأحكام وجدته يزيد  
على اختلاف أبي حنيفة والشافعي  
ومالك ووجدتهم مع هذا الاختلاف  
العظيم لم يقطع أحد منهم موالاة  
صاحبه ولم ينته إلى تضليله وتفسيره  
والبراءة من مخالفه -

آئمہ سے جو مختلف حدیثیں خاص کر فقہ کے متعلق  
منقول ہیں وہ کتاب مشہور استبصار اور تہذیب  
الاحکام میں پانچ ہزار احادیث سے زائد بیان  
کی گئی ہیں اور اکثر ان حدیثوں میں شیعوں  
کے اختلاف عمل کا بھی ذکر ہے (یعنی کسی عالم  
شیعہ نے کسی حدیث پر کسی نے کسی پر یہ بات  
بہت مشہور ہے چھپ نہیں سکتی یہاں تک  
کہ اگر تم ان کے اختلاف کو ان احکام میں نوز  
سے دیکھو تو ابو حنیفہ اور شافعی اور مالک کے  
اختلاف سے زائد پاؤ گے، اور یہ بھی دیکھو  
گے کہ باوجود اس عظیم اختلاف کے ایک  
دوسرے سے ترک موالات نہیں کرتا، ایک  
دوسرے کو گمراہ اور فاسق نہیں کہتا، اور اپنے  
مخالف سے بیزاری نہیں ظاہر کرتا۔

اپنے مجتہد اعظم کی اس عبارت کو شیعہ غور سے دیکھیں جو بعض اوقات نادانانہ سنیوں کو یہ کہہ  
کر بہکاتے ہیں کہ تمہارے آئمہ اربعہ میں دیکھو ایسا اختلاف ہے کیونکہ یہ جاوہ حق پر ہو سکتے ہیں۔

هذا آخر الكلام والحمد لله رب العالمين

مَذَابِدَيْنِ بَيْنَ ذَلِكَ لَا إِلَى هُوَ وَلَا إِلَى هُوَ  
ترجمہ:- تر دو ہیں ہیں اس کے (یعنی کفر و اسلام کے) درمیان نہ اس طرف ہیں نہ اس طرف

الحمد لله تعالى

کہ مذہب شیعہ کے دو منتخب مسائل کے سلسلہ کا دوسرا رسالہ ہدایت مقالہ

موسوم بہ

الثَّانِي مِنَ الْبَاطِنِيَّةِ

عَلَى

الْمُنْحَرِفِ عَنِ الثَّقَلَيْنِ

ضمیر سومر ملقب بہ

التُّحْفَةُ الْبَهَائِيَّةُ  
فِي  
نَتَائِجِ التَّقِيَّةِ

تقیہ کے خطرناک نتائج دکھلا کر یہ بات روز روشن  
کی طرح ثابت کر دی گئی ہے کہ شیعوں کے اولین  
وآخرین اپنے ائمہ کا کوئی اصلی مذہب نہیں بتا سکتے۔





## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

حَامِدًا وَمُصَلِّيًا وَسَلَامًا

اما بعد واضح ہو کہ انانی من الماتین کا یہ تیسرا نمبر ہے جس میں انشاء اللہ تعالیٰ تقیہ کے نتائج بیان کئے جائیں گے، اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس بیان کو ذریعہ ہدایت بنائے آمین  
پہلے دونوں نمبر دن میں حسب ذیل امور شیعوں کی اعلیٰ ترین معتبر کتابوں سے ثابت کئے جا چکے ہیں  
(۱) تقیہ کے معنی خلافت واقع کے یا خلافت اپنے اعتقاد کے کوئی بات کہنا جس کو جھوٹ بولنا  
کہتے ہیں، یا کوئی کام کرنا۔

فت ۱: تقیہ اور نفاق بالکل ایک چیز ہے اگرچہ شیعہ تقیہ اور نفاق میں بڑا فرق بیان کرتے ہیں کہتے ہیں کہ تقیہ دین کے چھپانے اور بے دینی کے ظاہر کرنے کا نام ہے، اور نفاق بالکل اس کے برعکس ہے، لیکن یہ فرق شیعوں کی ایک اصطلاح کی بنیاد پر ہے، مسلمانوں کے نزدیک اپنی جن مذہبی باتوں کو شیعہ چھپاتے ہیں وہ خالص بے دینی کی ہیں، اور جن باتوں کو وہ مسلمانوں کے سامنے ظاہر کرتے ہیں وہ یقیناً دین ہیں لہذا اس کے نفاق ہونے میں کچھ شک نہیں۔

(۲) تقیہ اعلیٰ درجہ کا فرض اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے دین کے بڑے حصہ تقیہ میں ہیں، اور جو

تقیہ نہ کرے وہ بے دین و بے ایمان ہے۔

(۳) ائمہ و انبیاء کا بلکہ خدا کا دین تقیہ کرنا ہے۔

(۴) تقیہ کے لئے نہ خوف جان و عزیزہ کی شرط ہے نہ اور کسی معذوری و مجبوری کی تحدید ہے

بلکہ ہر ضرورت پر تقیہ کا حکم ہے، اور ضرورت کی تشخیص خود صاحب ضرورت کی رائے پر محمول ہے۔

(۵) ائمہ شیعہ نے عقائد میں بھی تقیہ کیا ہے اور اعمال میں بھی تقیہ میں اپنے امام محصوم ہونے کا بھی

انکار کیا ہے، فرائض بھی ترک کئے ہیں، فعل حرام کا بھی ارتکاب کیا ہے، جھوٹے فتوے دیئے ہیں،

حرام کو حلال اور حلال کو حرام بتلایا ہے، اظالموں بدکاروں کی تعریف بھی کی ہے اور تعریف بھی

انتہائی مبالغہ کے ساتھ۔

(۶) ائمہ اپنے مخلص شیعوں کو ازراہ تفسیر غلط مسائل تبادیہ کرتے تھے، اور کبھی یہ راز کھل جاتا تھا تو ارشاد فرماتے تھے کہ ہم نے تم کو فلاں نقصان سے بچانے کے لئے ایسا کیا یا اس لئے ایسا کیا کہ تم میں باہم اختلاف رہے گا، لوگ تم کو ہم سے روایت کرنے میں سچانہ سمجھیں گے، اور اسی میں ہمارے اور تمہارے لئے خیریت ہے۔

(۷) ائمہ علانیہ ہمیشہ عقائد و اعمال میں اپنے کو اہل سنت و جماعت ظاہر کرتے تھے اور اپنے شاگردوں کو بھی مذہب اہل سنت و جماعت ہی کی تعلیم دیتے تھے، مذہب شیعہ کی تعلیمات جس قدر ان سے شیعوں نے نقل کی ہیں ان کی بابت شیعہ راویوں کا یہ بیان ہے کہ ائمہ نے خلوت میں تنہائی میں ہم سے بیان فرمائی تھیں۔

(۸) بسا اوقات ائمہ نے ایسے مواقع میں تفسیر کیا ہے کہ وہاں ہرگز کسی قسم کی ضرورت کا ثابہ بھی نہیں ہو سکتا مثلاً ان فروری اجتہادی اعمال میں جس میں خود اہل سنت کے مجتہدین باہم مختلف ہیں ایسے فروری اعمال میں جس شخص کا جی چاہے جو پہلو اختیار کرے کسی قسم کے خطرہ کا احتمال نہیں مگر ائمہ نے ایسے مواقع میں بھی اپنا اصلی مذہب چھپایا، اور اس کے خلاف عمل کیا۔

یہ آٹھ باتیں تو گزشتہ درجوں نمبروں میں ثابت ہو چکی ہیں، ان کے علاوہ درجہ اول اور بھی یہاں بیان کی جاتی ہیں۔

(۹) ائمہ سے جو مدعیین منقول ہیں ان میں اختلاف بے حد بے نہایت ہے اور خود علمائے شیعہ اقرار کر چکے ہیں کہ ہر موقع میں یہ معلوم کر لینا کہ یہ اختلاف کس سبب سے ہے آیا تفسیر کے باعث سے ہے یا کسی اور وجہ سے، طاقت انسانی سے بالاتر ہے۔

مولوی ولد ر علی مجتہد عظیم شیعہ اساس الاصول ۱۵۱ میں تحریر فرماتے ہیں:-

الاحادیث المأثورة عن الأئمة	جو مدعیین کہ ائمہ سے منقول ہیں ان میں
مختلفة، جدا الایجاد یوجد حدیث	بہت سخت اختلاف ہے ایسی کوئی حدیث
الاولیٰ مقابلتہ ما ینافیہ ولا یتفق	نہ ملے گی جس کے مقابل میں اس کی مخالفت
خبر الاوبانائہ ما ینادہ حتی	خبر نہ ہو۔ یہاں تک کہ یہ اختلاف بعض
صار، ذلک سبب الرجوع بعض	ناقص لوگوں کے لئے مذہب شیعہ سے پھر



الناقضین عن اعتقاد الحق كما صرح به شيخ الطائفة في اوائل التهذيب والاستبصار ومناشئ هذا الاختلاف كثيرة جداً من التقيّة والوضع و اشتباه السامع والنسخ والتخصيص والتقييد وغير هذه المذكورات من الامور الكثيرة كما وقع التصريح على اكثرها في الاخبار الماثورة عنهم وامتياز المناشئ بعضها عن بعض في باب كل حديثين مختلفين بحيث يحصل العدم واليقين تبعين المنشأ عسير جداً وفوق الطاقة كما لا يخفى۔

جانے کا سبب بن گیا جیسا کہ شیخ الطائف نے تہذیب اور استبصار کے شروع میں اس کی تصریح کی ہے۔ ان اختلافات کے اسباب بہت ہیں مثلاً تقیہ اور وضعی حدیثوں کا بنایا جانا اور سننے والے سے غلط فہمی کا ہونا اور منسوخ یا مخصوص ہو جانا یا مقید ہو جانا اور ان کے علاوہ بہت سے امور ہیں چنانچہ ان میں سے اکثر امور کی تصریح ائمہ کی احادیث میں موجود ہے، اور ہر دو مختلف حدیثوں میں یہ امتیاز کرنا کہ یہاں اختلاف کا سبب کیا ہے، اس طور پر کہ اس سبب کا علم یقین سے ہو جائے بہت دشوار اور انسانی طاقت سے بالاتر ہے جیسا کہ یہ بات پوشیدہ نہیں ہے۔

(۱) ائمہ کے اصحاب نے ائمہ سے نہ اصول دین کو یقین کے ساتھ حاصل کیا نہ فروع دین کو

علامہ شیخ مرتضیٰ فراید الاصول مطبوعہ ایران ص ۱۲ میں لکھتے ہیں :-

ثم ان ما ذكره من تمكن اصحاب الائمة من اخذ الاصول والفروع بطريق اليقين دعوى ممنوعة واضحة المنع و اقل ما يشهد عليها ما علم بالعين والاثار من اختلاف اصحاب صلوات الله عليهم في الاصول

پھر جو اس شخص نے ذکر کیا ہے کہ اصحاب ائمہ اصول و فروع کو یقین کے ساتھ حاصل کرنے پر قادر تھے، یہ ایک دعویٰ ہے جو تسلیم کرنے کے لائق نہیں کم از کم اس کی شہادت وہ ہے جو آنکھ سے دیکھی گئی اور اثر سے معلوم ہوئی کہ ائمہ صلوات اللہ علیہم کے اصحاب اصول و فروع

لہ اس سے ساق معلوم ہوتا ہے کہ ائمہ کے زمانے میں بھی احکام شرعیہ منسوخ ہونے میں ائمہ کو اختیار کہ رسول کے جس حکم

کو چاہیں منسوخ کر دیں، اس سے زیادہ ختم نبوت کا انکار اور کیا ہوگا ۱۲۔

میں باہم مختلف تھے، اور اسی سبب سے بہت لوگوں نے آئمہ سے شکایت کی کہ آپ کے اصحاب میں اختلاف بہت ہے تو آئمہ نے ان کو کبھی یہ جواب دیا کہ یہ اختلاف ان میں خود ہم نے ڈالا ہے، ان کی جان بچانے کے لئے جیسا کہ حریر اور زرارہ اور ابو یوب جزار کی روایتوں میں ہے اور کبھی یہ جواب دیا کہ یہ اختلاف جھوٹ بولنے والوں کے سبب سے پیدا ہو گیا ہے، جیسا کہ فیض بن مختار کی روایت میں ہے وہ کہتے ہیں میں نے امام جعفر صادق سے کہا کہ اللہ مجھے آپ پر نذر کرے یہ کیسا اختلاف ہے جو کچھ شیوخ میں سے، امام نے فرمایا کہ اے فیض کون سا اختلاف میں نے کیا ہے؟ میں نے کہا کہ میں ان کے حلقہ درس میں سنا ہوں تو ان کی احادیث میں اختلاف کی وجہ سے قریب ہوتا ہے کہ میں شک میں پڑ جاؤں یہاں تک کہ میں فضل بن عمر کی طرف رجوع کرنا ہوں تو وہ مجھے ایسی بات بتلا دیتے ہیں جس سے میرے دل کو تسکین ہوتی ہے، امام نے فرمایا کہ اے فیض یہ بات سچ ہے لوگوں نے ہم پر افترا پردازی بہت کی گویا کہ خدا نے ان پر جھوٹ بولنا فرض کر دیا ہے، اور ان سے سوا جھوٹ بولنے کے اور کچھ نہیں چاہتا میں ان میں سے ایک

والفروع ولد اشکی غیر واحد من اصحاب الائمة الیہم اختلاف اصحابہ فاجابوہم تارة بانہم قد القوا الاختلاف حقنا لاناہم کما فی روایت حریر و زرارہ و ابی ایوب الجزاری و آخری اجابوہم بان ذلك من جهة الكذابین کما فی روایت الفیض بن المختار قال قلت لابی عبد اللہ جعلنی اللہ فداک ما ہذا الاختلاف الذی بین شیعتک قال وای اختلاف یا فیض فقلت لمانی اجلس فی حلقہم بالکوفۃ واکد اشک فی اختلافہم فی حدیثہم حتی ارجع الی الفضل ابن عمر فیوقفنی من ذلك علی ما تستریج بہ لفسی فقال علیہ السلام اجل کہا ذکرک یا فیض ان الناس قد اولعوا بالکذب علینا کان اللہ افترض علیہم ولا یرید منہم غیرہ انی احدث احدہم مجدیت فلا یخرج من عندی حتی یتاولہ علی غیر تاویلہ وذلک لانہم لا یطلبون مجدیتنا وحبسنا

سے کوئی حدیث بیان کرتا ہوں تو وہ میرے پاس سے اٹھ کر جانے سے پہلے ہی اس کے مطلب میں تحریف شروع کر دیتا ہے یہ لوگ ہماری حدیث اور ہماری محبت سے آخرت کی نعمت نہیں چاہتے بلکہ ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ وہ سردار بن جائے، اور اسی کے قریب واؤڈین سرعان کی روایت ہے، اور اہل قم کا نو اور الحکمۃ کے بہت سے راویوں کو مستثنیٰ کر دینا مشہور ہے، اور ابن ابی العوجاد کا قصہ کتب رجال میں لکھا ہے کہ اس نے اپنے قتل کے وقت کہا کہ میں نے تمہاری کتابوں میں چار ہزار حدیثیں بنا کر درج کر دی ہیں۔ اسی طرح وہ واقعہ جو یونس ابن عبدالرحمن نے بیان کیا ہے کہ انہوں نے بہت سی حدیثیں ائمہ کے اصحاب سے حاصل کیں، پھر ان کو امام رضا علیہ السلام کے سامنے پیش کیا تو انہوں نے ان میں سے بہت سی حدیثوں کا انکار کر دیا، ان کے علاوہ اور بہت سے واقعات ہیں جو اس شخص کے دعویٰ کے خلاف شہادت دیتے ہیں۔

شیعوں کے مجتہد عظیم مولوی دلدار علی نے تو اس سے بھی زیادہ نفیس بات لکھی کہ اصحاب ائمہ پر یقین کا حاصل کرنا واجب بھی نہ تھا چنانچہ اس اصول ص ۱۲۲ میں لکھتے ہیں:-

لہذا علمائے شیعوں سے یہ بھی صاف تصریح کی ہے کہ ان جعلی روایتوں کا ہماری کتابوں سے نکال دیا جانا ثابت نہیں ہوا دیکھو توضیح المقال ص ۱۲ -

ما عند اللہ تعالیٰ وکل یحجب  
ان یدعی راساً وقرب منہا  
سوا یتہ داؤد بن سرحان و  
استثناء القمیین کثیرا من  
رجال فوادس الحکمۃ معروف  
وقصۃ ابن ابی العوجاد انہ  
قال عند قتله قد دست  
فی کتبکم اربعۃ الاف  
حدیث مذکورۃ فی الرجال  
وکذا ما ذکرہ یونس بن  
عبدالرحمن من انہ  
اخذ احادیث کثیرۃ من  
اصحاب الصادقین ثم  
عرضہا علی ابی الحسن الرضا  
علیہ السلام فانکر منہا  
احادیث کثیرۃ الی غیر  
ذلک متا یسہد بخلاف  
ما ذکرہ۔



لانسلم انهم كانوا مكلفين بتحصیل  
 القطع والیقین كما یظهر من سجیة  
 اصحاب الائمة بل انهم كانوا مأمورین  
 باخذ الاحكام من الثقة ومن  
 غیرهم ایضا مع قیام قرینة  
 تفید الظن كما عرفت مرارا بانحاء  
 مختلفة کیف ولولم یکن الامر كذلك  
 لزمان یكون اصحاب ابی جعفر و  
 الصادق الذین اخذ یونس كتبهم  
 وسمع احادیثهم مثلا هالکین  
 مستوجبین الناس وهکذا حال  
 جمیع اصحاب الائمة فانهم كانوا  
 مختلفین فی کثیر من المسائل الجزئية  
 الفرعية كما یظهر ایضا من کتاب العدة  
 وغیره وقد عرفت ولم یکن احد منهم  
 قاطعا لما یرویه الاخری متمسکه  
 كما یظهر ایضا من کتاب العدة وغیره  
 ولذا کفی هذا المقام روایة رواها  
 محمد بن یعقوب الكلینی فی الکافی  
 فانها مفیده لما نحن بصدده ونرجو من  
 الله ان یطمئن بها قلوب المؤمنین  
 یحصل لهم الجزم بحقیة ما ذکرنا

ہم نہیں مانتے کہ اصحاب ائمہ پر لازم تھا کہ یقین  
 حاصل کریں، چنانچہ اصحاب ائمہ کی روش سے  
 یہ بات ظاہر ہوتی ہے بلکہ اصحاب ائمہ کو حکم  
 تھا کہ احکام دین معتبر اور غیر معتبر ہر قسم کے  
 لوگوں سے حاصل کر لیا کریں، بشرطیکہ کوئی قرینہ  
 مفید ظن موجود ہو جیسا کہ بارہا تم کو مختلف طریقوں  
 سے معلوم ہو چکا ہے، اور اگر ایسا نہ ہو تو لازم  
 آنے لگا کہ امام باقر اور امام صادق کے اصحاب  
 جن کی کتابوں کو یونس نے لیا اور ان کی حدیثوں  
 کو سننا ہلاک ہونے دارے اور مستحق دوزخ ہوں  
 اور یہی حال تمام اصحاب ائمہ کا ہو گا کیونکہ وہ  
 بہت سے مسائل جزئیہ فرعیہ میں باہم مختلف  
 تھے، چنانچہ کتاب العدة وغیرہ سے ظاہر ہے  
 اور تم اس کو معلوم کر چکے ہو اور ان میں سے  
 کوئی شخص اپنے مخالف کے روایت کی تکذیب  
 نہ کرتا تھا جیسا کہ کتاب العدة وغیرہ سے ظاہر  
 ہے اور ہم اس مقام پر ایک روایت کو ذکر  
 کرتے ہیں جس کو محمد بن یعقوب کلینی نے کافی  
 میں ذکر کیا ہے وہ روایت ہمارے مقصود کیلئے  
 ہے اور ہم اللہ سے امید کرتے ہیں کہ اس روایت  
 سے ایمان والوں کے قلوب کو اطمینان حاصل  
 ہو گا اور جو کچھ ہم نے بیان کیا اس کے حق

فَقَوْلُ قَالَ ثِقَّةُ الْإِسْلَامِ فِي الْكَافِي عَلَى  
 ابْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الشَّرِيعِ بْنِ الرَّبِيعِ قَالَ  
 لَمْ يَكُنْ ابْنُ أَبِي عَمِيرٍ يَجِدُ بَهْشَامَ  
 ابْنَ الْحَكَمِ شَيْئًا وَلَا يَغِيبُ انْتِيَاءً،  
 ثُمَّ انْقَطَعَ عَنْهُ وَخَالَفَهُ وَكَانَ سَبَبَ  
 ذَلِكَ أَنْ ابْنُ مَالِكٍ الْحَضْرَمِيُّ كَانَ أَحَدَ  
 رِجَالِ هِشَامٍ وَقَعَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ ابْنِ  
 أَبِي عَمِيرٍ مَلَا حَاجَةً فِي شَيْءٍ مِنَ الْإِمَامَةِ  
 قَالَ ابْنُ عَمِيرٍ الدُّنْيَا كُلُّهَا لِلْإِمَامِ  
 مِنْ جِهَةِ الْمَلِكِ وَإِنَّهُ أَوْلَى بِهَا مِنَ  
 الَّذِينَ هِيَ فِي أَيْدِيهِمْ وَقَالَ ابْنُ مَالِكٍ  
 كَذَلِكَ أَمْلَأُ النَّاسَ لَهُمْ الْأَحْكَمَ  
 اللَّهُ بِهِ لِلْإِمَامِ الْفِي وَالْخَمْسِ وَالْمَغْتَمِ  
 فَذَلِكَ لَهُ وَذَلِكَ أَيْضًا قَدْ بَيَّنَّ اللَّهُ  
 لِلْإِمَامِ أَنْ يَضَعَهُ وَكَيْفَ يَضَعُهُ بِهِ  
 فَتَرَضِيََا بِهَيْشَامِ ابْنِ الْحَكَمِ وَصَارَا  
 إِلَيْهِ فَحَكَمَ هِشَامٌ لِأَبِي مَالِكٍ عَلَى  
 ابْنِ أَبِي عَمِيرٍ فَغَضِبَ ابْنُ أَبِي عَمِيرٍ  
 وَهَجَرَ هِشَامًا بَعْدَ ذَلِكَ فَانظُرْنَا  
 يَا أَوْلَى الْأَلْبَابِ وَاعْتَبِرُوا يَا  
 أَوْلَى الْأَيْصَارِ فَإِنَّ هَذِهِ الْأَشْخَاصَ  
 الثَّلَاثَةَ كُلَّهُمْ كَانُوا مِنْ ثِقَاتِ  
 أَصْحَابِنَا وَكَانُوا مِنْ أَصْحَابِ

ہونے کا یقین ان کو ہو جائیگا لہذا ہم کہتے ہیں کہ  
 ثقہ الاسلام نے کافی میں بیان کیا ہے کہ علی بن  
 ابراہیم نے شریح بن ربیع سے روایت کی ہے  
 وہ کہتے ہیں کہ ابن ابی عمیر ہشام بن حکم کی بہت  
 عزت کرتے تھے ان کے برابر کسی کو نہ سمجھتے تھے  
 اور بلا ناغہ ان کے پاس آمد و رفت رکھتے  
 تھے، پھر ان سے قطع تعلق کر لیا، اور ان کے  
 مخالف ہو گئے اور اس کا سبب یہ ہوا کہ  
 ابو مالک حضرمی جو ہشام کے راویوں میں سے  
 ایک شخص میں ان کے اور ابن ابی عمیر کے  
 درمیان میں مسئلہ امامت کے متعلق کچھ بحث  
 ہو گئی۔ ابن ابی عمیر کہتے تھے کہ دنیا سب کی  
 سب امام کی ملک ہے اور امام کو تمام اشیاء میں  
 تصرف کا حق ان لوگوں سے زیادہ ہے جن  
 کے قبضہ میں وہ اشیاء ہیں ابو مالک کہتے تھے  
 کہ لوگوں کی املاک انہیں لوگوں کی ہیں، امام کو  
 صرف اسی قدر ملے گا جو اللہ نے مقرر کیا ہے  
 یعنی فی اور خمس اور غنیمت اور اس کے متعلق  
 بھی اللہ نے امام کو بتا دیا ہے کہ کہاں کہاں  
 صرف کرنا چاہئے اور کس طرح صرف کرنا چاہئے  
 آخر ان دونوں نے ہشام بن حکم کو بیخ بنایا، اور  
 دونوں ان کے پاس گئے ہشام نے اپنے شاگرد  
 ابو مالک کے موافق اور ابن ابی عمیر کے خلاف فیصلہ

الصادق والكاظم والرضا  
عليهم السلام كيف وقع  
النزاع بينهم حتى وقعت  
المهاجرة فيما بينهم مع  
كونهم متمكنين من  
تحصيل العلم واليقين عن  
جناب الائمة -

کیا اس پر ابن ابی عمیر کو غصہ آگیا اور اس کے بعد  
انہوں نے منام سے قطع تعلق کر دیا، پس اے  
صاحبان عقل دیکھو اور اے صاحبان بصیرت  
عبرت حاصل کرو یہ تینوں اشخاص ہمارے معتبر  
اصحاب میں سے ہیں اور امام صادق امام کاظم و  
امام رضا کے اصحاب میں سے ہیں ان میں باہم  
کسی طرح جھگڑا ہوا یہاں تک کہ باہم قطع تعلق  
ہو گیا باوجودیکہ ان کو قدرت حاصل تھی کہ جناب  
آئمہ سے اپنی نزاع کا فیصلہ کرا کر علم و یقین  
حاصل کر لیتے۔

ان دونوں عبارتوں کے چند قابل قدر فوائد حسب ذیل ہیں :-

ف۔ ۱۔ اصحاب آئمہ پر باوجود قدرت کے علم و یقین حاصل کرنے کا فرض نہ ہونا ایک ایسی بات ہے  
کہ غالباً مذہب شیعہ کے عمائدات میں بہت عزت کی نظر سے دیکھی جانے لگی، کیا کوئی شیعہ صاحب  
اس کی کوئی وجہ بنا سکتے ہیں کہ باوجود قدرت علم و یقین کا حاصل کرنا ان پر کیوں فرض نہ تھا۔  
اصل یہ ہے کہ شیعوں کو بڑی مشکل یہ درپیش ہے کہ اگر اصحاب آئمہ پر علم و یقین حاصل کرنے کو  
فرض کہتے ہیں تو ان کے باہمی اختلافات کا کیا جواب دیں امام زندہ موجود ہیں لوگوں کی آمد و رفت  
ان کے پاس جاری ہے مگر ان کے اصحاب مسائل دینیہ میں رٹتے جھگڑتے ہیں نوبت ترک کلام و سلام  
تک آجاتی ہے کوئی امام سے جا کر اس مسئلہ کا تصفیہ نہیں کراتا بلکہ امام کو چھوڑ کر ایرے غیرے پہنچ  
بنائے جاتے ہیں، لہذا اس مشکل کے حل کرنے کا بہترین طریقہ یہی تجویز کیا گیا کہ اصحاب آئمہ پر علم و  
یقین حاصل کرنے کی فرضیت ہی سے انکار کر دیا جائے۔

ف۔ ۲۔ آئمہ کے اصحاب بلا واسطہ امام سے علوم حاصل نہ کرتے تھے، بلکہ ثقہ غیر ثقہ جو کوئی بھی ان کو  
مل جاتا اس سے احکام دین سیکھ لیتے تھے اور ان کیلئے اس کا حکم بھی تھا۔

یہ بات کس قدر حیرت انگیز ہے کہ امام معصوم زندہ موجود ہیں لوگ ان سے استفادہ کر



کر سکتے ہیں مگر اصحاب امام اس طرف رُخ بھی نہیں کرتے اور ہر فاسق و فاجر سے جو انہیں مل جاتا ہے علم دین حاصل کر لیتے ہیں کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں بھی کوئی شیعہ ایسی مثال دکھلا سکتا ہے۔ کہ انہوں نے باوجود قدرت کے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر کسی اور سے علم دین حاصل کیا ہو اور وہ بھی فاسق و فاجر سے۔

شیعہ ایسا کہنے پر مجبور ہیں، اگر ایسا نہ کہیں تو اصحابِ ائمہ کے باہمی اختلاف کا کیا جواب دے سکتے ہیں۔ اگر اصحابِ ائمہ کے جمیع علوم کا آئمہ سے ماخوذ ہونا تسلیم کر لیں تو پھر یہ عقیدہ لائیل ہوگا کہ آئمہ کی زندگی ہی میں ان میں باہم اس قدر شدید اور کثیر اختلاف کیوں تھا۔

ف۔ اصحابِ ائمہ میں باہم لڑائی موتی موتی اور خوب ہوتی تھی اور اس کی بنا محض نفسانیت پر ہوتی تھی اور آخری نوبت یہاں تک پہنچتی تھی کہ تمام عمر کیلئے آپس میں سلام و کلام ترک ہو جاتا تھا۔ تین تین اماموں کی صحبت سے مشرف ہوتے اور اس نزاعی سلسلہ کا تصفیہ نہ ہوتا تھا۔ آپس میں صلح ہوتی تھی آخر یہ تو سب کچھ ہوتا تھا لائق عبرت بات یہ ہے کہ شیعہ ان لڑنے والوں میں سے ہر فریق کو اپنا پیشوا مانتے ہیں کسی ایک کی طرف ہو کر دوسرے کو بُرا نہیں کہتے بخلاف اس کے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کرام میں اگر باہم اس قسم کی کوئی بات پیش آئی ہے تو اس موقع پر شیعوں نے بات کا تبنگ ٹہنانے میں اپنی ساری طاقت ختم کر دی ہے اور ایک فریق کا طرفدار بن کر دوسرے کو بُرا بھلا کہنا نہایت ضروری قرار دیا ہے کہتے ہیں کہ ناممکن بات ہے کہ کوئی شخص دونوں لڑنے والوں سے تعلق رکھے، یہاں سے صاف نظر آتا ہے کہ شیعوں کی نظر میں اپنی خانہ ساز آئمہ کے صحبت کی تو عزت ہے مگر رسول کے صحبت کی کچھ بھی عزت نہیں کیا ایمان اسی کا نام ہے۔

ف۔ استغفر اللہ مولوی دلدار علی اپنی تقریر میں فرماتے ہیں کہ اگر ہم علم و یقین کا حامل کرنا فرض قرار دیں تو لازم آئیگا کہ امام باقر و امام صادق کے اصحاب نابکار اور دوزخی ہو جائیں اس تقریر سے معلوم ہوتا ہے کہ شیعوں کے نزدیک امام باقر و امام صادق کے اصحاب کا دوزخی ہونا ایسا امر محال ہے کہ کسی طرح اس کو فرض بھی نہیں کر سکتے مگر سید الانبیاء جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کا دوزخی ہونا محال کیا معنی

منجانبہ معنی نہیں بلکہ ضروری اور نہایت ضروری ہے اہل اسلام خدا کیلئے انصاف کر دکھ گیا ایمان و اسلام کا اتنا سنا ہی ہے مقام عبرت ہے کہ علم و یقین کے تمسک کا باوجود قدرت کے فرض نہ ہونا کیسی غلط عقل بات ہے جس کا نتیجہ یہاں تک پہنچتا ہے کہ ائمہ کا وجود ہی عبث اور بیکار ہو جائے مگر شیعوں نے اپنے خانہ ساز ائمہ کے اصحاب کے دوزخی مان لینے کے مقابلہ میں اس غلط عقل بات کو کس طرح قبول کر لینا ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

## ان دس باتوں کو جو اوپر بیان ہوئیں

اچھی طرح ذہن نشین کر کے اپنی عقل سے اگر کوئی شخص کام لے گا۔ تو یقیناً نہایت صحیح فیصلہ مذہب شیعہ کے متعلق کر سکے گا۔

یہ دس باتیں جو بیان ہوئیں ان میں مذہب شیعہ کی کسی خاص ردایت پر گزرت نہیں ہے بلکہ پورے مذہب یا پورے فن ردایت سے جو کچھ نتائج نکل سکتے ہیں وہی پیش کئے گئے ہیں۔ شیعوں کا دعویٰ یہ ہے کہ ان کا مذہب یعنی ان کے عقائد و اعمال ائمہ اہل بیت کے تعلیم کئے ہوئے ہیں، لیکن ان دس باتوں کے ہوتے ہوئے دنیا کی کسی عدالت سے ان کو ڈگری نہیں مل سکتی کسی انصاف کی کچھری میں ان کا یہ دعویٰ سچا نہیں سمجھا جاسکتا۔

ایک موٹی سی بات ہے اس کو یوں سمجھنا چاہیے کہ امام باقر و امام جعفر صادق یا دوسرے ائمہ کی بابت شیعہ سنی میں اختلاف ہے سنی ان کو اپنا ہم مذہب بیان کرتے ہیں شیعہ ان کو اپنا ہم مذہب کہتے ہیں فریقین کے اس اختلاف کی بنیاد محض اپنے اپنے راویوں کے بیانات پر ہے ایک طرف شیعہ راوی ہیں جو کہتے ہیں کہ ان ائمہ نے ہم کو مذہب شیعہ کی تعلیم دی ہے لیکن کوٹھڑی کے اندر تنہائی میں جہاں سوا ہمارے کوئی بھی نہ تھا، ہم کسی کے سامنے آئمہ سے نہ اپنی بیان کی تصدیق کر سکتے ہیں اور نہ اپنے موافق کوئی گواہی پیش کر سکتے ہیں۔ دوسری طرف سنی راوی ہیں جو کہتے ہیں کہ ان ائمہ نے ہم کو مذہب اہل سنت کی تعلیم دی، اور یہ تعلیم علانیہ مجمع عام میں بھی دی، اور تنہائی میں بھی دی جس کا ججی چاہے ہمارے ساتھ چلے ہم آئمہ سے اپنے بیان کی تصدیق کرا سکتے ہیں نیز دوسری شہادتیں بھی پیش کر سکتے ہیں، کبھی کبھی ایسا موقع بھی پیش آیا کہ شیعہ راویوں

کو امام کے سامنے جانا پڑا تو امام نے ان کی تکذیب کر دی اور سنیوں ہی کی تائید کی۔

پس اب خدا کے لئے بناؤ کہ ایک تیسرا شخص ایمانا و انساٹا کس فریق کی بات پر اعتبار کر سکتا ہے کیا وہ شیعہ راویوں کو سچا مان کر خدا کی دی ہوئی نعمت عظمیٰ یعنی عقل کو معطل کر دینے کا مجرم بنا گا اور ا کرے گا یقیناً دنیا میں کوئی عقل مندا یا نہ ملے گا جو ایسی حرکت کا مرتکب ہو۔

حیرت کی کوئی انتہا نہیں رہتی جب کوئی شخص شیعوں کو یہ دعویٰ کرتے ہوئے سنتا ہے کہ ہمارا مذہب عقل کے مطابق ہے اور اس کے بعد مذہب شیعہ کی اس حقیقت سے واقف ہوتا ہے۔

بلاشبہ کہا جا سکتا ہے کہ عقل کے اس قدر خلاف دنیا میں کوئی مذہب نہیں ہو سکتا، جس قدر کہ مذہب شیعہ ہے، بھلا کون ایسا ہو سکتا ہے جو مذہب کو ایک راز قرار دے اور گو اس راز کے نقل کرنے والے نہ اپنے موافق کوئی شہادت پیش کر سکیں نہ صاحب راز سے تصدیق کرا سکیں اور گو اس راز کے خلاف علانیہ اور منقولات موجود ہوں تب بھی وہ اس راز کو مان لے۔

شیعہ ارہر ادھر کی باتوں پر تو تقریر نحریر کرتے رہتے ہیں لیکن اپنی اس بنیاد مذہب پر غور کرنے کیلئے یا اس کا جواب دینے کیلئے کوئی شیعہ کبھی آمادہ نہیں ہو سکتا۔

اس وقت دو پہلو ہمارے سامنے ہیں۔

اول یہ کہ شیعہ راویوں کو ہم منفری و کذاب قرار دیں اور جس قدر تعلیمات مذہب شیعہ کی انہوں نے اس کی طرف منسوب کی ہیں ان کو محض کذب و دروغ مانیں۔ اس صورت میں بھی مذہب شیعہ کا تمام گھروند بگڑا جاتا ہے اس لئے کہ اس مذہب کی تمام تر بنیاد انہیں روایات پر ہے جو زرارہ ابو بصیر ابن ابی یعفور وغیر ہم نے بیان فرمائی ہیں۔ اس مذہب کا ایک حرف بھی قرآن شریف سے ثابت نہیں ہوتا بلکہ قرآن شریف تو اس مذہب کی بیخ کنی کر رہا ہے بخلاف اہل سنت و جماعت کے کہ ان کے مذہب کا جزو اعظم یعنی عقائد کا حصہ تو قرآن مجید ہی سے ثابت ہے رہا جزو اصغر یعنی اعمال وہ البتہ روایات پر موقوف ہے لیکن اس میں بھی اکثر و بیشتر اعمال کا ثبوت روایات متواترۃ المعنی اور تعامل سے ہو جاتا ہے۔

دوم یہ کہ شیعہ راویوں کو ہم سچا مانیں اور جو کچھ انہوں نے ائمہ کے خلوت کدہ راز کی خفیہ تعلیمات کے متعلق بیان فرمایا ہے اس کو بے کم و کاست وحی آسمانی کے مانند واجب القبول قرار دیں۔



اس صورت میں خود ائمہ کا دین و مذہب اس قدر مشتبہ ہو جاتا ہے کہ شیعوں کے اولین و آخرین مل کر بھی نہیں بتا سکتے ہیں کہ ان ائمہ کا مذہب کیا تھا جب کسی شخص کی عادت یہ ہو کہ کسی خوف یا مصلحت سے اپنی مذہب کے متعلق حماقت لوگوں سے بیان کیا کرتا ہو اور احیاناً واقفاً نہیں بلکہ یہ کثرت روزمرہ اس کا یہی وتیرہ ہو اس کی بابت کیسے یقین ہو سکتا ہے کہ اصلی مذہب اس شخص کا کیا تھا۔

مکن ہے کہ ائمہ شیعوں سے ڈرتے رہے ہوں اور جب دیکھتے ہوں کہ اس وقت تنہائی ہے اور فقط شیعہ ہی میرے پاس ہیں اس وقت مارے خوف کے انہیں کے موافق باتیں ان سے کرتے ہوں اور ہو سکتا ہے کہ دراصل وہ عیسائی یا مجوسی ہوں یا اپنے اہلئے سابقین کے مذہب بت پرستی پر ہوں لیکن دیکھتے تھے کہ ہر سمت میں مسلمانوں کی حکومت قائم ہے اگر اپنے اصلی مذہب کا اظہار کریں تو جان کا خطرہ ہے، اس لئے اپنے کو مسلم کہہ دیتے ہوں اور نماز روزہ کی پابندی کرتے ہوں۔

رہا یہ خیال کہ شیعوں سے ڈرنے کی کوئی وجہ اس زمانہ میں نہ تھی ڈر اور خوف ان لوگوں سے ہو سکتا ہے جن کے ہاتھ میں حکومت کی باگ ہو اور یہ بات اس وقت اہل سنت میں تھی نہ شیعوں میں تو جواب اس کا یہ ہے کہ ڈر اور خوف کا صرف اہل حکومت ہی کی طرف سے ہونا خلاف مشاہدہ ہے، بسا اوقات غیر اہل حکومت سے اس قدر خوف ہوتا ہے کہ اہل حکومت سے نہیں ہو سکتا حکومت والے جو کچھ کرتے ہیں کسی آئین و قانون کے ماتحت ہو کر کرتے ہیں، اور غیر اہل حکومت جس قدر بد معاشی کے انحال بے قاعدہ و بے اصول کر بیٹھتے ہیں، اہل حکومت کی طرف سے ان کا تصور بھی نہیں ہو سکتا خصوصاً جبکہ پے در پے ائمہ کا قتل ان کی توہین و تذلیل انہیں شیعوں کے ہاتھ سے وقوع میں آرہی تھی تو ان سے ائمہ کا ڈرنا بہت ہی قرن قیاس ہے، ائمہ کا مذہب اس تفسیر نے ایسا مشتبہ کر دیا ہے کہ اگر اسی ایک مسئلہ پر کوئی شخص خالی الذہن ہو کہ انصاف کے ساتھ غور کرے، تو اس پر مذہب شیعہ کا بطلان اظہر من الشمس ہو جائے گا۔

حضرت شیخ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

وازاں بہت کرامت متفق مت بلکہ امام حق نور اس طریقہ سے کرامت کا اس بات پر اتفاق ہے

بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ازیں رد کس بود پس می گوئیم کہ مرتضیٰ امام نبود زیرا کہ متواتر شد کہ در ایام خلافت خود مکرر گفت خیر هذه الامة ابو بکر ثم عس و این قول او خالی از سہ احتمال نیست۔ قلب او بازبان موافق بود دریں قول وهو الحق و بیه یثبت المطلوب یا میند است خلاف او لکن بغیر ضرورت و بغیر تقیہ با جمعی این سخن من گفت و با جمعی خلافت این پس مدس و خائن و امعه باشد و مدس و خائن و معہذ الاق امامت نباشد یا تقیہ بود و تقیہ در خلافت و جیسے ندارد دو معہذ اگر اکر اے بودہ است مے بالست کہ بر قدر اکر اھ اکتفامی کرد و چندین مبالغہ نمی نمود۔ و اگر تقیہ با وجود خلافت و شجاعت و شوکت و قیام بقتال جمیع اہل ارض جائز باشد مے توان گفت کہ با جمعی کہ باشند شیخین بدی بودند در خفیہ بنا بر تقیہ انکار شیخین می نمود پس کلام خیر الامة مستحق است و خلافت او تقیہ مے توان گفت کہ اظہار اسلام و نماز پنجگانہ خواندن و از روز رخ ترسیدن ہمہ بنا بر تقیہ مسلمین بود در شک نیست متنفر قوم تبرک اسلام آمد بود از متنفر بسبب انکار شیخین پس امن از اسلام او

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امام برحق یا حضرت صدیق تھے یا حضرت مرتضیٰ۔ تو ہم کہتے ہیں کہ حضرت مرتضیٰ امام نہ تھے کیونکہ یہ بات بتواتر ثابت ہے کہ انہوں نے اپنی خلافت کے زمانے میں بار بار فرمایا کہ اس امت میں سب سے بہتر ابو بکر ہیں اور ان کے بعد عمر حضرت علی کا یہ قول میں احتمال سے خالی نہیں ہے ایک یہ کہ اس قول میں ان کا دل زبان کے ساتھ موافق تھا، اور یہی حق ہے اور اسی سے ہمارا مقصود ثابت ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ حضرت علی کا عقیدہ اس کے خلاف تھا مگر وہ بغیر ضرورت کے اور بغیر تقیہ کے کسی جماعت سے یہ بات کہتے تھے اور کسی جماعت سے اس کے خلاف کہتے تھے، اس صورت میں حضرت علی کا فریبی اور خائن اور ضعیف الای ہونا لازم آئیگا اور ایسا شخص امامت کے لائق نہیں ہو سکتا میرے یہ کہ حضرت علی کا یہ قول تقیہ کی حالت میں تھا مگر تقیہ اپنی خلافت کے زمانہ میں محض بے وجہ ہے اور با این ہمہ اگر کوئی مجبوری تھی تو چاہیے تھا کہ جس قدر مجبوری تھی اسی کے مطابق شیخین کی تعریف کر دیتے اس قدر مبالغہ نہ کرتے اور اگر باوجود غلیفہ ہوتے شجاع ہوتے اور صاحب شجاعت ہونے اور تمام اہل ملک سے لڑائی کے لئے آمادہ ہونے کے بھی تقیہ جائز ہو تو کہا جاسکتا ہے کہ جو لوگ

شعین کے دشمن تھے تنہائی میں حضرت علی ان سے  
ڈر کر بطور تقیہ شعین کا انکار کرتے تھے پس شعین  
کی تعریف برائوں نے کی ان کا اصلی عقیدہ وہی  
ہے اور اس کے خلاف جو کچھ کہا وہ تقیہ ہے۔ اور یہ  
بھی کہا جاسکتا ہے کہ اسلام کا ظاہر کرنا اور خجگانہ نماز  
بڑھنا اور درزخ سے ڈرنا یہ سب باتیں مسلمانوں سے  
تقیہ کی بنا پر ہوں اس میں شک نہیں کہ لوگوں کو جو

برخاست چہ جای امامت و این ہمہ  
بقبا حاتے میکشد کہ بیح مسلمانے خیال آن  
نہے تواند کرد۔ پس ثابت شد کہ خلافت  
حق صدیق بود و بعد ازاں حق فاروق  
بہ ہمیں دلیل بعینہ ازالہ الخفا مقصد  
اول ص ۲۸۲

نفرت ترک اسلام سے ہوتی وہ شعین کے انکار کی نفرت سے زیادہ سخت ہوتی۔ پس  
حضرت علی کے ایمان کا اعتبار نہ رہا امامت کا ذکر اور یہ سب باتیں ایسے برے نتائج  
تک پہنچاتی ہیں کہ کوئی مسلمان ان کا خیال بھی نہیں کر سکتا پس ثابت ہو گیا کہ خلافت  
حضرت صدیق کی حق تھی اور ان کے بعد حضرت فاروق کی حق تھی بعینہ اسی دلیل سے۔

یہ جو کچھ نتائج تقیہ کے بیان کئے گئے ان کو ائمہ تک پہنچا کر اس لئے ختم کر دیا گیا کہ شیعوں  
کا دعویٰ بھی انہیں کی طرف انتساب کا ہے اور اسی وجہ سے اپنے کو امامیہ کہتے ہیں۔ رسول خدا صلی  
اللہ علیہ وسلم سے کوئی تعلق اور کوئی واسطہ ان کو نہیں ہے ان کی کتابوں میں شاذ نادر ہی  
کہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث ملتی ہے، ورنہ یہی تقریر رسول کے متعلق  
بھی ہو سکتی ہے۔

تقیہ کے ایجاد کرنے سے مذہب شیعوں کے خوش مزاج مصنفوں کا مقصود تو یہ تھا کہ جس مذہب  
کو وہ ائمہ کے نام سے روانہ دینا چاہتے تھے، ائمہ کے جو افعال یا اقوال یا احوال کھلم کھلا اس مذہب  
کے خلاف ہیں اور وہ حد تو اتنی بڑھ گئے ہیں ان کا انکار بھی نہیں ہو سکتا، اور کوئی تاویل بھی ان  
کی نہیں ہو سکتی ان کا جواب دیا جائے مثلاً حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت  
کرنا پانچوں وقت ان کے پیچھے نماز پڑھنا اپنے زمانہ خلافت میں بھی ان کی بے حد تعریف  
کرنا۔ اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ زہرا کی نخت جگہ نام کلمہ کا حضرت فاروق کے نکاح میں دینا  
وغیرہ وغیرہ مگر ان کی بد قسمتی کہ تقیہ نے اس مشکل کو تو حل کیا یا نہ کیا دوسرے مشکلات میں



ان کو ایسا پھنسا دیا کہ اب بانی ناممکن ہے۔

شیعوں کیلئے یہ آسانی تو خوب پیدا ہو گئی اور اس پر وہ بہت نازاں میں کہ جہاں کسی عالم اہل سنت نے ان کی معتبر کتابوں سے کوئی قول یا فعل حضرت علی مرتضیٰ کا یا کسی امام کا مذہب شیعہ کے خلاف پیش کیا تو فوراً کہہ دیا یہ تفسیر ہے۔

علامہ ابن روز بہان نے جب کتاب ابطال الباطل میں فرمایا کہ ”متعہ اگر حلال تھا اور حضرت عمر نے اپنی رائے سے اس کو حرام کر دیا تھا تو حضرت علی نے اپنے زمانہ خلافت میں کیوں اس کے حلال ہونے کا اعلان نہ فرمایا، تو اس کے جواب میں قاضی نور اللہ شوستری نے احقاق الحق میں بے تامل یہی تفسیر کاغذ پیش کر دیا مصنف تحفہ رحمۃ اللہ علیہ نے جب نیچ البلاغہ سے حضرت علی کے وہ خطبے اور فرامین پیش کئے جن میں حضرات خلفائے ثلاثہ کی تعریف سے تو شیعوں کے سلطان العلماء مولوی سید محمد مجتہد نے بڑی صفائی کے ساتھ یہی تفسیر کا گیت گایا بوارق میں فرماتے ہیں کہ اگر جناب امیر علیہ السلام حضرت مہادویہ کے خط میں ایسے مضامین نہ لکھتے تو آپ کے ساتھی آپ کو سزنگوں کر دیتے، کتب شیعہ میں زیادہ تر اقوال امام باقر و امام جعفر صادق کے ملتے ہیں شیعوں کا بیان ہے کہ ان دونوں اماموں نے مذہب شیعہ کی علامتہ تعلیم دی اور ان کے نام جو صحیفہ خدا کی طرف سے آیا تھا، اس میں حکم تھا کہ تم تفسیر نہ کرو اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرو مگر عجیب تماشا ہے کہ ایک طرف تو یہ کہتے ہیں اور دوسری طرف یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ ان دونوں اماموں کے اقوال جس قدر تفسیر پر معمول کئے گئے ہیں کسی دوسرے امام کے اس قدر نہیں۔ مولوی حامد حسین استقصاء الافہام میں فرماتے ہیں کہ ان دونوں اماموں کے صحیفہ کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تفسیر بالکل نہ کرو بلکہ اس کا مطلب صرف اس قدر ہے کہ نسبت دوسرے اللہ کے تفسیر کم کرو۔

المختصر یہ تفسیر ہر اڑھے وقت میں کام آتا ہے، اور ہر لائیکل مشکل کو حل کر دیتا ہے، لیکن جب آخری نتیجہ پر پہنچے اور پوچھا گیا کہ حضرت آپ کے ان ائمہ کا مذہب کیا تھا جب ان کی حالت یہ تھی کہ سنیوں کے سامنے سنی اور شیعوں کے سامنے شیعہ تو یہ بتہ کیسے چلے کہ ان کا اصلی اعتقاد کیا تھا بس اس سوال کو سن کر بڑے سے بڑے حیا کے دشمن کے بھی حواس مفلج ہو جاتے ہیں، اُس وقت ذہنت الذی کفرت کا نقشہ پیش نظر ہو جاتا ہے۔

مجھے خیال نہیں ہوتا کہ علمائے شیعہ میں کسی نے اس مشکل کی عقدہ کشائی پر توجہ کی ہو لیکن غالباً مولوی حامد حسین کو حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور مولانا حمید علی مصنف منہجی الکلام رحمۃ اللہ علیہما کی تحریرات نے خواہ مخواہ اس راہی میں کھینچا۔ چنانچہ استقصا والا انعام میں لکھتے ہیں کہ ۱۔

اعلام اہل حق تصریحات صریحہ فرمودہ اند  
 علمائے شیعہ نے صاف صاف تصریح اس بات  
 کی ہے کہ ائمہ علیہم السلام درہر امریکہ تقیہ  
 کردہ اند مسوق بود با ظہار حق یعنی اولاً  
 امر حق را ظاہرے کردند تا حجت تمام  
 شود بعد آں بنا بر رعایت مصالح  
 تقیہ فرمودند۔

مطلب یہ ہوا کہ ائمہ کے تقیہ کرنے سے ائمہ کا اصلی مذہب مشتبہ نہیں ہو سکتا، کیونکہ ائمہ جس مسئلہ میں تقیہ کرتے تھے اس میں پہلے وہ اظہار حق کر دیتے تھے۔

اول تو اس جواب سے وہ شبہہ کیسے رفع ہوا اس کو مولوی حامد حسین صاحب یا ان کے مقتدین ہی سمجھ سکتے ہیں اور تو دنیا میں کسی کے سمجھ میں نہیں آ سکتا۔ اچھا مان لیا کہ پہلے وہ اپنا اصلی مذہب بیان کر دیتے تھے اس کے بعد تقیہ کرتے تھے تو اس سے کیا ہوا۔ کیا پہلے سچ بول کر اس کے بعد بھوٹ بولنے سے پہلا سچ مشتبہ نہیں ہو جاتا۔

دوسرے یہ مولوی حامد حسین کا ایک بے دلیل دعویٰ ہے کہ ہر معاملہ میں ائمہ پہلے اظہار حق کر دیا کرتے تھے، اگر اس کا ثبوت ان سے مانگا جائے تو وہ کیا ساری دنیا کے شیعہ نہیں دے سکتے کیا جن جن امور میں ائمہ نے تقیہ کیا ہے ان کی تاریخ شیعوں کے پاس ہے اور پھر اس اظہار حق کی بھی تاریخ موجود ہے۔

مولوی حامد حسین کی پوری طولانی عبارت مناظرہ حصہ چہارم میں نقل کر کے میں نے حسب ذیل جواب دیا تھا جس کا کوئی جواب الجواب آج تک نہیں ہوا ہو نہ اب۔

مولوی حامد حسین صاحب ایک آرزوئے محال کے حاصل کرنے میں کوشاں ہیں اس کا نتیجہ سوال مال و اضمحلال کے کچھ نہیں تقیہ کی بدولت جو اشکال احادیث مذہب شیعہ پر وارد

ہونا ہے اس کا اندفاع ناممکن ہے۔ مولوی صاحب نے جو فرمایا کہ ائمہ پہلے اظہارِ حق کر دیتے تھے اس کے بعد تقیہ کرتے تھے یعنی تقیہ کی پہچان یہ ہے کہ وہ اظہارِ حق کے بعد ہوگا اس پر چند شبہات وارد ہوتے ہیں، اگر کوئی شیعہ ان شبہات کو دفع کرے تو ہم کو اس کے مان لینے میں کچھ تامل نہ ہوگا۔ وہ شبہات حسب ذیل ہیں۔

جن لوگوں کو ائمہ سے ایسے وقت میں ملنے کا اتفاق ہوا کہ وہ از روئے تقیہ حدیث بیان فرما رہے تھے اور اس سے پیشتر ائمہ کے زبان سے انہوں نے کوئی حدیث نہ سنی تھی، وہ لوگ اس وقت کی احادیث کو کس دلیل سے تقیہ پر محمول کریں گے، بسا اوقات تقیہ کے اسباب و دواعی مسنوی ہوتے ہیں سو صاحبِ ضرورت کے در سرے کو ان پر اطلاع نہیں ہوتی۔ (۲) فی زمانہ جن جن احادیث کو محدثین شیعہ تقیہ پر محمول کرنے میں یہ کیونکر معلوم ہوا کہ وہ حدیثیں بعد کی ہیں اور جن حدیثوں کو بغیر تقیہ کہتے ہیں، وہ پہلے کی ہیں ممکن ہے کہ امر بالعکس ہو (۳) کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ امام کو کسی مسئلہ کے بیان کرنے کا موقع اولاً بحالت تقیہ ملے اور اس وقت تک اس مسئلہ میں اظہارِ حق کی نوبت نہ آئی ہو۔ (۴) تقیہ کی پہچان اگر آسان ہے تو مولوی دلدار علی صاحبِ اساس الاسول میں یہ کیوں فرماتے ہیں کہ امتیازِ ناشی بعضہا عن بعض فی باب کل حدیثیں مختلفین بحیث یحصل العلم والیقین بمعین المنشا عسیر جدا فوق الطاقہ یعنی تقیہ وغیر اسباب اختلاف احادیث کی تمیز ایک دوسرے سے ہر دو مختلف حدیثوں میں اس طرح کہ تعیین منشا کا علم ولیقین حاصل ہو جائے سخت مشکل اور طاقت سے باہر ہے (۵) ائمہ نے ایک مسئلہ کے متعلق ایک حکم بتا دیا پھر اسی مسئلہ کے متعلق کئی حکم اور بتائے جو حکم اول کے بھی مخالف اور باہم بھی مخالف ایسی صورت اکثر واقع بھی ہوئی ہے چنانچہ اصولِ کافی وغیرہ سے ہم نقل کر چکے ہیں اس سورت میں کس حکم کو تقیہ پر محمول کریں گے، اور اس کے محمول کرنے کی کیا وجہ ہوگی، اسی قسم کے اور شبہات بھی وارد ہوتے ہیں۔ بنظر اختصار ان کو ذکر نہیں کیا جاتا خلاصہ یہ ہے کہ تقیہ کے سبب سے خلافِ حق کہنے کا جو الزام ائمہ کے ذمہ تھا وہ بھی بدستور قائم رہتا ہے، اور ائمہ کے اقوال میں جو بے اعتباری پیدا ہوتی تھی وہ بھی علیٰ حالہ باقی رہتی ہے۔



معلوم نہیں مولوی حامد حسین صاحب نے اس مضمون کے لکھ دینے میں کرائمہ کا تقیہ اظہار  
حق کے بعد ہوتا تھا کیا نفع سوچا ہے۔ کیا ایک مرتبہ پرخ بول دینے کے بعد برابر جھوٹ بولتے  
رہنا گناہ نہیں ہے با ایک مرتبہ پرخ بول دینے کے بعد پھر جھوٹ بولنے میں امر حق کے  
اشتباه کا اندیشہ باقی نہیں رہتا۔

المختصر شیعوں کی جان عجب ضیق میں ہے اگر وہ اپنی روایات کو چھوٹا مانتے ہیں تو  
مذہب تشریف لے گیا اور اگر روایات کو سچا مانتے ہیں تو آئمہ کا دین مشتبہ ہو گیا، پھر  
بھی مذہب تشریف لے گیا۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ وہو ارحم الراحمین۔

كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ إِنْ يَقُولُونَ إِلَّا كَذِبًا  
(ترجمہ) بڑی سخت بات ہے جو ان کے منہ سے نکل ہی ہے، وہ بالکل جھوٹ کہتے ہیں۔

لِحُكْمِ اللَّهِ تَعَالَى

مذہب شیعہ کے چوتھے منتخب مسائل کے سلسلہ کا تیسرا سال

موسوم بہ

الثَّالِثُ مِنَ الْمِائَتَيْنِ

عَلَى

الْمُنْحَرِفِ عَنِ الثَّقَلَيْنِ

مَلْقَبِيًا

تحقیق مسالہ بدعا

جس میں بحوالہ کتب شیعہ عقیدہ بدعا کی تحقیق لکھ کر بیانات ظاہر کی گئی ہے۔ کہ  
مذہب شیعہ خدا کیلئے بد کو نہایت ضروری قرار دیکر اپنے خدا کے جاہل کہنے پر  
اصرار کرتا ہے اور اس پر نازاں ہے





## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي كَثُرَ اَدْعَاؤُهُ اَلَيْسَ يَقُولُ الظّٰلِمُونَ عَلُوًّا كَبِيْرًا ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ  
عَلٰی مَنْ اَرْسَلَهُ بَشِيْرًا وَاَنْذِرًا وَاَعْلٰی اِلٰهًا وَاَصْحٰبًا طَهَّرَهُمُ اللّٰهُ تَطْهِیْرًا ط

اما بعد مسئلہ بدعا کے متعلق النعم میں کسی مرتبہ محققانہ مضامین شائع ہوئے جن میں سب سے پہلا مضمون ذیقعدہ ۱۳۲۴ء میں نکلا اور دوسرا مضمون جمادی الاول ۱۳۲۵ء میں ان دونوں پر حواشی کے علاوہ بھی وقتاً فوقتاً مضامین نکلتے رہے۔ ان مضامین نے مذہب شیعہ کا یہ راز ناش کر دیا کہ شیعوں کے نزدیک خدا کا جاہل ہونا نہایت ضروری عقیدہ ہے۔

بیس بائیس سال کے بعد اب سہیل لکھنؤ نے پھر اس کی یاد تازہ کر دی اور شعبان ۱۳۲۶ء کے پرچے میں خواہ مخواہ اس بحث پر خامہ فرسائی کرتے ہوئے النعم کا نام بھی لے لیا، سہیل نے اپنی اس تحریر میں نہ النعم کے کسی مضمون کا جواب دیا ہے نہ اپنی روایات سے بحث کی ہے، محض اپنی لفاظیوں سے اپنے مذہب کے عیب پوشی کی ناکام کوشش کی ہے۔ لہذا مناسب معلوم ہوا کہ اس مسئلہ پر ایک مستقل رسالہ لکھ دیا جائے جس میں بدعا کی پوری تحقیق ہو اور سہیل کے مضمون مذکورہ بالا کا جواب بھی ہو جائے۔

مسئلہ بدعا کی تحقیق سے جہاں یہ بات ظاہر ہوگی کہ مذہب شیعہ کا عقیدہ خدا کے متعلق کیا ہے وہاں یہ بات بھی اچھی طرح معلوم ہو جائے گی کہ مذہب شیعہ کی بقا و ترقی کے لئے اس مذہب کے تصنیف کرنے والوں نے کیا کیا تدبیریں اختیار کیں، اس سے مذہب شیعہ کی حقیقت کا انشاء اللہ تعالیٰ ایک حد تک انکشاف ہو جائے گا، اور یہ بات روشنی میں آجائے گی کہ یہ مذہب کس طرح ایجاد ہوا۔

اس رسالہ کو چار فصل اور ایک خاتمہ پر تقسیم کیا جاتا ہے۔ فصل اول میں عقیدہ بدعا کی اہمیت اور اس کی تاکید و فضیلت کا بیان ہے۔ فصل دوم میں بدعا کے معنی کا بیان ہے، فصل سوم میں اس امر کا بیان ہے کہ عقیدہ بدعا کے ایجاد کی کیا ضرورت با نیاں مذہب شیعہ کو پیش آئی۔ فصل چہارم میں علمائے شیعہ نے جو تاویلات بدعا کے متعلق کی ہیں خصوصاً سہیل

کی تاویلات کا جواب ہوگا۔ خاتمہ میں سہیل کے پردہ نشین محقق کو اس رسالہ کے جواب کے لئے کچھ ہدایتیں کی گئی ہیں۔

## فصل اول

جاننا چاہیے کہ عقیدہ بداعلیوں کا ایک بہت بڑا مہتمم باشان عقیدہ ہے اور اس عقیدہ کی بڑی تاکید ان کے یہاں ہے اور اس پر بڑے ثواب کا وعدہ خدا کی طرف سے کیا گیا ہے، اصول کافی مطبوعہ لکھنؤ کے صفحہ ۸۴ پر ایک مستقل باب بداعلیوں کا قائم کیا گیا ہے، اس باب کی حدیثوں کا مضمون یہ ہے کہ اللہ کی عبادت و تعظیم اس سے زیادہ کسی بات میں نہیں ہے، اگر یہ اعتقاد رکھا جائے کہ خدا کو بداعلیوں سے جب کوئی بنی ہو تو اس سے یہ اقرار ضرور لیا گیا کہ خدا کو بداعلیوں سے، بطور نمونہ کے دو ایک حدیثیں اس باب کی ملاحظہ ہوں۔

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا عَظَّمَ اللَّهُ بِمِثْلِ الْبِدَاعِ۔

امام جعفر صادق ۴ سے روایت ہے کہ اللہ کی تعظیم بداعلیوں کی برابر کسی چیز میں نہیں ہے۔

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ لَوْ عَلِمَ النَّاسُ مَا فِي الْقَوْلِ بِالْبِدَاعِ مِنَ الْأَجْرِ مَا فَتَرُوا عَنِ الْكَلَامِ فِيهِ۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے وہ فرماتے تھے کہ اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ بداعلیوں کو چاہنے میں کس قدر ثواب ہے تو اس کے چاہنے میں سستی کریں۔

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ مَا تَنْبَأُ بَنِي قَطٍ حَتَّى يَقْرَأَ لِلَّهِ بِخَمْسٍ۔ بِالْبِدَاعِ وَالْمَشِيئَةِ وَالسُّجُودِ وَالْعِبَادِيَّةِ وَالطَّاعَةِ۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے وہ فرماتے تھے کوئی بنی کبھی نہیں ہو ایسا تک کہ وہ اللہ کیلئے پانچ چیزوں کا اقرار کرے، بداعلیوں اور مشیت کا اور سجدہ کا اور عبودیت

کا اور طاعت کا۔

ان احادیث میں دیکھو کس قدر اہمیت اور فضیلت عقیدہ بداعلیوں کی بیان کی گئی ہے، اور اس عقیدہ کا چرچا کرنے میں کس قدر ثواب دکھلایا گیا ہے، شیعوں کو چاہئے کہ صبح اٹھ کر

روزانہ دو ایک تسبیح اس مضمون کی پڑھ لیا کریں کہ اللہ کو بداموتا ہے، اللہ کو بداموتا ہے۔ اور لطف تو دیکھنے ارشاد ہوتا ہے کہ خدا کی تعظیم اس کی برابر کسی چیز میں نہیں کہ کہا جائے خدا کو بداموتا ہے، اور ارشاد ہوتا ہے کہ تمام نبیوں کا متفقہ عقیدہ بداموتا ہے۔ غالباً اتنی اہمیت عقیدہ توحید و عقیدہ رسالت کی بھی کتب شیعہ میں نہ ملے گی۔

شاید شیعوں کے سوا کوئی فرقہ دنیا میں ایسا نہ ہو جس نے اپنے مسبود کی ایسی توہین اس طرح جزو مذہب بنائی ہو۔ اور اسی ایک مسئلہ پر کیا موقوف اس مذہب کے جتنے مسائل ہیں سب ایک سے ایک نور علی نور ہیں۔

## فصل دوم

کسی لفظ کے معنی معلوم کرنے کے لئے اس زبان کی لغت اور اہل زبان کے محاورات سے زیادہ کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔ لفظ بداموتا کی تحقیق میں یہ دونوں چیزیں موجود ہیں۔

لغت کو دیکھو تو سب متفق اللفظ کہہ رہے ہیں کہ بدالہ ای ظہر لہ مالہ بظہر یعنی جو بات معلوم نہ تھی اس کے معلوم ہو جانے کو بداموتا کہتے ہیں۔ اب اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ جو بات اب معلوم ہوئی۔ پہلے اس کے خلاف کا علم تھا جو اب غلط ثابت ہوا۔ یا پہلے سے کچھ علم نہ تھا۔ پہلی صورت جہل مرکب کی اور دوسری صورت جہل سادہ کی ہے۔

اللہ کو بداموتا ہے، اس کے معنی یہ ہوئے کہ نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ اللہ جاہل ہے اور اس کے معلومات غلط بھی ہو جاتے ہیں۔

بداموتا کا مستلزم جہل ہونا علمائے شیعہ کے اقرار سے اور سہیل کے کلام سے بھی ثابت ہے، جیسا کہ آئندہ ہم لکھیں گے۔

قرآن مجید میں بھی بداموتا کے لفظ کئی جگہ وارد ہوئے ہیں، اور ہر جگہ یہی معنی ہیں کہ نامعلوم چیز معلوم ہو جانے چنانچہ سورہ یوسف میں ہے ثم بدالہم عن بعد ما راوا الایات لیصنعة حتی حین یعنی حضرت یوسف کی پاکدامنی کے دلائل دیکھنے کے بعد لوگوں کو یہ بات مناسب معلوم ہوئی کہ کچھ دنوں کے لئے ان کو قید کر دیں۔ قید کرنے کی رائے نئی پیدا ہوئی جو پہلے



نہ تھی اسی کا نام جہل ہے۔

اگرچہ لغت اور محاورات سے بدا کے معنی متعین ہو چکے لیکن پھر بھی تاویل کی گنجائش باقی ہے مگر جس ضرورت کے لئے یہ عقیدہ تصنیف کیا گیا تھا، وہ ضرورت اس بات کو چاہتی تھی کہ تاویل کا دروازہ بالکل بند ہو جائے چنانچہ کچھ واقعات بدا کے تصنیف کئے گئے اور ان واقعات میں بدا کی حقیقت اس طرح متعین کی گئی کہ اب کوئی شخص تاویل نہیں کر سکتا، الفاظ کی تاویل ہو سکتی ہے مگر واقعات کی تاویل ممکن نہیں۔ ان واقعات نے صاف ظاہر کر دیا کہ بدا سے مراد خدا کا جاہل ہونا ہے اور مذہب شیعہ اسی کی تاکید کرتا ہے۔

بدا کے واقعات جو شیعوں کی معتبر کتابوں میں منقول ہیں ان میں سے درمیان واقعہ اس جگہ لکھے جاتے ہیں۔

**پہلا واقعہ** | امام مہدی کا ہے کہ خدا کو کئی مرتبہ اور کئی قسم کا بدا ان کے متعلق ہوا اور ہر مرتبہ خدا کو اپنی رائے بدلنی پڑی۔ سب سے پہلے خدا نے امام مہدی کے ظہور کے لئے منشاء مقرر کیا مگر سالہ میں شیعوں نے امام حسین کو قتل کر کے خدا کو ناراض کر دیا اس لئے منشاء کی پیشین گوئی ٹل گئی یعنی شیعہ اس نعمت عظمیٰ سے محروم کر دیئے گئے، پھر سالہ مقرر ہوا مگر یہ سنہ بھی گزر گیا اور امام مہدی کا ظہور نہ ہوا۔ پھر ایک مرتبہ خدا نے امام جعفر صادق ہی کو امام مہدی بنانے کی تجویز کی لیکن بعد میں یہ رائے بھی بدل گئی۔

اصول کافی مطبوعہ مکتبہ صفحہ ۲۲۲ میں ہے :-

عن ابی حمزۃ الثمانی قال سمعت	ابو حمزہ ثمانی سے روایت ہے وہ کہتا ہے
ابا جعفر علیہ السلام یقول یا	میں نے امام باقر علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے
ثابت ان الله تبارک و تعالیٰ	سنا کہ اے ثابت اللہ تبارک و تعالیٰ نے
قد کان وقت هذا الامر فی السبعین	اس امر یعنی ظہور مہدی کو منشاء میں مقرر کیا
فلما ان قتل المحمیین صلوات	تھا، مگر جب حسین صلوات اللہ علیہ قتل کر
الله علیہ، اشتد غضب الله	دیئے گئے تو اللہ کا غصہ اہل زمین پر بہت
علی اهل الارض فاخذہ الی	سمخت ہو گیا، لہذا اللہ نے ظہور مہدی

اربعین ومائة فحدثنا  
 فاذا عثر الحدیث فكشفت  
 قناع السر ولم يجعل الله  
 بعد ذلك وقتا عندنا قال  
 ابو حمزة فحدثت ابا عبد الله  
 عليه السلام فقال قد كان  
 ذلك۔

کوشش تک مؤخر کر دیا مگر ہم نے تم سے یہ  
 بات بیان کر دی اور تم نے اس بات کو مشہور  
 کر دیا اور راز فاش کر دیا اب اللہ نے اس کا  
 کوئی وقت ہمیں نہیں بتایا۔ ابو حمزہ کہتا ہے  
 میں نے یہ سب باتیں امام جعفر صادق علیہ  
 السلام سے بیان کیں تو انہوں نے فرمایا کہ ہاں  
 ایسا ہی ہوا۔

اس روایت کو دیکھ کر ماننا پڑے گا کہ یا تو خدا کو یہ خبر نہ تھی کہ امام حسینؑ سے پہلے  
 قتل کر دیئے جائیں گے یا یہ تو معلوم تھا مگر یہ علم نہ تھا کہ ان کے قتل پر مجھے اس قدر غصہ آجائے گا  
 کہ اپنی بات کا بھی پاس و لحاظ نہ رہے گا، پھر اس کے بعد سئلہ کی بابت یا تو خدا کو یہ بات  
 معلوم نہ تھی کہ آئمہ شیعہوں سے اس راز کو بیان کر دیں گے، یا یہ علم نہ تھا کہ شیعہ رازداری نہ کریں  
 گے یا یہ علم نہ تھا کہ اس راز کے فاش ہو جانے پر مجھے اپنی رائے کے بدلنے کی ضرورت پیش  
 آجائے گی۔

علامہ طوسی کتاب الغیبة میں (علی ما نقلہ القزرنی) لکھتے ہیں :-

عن ابی حمزة الثمانی قال قلت  
 لابی جعفر علیہ السلام ان  
 علیا کان یقول الی السبعین بلاء  
 وكان یقول بعد البلاء رخاء وقد  
 مضت السبعون ولم یندر رخاء۔

ابو حمزہ ثمانی کہتا ہے میں نے امام باقر علیہ  
 السلام سے کہا کہ علی علیہ السلام فرمایا کرتے تھے  
 کہ سئلہ تک مصائب ہیں، اور بعد  
 مصائب کے راحت ہوگی، مگر سئلہ گزر  
 گیا، اور تم کو راحت نصیب نہ ہوئی۔

نیز اسی کتاب الغیبة میں ہے :-

عن عثمان بن النواء قال سمعت  
 ابا عبد الله علیہ السلام  
 یقول لحان هذا الامر فک

عثمان بن نواء سے روایت ہے وہ کہتا ہے  
 میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو یہ  
 فرماتے ہوئے سنا کہ یہ امر یعنی مہدی کا

فاخرہ اللہ و یفعل اللہ بعد منصب میرے لئے تھا مگر خدا نے اس کو  
فی ذرایتی ما یشاء۔ چمچھے کر دیا، اور اب الشمریری اولاد میں جو  
چاہے گا کرے گا۔

اس روایت سے دو واقعہ بد کے ثابت ہوتے ہیں اول یہ کہ امام جعفر صادق کو یہ  
منصب امام مہدی کا ملنے والا تھا، مگر خدا کو بد ہوا اور وہ اس دولت سے محروم کر دینے لگے،  
دوم یہ کہ پہلے خدا کی رائے سلسلہ امامت کو بارہ امام پر ختم کرنے کی تھی اس لئے کہ بارہ اماموں  
کے نام کے بارہ لفافے سر بمہر رسول پر نازل کئے تھے مگر پھر یہ رائے ہوئی کہ چھ پر یہ  
سلسلہ ختم کر دیا جائے، اور امام جعفر صادق جو چھٹے امام ہیں آخری امام بنا دینے جائیں امام  
مہدی کا آخری امام ہونا پہلے ہی سے معین ہے لہذا اگر امام جعفر صادق ہی امام مہدی ہوتے  
تو امام صرف چھ ہوتے بارہ نہ ہوتے مگر خدا جانے اس رائے میں کیا غلطی محسوس ہوئی  
کہ پھر ہی بارہ امام کی تجویز عود کر آئی۔

ایک اور لطیفہ قابل سننے کے ہے امام باقر علیہ السلام سے خدا کی رائے بار بار بدلنے  
کا کوئی جواب نہ بن پڑا تو انہوں نے کہہ دیا کہ جن لوگوں نے ظہور مہدی کا وقت بتایا  
وہ سب جھوٹے تھے اصول کافی صفحہ ۲۲۳ میں ہے۔

عن ابی جعفر علیہ السلام امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے راوی  
قال قلت لہذا الامر وقت کہتا ہے میں نے ان سے کہا کہ کیا ظہور  
فقال کذب الوقتون کذب مہدی کا کوئی وقت مقرر ہے تو امام نے  
الوقتون کذب الوقتون۔ فرمایا کہ وقت کے بیان کرنے والے جھوٹے  
تھے جھوٹے تھے جھوٹے تھے۔

ظہور مہدی کا وقت بتانے والے ائمہ تھے جیسا کہ ہم اصول کافی کی روایت اور نقل کر چکے  
لہذا بقول امام باقر وہ سب جھوٹے ہوئے۔ استغفر اللہ۔  
دوسرا واقعہ بد کا جو پہلے سے بھی کچھ بڑھ چڑھ کر ہے اسمعیل فرزند امام جعفر صادق کا واقعہ  
ہے، امام جعفر صادق کے بعد کے لئے خدا نے ان کے بڑے بیٹے اسمعیل کو امامت کے لئے



نامزد کیا۔ ظاہر ہے کہ ان بارہ لفافوں میں جو ہر امام کے نام کے رسول پر اترے تھے اسمعیل کے نام کا بھی لفافہ ہوگا، اور اسمعیل اپنی والدہ کی ران سے پیدا بھی ہوئے ہوں گے اور سب علامات امامت ان میں موجود ہوں گی، درنہ امامت کے لئے ان کا نامزد ہونا چہ معنی پھر اسمعیل ہی بڑے بیٹے بھی تھے اور حسب روایات شیعہ امامت بڑے بیٹے کو ملا کرتی ہے۔ دیکھو اصول کافی صفحہ ۱۷۴۔ مگر افسوس کہ اسمعیل اپنے والد کے سامنے مر گئے اور خدا کی تجویز غلط ہو گئی، بالآخر خدا نے موسیٰ کاظم کو امام بنایا۔

اگر خدا کو پہلے سے معلوم ہوتا کہ اسمعیل کی عمر بہت کم ہے وہ اپنے باپ کے سامنے ہی مرجائیں گے۔ تو اسمعیل کو امامت کے لئے نامزد کر کے کیوں پشیمان ہوتا۔  
بحار الانوار میں روایت ہے جس کو علامہ مطوسی نے بھی نقد المحصل میں ذکر کیا ہے۔

عن جعص الصادق انہ جعل	جعفر صادق سے روایت ہے کہ انہوں نے
اسماعیل القائم مقامہ بعد	اسمعیل کو اپنا قائم مقام اپنے بعد کے لئے قرار
فظہر من اسماعیل مالہ یرتضہ	دیا مگر اسمعیل سے وہ بات ظاہر ہوئی جس
فجعل القائم مقامہ موسیٰ	کو انہوں نے پسند نہیں کیا، لہذا انہوں
فسئل عن ذلك فقال بدا	نے موسیٰ کاظم کو اپنا قائم مقام بنایا اس
اللہ فی اسماعیل۔	کے متعلق ان سے پوچھا گیا تو کہا کہ اللہ کو
	اسمعیل کی بابت بدا ہو گیا۔

ایک دوسری روایت کے الفاظ جس کو شیخ صدوق نے رسالہ اعتقاد یہ میں لکھا ہے یہ ہیں۔  
ما بدا اللہ فی شیء کما بدا اللہ  
فی اسماعیل ابنی۔  
ایسا بدا اللہ کو کبھی کسی چیز میں نہیں ہوا جیسا بدا  
میرے بیٹے اسمعیل کی بابت ہوا۔

مطلب یہ ہوا کہ اللہ سے ایسی غلطی کبھی نہیں ہوئی جیسی اسمعیل کے متعلق ہوئی کہ بغیر سوچے سمجھے ان کی امامت کا حکم دیدیا، اور یہ بھی خبر نہ تھی کہ وہ اپنے باپ کے سامنے ہی مرجائیں گے۔  
تیسرا واقعہ بدا کا پھر امامت ہی کے متعلق ہے شیعوں کا خدا بھی عجیب ہے کہ ایک مرتبہ جب مسئلہ امامت میں بدا ہو چکا تھا تو پھر دوبارہ اُس نے احتیاط سے کیوں کام نہ لیا ایک

ہی معاملہ میں بار بار غلطی کرنا ادنیٰ عقلمند کی شان سے بعید ہے چہ جائیکہ خدا مگر مسئلہ امامت ہے، ابھی بڑا نازک مسئلہ کتنا ہی سوچ سمجھ کر کام لیا جائے پھر بھی خدا سے غلطی ہو جاتی ہے۔ اس تیسرے واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ امام نقی کے بعد کے لئے خدا نے ان کے بیٹے ابو جعفر کو امامت کے لئے نامزد کیا مگر ابو جعفر اپنے والد کے سامنے مر گئے اس وقت خدا نے حسن عسکری کو امامت کے لئے منتخب کیا، شیعوں میں اس واقعہ کی متعلق بڑی کھل بلی پڑی تو امام نقی علیہ السلام نے فرمایا خدا کو میرے ابو جعفر کے متعلق ویسا ہی بدا ہوا جیسا اسمعیل کے متعلق ہوا تھا، اصول کافی صفحہ ۲۰۴ پر یہ روایت ملاحظہ ہو۔

عن ابی الہاشم الجعفری قال کنت  
عند ابی الحسن علیہ السلام بعد ما  
مضی ابنہ ابو جعفر وانی لافکر فی  
نفسی اسرید ان اقول کاتھما اعنی  
ابا جعفر و ابا محمد فی هذا الوقت  
کابی الحسن موسی و اسمعیل بن  
جعفر بن محمد علیہم السلام و  
ان قصته کقصتهما اذا کان  
ابو محمد المرجا بعد ابی جعفر  
فاقبل علی ابو الحسن علیہ السلام  
قبل ان انطق فقال نعم یا ابا  
ہاشم بدا اللہ فی ابی محمد  
کہا بدالہ فی موسی بعد مضی  
اسماعیل ما کشف بہ عن  
حاله وهو کما حدثتک  
نفسک وان کذہ المبطلون

ابو الہاشم جعفری سے روایت ہے وہ کہتے  
ہیں، امام نقی علیہ السلام کے پاس گیا بعد اس کے  
کہ ان کے بیٹے ابو جعفر کا انتقال ہوا میں اپنے  
دل میں فکر کر رہا تھا چاہتا تھا کہ کہوں کہ ان دنوں  
یعنی ابو جعفر اور حسن عسکری کی حالت اس وقت  
موسى کاظم اور اسمعیل فرزند ان جعفر صادق کی مثل  
ہوئی اور ان کا قصہ بھی اسی قصہ کے مانند ہے  
کیونکہ حسن عسکری ابو جعفر کے بعد پیدا ہوئے تھے  
پس امام نقی علیہ السلام میری طرف متوجہ ہوئے  
قبل اس کے کہ میں کچھ کہوں فرمایا اے ابو الہاشم  
اللہ کو حسن عسکری کے متعلق ویسا ہی بدا ہوا  
جیسا بدا موسی کاظم کے لئے اسمعیل کے مرنے  
کے بعد ہوا جس نے اسمعیل کے حال کو ظاہر کر دیا  
ہاں یہ معاملہ ویسا ہے جیسا کہ تم نے اپنے  
دل میں خیال کیا اگرچہ گمراہ لوگ اس کو  
پسند نہ کریں میرے بیٹے حسن عسکری کے

و ابو محمد ابني الخلف من بعدى  
 عندك علم ما يحتاج اليه ومع  
 التالامامة -  
 پاس جو میرا خلیفہ ہے تمام ان اشیاء کا علم  
 ہے جن کی حاجت ہے اور اس کے پاس آگے  
 امامت بھی ہے۔

اگرچہ بڑا کے واقعات ابھی اور بھی نقل کئے جا سکتے ہیں لیکن اس وقت اسی قدر کافی ہیں  
 ان واقعات سے بڑا کے معنی پورے طور پر واضح ہو گئے معلوم ہوا کہ شیعوں کے خدا کو تمام  
 اشیاء کا علم نہیں ہے بہت سی چیزوں سے وہ جاہل ہے اسی وجہ سے اس کی رائے غلط ہو جایا  
 کرتی ہے، اور اس کو اپنی تجویز بدلنی پڑتی ہے (نعوذ باللہ من ذہ الکفریات)

اب خود غور کرو کہ ان واقعات کی تاویل کوئی کیسے کر سکتا ہے۔ صرف الفاظ ہوتے تو  
 یقیناً ان کی تاویل ممکن تھی، اور اگر وہ تاویل قاعدہ کے مطابق ہوتی اور اس کا قبول کرنا بھی  
 ضروری ہوتا۔ ان واقعات نے بعض متعصب ترین علمائے شیعہ کو مجبور کر دیا، اور ان کو صاف  
 لفظوں میں کہنا پڑا کہ عقیدہ بڑا کا مطلب یہ ہے کہ خدا جاہل ہے شیعوں کے مجتہد اعظم مولوی دلدار علی  
 باہس ہمہ تعصب اپنی کتاب اساس الاصول مطبوعہ لکھنؤ ۱۲۶۲ھ میں صفحہ ۲۱۹ پر جہاں یہ لکھا ہے،  
 کہ محقق طوسی نے بڑا کا انکار کیا ہے حاشیہ پر تحریر فرماتے ہیں۔

واعلم ان البدالاً ینبخی ان  
 یقول بہ احد لانه یلزم منه  
 ان یتصف الباری تعالیٰ بالجهل  
 کما لا یخفی۔  
 جانتا چاہیے کہ عقیدہ بڑا اس لائق نہیں کہ  
 کوئی شخص اس کا قائل ہو کیونکہ اس سے لازم  
 آتا ہے کہ باری تعالیٰ جاہل ہو جیسا کہ پوشیدہ  
 نہیں ہے۔

یعنی بڑا سے خدا کا جاہل ہونا اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ بالکل ظاہر ہے ہر شخص سمجھ سکتا ہے۔  
 ف۔ یہاں سے ایک بات اور سمجھ لینی چاہیے، علمائے شیعہ اب بھی وقتاً فوقتاً اپنے  
 مذہب کی ترمیم کیا کرتے ہیں، دعویٰ تو یہ ہے کہ مذہب شیعہ کی بنیاد آئمہ اہل بیت کی تعلیم پر  
 مگر مولوی دلدار علی صاحب عقیدہ بڑا میں احادیث آئمہ کے برخلاف فرماتے ہیں کہ بڑا کا قائل نہ ہونا،  
 چاہیے ابہر کیف مولوی دلدار علی صاحب بڑا کے قائل ہوں یا نہ ہوں مذہب شیعہ اس کا قائل ہے

لہ معلوم ہوا امامت کیلئے کسی آگے کی بھی حاجت ہوتی ہے امامت کیا ہوتی لوہا بڑھی کا پیشہ ہو گیا۔ استغفر اللہ ۱۱۔



ایک لطیفہ شیعوں کے امام المناظرین مولوی حامد حسین صاحب نے اپنی کتاب استقصاء الانعام مجلد اول میں بڑا کی بحث صفحہ ۱۲۸ سے صفحہ ۵۸ تک پورے تیس صفحوں میں لکھی ہے اسی سلسلہ میں فرماتے ہیں :-

رجوع بہ کتب کلامیہ و تحقیقات و تحقیقات  
علم کلام کی کتابوں اور علما کی تحقیقات و تحقیقات  
اعلام مانند آیۃ الترنی العالمین و علامہ دہلوی و  
کی طرف رجوع کرنا مثلاً آیۃ الترنی العالمین  
غیر اشیان رضوان اللہ علیہم شاہ عدل براں است  
یعنی مولوی دلدار علی و مصنف نزہہ وغیرہ کی  
تصنیفات کا دیکھنا اس بات کا بہترین گواہ ہے کہ بڑا  
کہ در قول بالبداء اصلاً شنعی و قباحتے و  
ایرٹھے و اعتراضے لازم نمی آید۔  
کے عقیدہ میں کوئی برائی لو کسی قسم کا اعتراض لازم نہیں آتا۔

مولوی حامد حسین کی دلیری اور شاقی دیکھنے کہ جن لوگوں نے عقیدہ بڑا کو سراہا ہے ان میں سب سے پہلا  
نام مولوی دلدار علی صاحب کا لکھا حالانکہ مولوی دلدار علی اس کی منت کر رہے ہیں اور کہہ رہے  
ہیں کہ بڑا سے خدا کا جاہل ہونا لازم آتا ہے لہذا کسی کو اس کا قائل نہ ہونا چاہیے جیسا کہ اس  
الاصول کی عبارت آپ دیکھ سکتے ہیں۔

مولوی حامد حسین صاحب کی دونوں کتابیں عبقات و استقصاء اس قسم کی کارروائیوں  
سے لبریز ہیں چنانچہ النجم دور جدید میں ان کی یہ کارروائیاں بہت زیادہ پیش کی جا چکی ہیں اس  
کے علاوہ مترادف الفاظ لکھ کر عبارت کو طول دیتے اور کتاب کا حجم بڑھانے کی بھی خوب مشق ان کو  
ہے جس کا ہلکا سا نمونہ ان کی عبارت منقولہ بالا میں موجود ہے۔

## فصل سوم

دور فتن کے شروع ہونے پر جب کہ صحابہ کرام کا عہد قریب اختتام تھا ایک یہودی عبد اللہ  
بن سبا کس طرح منافقانہ طور پر اسلام میں داخل ہوا اور پھر اس نے اسلام کے بگاڑنے کے  
لئے کس طرح ایک منظم سازش کی اور کس طرح اس نے مذہب شیعہ کی بنیاد رکھی اور محبت  
اہل بیت کے پردہ میں قرآن مجید کے مشکوک بنانے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے  
نبوت کے دلائل کو مجرد کرنے کی کیا کیا تدبیریں اختیار کیں گو یہ حالات بجائے خود

بہت دلچسپ اور متجربہ نیز ہیں مگر بہ مقام اس طوالت کا متحمل نہیں پھر کسی حد تک اپنی بعض تاویفات میں ان حالات کو میں بیان بھی کر چکا ہوں۔

اس وقت ہم کو صرف ان حالات کا بیان کرنا ضروری ہے جن سے عقیدہ بد کے ایجاد کی ضرورت کا پتہ چلے اور ان کا سلسلہ یہاں سے شروع ہوتا ہے کہ مذہب شیعہ کی تکمیل و ترویج کا کام جب کوئٹہ کی اس تفسیر کمیٹی کے ہاتھ میں آیا جس کے پرنیڈنٹ ایک وقت میں زرارہ صاحب تھے تو ان لوگوں کو مذہب شیعہ کی بقا و ترقی میں دو چیزیں سد راہ نظر آئیں۔

اول یہ کہ مذہب شیعہ اور اس کی تعلیمات کو آئمہ اہل بیت کی طرف منسوب کرنا ہی ایک جادو کا منتر تھا جو سادہ لوحوں پر بہت جلد اثر کرتا تھا، لیکن اس میں بڑی خرابی یہ تھی کہ شیعہ راوی آئمہ سے اپنی روایات کی تصدیق نہ کر سکتے تھے، اور جب کبھی تصدیق کا موقع پیش آجاتا تو آئمہ ان کو جھٹلا دیتے تھے اور ہمیشہ علانیہ طور پر مذہب اہل سنت کے موافق اپنا اعتقاد ظاہر کیا کرتے

۱۔ اس قسم کے واقعات خود شیعوں کی کتابوں میں بہت ہیں از انجملہ اصول کافی صفحہ ۱۳۲ میں ہے۔

عن سید السمان قال كنت عند ابي عبد الله عليه السلام  
اذ دخل عليه رجلان من الزيدية فقالا انيك امام  
مفترض الطاعة قال فقال لا فقال له قد اخبرنا  
عنك الثقات انك تقى وتقر وتقول به ونسبه  
لك فلان وفلان وهما اصحاب ورع وشمير وهم  
من لا يكذب تغضب ابو عبد الله عليه السلام  
وقال اما امرتهم۔

سید رضی فرخوش سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں امام جعفر صادق  
علیہ السلام کے پاس تھا ایک دو شخص زیدیت فرقتے کے آئے اور  
ان دونوں نے کہا کہ کیا آپ لوگوں کے درمیان میں کوئی امام مفترض  
الطاعت ہے جعفر صادق نے کہا نہیں۔ تو ان دونوں نے کہا کہ ہمیں  
معتبر لوگوں نے آپ سے روایت کر کے خبر دی کہ آپ اس کا فتویٰ  
دیتے ہیں اور اقرار کرتے ہیں اور اس کے قائل ہیں اور ہم آپ کو ان  
لوگوں کے نام بتاتے ہیں فلاں اور فلاں یہ لوگ پرہیزگار لوگ  
ہیں اور چھوٹے لوگوں میں سے نہیں ہیں، تو امام جعفر صادق غصہ

ہوئے اور فرمایا کہ میں نے ان کو اس بات کا حکم نہیں دیا۔

شیعوں کے شہداء ثلاث تاضی نور اللہ شوستری نے بحال المومنین مجلس پنجم صفحہ ۱۶۶ میں اسی مضمون کی روایت ایک دوسری کتاب سے  
تقل کی ہے ان کی اصل عبارت یہ ہے "در کتاب مختار از سید منقول است کہ گفت روز سے در خدمت امام جعفر علیہ السلام بودم کہ دو کس در مجلس  
اذن و قول طلبیدند و آنحضرت ایٹ ترا اذن کرد چوں بہت مستند کیے از ایشان از اہل مجلس پرسید کہ آیا در شما امام مفترض الطاعت بہت  
آنحضرت فرمودند کہ چنین کسی در میان خود نمی شنایم او گفت در کوہ قوس ہستند کہ زعم ایشان آنست کہ در میان شما امام مفترض الطاعت  
موجود است و ایشان در فرغ نمی گویند زیرا کہ صاحب مروع و اجہادند و از جہد ایشان عبد اللہ عیفر و فلاں و فلاں اند پس آنحضرت فرمودند  
کہ من ایشان بایں اعتقاد و امر کہم گنہ من در ان چیست ۱۲۔" چنانچہ سنی شیعہ دونوں کتابوں میں ان تمام آئمہ سے متینوں علیہ رضوا  
حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے در تمام ۱۰۰ بزرگ واقعات کے فضائل منقول ہیں حضرت علی سے کتب اہل سنت میں اسی سند کے ساتھ  
خبر الامۃ بعد نبیہما ابو بکر و عمر مروی ہے یعنی اس امت میں بعد نبی کے حب سے بہتر ابو بکر ہیں پھر عمر نیز شیعہ (باقی صفحہ ۱۸۴)

تھے اور اعمال سب ان کے اہل سنت کے مطابق ہوتے تھے۔ پس ایسی حالت میں کون شخص شیعہ راویوں کی بات پر اعتبار کر کے مذہب شیعہ کو ائمہ اہل بیت کا مذہب یقین کر سکتا تھا، خصوصاً ایسی حالت میں کہ شیعوں کو اپنے کو اصحاب ائمہ کہتے تھے دروغگوئی میں ایسے ضرب المثل تھے کہ تمام علمائے جرح و تعدیل ان کو اکذب الناس کہتے تھے حتیٰ کہ خود کتب شیعہ میں بھی ان کے جھوٹے ہونے کا اقرار موجود ہے۔

دوم یہ کہ لوگوں کو مذہب شیعہ کی طرف راغب کرنے کے لئے جو پیشین گوئیاں ائمہ کی طرف سے بیان کی گئی تھیں مثلاً یہ کہ فلاں سنہ میں امام مہدی کا ظہور ہو جائیگا، اور تمام دنیا میں شیعوں کی حکومت اور سلطنت ہوگی اور بڑے عیش و عشرت کے سامان ان کو نصیب ہوں گے، اور جو شیعہ نہ ہوگا اس پر مصائب کے پہاڑ توڑے جائیں گے وغیرہ وغیرہ ان پیشین گوئیوں کا رقت

ابقہ سقو گذشتہ کا، سنی دونوں کی کتابوں میں ان ائمہ سے اپنی عصمت و افضلیت کی نفی منقول ہے اور یہ کسی طرح ثابت نہیں ہو سکتا کہ سنیوں کے سامنے ان ائمہ نے شیعوں کے غمانہ ساز مسائل امامت کو بیان کر کے ختم نبوت کا انکار کیا ہو یا قرآن کو محرف کہہ کر اس کی توہین کی ہو وغیرہ وغیرہ ۱۲۔ ۱۳۔ جو اعمال مذہب شیعہ سے خصوصیت رکھتے ہیں ان اعمال کا غائبہ بجا لانا کتب شیعہ سے بھی ثابت نہیں کسی امام نے کبھی متعہ نہیں کیا اپنی بیٹی کسی کو متعہ میں نہیں دی شیعوں کی کتاب استبصار کو دیکھو جو ان کی اصول اربعہ میں داخل ہے شروع کتاب الطہارۃ سے لے کر اخیر تک کوئی باب ایسا نہ ملے گا جس میں ائمہ سے افعال و اقوال مختلف منقول نہ ہوں اور ان میں جو قول و فعل شیعوں کو پسند نہیں آیا وہ تفسیر پر محمول نہ ہو۔ ۱۲۔

۱۴ امام شافعی فرمایا کرتے تھے لا تجالسوہم ولا تکلموہم فانہم اکذب الناس یعنی روافض کے پاس نہ بیٹھو ان سے بات نہ کرو یہ لوگ بڑے جھوٹے ہیں در کچھ منہاج السنہ

۱۵ چنانچہ اصول کافی صفحہ ۲۲۴ میں عبداللہ بن ابی یعفور سے روایت ہے۔

قال قلت لابی عبد اللہ علیہ السلام اتی اخالط الناس فیکثر عجبی من اقوام لا یتو لکم و یتو لولکم و یتولون فلا نا و فلا نا لہم امانۃ و صدق و فاء و اقوام یتو لکم لیس لہم تعلق الامانۃ و لا الوفاء و لا اصدق قال فاستوی ابو عبد اللہ جالساً فاقبل علی کا غضبان ثم قال لا دین لمن دان بولایۃ امام لیس من اللہ و لا عقب علی من دان بولایۃ امام من اللہ۔

وہ کہتا ہے میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہا کہ میں لوگوں سے ملتا ہوں تو مجھے بہت تعجب ہوتا ہے کہ جو لوگ تم سے تولا نہیں کرتے بلکہ فلاں فلاں یعنی ابو بکر وغیرہ کہتے ہیں ان میں امانت ہے سچائی ہے وفاق ہے اور جو لوگ تم کو ملتے ہیں ان میں نہ یہ امانت ہے نہ وفاق ہے نہ سچائی پس امام جعفر صادق سے یہ ہوا کہ میری طرف مثل غصہ سے بھرے ہوئے شخص کے متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ جس نے ایسے امام کو مانا جو منجانب اللہ نہیں ہے وہ بے دین ہے اور جس نے ایسے امام کو مانا جو منجانب اللہ ہے اس پر کوئی عقاب نہیں۔

اس روایت میں دو باتوں کا اقرار ہے سنیوں کے بچے ہونے کا اور شیعوں کے جھوٹے کا یہ حال ان شیعوں کا ہے جو ائمہ کی

صحبت میں رہتے تھے اب آج کل کے شیعوں کی حالت کیا ہے خدا ہی جانتا ہے ۱۲۔



گزر چکا تھا اور ان کا جھوٹ سب پر ظاہر ہو چکا تھا۔

یہ دونوں مشکلیں ایسی خطرناک تھیں کہ مذہب شیعہ کو ان سے جانبری و شوار تھی، لہذا ان دونوں مشکلوں کے حل کرنے کے لئے تقیہ اور بدایا ایجاد کیا گیا۔

پہلی مشکل تو تقیہ سے حل کی گئی اور کہا گیا کہ ائمہ اہل بیت تقیہ کرتے ہیں، ان کا ظاہر کچھ اور ہے اور باطن کچھ اور، علانیہ وہ سب کے سامنے سنی بنے ہوئے ہیں اپنا اصلی مذہب سوا ہمارے اور سب سے چھپاتے ہیں۔ اپنا اصلی مذہب صرف ہمیں تنہائی میں تعلیم کرتے ہیں۔

شیعہ راویوں نے تقیہ کے عظیم الشان فضائل بیان کرنا شروع کئے اور سینکڑوں روایتیں تقیہ کی فضیلت میں گڑھ لیں کہ تقیہ اللہ کا دین ہے۔ تمام آئمہ اور پیغمبر تقیہ کرتے رہے دین کے دس حصوں میں سے نو حصہ تقیہ میں ہیں اور ایک حصہ باقی عبادات میں، جو تقیہ نہ کرے وہ بے دین و بے ایمان ہے وغیرہ وغیرہ (دیکھو اصول کافی)۔

بہر کیف تقیہ نے یہ مشکل تو حل کر دی مگر اس سے زیادہ یہ مشکل پیدا کر دی کہ اب ان ائمہ کا ایمان ثابت کرنا شیعوں کے اولیٰ و آخرین کی طاقت سے باہر ہو گیا۔ جب ان کی عادت تقیہ کرنے کی تھی تو ممکن ہے کہ ان کا اصلی مذہب یہودی یا عیسائی یا مجوسی ہو یا اپنے پرانے خاندانی مذہب بت پرستی پر ہوں اور مسلمانوں سے تقیہ کر کے اپنے کو مسلمان کہتے ہوں و حقیقت اگر شیعہ تقیہ سے دست بردار ہو جائیں اور ائمہ کے ظاہر و باطن کو یکساں مان لیں تو پھر ایک منٹ کے لئے مذہب کا وجود باقی نہیں رہ سکتا اور پھر یہ دعویٰ کسی طرح نہیں کیا جا سکتا کہ مذہب شیعہ ائمہ اہل بیت سے ماخوذ ہے۔

دوسری مشکل بدایا کے ذریعہ سے حل کی گئی اور کہا گیا کہ پیشین گوئیاں ہم نے اپنی طرف سے نہیں بنائیں جو کچھ اماموں نے ہم سے فرمایا وہ ہم نے بیان کر دیا اور اماموں نے بھی جھوٹ نہیں بولا ان سے خدا نے ایسا ہی فرمایا تھا مگر خدا کو بدایا ہو گیا اس میں ہماری یا اماموں کی کیا خطا بدانے اس مشکل کو تو حل کر دیا لیکن خدا کے جاہل کہنے کا داغ جو مذہب شیعہ کی پیشانی پر لگایا اس کو اب قیامت تک کوئی نہیں مٹا سکتا۔

مریض عشق پر رحمت خدا کی مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

بدائے ایجاد کی جو ضرورت بیان کی گئی وہ محض قیاسی نہیں بلکہ روایات شیعہ میں اور علمائے شیعہ کے اقوال میں اس کا اقرار موجود ہے۔

اصول کافی مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۲۲۳ میں ایک سنی اور ایک شیعہ کی گفتگو اسی کے متعلق منقول ہے کہ آئمہ شیعہ کی پیشین گوئیاں غلط کیوں نکل جاتی ہیں اس گفتگو میں صاف صاف یہ اقرار موجود ہے اصل عبارت اصول کافی کی یہ ہے :-

عن الحسن بن علی بن یقطين عن  
 اخيه الحسين عن ابيه علي بن  
 يقطين قال قال لي ابو الحسن  
 الشيعة تربي منذ ما مئتي سنة  
 قال قال يقطين لابنه علي بن  
 يقطين ما بالنا قیل لنا فکان و  
 قیل لکم فلم یکن فقال له علی  
 ان الذی قیل لنا و لکم کان  
 من مخرج واحد غیر ان امرکم  
 حضر فاعطیتم محضه فکان  
 کما قیل لکم وان امرنا  
 لم یحضر فعللنا بالامانی  
 فلو قیل لنا ان هذا الامد  
 لا یكون الا الی ماتین او ثلث مائة  
 سنة لقست القلوب ولرجح  
 عامۃ الناس عن الاسلام

حسن بن علی بن یقطين سے روایت ہے وہ  
 اپنے بھائی حسین سے وہ اپنے والد علی بن یقطين  
 سے روایت کرتا ہے کہ مجھ سے ابو الحسن نے کہا  
 کہ شیعہ دو سو برس سے بہلا بہلا کر رکھے جاتے ہیں  
 یقطين (سنی) نے ایک روز اپنے بیٹے علی  
 سے کہا کہ یہ کیا بات ہے کہ جو پیشین گوئی  
 ہم لوگوں سے ہمارے پیشواؤں نے بیان  
 کی رہ پوری ہوتی ہے مگر تم سے تمہارے  
 داموں نے جو پیشین گوئی بیان کی وہ پوری  
 نہیں ہوتی تو علی نے جواب دیا کہ جو باتیں ہم  
 سے یا تم سے بیان کی گئیں سب ایک ہی ذات  
 کی طرف سے ہیں مگر تمہارے کام کا وقت  
 آگیا تھا لہذا تمہاری پیشین گوئی پوری ہو گئی  
 اور ہمارے کام کا ابھی وقت نہیں آیا لہذا ہم  
 لوگ آرزوؤں میں بہلائے گئے۔ اگر ہم سے  
 کہا جاتا کہ یہ کام دو سو یا تین سو برس

۱۸ سنی باپ تھا اور شیعہ بیٹا تھا۔ سنی کا نام یقطين تھا اور شیعہ کا نام علی تھا۔ سنی باپ کا شیعہ بیٹا اس سے یہ پتہ چلتا ہے

کہ قرأت مذہب اہل سنت ہی کو ہے ۱۲۔

وَلٰكِنْ قَالُوْا مَا اَسْرَعَهُ  
وَمَا اَقْرَبَهُ تَالِقًا لِّقُلُوْبِ  
النَّاسِ -

تک نہ ہوگا تو ہم لوگوں کے دل سخت ہو جاتے اور  
اکثر لوگ اسلام سے پھر جاتے اس لئے آئمہ نے کہا کہ  
یہ کام بہت جلد ہوگا بہت قریب ہوگا یہ لوگوں  
کی تالیف قلوب کے لئے۔

اس روایت میں صاف اقرار ہے کہ شیعوں کی تالیف قلب کے لئے اور ان کو ارتداد سے بچانے  
کے لئے یہ پیشین گوئیاں بیان کی گئیں لہذا اس کو چاہے یوں تعبیر کیجئے کہ شیعوں کے بدلانے کے  
لئے جھوٹ بولا گیا اور عمدًا غلط پیشین گوئی بیان کی گئی یا یہ کہئے کہ عمدًا غلط بیانی نہیں کی گئی۔  
بلکہ علم کے ناقص ہونے کے سبب سے پیشین گوئی غلط ہو گئی۔

ہاں اس روایت میں یہ بات بالکل دروغ بے فروغ ہے کہ آئمہ نے یہ کہا تھا کہ ”یہ بات بہت  
جلد ہوگی، عنقریب ہوگی“ یعنی وقت نہیں مقرر کیا تھا۔ وقت کا تقریر آئمہ سے خود اصول کافی ہی کی روایات  
میں موجود ہے چنانچہ فصل دوم میں ہم وہ روایت نقل کر چکے ہیں۔

شیعوں کے قبلۃ القبلا مولوی حامد حسین صاحب استقصاء الافہام جلد اول صفحہ ۱۳۰ میں  
بدا کی تاویلات کے سلسلہ میں ایک تاویل اپنے علامہ مجلسی سے نقل کرتے ہیں اور اس کو بہت پسند  
فرماتے ہیں ان کی عبارت منقولہ یہ ہے۔

ومنها ان یکون هذا الاخبار تسلية  
لقوم من المومنین المنتظرین  
بفرج اولیاء الله وغلبة الحق  
واھله کما روی فی فرج اھل  
البیت علیہم السلام وغلبتھم  
لانھم علیہم السلام لو كانوا  
اخبار والشیعة فی اول ابتلاؤھم  
باستیلاء المخالفین وشدۃ  
محنتھم انه لیس فرجھم  
منجملہ ان تاویلات کے یہ ہے کہ یہ پیشین گوئیاں ان  
مومنین کی تسلی کے لئے ہیں جو دوستان خدا کی کاشش  
اور حق و اہل حق کے غلبہ کے منتظر رہتے تھے جیسا کہ  
اہل بیت علیہم السلام کی کاشش اور ان کے غلبہ  
کے متعلق روایتیں ہیں۔ اگر آئمہ شیعوں کو ابتدائے  
مصیبت میں یہ خبر دیتے کہ مخالفوں کا غلبہ رہے گا۔  
اور تمہاری مصیبت ابھی ترقی کرے گی اور تمہاری  
کاشش ہزار یا دو ہزار سال کے بعد ہوگی تو شیعوں  
میلوس ہو جاتے اور دین سے پھر جاتے اس لئے



الابعد الف سنة اوالف سنة لیسوا و انہوں نے اپنے شیعوں کو کٹائش کے جلد رجوعوا عن الدین و لکنہم اخبروا شیعتہم بتجلیل الفرج۔ ہونے کی خبر دی۔

ماحصل اس قول کا بھی وہی ہے جو روایات سابقہ کا تھا کہ شیعوں کو ارتداد سے بچانے کیلئے مذہب شیعہ کی بقاء حفاظت کے لئے یہ پیشین گوئیاں کی گئیں اور وہ پوری نہ ہوئیں اسی کو بڑا کہتے ہیں۔

روایت سابقہ میں جو دروغ بے فروغ تھا وہ اس قول میں بھی ہے کہ آئمہ نے جلد ہونے کی خبر دی تھی وقت نہیں مقرر کیا تھا۔ ایسا جھوٹ شاید علمائے شیعہ کے سوا اور کسی سے کم نہ لیا ہوگا۔ اس مقام پر ہم مجتہدین شیعہ خصوصاً ماہیل کے پر وہ نشین محقق صاحب سے دو باتیں دریافت کرنا چاہتے ہیں۔

**اول** یہ کہ شیعوں کو شیعیت پر قائم رکھنے کے لئے کون ان کو بہلاتا تھا آئمہ کی یہ کارروائی معنی یا خدا کی۔

دوم آئمہ معصومین کے زمانے کے شیعہ تو ایسے کمزور ایمان کے تھے کہ اگر ان کو جھوٹی پیشین گوئیاں کر کے فریب نہ دیا جاتا تو وہ دین سے پھر جاتے پھر آج کل کے شیعہ کیوں اس قدر پختہ ہیں، آئمہ معصومین کے زمانہ کے شیعہ مذہب شیعہ کی حقیقت سے زیادہ واقف تھے یا آجکل کے شیعہ اگر انصاف سے کام لیں تو یہی ایک عقیدہ بلا مذہب شیعہ کی حقیقت ظاہر کرنے کے لئے کافی ہے، غضب خدا کا جس مذہب کے معصوم کی پیشین گوئیاں غلط نکل جائیں اور کہا جائے کہ یہ جھوٹی پیشین گوئیاں تالیف قلب کے لئے بیان کی گئی تھیں، یا یہ کہا جائے کہ خدا کو بڑا ہو گیا خدا کو ظلم تھا کہ یہ بات اس کی غلط ہو جائیگی وہ مذہب کبھی سچا سمجھا جا سکتا ہے اور کوئی صحیح دماغ کا انسان اس مذہب کی طرف مائل ہو سکتا ہے۔

شیعہ اگر اس مسئلہ بڑا پر غور کریں تو یہ حقیقت ان کے سامنے آجائے کہ بلا شک جن لوگوں نے مذہب شیعہ کو آئمہ اہل بیت کی طرف منسوب کیا انہوں نے سخت افترا پر دازی سے کام لیا ہے نہ آئمہ نے کبھی ان سے یہ پیشین گوئیاں بیان کیں نہ مذہب شیعہ کی کوئی بات ان کو تعلیم دی۔ بلکہ سب سے بڑا ظلم جو ان بزرگوں پر کیا گیا وہ یہی ہے کہ مذہب شیعہ

ان کی طرف منسوب کیا گیا مگر افسوس کہ شیعوں سے اس کی امید بالکل نہیں ہے۔ وہ آئمہ کو جھوٹی خبروں کا بیان کرنا اور الجھوٹ بولنے والا مان لیں گے خدا کو جاہل تسلیم کر لیں گے۔ قرآن سے دستبردار ہو جائیں گے، لیکن شیعہ راویوں کی افتراء پر وازی کا اقرار نہ کریں گے پتہ ہے، یضل من یشاء، دیھدی من یشاء۔

## فصل چہارم

عقیدہ بداء کی جب کچھ شہرت ہوئی اور حضرت حق جل شانہ کی جناب میں اس ناپاک گستاخی کا علم مسلمانوں کو ہوا اور انہوں نے اس پر گرفت مشروع کی تو شیعہ عقیدہ بداء کی تاویلات کرنے لگے مگر کوئی تاویل ایسی نہ ہو سکی جس سے انعام کچھ ہلکا ہو جاتا۔ ولین یصلح العطار ما انسبہ الدھم بلکہ سچ تو یہ ہے کہ جو تاویل انہوں نے کی اس نے انعام کو اور سخت کیا چنانچہ مولوی حامد حسین صاحب نے استقصاء الانعام میں جو تاویلات لکھی ہیں ان کا نمونہ رسالہ بداء کی فصل سوم میں موجود ہے کہ خدا کو انہوں نے جہل سے بچا کر دروغگوئی کا مجرم بنا دیا۔

اب آج سہیل ہمارے سامنے پھر انہیں فرسودہ تاویلات کو نئے لباس میں پیش کر رہا ہے، حالانکہ اپنی نافرمانی یا کم علمی سے اپنے اسلاف کے مفہوم کو کبھی صحیح طور پر اپنا نہیں کر سکا۔

سہیل نے جو کچھ لکھا ہے اس کا جواب چند نمبروں میں بدئیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔  
**نمبر اول** سہیل نے بداء کے تین معنی بیان کئے ہیں اول یہ کہ در بعد جہل کے علم ہو یا پہلے کوئی رانے نہ بھتی بعد میں ایک دوسری رانے پیدا ہوئی، "دوم یہ کہ در ملائکہ یا رسل ائمہ ہدی کے لئے پہلے کچھ اور معلوم ہو بعد میں کچھ اور ظاہر ہو، سوم یہ کہ "کسی چیز کا ظہور ہو خواہ وہ کسی اور بات کے خلاف ہو یا نہ ہو، یہ تینوں معنی سہیل ہی کے الفاظ میں نقل کئے گئے ہیں۔

اس غریب کو یہ بھی امتیاز نہیں کہ وہ کہتا کیا ہے۔ ان تینوں میں کچھ ہی فرق نہیں جہل تینوں معانی میں لازم آتا ہے، پہلے اور تیسرے معنی بالکل ایک ہیں کسی چیز کا ظہور جب ہوا تو اس سے پہلے عدم ظہور یعنی عدم علم تھا، اسی کو جہل کہتے ہیں۔ سہیل نے تیسرے معنی کے متعلق لکھا

ہے کہ اس سے جہل لازم نہیں آتا اور اس کے ثبوت میں عرب کا ایک قول اور ایک آیت پیش کی  
حالانکہ اسی قول اور آیت سے جہل کا مفہوم صاف ظاہر ہوتا ہے۔

باقی رہے دوسرے معنی وہ درحقیقت کوئی جداگانہ معنی نہیں اس میں تو یہ بیان کیا گیا ہے کہ  
بدلائمہ اور امہ کو ہوتا ہے، جلا دیکھئے تو بد کے معنی میں اس کو کیا دخل ہے کہ بد کس کو ہوتا ہے جس  
شخص کو یہ بھی امتیاز نہ ہو کہ کسی لفظ کے معنی بیان کرنے کا دعویٰ کر کے اس لفظ کے مصداق  
یا معرض کو بیان کرنے لگے اور اس کو بھی معنی کی ایک قسم قرار دے وہ النجم کا جواب لکھ رہا ہے۔

نمبر دوم سہیل نے تین واقعہ پیش کر کے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی پیشگوئیاں  
اور خدانے جو خبریں ان کو دیں وہ بھی غلط نکل جاتی تھیں۔ مطلب یہ ہے کہ امہ شیعہ  
کی پیشین گوئیاں اگر جھوٹی ہو گئیں تو کوئی عیب کی بات نہیں اس صفت میں تو انبیاء بھی ان کی ساتھ  
شریک ہیں (نعوذ باللہ منہ)

پہلا واقعہ حضرت یونس علیہ السلام کا ہے کہ خدانے ان کو خبر دی کہ تمہاری قوم پر عذاب آجائے  
گا، مگر نہ آیا عذاب کا آنا اس شرط کے ساتھ مشروط تھا کہ اگر وہ لوگ توبہ نہ کریں گے تو ان پر  
عذاب آجائے گا لیکن خدانے یہ شرط حضرت یونس سے نہ بیان کی تھی۔

حالانکہ یہ بالکل غلط ہے حضرت یونس سے شرط بھی بیان کر دی تھی دیکھو تفسیر کبیر میں  
صاف روایت موجود ہے۔

دوسرا واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہے کہ خدانے ان کو تیس دن میں تورات دینے کا  
وعدہ کیا تھا، مگر تیس دن میں ان کو تورت نہ ملی بلکہ دس دن اور اضافہ کر کے چالیس دن  
میں ان کو تورت دی گئی۔ اس واقعہ کے لئے سہیل نے قرآن شریف کا حوالہ دیا ہے کہ  
وَاَعِدْنَا مُوسَىٰ ثَلَاثِينَ لَيْلَةً وَاَتَمْنٰهَا بَعْشَرَ۔ اس آیت کا ترجمہ سہیل نے یہ لکھا ہے کہ

یہ قول یہ ہے کہ بدالی شخص میں نے ایک شخص کو دیکھا اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اس کو پہلے نہ دیکھا تھا یعنی اس سے قبل تھا  
آیت یہ ہے بِدَا الْهَمَمِ مِنَ اللّٰهِ مَا لَوْ يَكُونُ فَتَاكِي جَانِبٍ سَعَىٰ وَهَٰئِذَا ظَاهِرٌ مِّنْ جِبْنٍ كَا اَنْهِيَ دَرَجًا مِّنْ جِبْنٍ  
تھا، یہ ترجمہ خود سہیل کا ہے اسی ترجمہ سے ظاہر ہے کہ خدا کی طرف سے جو باتیں ظاہر ہوئیں کفار کو ان باتوں کا علم پہلے  
سے تھا، سہیل کا یہ کہنا کہ نیکی اور بدی کی جزا کا سب کو علم ہوتا ہے اول تو لم کیوں محسبون کے خلاف ہے، دوسرے کفار  
مکہ کو سز جزا کا علم نہ تھا وہ تو ان تمام چیزوں کے منکر تھے۔



”ہم نے موسیٰ سے صرف ایک مہینہ کا وعدہ کیا تھا مگر ہم نے دس راتوں کا اس پر اور اضافہ کیا۔ حالانکہ یہ واقعہ بھی بالکل غلط ہے اور سہیل نے آیت کا ترجمہ بھی اپنا مطلب حاصل کرنے کیلئے غلط کیا ہے ترجمہ میں لفظ ”صرف“ اور لفظ ”اضافہ کیا“ آیت کے کسی لفظ کا ترجمہ نہیں ہے یہ سہیل کی صریح خیانت ہے۔ صحیح ترجمہ آیت کا یہ ہے ہم نے موسیٰ کو تیس رات کا وعدہ دیا، اور اس کو دس راتوں میں پورا کیا۔ کہاں پورا کرنا اور کہاں اضافہ کرنا۔

واقعہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خدا نے کوہ طور پر تورات دینے کیلئے بلایا اور فرمایا کہ تیس دن کے بعد تورت ملے گی چنانچہ ٹھیک اس وعدہ کے مطابق تیس دن کے بعد ان کو تورت ملنا شروع ہو گئی۔ تورت کی دس تختیاں تھیں ایک تختی روزِ مٹی تھی، لہذا دس دن میں تورت پوری مل گئی۔ خدا نے حضرت موسیٰ کو پہلے ہی اس کی خبر دے دی تھی، کہ دس دن میں یہ نعمت کامل ہوگی، اور کل چالیس دن صرف ہوں گے چنانچہ سورۃ بقرہ میں صاف آیت موجود ہے، *واذواعدنا موسیٰ اربعین لیلة*۔ یعنی ہم نے موسیٰ سے چالیس دن کا وعدہ کیا تھا۔ نعمت کے آغاز کے لئے تیس دن اور نعمت کے اتمام کے لئے چالیس دن کا وعدہ تھا، اور وہ بھی کوئی بہم و مجمل نہ تھا۔

سہیل نے یہ واقعہ اپنے امام باقر علیہ السلام کے ارشاد مندرجہ اصول کافی کے مطابق بیان کیا ہے۔ امام صاحب کو کیا خبر تھی کہ سورہ بقرہ میں چالیس دن صاف صاف مذکور ہیں ورنہ قرآن کا غلط حوالہ دینے کی جرأت نہ کرتے قرآن کا علم نہ امام کو تھا نہ ماموم کو ہے کاش کسی سنی حافظ سے پوچھ لیتے تو ایسی فاش غلطی نہ کرتے۔ *لا حول ولا قوۃ الا باللہ*۔

تیسرا واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہے کہ انہوں نے کسی کے مرنے کی خبر دی تھی، اور وہ نہ مرا سہیل نے اس واقعہ کے لئے روضۃ العلماء کا حوالہ دیا ہے۔

حالانکہ یہ واقعہ بھی غلط ہے ایسی واپسی واپس روایات کو استدلال کے لئے پیش کرنا بے علمی کی دلیل ہے۔

سہیل کو یاد رکھنا چاہیے کہ انبیاء علیہم السلام کی بڑی شان ہے سوتے میں بھی اگر کوئی بات ان کے منہ سے نکل جائے تو وہ پورے ہو کر رہتی ہے زمین ٹل جائے آسمان

ٹل جائے مگر انبیاء علیہم السلام کی بات نہیں ٹل سکتی اور نہیں ٹل سکتی۔  
 رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ موزہ کے لئے لشکر بھیجتے وقت فرمایا کہ میں نے اس  
 لشکر کا سردار زید بن حارثہ کو بنایا اگر وہ شہید ہو جائیں تو جعفر تیار سردار لشکر ہوں اگر وہ بھی شہید  
 ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ سردار لشکر ہوں اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو پھر کسی اور کو اپنا سردار  
 بنالینا۔ ایک یہودی عالم اس وقت وہاں موجود تھا وہ کہنے لگا اگر یہ سچے نبی ہیں تو اگر وگر کے ساتھ  
 جن کی شہادت انہوں نے ذکر کی ہے وہ سب شہید ہو جائیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا یہ تیغوں بزرگوار  
 یکے بعد دیگرے غزوہ موتہ میں شہید ہو گئے۔

شیعوں کے نزدیک نبوت ایک کھیل اور تماشا ہے مگر یاد ہے کہ نبی کی کوئی بات اگر  
 غلط نکل جائے تو پھر دین کی کسی بات پر اعتبار نہیں ہو سکتا۔ یہ کمال ائمہ شیعہ ہی کو مبارک ہے  
 کہ ان کی پیشین گوئیاں جھوٹی نکل جاتی تھیں اور خدا پر بدکا الزام لگایا جاتا تھا۔  
 ایک لطیفہ یہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ائمہ نے شیعوں کو یہ بھی سمجھا رکھا تھا کہ دیکھو  
 اگر ہماری کوئی پیشین گوئی غلط نکل جائے تو تم ہماری طرف سے بد اعتقاد نہ ہونا ہماری  
 جھوٹی پیشین گوئیوں کو سچا مان لینے سے دو نا تو اب تم کو ملے گا۔  
 اصول کافی صفحہ ۲۲۳ میں ہے کہ امام باقر علیہ السلام نے فرمایا۔

و اذا حدثنا کما الحدیث فحجاء  
 علی ما حدثنا کما فقولوا صدق  
 اللہ و اذا حدثنا کما الحدیث  
 فحجاء علی خلاف ما حدثنا  
 کما فقولوا صدق اللہ تو جروا  
 مدتین۔۔

جب ہم تم سے کوئی بات بیان کریں اور وہ ہمارے  
 کہنے کے مطابق پوری ہو جائے تو تم کہا کرو کہ  
 اللہ نے سچ کہا تھا، اور جب ہم تم سے کوئی  
 بات بیان کریں اور وہ ہمارے بیان کے  
 خلاف واقع ہو تب بھی تم کہو کہ اللہ نے  
 سچ کہا تھا تو تم کو دو نا تو اب ملے گا۔

تمبر سوم سہیل نے اپنی اس حدیث کو تو تسلیم کیا ہے کہ "اللہ کو ایسا بد کبھی نہیں ہوا، جیسا  
 اسماعیل کے متعلق ہوا، اس کے سوا نہ کسی اور روایت کا ذکر کیا نہ اس کے متعلق کوئی بحث  
 کی گویا ایسا معلوم ہوتا ہے" کہ بس اس روایت کے سوا شیعوں کی کتابوں میں کوئی اور

روایت بڑا کے متعلق نہیں ہے۔

سہیل نے اس روایت کا جواب یہ دیا ہے کہ اسمعیل کے امامت کی امام جعفر صادق نے خبر نہیں دی تھی بلکہ لوگوں کو خود بخود اسمعیل کی امامت کا خیال پیدا ہو گیا تھا خدا نے اسماعیل کو دنیا سے اٹھا کے لوگوں پر ان کے امام نہ ہونے کا اظہار فرمایا۔

جواب اس کا یہ ہے کہ دلیری و جرات سہیل اور اس کے ہم مذہب صاحبان کو مبارک رہے کہ روایت ان کی معروف و مشہور متداول کتابوں میں موجود ہوتی ہے، اور کہہ دیتے ہیں کہ ہمارے یہاں اس مضمون کی کوئی روایت نہیں ہے۔

ہزاروں مثالیں اس دلیری و جرات کی اس وقت پیش کی جاسکتی ہیں، مثلاً قرآن میں زیادتی کی روایت کتاب احتجاج تفسیر عیاشی تفسیر صافی وغیرہ میں موجود اور کہہ دیتے ہیں کہ ہمارے یہاں زیادتی فی القرآن کی کوئی روایت نہیں۔

اور مثلاً حضرت علی کے حضرات خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے دستِ حق پرست پر بیعت کرنے کی روایت خود کافی کی کتاب الروضہ میں موجود اور احتجاج میں موجود اور کہہ دیتے ہیں کہ ہمارے کسی روایت سے ثابت نہیں کہ حضرت علی نے خلفائے ثلاثہ کے ہاتھ پر بیعت کی مولوی امداد امام صاحب مصباح الظلم در میں لکھتے ہیں کہ حضرت علی نے حضرت ابو بکر کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی اور لکھتے ہیں کہ یہ بات ان کے کیر کڑ کے خلاف تھی۔ اور مثلاً رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیوں کا حضرت خدیجہ کے بطن سے ہونا ان کی کافی بیسی کتاب کی جلد اول میں موجود اور کہہ بیٹھتے ہیں کہ ہماری کتابوں سے سوا حضرت فاطمہ کے اور کسی بیٹی کا ثبوت نہیں ہوتا۔

خود سہیل کی اس قسم کی جرات کی مثالیں النجم کے گزشتہ نمبروں میں بہت ہیں، اور اس وقت ایک تازہ چیز اور ملاحظہ ہو اسی سہیل کے شعبان نمبر میں صفحہ ۱۷۱ پر لکھتے ہیں کہ حضرت فاطمہ کا حضرت عمر کے گریبان کو کھینچنے کا کہیں ذکر نہیں حالانکہ اصول کافی صفحہ ۲۹۱ پر صاف روایت موجود ہے کہ:-

أخذت بتلابيت عمر فتحذبته حضرت فاطمہ علیہا السلام نے عمر کا گریبان پکڑا



لیا، اور ان کو اپنی طرف کھینچا۔

الیھا۔

المنحصر سہیل کی یہ بھی ایک جرات و جبارت ہے کہ امام جعفر صادق کا اسمعیل کے امامت کی خبر دنیا کسی کتاب میں نہیں ہے ورنہ رسالہ نذا کی فصل دوم میں ہم روایت نقل کر چکے ہیں اور یہ بھی کچھ کم لطف کی بات نہیں ہے کہ لوگوں کو خود بخود اسمعیل کے امام ہونے کا خیال پیدا ہو گیا تھا، سبحان اللہ امامت کوئی ایسی چیز ہے جو بغیر نص کے قیاس سے معلوم ہو سکے ضروری ہے کہ امام جعفر صادق نے اسمعیل کی امامت بیان کی، اور امام جعفر صادق کو بھی ان کی امامت کا علم بغیر ان علامات کے جو امام کے لئے ضروری ہیں نہیں ہو سکتا لہذا ضروری ہے کہ اسمعیل میں وہ سب علامتیں خدانے رکھی ہوں گی، ان کے نام کا لفظ نہ سبھی ان بارہ لفظوں میں ہو گا وہ اپنی ماں کے ران سے پیدا بھی ہوئے ہوں گے، وغیرہ وغیرہ پس آخری نتیجہ یہی نکلا کہ نذا کی رائے پہلے اسمعیل کو امام بنانے کی تھی، مگر جب اسمعیل مر گئے تو خدا کو اپنی رائے بدلتی پڑی اور موسیٰ کاظم امام بنائے گئے۔

نمبر چہارم سہیل نے لکھا ہے کہ امام جعفر صادق کا یہ فرمانا کہ اللہ کو اسمعیل کے متعلق بدا ہوا، ایسا ہی ہے جیسا رسول اللہ نے فرمایا کہ ابراہیم اگر زندہ رہتے تو نبی ہوتے۔

جواب یہ ہے کہ ان دونوں قولوں میں ہرگز کوئی مناسبت نہیں رسول خدا صلعم نے یہ کب فرمایا کہ اللہ کو ابراہیم کے متعلق بدا ہوا۔ آپ کا ارشاد کا مطلب تو صاف ظاہر ہے کہ ابراہیم میں اوصاف نبوت موجود ہیں اگر وہ زندہ رہتے تو نبی ہوتے مگر چونکہ نبوت ختم ہو چکی لہذا وہ زندہ ہی نہ رہے۔ ختم نبوت اور حضرت ابراہیم کا زندہ رہنا یہ دونوں باتیں خدا کے علم میں پہلے سے تھیں، اور ان دونوں باتوں میں کوئی منافات نہیں کہ ایک ساتھ جمع نہ ہو سکیں۔

نمبر پنجم سہیل نے بدا کے معنی محو و اثبات یا نسخ تقدیرات کے بھی بیان کئے ہیں مگر سہیل کے محقق صاحب کا ضمیر خود بھی اس معنی پر مطمئن نہ تھا، ورنہ اس کو بدا کے چوتھے معنی ضرور قرار دیتے اور تین معنی پر ختم نہ کرتے۔

بہر کیف محو و اثبات یا نسخ تقدیرات کو بدا سے کوئی مناسبت نہیں محو و اثبات یا نسخ تقدیرات میں نہ کوئی پیشین گوئی غلط نکلتی ہے نہ ملائکہ یا انبیاء کو کوئی غلط فہمی ہو سکتی ہے۔

نمبر ششم سہیل نے ابن اثیر جزیری کی کتاب سے ایک روایت نقل کی ہے کہ اس میں علمائے اہل سنت نے لفظ بداکو بمعنی ابدالیہ ہے۔ سہیل کا مطلب یہ ہے کہ اسی طرح شیخہ بھی بداکو بمعنی ابدالے سکتے ہیں معنی اللہ کو بدابہوا اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ نے دوسروں پر اس امر کو ظاہر کیا نہ یہ کہ خود اللہ پر کوئی بات ظاہر ہوئی۔

جواب اس کا یہ ہے کہ اگر صرف یہ بات ہوتی کہ شیعوں کی کسی روایت میں لفظ بداد وارد ہو جاتی وہ بداکے قائل نہ ہوتے بداکے واقعات ان کی کتابوں میں نہ ہوتے تو یقیناً ان کو بھی تاویل کا حق ہوتا جس طرح قرآن شریف میں لفظ بد وغیرہ وارد ہوا ہے اس کی تاویل کی جاسکتی ہے۔

سہیل کی تمام ضروری باتوں کا جواب موجہا امید ہے کہ بداک کی اس تحقیق سے سعادت مند لوگ ویسا ہی فائدہ حاصل کریں گے جیسا قصہ قرطاس کی بحث سے حاصل کیا، واللہ ولی التوفیق۔

## خاتمہ

الحمد للہ کہ مسئلہ بداک کی توضیح و تحقیق ختم ہو گئی اگر اختصار سے کام نہ لیا جاتا تو اس رسالہ کی ضخامت حالت موجودہ سے کہیں زیادہ ہوتی۔ جو صاحب اس رسالہ کا جواب لکھیں خواہ وہ سہیل کے پردہ نشین محقق ہوں یا اور کوئی ان سے التماس ہے کہ امور ذیل کا لحاظ رکھیں۔

(۱) جواب حامل المتن ہو یعنی اس رسالہ کی پوری عبارت نقل کر کے جواب دیں انعم کے جواب میں جس طرح اب تک قطع و برید سے کام لیا گیا ہے اس سے پرہیز کریں انشاء اللہ ان کے جواب کا جواب بھی اسی طرح دیا جائیگا۔

(۲) بداکے متعلق جو واقعات نقل کئے گئے ہیں ان کا ضرور جواب دیں۔

(۳) شیعوں کے مجتہد اعظم مولوی ولدار علی نے بداکو مستلزم جہل قرار دیا ہے اس کا

جواب بھی ضرور دیں۔

(۴) شیعوں کے امام اعظم شیخ حلی کے استاد محقق طوسی نے عقیدہ بدعا کیوں انکار کیا۔ اس کی وجہ بھی ضرور بیان کریں۔

(۵) اگر محقق طوسی اور مولوی دلدار علی کی طرح تمام شیعہ بدعا کے منکر ہو جائیں تو مذہب شیعہ کا کیا نقصان ہوگا۔ اس کو بھی مدلل بیان کریں۔

(۶) اگر عقیدہ بدعا بمعنی محو اثبات ہے تو پھر ایک بدگمانہ لفظ اس کے لئے کیوں وضع کی گئی، اس کو بھی بیان کریں۔

هذا آخر الكلام والحمد لله العزيز العليم وعلى

فببھی الصلوة والسلام



وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا ط  
اور جو شخص اطاعت کرے اللہ اور اس کے رسول کی تو یقیناً وہ اعلیٰ درجہ کی کامیابی کو پہنچ گیا

الحمد لله تعالى كمد

مذہب شیعہ کے دو سو منتخب مسائل کے سلسلہ کا چوتھا رسالہ موسوم بہ

الرَّابِعُ مِنَ الْبَيِّنَاتِ

علی

الْمُنْحَرَفِ عَنِ الثَّقَلَيْنِ

معروف بہ

شرح حدیث ثقلین

جس میں بعونہ تعالیٰ ایک مشہور حدیث کی شرح کی گئی  
ہے اور شیعوں کے ایک مغالطہ عامۃ الورد  
کی حقیقت کا اظہار کر کے ان کے مذہب کی  
اصلیت کو بے نقاب کر دیا گیا ہے۔



## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله رب المشرقین ورب المغربین والصلوة والسلام علی

نبی الحرمین صاحب الثقلین سیدنا محمد امام القبلتین وعلی

آله وصحبه الذین هم وسیلتنا فی الدارین

امتا بعد حدیث ثقلین کی شرح جو اس وقت زریب رقم ہو رہی ہے منجملہ ان سر بستہ رازوں کے ہے جن کا انکشاف محض فضل خداوندی سے اس بندہ ہزار گناہ شرمندہ پر ہوا ہے

اگر بادشاہ برادر پسرزن بیاید تو اے خواجہ سبلیت مکن

اس حدیث کی شرح سے معلوم ہو گا کہ شیخ صاحبان نے شرع ہی سے دین اسلام کے بگاڑنے کے لئے کیا تدبیریں اختیار کیں اور مسلمانوں کو قدم قدم پر کیسے کیسے مغالطے انہوں نے دیئے، بلاشبہ خدا کی حفاظت اگر ذمہ داری نہ کرتی تو آج اسلام کی اصلی شکل نہ پہچانی جاسکتی اور وہی حال ہوتا جو یہود و نصاریٰ اور دوسری اقوام عالم کی ملل و نخل کا ہوا۔

آج اگر کسی غیر مسلم سے پوچھو جس نے اسلامی تاریخ کو پڑھا ہو تو وہ بھی بے تکلف کہہ دے گا کہ اسلام کے لئے فتنہ رافضی سے زیادہ مہلک اور کوئی فتنہ نہیں ہوا۔ مسلمان بن کر دین اسلام کے مٹانے کی کوشش انہیں لوگوں نے کی۔ قرآن شریف کے مشکوک بنانے میں ان لوگوں نے کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور دلائل نبوت کو ناقابل اعتبار بنانے کی سعی انہوں نے کی، اسلامی تعلیمات کو بگاڑنے اور محرف کرنے کی تدبیریں انہوں نے کیں، اور مسلمانوں کی سلطنت اور ان کے سطوت کو اور ان کے نفس و اموال کو جس قدر تباہی پہنچائی اس کا ذکر ہمارے موضوع سے خارج ہے۔



یہ حدیث تقلین بھی ان کے دست کرم کی مرہونِ منت ہے اور جو مفہوم اس کا عام طور پر مشہور ہے یہ انہیں کا مشہور کیا ہوا ہے۔ اس طرح کی کاروائیوں میں جن کو آج کل پروپیگنڈا کہتے ہیں یہ قوم ہمیشہ سے یکتا ہی ہے۔

ہندوستان کی سرزمین میں جس قدوسی نے سب سے پہلے فتنہٴ ارض کی تباہ کاریوں کو محسوس کیا وہ حضرت شیخ ولی اللہ محدث دہلوی کی ذات منبع البرکات تھی۔ انہیں کا قلم حقیقت رقم تھا جس نے سب سے پہلے اس راز کو صفحہٴ قرطاس پر ظاہر کیا کہ حضرات خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کو خلیفہٴ برحق نہ ماننے کا لازم نتیجہ یہ ہے کہ شریعت اسلامیہ کا کوئی مسئلہ اپنی اصل پر قائم نہ رہ سکے۔ ازالۃ الخفاء کے دیباچہ میں فرماتے ہیں: "نور توفیق الہی در دل این نبذہ ضعیف علمے را مشرح و مبسوط گردانید تا آنکہ بعلم یقین دانستہ شد کہ اثبات خلافت این بزرگواران اصلی است از اصول دین تا وقتیکہ این اصل را محکم نگیرند بیچ مسئلہ از مسائل شریعت محکم نشود۔"

انہیں کا علم کامل تھا جس نے اس راز کو دریافت کیا کہ از روئے مذہب شیعہ حضرت علی کی امامت و خلافت بلا فصل تو کجا ان کا مومن ہونا بھی ثابت نہیں ہو سکتا۔ ازالۃ الخفاء مقصد ص ۲۸۲ میں فرماتے ہیں: "و اگر تقیہ با وجود خلافت و شجاعت و شوکت و قیام بہ قتال جمیع اہل ارض جائز باشد مے توان گفت کہ با جمعی کہ با شیخین بد مے بودند در خفیہ بنا بر تقیہ انکار شیخین مے نمود پس کلام خیر الامۃ متحقق است و خلاف او تقیہ مے توان گفت کہ اظہار اسلام و نماز پنجگانہ خواندن و از دوزخ ترسیدن ہمہ بنا بر تقیہ مسلمین بود۔ و شک

لہ شیعہ کہتے ہیں کہ حضرت علی اپنی خلافت کے زمانہ میں بھی تقیہ کرتے رہے اور اپنا اصلی مذہب چھپاتے رہے ہی وجہ سے نہ متعہ کی صلت کا اعلان دیا نہ نماز تراویح کو رد کا نہ فدک و اڑناں فاطمہ کے حوالے کیا نہ احکام قرآنی کی ترویج کی وغیرہ وغیرہ کافی کی روایات اور علمائے شیعہ مثل تاحسی شوستری وغیرہ کی عبارات میں یہ مضمون بصرمت مذکور ہے دیکھو مباحثہ مکرمان ۱۲ منہ۔

۱۵ یعنی حضرت علی کا یہ کلام کہ خیر الامۃ بعد نبیہا ابوبکر ثور عمما جو کتب اہل سنت میں اسٹی راویوں سے منقول ہے اور کتب شیعہ میں بھی موجود ہے یہ ان کا اصلی مذہب ہے اور بالفرض خفیہ طور پر شیعوں سے اسکے خلاف کہہ کیا ہو تو وہ تقیہ ہے ۱۲ منہ۔

نہیں کہ متفرق قوم بہ ترک اسلام اشد بود از متفرق بسبب از کار شیخین پس امن از اسلام اور خواست  
چہ چاہے امامت. و ایں ہمہ بقبا حاتے میکشد کہ پیغمبر مسلمانے خیال آن نمے تواند کرد۔

حضرت ممدوح کے بعد ان کے خلف رشید مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب نے اور ان کے  
تلامذہ بالخصوص مولانا حیدر علی صاحب نے اس فتنہ کی طرف توجہ کی اور بہت سی نفیس  
اور لاجواب کتابیں مثل تحفہ اثنا عشریہ و منتہی الکلام و ازالۃ الغین کے لکھ کر اپنے لئے باقیات  
صالحات کا عمدہ ذخیرہ چھوڑ گئے۔

ان سب اکابر کے بعد عنایت خداوندی نے اس حقیر ضعیف سے یہ کام لیا اور مذہب شیعہ  
کے ان سر بستہ رازوں کو اس کے ذریعہ سے فاش کرایا کہ تمام دنیائے رفس میں زلزلہ آگیا اور  
ایسا زلزلہ جو انشاء اللہ تعالیٰ کسی طرح سکون پذیر نہیں ہو سکتا۔ النجم کو اور اس حقیر کی دوسری  
تالیف کو جو اس موضوع پر ہیں جن میں تقریباً ساٹھ کتابیں شائع ہو چکی ہیں جس شخص نے دیکھا  
ہے وہ اس کی تصدیق میں تامل نہ کرے گا۔

النجم سے پہلے کون جانتا تھا کہ شیعوں کا ایمان قرآن مجید پر نہیں ہے اور نہ ہو سکتا ہے  
النجم سے پہلے کون جانتا تھا کہ مذہب شیعہ کی بنیاد صحابہ کرام کی عداوت پر نہیں بلکہ قرآن عظیم  
کی عداوت پر ہے۔ النجم سے پہلے کون جانتا تھا کہ شیعوں کا ایمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی  
نبوت پر نہیں ہو سکتا، اور ختم نبوت کا انکار تو گویا اس مذہب کا سرمایہ افتخار ہے اسی وجہ سے اپنے  
کو امامیہ کہنے اور کہلانے پر اصرار ہے۔ النجم سے پہلے کون جانتا تھا کہ صحابہ کرام کے فضائل و کمالات  
کے آفتاب جہاں تاب پر مطاعن کی خاک اڑانا اور حضرت علی اور ان کے تین چار ساتھیوں کو تفتیہ  
باز کہہ کر ناقابل اعتبار قرار دینا محض اس لئے ہے کہ یہی لوگ نبوت اور دلائل نبوت اور تعلیمات  
نبوت کے عینی گواہ تھے۔ یہ اور اس کے مثل بہت سی خدمات فضل بے استحقاق نے اس حقیر  
سے لیں۔ از انجملہ اس حدیث ثقیفین کی شرح ہے جس کی طرف شاید حضرت شیخ ممدوح الصدر  
کو بھی توجہ نہ ہوئی۔ اور نہ اس کے مضموم مشہور کی مضموتوں کا کسی نے احساس فرمایا پچ ہے۔ کہ  
ترك الا دل للاخر۔

شکر خدائے کن کہ موفوق شدی بخیر ز انعام و فضل خود نہ معطل گذاشت

منت منہ کہ خدمت سلطان ہو سکتی منت شناس ازو کہ بخدمت بداشتت  
 با این ہمہ مجھے سچے دل سے اس کا اعتراف ہے کہ حضرت شیخ کی دوسری خدمات علمیہ و دینیہ  
 کا تو ذکر ہی کیا خاص اس موضوع پر ان کی ایک کتاب ازالہ النفا نے جو کام کیا ہے اس کا عشر عشر  
 بھی مجھ سے ادا نہ ہوا اور نہ ہو سکتا ہے۔

در قافلہ کہ ادست دائم نرسم این بسکہ رسد زودر بانگ جرم  
 اب میں اس شرح کو اللہ کا پاک نام لے کر شروع کرتا ہوں اور اس کو دو حصوں پر تقسیم  
 کرتا ہوں پہلے حصہ میں صرف متن حدیث پر بحث کی گئی ہے، اور دوسرے حصہ میں اس کی سند  
 کی تنقید کی گئی ہے جس میں ایک مقدمہ اور ایک مقصد اور ایک خاتمہ ہے۔ دھو جی د نعر  
 الوکیل ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

## مقدمہ

اس مقدمہ میں چند ضروری فوائد زیب رقم کئے جاتے ہیں۔  
**فائدہ اول**۔ قرن صحابہ کے بعد اسلام میں مختلف فرقے پیدا ہوئے مگر سوا شیعوں کے اور  
 جتنے فرقے پیدا ہوئے غلط فہمی یا کجروی سے ان کی بنیاد پڑی۔ البتہ بانی مذہب شیعہ کسی  
 غلط فہمی کا شکار نہیں ہوا بلکہ محض اسلام کی عداوت میں بڑی ہوشیاری اور ہنرمندی کے ساتھ  
 یہ مذہب تصنیف کیا گیا، اور پہلی اینٹ اس کی بنیاد میں عبد اللہ بن سبا یہودی کے ہاتھ سے  
 رکھی گئی جیسا کہ میں نے اپنی بعض تالیفات میں اس کو بیان کیا ہے اور شیعوں نے جو کچھ اس  
 کے متعلق دبی زبان سے اقرار کئے ہیں ان کو سبب نقل کیا ہے۔  
 شیعوں کو اسلام کی ضرر رسانی کا موقع بھی تھی اور کتمان کے سبب سے خوب ملا۔

لے تھی کے سنی مسلمان شیعہ میں جو ان کے آئمہ معصومین سے ان کی کتب معتبرہ مثلاً اصول کافی میں منقول ہیں وہ یہ ہیں کہ کلمات  
 واقع کے یا کلمات اپنے اعتقاد کے کوئی بات کہنا یا کوئی کام کرنا کتمان تھی کے ملاں ایک دوسری چیز ہے جس کے معنی اپنے  
 مذہب اعتقاد کو پوشیدہ رکھنا۔ تھی اور کتمان میں عام خاص ملحق کی نسبت ہے تھی عام ہے اور کتمان خاص ہے پوری بحث  
 تھی اور کتمان کی انانی من الائمین میں دیکھنا چاہئے ۱۲۔



سوا شیعوں کے اور کسی فرقہ نے جھوٹ بولنے اور اپنے مذہب و اعتقاد کے خلاف بات کہنے یا کام کرنے اور اپنے مذہب کے چھپانے کو عبادت نہیں قرار دیا۔ یہ بھی بانی مذہب شیعہ کی عقل مندی اور ہوشیاری کی بڑی دلیل ہے اگر تقیہ و کتمان کی اس قدر تاکید اس مذہب میں نہ ہوتی تو نہ ضرور رسائی اسلام کا ایسا موقع باقراستہ آسکتا۔ اور نہ ایسے خلاف عقل و خلاف فطرت مذہب کی بقا ممکن ہوتی۔

**فائدہ دوم**۔ قرآن شریف کے متعلق تو کسی کی وال نہ گلی کیونکہ خود خداوند قادر قوی اس کی حفاظت کا ذمہ دار تھا، اور اس کو اپنی قدرت کاملہ سے متواتر بنا چکا تھا، پھر بھی اس کے مخرف مشہور کرنے اور بجائے اصلی قرآن کے اپنی ناپاک تحریفیات کو رائج کرنے کی بڑی بڑی کوششیں کی گئیں، مگر خدا نے ان سب کوششوں کو ایسا رائیگاں کر دیا کہ آج دنیا میں کوئی ان کو جانتا بھی نہیں صرف تاریخ کی کتابوں میں انکا ذکر باقی ہے یا وہ تحریف کی ہوئی جعلی آیتیں شیعوں کی چند کتابوں میں مثل کافی وغیرہ کے ملتی ہیں۔

**البتہ** روایات و احادیث کے دفتر میں جو اس وقت تک مکمل طور پر مدون نہ ہوا تھا خوبہ خیال بنے، اور اپنی گڑھی ہوئی روایتوں کو اہل سنت میں خوب پھیلا یا تقیہ کر کے سنی بن گئے، سنیوں کے مدارس میں مدرس بنے ان کے محکموں میں قضا کے عہدے پائے بلکہ بعض اوقات قاضی القضاة کے عہدے تک پہنچ گئے۔ مساجد کی امامت اور خطابت کے ناصب سے مستفیض ہوئے، اور ان پر دلوں میں اپنا کام کرتے رہے اپنی جعلی روایات اور جھوٹے فتوؤں کو سنیوں میں رواج دیتے رہے، اور سنیوں کی کتابوں میں بھی جہاں تک ممکن ہوا اپنے مطالب کا الحاق کرتے رہے۔

اس فریب دہی کا کچھ کچھ سراغ شیعوں کی کتابوں میں بھی ملتا ہے کہیں کہیں کسی موقع پر انہوں نے خود اپنی اس وسیعہ کاری کا اقرار کیا ہے، چنانچہ اس وقت محاسن المؤمنین کی ایک عبارت خیال میں آگئی جو لکھی جاتی ہے۔ تاعنی نور اللہ شوستری کتاب مذکور میں اپنے ایک بڑے معتمد راوی فضل بن شاذان کا قول نقل کرتے ہیں کہ۔

بسیارے از اصحاب خود را ویدہ بودم  
 کہ چوں استماع علم عامہ و علم خاصہ  
 کردند ہر دورا با ہم مخلوط ساختند تا  
 آنکہ حدیث عامہ را از خاصہ روایت  
 نمودند و حدیث خاصہ را از عامہ۔  
 میں نے بہت سے اپنے ہم مذہب لوگوں کو  
 دیکھا کہ جب انہوں نے سنی شیعہ دونوں کا علم  
 حدیث حاصل کیا تو دونوں کو با ہم مخلوط کر دیا  
 انہوں نے یہاں تک کیا کہ سنیوں کی حدیثیں شیعوں  
 سے اور شیعوں کی سنیوں سے بیان کیں۔

اسی کے قریب قریب بلکہ اس سے بڑھ کر شیعوں کی فریب کاری کا ایک واقعہ شیعوں کے  
 مجتہد اعظم مولوی ولیدار علی صاحب نے اساس الاصول ص ۲۳ و ۲۴ میں نقل کیا ہے اور اس  
 فریب کاری کی اجازت بھی امام باقر و امام صادق سے روایت کی ہے۔  
 شیعوں کی اس قسم کی فریب دہی کے واقعات معلوم کرنے کے لئے اگر زیادہ نہ ہو سکے تو  
 کتاب مستطاب تحفہ اثنا عشریہ میں مکائد شیعہ کا بیان دیکھنا ضروری ہے۔

فائدہ سوم۔ محدثین محصوم نہ تھے عالم الغیب نہ تھے کسی کا مذہب اس کی پیشانی پر کھا نہیں  
 ہوتا لہذا شیعوں سے انہوں نے بہت دھوکے کھائے اور ان کی جعلی روایتیں بہت سی  
 اپنے یہاں درج کر لیں۔

کسی شخص کا مذہب اس کے قول و فعل ہی سے معلوم ہو سکتا ہے۔ وحی الہی کا دروازہ بند  
 ہو ہی چکا تھا جو منافقوں کے نفاق کو ظاہر کرتی تھی، اور ان کا اصلی مذہب جو ان کے  
 قول و فعل سے معلوم نہ ہو سکتا تھا بتا دیتی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو باوجود اس رتبہ اعلیٰ  
 کے منافقوں کے متعلق ارشاد ہوا کہ لا تعلمہم و نحن نعلمہم یعنی اے نبی آپ ان کو نہیں  
 جانتے ان کا اصلی مذہب آپ کو نہیں معلوم ہو سکتا ہم ان کو جانتے ہیں اس لئے کہ ہم عالم  
 الغیب ہیں، پس اگر محدثین نے بوجہ تقیہ و کتمان کے کسی شیعہ کو سنی سمجھ لیا، اور اس کی روایت  
 لے لی تو کیا تعجب کی بات ہے۔

اگرچہ محدثین نے بڑی جانفشانیوں سے تنقید روایات میں کیں، اور اس علم کے متعلق پینڈے  
 فن مدون کئے جن میں ایک فن اسما الرجال سبھی ہے جس میں راویوں کے منصف و قوت  
 کے حالات، اور ان کے مذہب وغیرہ کو بیان کیا ہے، اور اس سلسلہ میں تقریباً ایک

لاکھ انسانوں کی تاریخ ایک نئے طرز پر تیار کر دی غرضکہ بڑے بڑے کام کئے جن کی نظیر دنیا میں کوئی مذہب نہیں پیش کر سکتا، اور جو اسلام کا ایک معجزہ کہے جانے کے قابل ہیں۔ لیکن بائیں ہمہ شیعوں کے تقیہ نے ان کو دھوکا دے ہی دیا۔ ایک شخص اپنے کو سنی کہتا ہے تمام اعمال و افعال سنیوں کے مطابق ادا کرتا ہے مخالفین اہل سنت سے میل جول بھی بننا سہ نہیں معلوم ہوتا، ایسے شخص کے شیعہ ہونے کا علم سوا عالم الغیب کے اور کس کو ہو سکتا ہے۔ آج ہمارے اہلکار رجال میں بہت سے راوی ایسے ملتے ہیں جن کو ہمارے محدثین نے شیعہ نہیں سمجھایا ان کو ماہل الی التشیع لکھا ہے لیکن شیعوں کے رجال ہیں ان کو شیعہ اور اکابر شیعہ میں شمار کیا گیا ہے۔ پھر انہیں راویوں میں بعض نے مرتے وقت کہہ دیا کہ ہم نے عمر بھر تقیہ کیا دراصل ہم شیعہ تھے اور بعض سے یہ بھی منقول نہیں۔

یہی وجہ ہے کہ بعض اشخاص کو صاحب سوانح نے شیعہ قرار دیا اور مولانا شاہ عبدالغفرین صاحب نے بھی تحفہ اثناعشریہ میں ان کو شیعہ بیان فرمایا مگر دوسرے اکابر علما ان کو سنی لکھ گئے ہیں۔ بعض کو تہ اندیش اعتراض کرتے ہیں کہ صاحب تحفہ اسی طرح کی غیر محقق باتیں لکھ دیا کرتے، اور نہیں سمجھتے کہ صاحب تحفہ مذہب شیعہ کے مکائد سے خوب واقف ہیں لہذا وہ ایک دوسری معیار پر شیعیت کو پرکھتے ہیں وہ کسی کے کہنے سے نہیں بلکہ راوی یا مصنف کی روایت یا تصنیف سے اس کی شیعیت معلوم کرتے ہیں۔

**فائدہ چہارم**۔ بعض شیعہ راویوں کی روایتیں باوجود ان کی شیعیت کے معلوم ہونے کے بھی ہماری کتابوں میں اس وجہ سے آگئیں کہ اصول حدیث میں یہ بات طے ہو گئی تھی کہ اہل بدعت کی روایتیں لے لی جائیں پچند شرط۔ اول یہ کہ ان کی بدعت حد کفر تک نہ پہنچی ہو۔ دوسرے یہ کہ ان کے صدق اور قوت حافظہ پر کوئی جرح نہ ہوئی ہو۔ تیسرے یہ کہ وہ روایت ان کے بدعت کی تائید نہ کرتی ہو۔

یہ اصول تو بہت انصاف پر مبنی ہے اور دوسرے فرقہ ہائے اسلامیہ کے لئے بکار

لے محمد نجی الفاضل جناب مولوی جلیل احمد صاحب کیرانوی نے ایک مستقل رسالہ میں ایسے راویوں کی ایک بڑی فہرست بجا لکھ کر رجال فریقین درج کی ہے خدا کرے وہ رسالہ طبع ہو گیا ہو ۱۲ منہ



آمد ہے مگر شیعوں کے متعلق بیکار ثابت ہوا اس لئے کہ ہمارے متقدمین کو الاما شاء اللہ ان کا مذہب ہی تفصیل کے ساتھ معلوم نہ تھا، اور کیوں کہ معلوم ہوتا جبکہ وہ خود اپنا مذہب پھیلاتے تھے اور کوئی کتاب بھی ان کے مذہب کی نہ ملتی تھی، ایک مجمل عنوان ہمارے قدمائے پیش نظر تھا کہ شیعہ وہ مذہب ہے جو صحابہ کرام کو یا خلفائے راشدین کو نہیں مانتا، اور حضرت علی ان کی اولاد کے بارہ میں غلو کرتا ہے حالانکہ حقیقت کچھ اور تھی۔ لہذا وہ کوئی فیصلہ ان کی بدعت کے کفر و اسلام کے متعلق نہ کر سکتے تھے اور نہ ان کو یہ معلوم تھا کہ عبوت بولنا ان کے مذہب میں بہت بڑی عبادت اور بہت بڑا ثواب ہے اور جب ان کی بدعت کا پورے طور پر علم ہی نہ تھا، تو یہ پتہ کس طرح چل سکتا تھا، کہ کون سی روایت ان کی بدعت کی تائید کرتی ہے، اور کون نہیں کرتی۔

اسی اصول کی وجہ سے امام بخاری نے بھی اپنی کتاب صحیح بخاری میں بہت سے شیعوں سے روایتیں لے لیں اگرچہ وہ اپنی خدا داد فراست ایمانی اور حذاقت و مہارت کاملہ کی وجہ سے ایک بڑی حد تک ان کے دھوکہ اور فریب سے محفوظ رہے۔

یہاں ہم تمیماً للفائدہ حضرت مولانا حیدر علی صاحب کی ایک عبارت از آلۃ الغین کی نقل کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں:-

بدانکہ فقیرا بعد از تتبع کتب قدمائے	جاننا چاہئے کہ اس فقیر کو متقدمین شیعہ کی کتابوں
این فرقہ و تصنیف مضمرات و کمونات	کے دیکھنے اور ان کے اندرونی رازوں کے تلاش
ایشان کہ در تالیفات خویش بمقتضائے	کرنے سے جن کو کبھی کبھی اس حدیث مرتضوی
حدیث مرتضوی ما اضمہا حدیثا الا	کی مطابق کہ جب کوئی شخص دل میں کسی بات کو چھپاتا
وقد ظہرت فلتات لسانہ گاہ گاہ	ہے تو وہ بات اس کی زبان سے بلا قصد نکل
ازاں خبرمے و ہند چنان عد عن شد کہ اس	ہی جاتی ہے اپنی کتابوں میں بیان کر دیتے ہیں ایسا

لہ کتاب از آلۃ الغین در ذمہ جلد میں ہے جن میں کسی ہزار سنہات میں اور کاغذ بھی بڑی قطع کا اور کتابت بھی گنجان ہے منتہی الکلام کے درمیان ۳۶ ورق کا تو برائے نام جواب بھی شیعوں نے لکھا مگر اس کتاب پر کسی نے علم اٹھانے کی بھی جرأت نہ کی ۱۲۔

حدیث مثل حدیث ردت صحیح اصحاب  
الاشاذ سے لایعیا بہ از خصائص مذہب  
امامیہ بودہ و اکابر این مسلک بایں  
اسرار و دقائق آگہی داشتند و  
ایں قصہ را علق نفیس گمان مے بردند  
و بگفتنانش ہمدگر را وصایا مے نمودند  
من بعد اہل کمبیت و بدامصلحت دران  
دیدند کہ در لباس تشن این روایت  
را کہ منہائے آرزوی شان بقول مجلسی  
در بحار و حیات القلوب است در مدہما  
پیش معتقدین خویش از زمرہ اہل حق  
روایت نمودند تا آنکہ رفتہ رفتہ در  
کتب محدثین حتی ملتزمین صحت۔

مذہب شد و پر ظاہر است کہ اگر این  
حدیث در صدر اول و طبقہ تابعین  
ثابت و مشہور مے بود کتمان و اخفا  
و آن ہم بدین تاکیدات بے انتہا  
کہ پارہ ازاں بگوشت رسانیدم  
صورتے نمی داشت و ہر یکے از  
دیگرے عمرو و موثیق چرامیگرفت  
و کے میگفت کہ پس خبردار باید بود  
چنان نشود کہ اہل خلاف کہ بر محبت

یقین ہو گیا مے کہ یہ قصہ قرطاس بھی مغل اس روایت  
کے کہ تمام صحابہ کرام سوا معدومے چند کے مرتد  
ہو گئے تھے مذہب شیعہ کے مخصوصات سے تھی  
اور اس فرقہ کے اکابر ان پوشیدہ رازوں سے  
واقفیت رکھتے تھے اور اس قصہ قرطاس کو علق نفیس  
گمان کرتے تھے اور آپس میں ایک دوسرے کو اسکے  
چھپانے کی وصیتیں کیا کرتے تھے لیکن کچھ دنوں  
کے بعد ان مکار بد کا عقیدہ رکھنے والوں نے یہ  
مصلحت سوچی کہ سنی بگردرسوں میں اپنے  
معتقد سنیوں کے سامنے قصہ قرطاس کی روایت  
کو پیش کیا جو ان کی انتہائی خواہش کیسٹابق  
ہے جیسا کہ مجلسی نے بحار و حیات القلوب میں  
بیان کیا ہے یہاں تک کہ رفتہ رفتہ یہ قصہ محدثین کی  
کتابوں میں حتی کہ ملتزمین صحت کی کتابوں میں روج ہو گیا  
یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ اگر یہ قصہ قرن اول میں  
اور تابعین کے زمانہ میں ثابت اور مشہور ہوتا تو پھر  
اس کو ان بے انتہا تاکیدوں کیساتھ من کا کچھ حصہ  
میں تم کو سنا چکا ہوں چھپانے اور پوشیدہ رکھنے کی کوئی  
وجہ نہیں ہو سکتی۔ پھر کیوں شیعہ صاحبان ایک  
دوسرے سے عہد و پیمان لیا کرتے تھے،  
اور کیوں کہتے تھے کہ خبردار ایسا نہ ہو کہ اہل خلاف  
جو شیخین کی محبت میں اپنے کو فدا کر رہے  
ہیں، اس قصہ سے واقف ہو جائیں۔

شیخین خود را فدای کند بریں معنی  
 مطلع شوند چنانچہ نسخہ سلیم بن قیس  
 ہلالی کہ اقدم و افضل از جمیع کتب  
 احادیث امامیہ تو ان گفت کما اعترفت  
 المجلسی فی مجلد الفتن من البحار بر امور  
 مرقوم الصدر ولالت میکند۔ و این  
 ہم از اشارات و عباراتش پدید است کہ  
 بعضی از اسرار این حدیث مثل نام فاروق  
 از شیعیان ہم دریغ میکردند و کتب رجال  
 و رسائل تحقیق اسامی رواة برین مکائد  
 اول دلیل است کہ مقصود اینها از احتفا  
 و استتار ہمیں بود کہ آئندہ علمائے اہلسنت  
 فریب خوردند و سهام تدبیر بر نشانہ نشیند  
 و برائے مناظرہ خصوصاً متاخرین را بکار آید  
 و در صورت ظہور این کید پیش نخواہد رفت  
 و جمہور محدثین سنیان خواہند گفت کہ این  
 روایت از خصائص شیوعہ است و مؤید این  
 مدعا کہ درین جایا و کرم آن است کہ بعضی  
 از علمائے ما باین مکائد پے بردند و حقیقت  
 امر را دستند چنانچہ ناقضین مہفوات مشہدی  
 از آمدی نقل میکنند و میگویند کہ او در مسند  
 خویش میفرماید کہ قصہ ایونی بقرطاس بے  
 ثبوت و بے اساس است و از شیوخ

سلیم بن قیس ہلالی کی کتاب میں دجو شیعوں کی  
 تمام کتب احادیث میں سب سے مقدم اور افضل  
 کہی جاسکتی ہے، جیسا کہ مجلسی نے بحار کے  
 مجلد فتن میں اس کا اقرار کیا ہے، یہ تمام نکاحیات  
 وغیرہ موجود ہیں۔ نیز اسی کتاب سلیم کے اشارات  
 و عبارات سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اس قصہ  
 قرطاس کے بعض اسرار مثلاً فاروق اعظم کا نام  
 شیعوں سے بھی پوشیدہ رکھا جاتا ہے، اسرار  
 الرجال اور اسمائے رواة کے تحقیق کی کتابیں  
 شیعوں کی ان مکاریوں کو خوب ظاہر  
 کر رہی ہیں کہ علمائے اہلسنت دھوکہ میں آجائیں  
 اور ان کی تدبیر کا تیر نشانہ پر پہنچ جائے یعنی یہ قصے  
 سنیوں کی کتابوں میں کس طرح درج ہو جائیں  
 تاکہ سنیوں سے بحث کرنے کے لئے متاخرین  
 شیعہ کو کام دیں۔ اگر ظاہر ہو کہ کام کیا جاتا تو پھر  
 یہ مکاری نہ چلتی، اور اہل سنت کے محدثین  
 کہہ دیتے کہ یہ روایت تو شیعوں کے مخصوصات سے ہے۔  
 یہ بات جو میں نے یہاں بیان کی اس کی تائید  
 اس سے بھی ہوتی ہے کہ ہمارے بعض علماء ان  
 مکاریوں کو سمجھ گئے اور حقیقت حال سے واقف  
 ہو گئے چنانچہ مہفوات مشہدی کا جواب لکھنے والے  
 آمدی سے نقل کرتے ہیں کہ آمدی نے اپنے منہ میں کھا ہے  
 کہ ایونی بقرطاس والا قصہ بے ثبوت اور بے بنیاد



ہے۔ آکا بر محمدین سے منقول ہے کہ تصدیق کے بعد معلوم ہوا کہ صحیحین میں دوسو دس حدیثیں ضعیف میں جن میں سے خاص بخاری میں اسی اور خاص مسلم میں ایک سو اور دونوں میں مشترک تیس حدیثیں ہیں۔

پس اس اصغر الناس کے نزدیک قرطاس کا قصہ بھی روایت فدک کے مثل ہے جو شیخ مبارک جزری ابوالسعادات نے اپنی تصانیف میں بیان کیا ہے کہ بعض حدیثوں کے بنانے والوں نے اپنے جعل و افترا کا اقرار کرنے کے بعد کہا کہ ہم نے فدک کا قصہ تصنیف کر کے بغداد کے محدثین کو سنایا اور ان کے سامنے معضن روایت پیش کی تمام محدثین نے اس کو قبول کر لیا اور سب فریب میں آ گئے۔ سو ابن ابی شیبہ علوی کے کہ وہ اس جعل کو سمجھ گئے اور ان کو معلوم ہو گیا کہ یہ حدیث موضوعات سے ہے جزری کی عبارت انشاء اللہ اس کے بعد نقل کرونگار المنقحر اہل دغا کی پوشیدہ مکاریوں سے جان بچانا سخت دشوار ہے بغیر اس کے کہ سطف خداوندی رہنمائی کرے۔

محدثین نقل سے نمایند کہ بعد از تصنیف بظہور سے انجامد کہ در صحیحین دو صد و وہ حدیث ضعیف است تفرد بخاری بہ ہشتاد و تفرد مسلم بہ یک صد میرسد و در سی روایت ہر دو بزرگ شریک شدہ اند انتہی۔

پس حال حدیث قرطاس نزد اصغر الناس در رنگ حدیث فدک سے نماید کہ شیخ

مبارک جزری ابوالسعادات در تصانیف خویش آوردہ و گفتہ کہ بعضے از اہل

اختلاق بعد از انکہ اقرار بہ جعل و افترا کردند و گفتند کہ ما قصہ فدک را موضوع

ساختہ بر محمدین بغداد عرض کردیم و نزد اینہا معضن روایت نمودیم پس تمامی

جماعت مذکور قبول کردند و بدام فریب واقع شدند مگر ابن ابی شیبہ علوی کہ بوضع و

اختلاق پے برد و دانست کہ حدیث از موضوعات صحت و انشاء اللہ تعالیٰ عبارت جزری بعد ازین

خواہد آمد۔ بالجملہ از دقاتق مکیدت اہل دغا جان بسلامت بردن سخت دشوارست ع

ہاں مگر سطف خدا پیش ہند گامے چند۔ انتہی

بالفاظہ۔

(اور مجتہد فدک میں فرماتے ہیں کہ محدثین کی کتابوں

و در مجتہد فدک میفرماید از کتب محدثین چنان

سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تنقید و تحقیق کے بعد صحیح بخاری کی بعض روایات کے صحیح ہونے میں بھی کلام ہے اور اسی طرح صحیح مسلم کی بعض روایات کے صحیح ہونے میں بھی۔

اور اس سے پیشتر بیان ہو چکا ہے کہ جن روایات کے صحیح ہونے میں علمائے حدیث کو قیل و قال ہے وہ اگرچہ بہت کم ہیں مگر صحیح مسلم میں بہ نسبت صحیح بخاری کے زیادہ ہیں، اور صرف اسی قدر بیان پر اکتفا نہیں ہو سکتی کیونکہ ابن اثیر رحمہ اللہ نے جامع الاصول کے شروع میں جہاں راویوں کے طبقات بیان کرنے کیلئے فرع ثالث کو مقرر کیا ہے جو کچھ لکھا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض لوگ جو حدیثیں بنایا کرتے تھے خود مقرر

ہوئے کہ فدک کی روایت انہوں نے بنا کر بغداد کے محمد بن کے سامنے پیش کی سب نے قبول کر لیا سو ابن ابی شیبہ علوی کے کہ وہ جعل و افتراء کو سمجھ گئے اور انہوں نے کسی طرح قبول نہ کیا ابن اثیر کی عبارت یہ ہے: "بعض لوگ وہ ہیں جنہوں نے کسی ہوا سی نضانی کی طرف لوگوں کو رغبت دلانے

کیلئے حدیث بنائی پھر ان میں سے بعض لوگ تائب ہو گئے اور اپنی جلسازی کا اقرار کر لیا، خواجہ کے ایک شیخ نے تائب ہونے کے بعد کہا کہ یہ حدیثیں

بو نوح می انجامد کہ بعد از تنقید و تحقیق در صحت بعضی از روایات صحیح بخاری کلام است و همچنین در صحت بعضی از روایات صحیح مسلم۔

وقبل ازین گزشتہ کہ آن روایات کہ الحدیث در صحت آن قیل و قال دارند ہر چند اقل قلیل است مگر در صحیح ثانی زیادہ تر اندر اول است و برین قدر اکتفا نہ توان کرد زیرا کہ افادہ ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ در صدر جامع الاصول جائیکہ فرع ثالث در طبقات مجروحین قرار دادہ است ولالت بران وارد کہ بعضی از ضامین خود اقرار کردہ اند کہ حدیث مذکور ساختہ بر مشائخ بغداد خواندیم ہمہ ہا متبول کردند مگر ابن ابی شیبہ علوی کہ او بعلت جعل و افتراء پے برد و برگزمتبول نکرد و عہارت آن مقام این است و نہ ہو قوم و نہ وضعوا الحدیث لہدیٰ یبیدعون الناس الیہ فمنہم من تاب عنہ و امر علی بن فضہ قال شیخ من شیوخ الخوارج بعد ان تاب ان ہذا الاحادیث دین

فانظروا ممن تاخذون دينكم  
 فاننا كنا اذا هويما امر اصيرناه  
 حديثا - وقال ابو العينا د  
 ضعت انا والجاحظ حديث  
 فذلك وادخلناه على الشيوخ  
 ببغداد فقبلوه الا ابن ابي  
 شيبة العلوي فانه قال  
 لا يشبه اخر هذا الحديث  
 اوله وابي ان يقبله الى اخره  
 بلفظه واز كتب كلامه اهل حق واماميه  
 بعد از تتبع سيره تو ان دانست كه  
 اهل تشيع در مطاعن خلفائے راشدين  
 خصوصاً احاديثے كه تعلق بقصه فدك  
 دارو چه افزا با كه در لباس تسنن و  
 اعتراف نكردہ اند۔

دين ميں لہذا دیکھو تم اپنا دين کن لوگوں سے  
 لیتے ہو۔ ہم لوگ جب کسی بات کو رائج کرنا چاہتے  
 تو اس کو حدیث بنا لیتے تھے۔ ابو العینا نے بیان  
 کہ میں نے اور جاحظ نے فدک کی حدیث کو بنایا  
 اور بغداد کے محدثین کے سامنے اس کو پیش کیا  
 سب نے اس کو قبول کر لیا۔ سوا ابن ابی شیبہ  
 علوی کے کہ انہوں نے کہا اس حدیث کا آخری حصہ  
 اول کے حصہ سے مناسبت نہیں رکھتا اور انہوں  
 نے اس کے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور اہلسنت  
 و شیعہ کے مناظرہ کی کتابوں کے دیکھنے سے آسانی  
 یہ بات معلوم ہو سکتی ہے کہ اہل تشیع  
 نے سنی یا معتزلی بن کر خلفائے  
 راشدين کے مطاعن میں خصوصاً  
 قصہ فدک کے متعلق کیا کیا افتراء پڑا یا  
 نہیں کیے۔

یہ عبارت ازالۃ الغین کی بجائے اصل کتاب سے نقل کرنے کے اس وقت شیعوں کے  
 امام المناظرین قبلہ۔ المجتہدین مولوی حامد حسین کی کتاب استقصار الافہام مجلد اول صفحہ ۸۶۵ و  
 صفحہ ۸۶۶ سے نقل کی گئی ہے، مولوی حامد حسین نے اس عبارت میں جو جو حوالے کتب شیعہ  
 کے ہیں کسی کا انکار نہیں کیا اور نہ کر سکتے تھے۔

مولانا حیدر علی صاحب نے قصہ قرطاس و فدک کے متعلق جو نفیس تحقیقات لکھی ہیں انشاء  
 اللہ آئندہ کسی وقت کسی مستقل رسالہ میں نقل کی جائیں گی۔ واللہ الموفق۔

فائدہ پنجم :- یہ سب کچھ ہوا مگر بفضلہ تعالیٰ دین اسلام کو کوئی نقصان نہ پہنچ سکا اصلی  
 سبب تو اس کا محض حفاظت خداوندی سمی، مگر اس عالم اسباب میں خداوند ذوالجلال



والاکرام نے اس کا یہ سامان کیا کہ قرآن مجید کو متواتر بنایا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب کرام کو بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام نے تمام اطراف، عالم میں پہنچایا، جو صحابی جس مقام پر پہنچے وہاں کے لوگوں نے اسلام کے عقائد و اعمال ان سے سیکھے اور بہت کم ایسا ہوا کہ صرف ایک صحابی کسی مقام پر گئے ہوں، اور اگر کہیں ایسا ہوا بھی ہو تو یہ بات کبھی نہیں ہوئی کہ متعدد صحابہ کرام سے تصدیق و تائید کے مواقع نہ ملے ہوں۔

عقائد ضروریہ کی بنیاد تو صحابہ کرام نے تمام تر قرآن مجید پر رکھی ہے اعمال تو ان کے اصول بھی قرآن مجید ہی پر مبنی ہیں، البتہ ان کے برتنے کا طریقہ اور ان کے مسائل جزئیہ کی تفصیل روایات پر مبنی ہے مگر نہ مجرد روایات پر بلکہ ان کے ساتھ اعمال صحابہ کے مشاہدات صحابہ کرام کے متعلق خود قرآن مجید کی متعدد آیات میں اس کی شہادت موجود ہے کہ دین کی جو تعلیم ان سے حاصل ہو خصوصاً خلافت راشدہ کے زمانہ میں مسلمانوں کو بلا وغرغہ اس تعلیم کے پسندیدہ خدا ہونے اور مشکوٰۃ نبوت سے محفوظ ہونے پر یقین کرنا چاہئے دیکھو آیت تمکین وغیرہ۔

قرن صحابہ کے بعد تابعین و تبع تابعین کے زمانے میں ائمہ مجتہدین نے تدوین مذہب کا کام انجام دیا، اور اعمال کی بنیاد تعامل صحابہ پر جو متواتر مشاہدات سے ان تک پہنچے رکھی اور عقائد ضروریہ کا مکمل تو سب نے قرآن مجید ہی کو قرار دیا لہذا مذاہب اسلامیہ کی عمارت ایک ایسی منسبوت بنیاد پر قائم ہوئی کہ کسی دشمن کی رخنہ اندازی کسی طرح اس عمارت کو کوئی نقصان پہنچا ہی نہیں سکتی۔

اگر کوئی جعل ساز مفسر کوئی روایت گڑھ کر کسی فریب سے مخدین تک پہنچا بھی دے اور کوئی محدث اس کے دام فریب میں آکر اس روایت کو قبول بھی کرے تو اس کا نتیجہ اس سے زیادہ

۱۵ چنانچہ آج عقائد ضروریہ اسلامیہ میں کوئی ایسا عقیدہ نہیں جس کی تعلیم قرآن مجید میں نہ ہو۔ ۱۶ یہ البتہ ہے کہ بعض عقائد کی غیر ضروری تفصیل قرآن مجید میں نہیں ہے، احادیث میں ہے مگر یہ بات بھی امہات عقائد میں نہیں ہے، امہات عقائد تو صرف تین ہیں۔ توحید و رسالت و قیامت۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت فاروق اعظم نے حکم دے دیا تھا کہ سوا اعمال کے اور کسی مضمون کی روایت بیان نہ کی جائے۔

کچھ نہیں ہو سکتا کہ وہ روایت حدیث کی کسی کتاب میں درج ہو جائے۔ اور بس کوئی اثر اس روایت کا اعمال پر بھی نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ اعتقادات جن کا تعلق براہ راست قرآن شریف سے ہے۔

اصول حدیث اور اصول فقہ کی کتابوں میں یہ بات طے ہو چکی ہے کہ مجرد روایت کیسی ہی صحیح و معتبر ہو اس پر عمل کرنا بھی جائز نہیں چہ جائیکہ اعتقاد رکھنا بلکہ روایت کے معمول بہا بننے کیلئے بڑے بڑے شرائط میں جو اپنے مقام پر مذکور ہیں۔

فائدہ ششم۔ شیعوں نے بھی لوگوں کو دکھلانے کے لئے ہماری ریس کرتے ہوئے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی کہ ہمارے مذہب کی عمارت بھی کسی مضبوط بنیاد پر ہے مجرد روایت ہمارے یہاں بھی کوئی چیز نہیں ہے، چنانچہ شیعوں کے قبلہ المناظرین مولوی حامد حسین صاحب استقصار الانعام مجلد اول صفحہ ۳۴ میں لکھتے ہیں۔ "بودن ہر حدیث صحیح واجب العمل مخالف تصریحات علمائے اعلام ست صاحب قوانین علی ما نقلہ۔ المخاطب الفطین انچہ فرمودہ مالش ان است کہ ہر حدیث صحیح جائز العمل ہم نیست چہ جائے آنکہ واجب العمل باشد و اگر این مسئلہ از کتب اصول فقہ تو ان دریافت بلکہ محض کلام قدوة المحدثین والفقہار المبتخرین سید نور الدین وغیر اوز افاضل محققین باین عبارت میرسد کہ ضرور نیست کہ ہر روایت ثقہ الاسلام و شیخ صدوق رضوان اللہ علیہما ومانند ایشان واجب القبول باشد یہ پھر صفحہ ۴۴ میں فرماتے ہیں "ندانی کہ از مطالعہ کتب معتبرات سنیہ مثل تقریب نوری بزرگم مخاطب و وضع مے شود کہ ہر حدیث صحیح جائز جائز العمل ہم نیست فضلاً عن ان یکون واجب العمل" مولوی دلدار علی صاحب مجتہد اعظم اور سلطان العلماء مولوی سید محمد بہتہد نے تو حمام میر، اور حضرت ہدیر یہ میں یہاں تک لکھ دیا کہ اخبار احاد یعنی ان روایات کا شمار ہی دلائل شرعیہ میں نہیں ہے یہاں تک کہ کوئی ایسی روایت بھی اگر مل جائے کہ اس کے خلاف کوئی دوسری روایت نہ ہو تو بھی اعتقادات تو کجا اعمال کے لئے اس سے سند لینا درست نہیں اور سنی شیعہ کے کسی محدث نے یہ پابندی نہیں کی کہ جو حدیث وہ اپنی کتاب میں لکھیں اس کے مطابق عقیدہ یا عمل بھی رکھتے ہوں، بلکہ محدثین کی عادت ہے کہ جیسی روایت ان کو مل جائے

ورج کر دیتے ہیں۔ اعتقادات امامیہ کی بنیاد ان روایات اخبار احاد پر نہیں ہے عبار میں ان دونوں مجتہدین کے مع فوائد بار بار النعم میں نقل ہو چکی ہیں۔

مگر یاد رہے کہ شیعوں کو ہماری ریس کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا کیا سچا متولہ ہے کہ  
کلاغے تنگ کبک درگوش کرد تنگ خوشستن ہم فراموش کرد

اے لئے کہ شیعوں نے یہ باتیں اس وقت کہیں جبکہ اہل سنت نے ان کی روایات پر وارڈ گیر شروع کی، اور ان کے کذاب اولیوں کی اختلاف بیانیوں نے ان کو ضیق میں ڈالا دوسرے سب سے بڑی بات یہ ہے کہ شیعہ بچارے اگر اپنے مذہب کی بنیاد اپنی وہی تباہی روایات پر نہ رکھیں تو اور ان کے پاس ہے کیا؟ قرآن سے ان کا ہاتھ خالی، تعامل اور تواتر کا ان کے مذہب میں وجود ہی ناممکن۔ لہذا اپنی روایتوں کے متعلق ایسے خیالات ظاہر کر کے انہوں

سے جب اہل سنت نے دیکھا کہ شیعوں کا سارا دار و مدار روایات پر ہے اور وہ ہماری غیر معتبر روایات ہی سے ہم کو الزام دیتے ہیں تو اہل سنت نے بھی ان کی روایات کی چھان بین شروع کی اور انکی صحیح روایات کو نکال کر انکے سامنے پیش کر دیا جن میں ایسی گندگی بھری ہوئی ہے کہ اللہ ان چنانچہ یہ باتیں علمائے شیعہ کی جرم نے نقل کیں وہ زیادہ تر عمدہ و منتمی الکلام کے جواب میں لکھی گئی ہیں تاہم ان کی اس بات کو قبول کرنا ہم انسانی فرض سمجھتے ہیں کیونکہ مذہبی احتیاط اور مسائل رینیہ کی نزاکت روایات کو اس سے زیادہ اہمیت دینا پسند نہیں کر سکتی ۱۲ لہذا قرآن سے شیعوں کا خالی ہاتھ ہونا اس طرح پایہ ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ کوئی شیعہ اس سے انکار نہیں کر سکتا زیادہ نہیں تو اول من الماتین کے چاروں نمبروں کا دیکھ لینا کافی ہے باقی رہا تواتر کا مذہب شیعہ میں ناممکن ہونا وہ بھی اظہر من الشمس ہے اصول ذیل پر غور کر دو، شیعوں کی تعداد زمانہ سلف میں حد تواتر سے کم تھی صحابہ کرام کے زمانہ میں خود وہ عقیدے کو چار سے زیادہ نہ تھے (۲)، ائمہ شیعہ ہمیشہ تقیہ کرتے رہے نہ علانیہ اپنے عقائد بیان کرتے تھے نہ علانیہ اپنے مذہب کی مطابق اعمال بجا لاتے تھے حتیٰ کہ حضرت علی نے خلافت پانے کے بعد بھی اپنا سارا زمانہ خلافت تقیہ میں گزارا (۳)، ائمہ اپنے شیعوں سے بھی غلط مسائل اپنے اصلی مذہب کے خلاف بیان کرتے تھے اور اس غلط گوئی میں بہت مصالح ذکر فرمایا کرتے تھے (۴)، شیعہ راوی بھی تقیہ بازی اور مسائل کی غلط بیانی میں اپنے ائمہ سے کم نہ تھے (۵)، آج بھی کتب شیعہ میں کوئی مسئلہ ایسا نہیں ملتا جس میں ائمہ سے مختلف اقوال موجود نہ ہوں اور ان میں اصلی مذہب کا پتہ لگانا دشوار بلکہ ناممکن ۱۰۶۰ صحابہ ائمہ نے ائمہ سے نہ اصول دین کو بغیر کے ساتھ حاصل کیا نہ فرع دین کو اور بقول مولوی دلداری علی کے ان پر تین کا حاصل کرنا فرض بھی نہ تھا یہ سب باتیں بلا اختلاف شیعوں کو تسلیم ہیں (دیں) ایسی حالت میں کسی غلام سکر پر تواتر کیسے ہو سکتا ہے اور تواتر روایت کا وجود کس طرح ممکن کہا جا سکتا ہے ۱۲۔



نے اپنے کو کہیں کا نہ رکھا۔  
اب وقت ہے کہ اصل مقصد کا آغاز کیا جائے۔

## مقصد

واضح ہو کہ حدیث ثقلین کے الفاظ جیسا کہ عام طور پر مشہور ہے یہ میں کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اِنِّیْ تَارِکٌ فِیْکُمْ الثَّقَلَیْنِ اِنْ تَمَسَّکْتُمْ بِهِمَا لَنْ تَضَلُّوْا بَعْدَیْ کِتَابِ اللّٰهِ وَاَهْلِ بَیْتِیْ وَ اِنَّهُمَا لَنْ یَفْتَرِقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضِ۔ ترجمہ:۔ اس حدیث کا یہ ہے کہ یہ تحقیق میں تم لوگوں میں دو بھاری چیزیں چھوڑے جاتا ہوں، اگر تم ان دونوں چیزوں سے تمک کرو گے یعنی ان کو مضبوط پکڑے رہو گے تو میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہو گے، کتاب اللہ اور میرے اہلبیت اور یہ دونوں ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پہنچ جائیں یعنی قیامت کے بعد بھی ان میں باہم جدائی نہ ہوگی۔

یہ حدیث مذہب شیعہ میں بڑی اعلیٰ پایہ کی مانی گئی ہے اُن کے مجتہد اعظم مولوی دلدار علی صاحب اساس الاصول صفحہ ۱۰۱ پر اس حدیث کو صحیح عن الذبیحہ بروایۃ العام والخاص لکھتے ہیں یعنی یہ حدیث نبی کی صحیح حدیث ہے اور عام و خاص یعنی سنی و شیعہ دونوں نے اس کو روایت کیا ہے، اور اساس الاصول صفحہ ۱۴ پر اپنی کتاب احتجاج سے اپنے گیارھویں امام حسن عسکری کا فرمان اس روایت کے متعلق نقل کرتے ہیں واضح خبر ماعرف تحقیقہ من الکتاب مثل الخبر المجمع علیہ من رسول اللہ۔ یعنی تمام احادیث میں سب سے زیادہ صحیح وہ حدیث ہے جس کی تصدیق قرآن شریف سے ہو جائے مثل اس

لہ مولوی دلدار علی صاحب نے امام حسن عسکری کی پوری حدیث نقل کی ہے جس میں انہوں نے بیان کیا ہے کہ اس حدیث ثقلین کی تصدیق قرآن شریف سے کس طرح ہوئی ہے اس کو دیکھ کر اچھی طرح معلوم ہو جاتا ہے کہ جن کے اماموں کی فہم و دانش کا یہ حال ہے اُن کے امتی پیارے کسی مثل کے ہونگے۔ تفریح طبع کیلئے وہ پوری عبارت نقل کی جاتی ہے۔ امام حسن عسکری صاحب فرماتے ہیں۔

حدیث (یعنی حدیث ثقلین) کے جس کے حدیث رسول ہونے پر اجماع ہو گیا ہے۔ مگر اہلسنت کے یہاں اسکو اخبار احاد سے زیادہ کوئی رتبہ نہیں ملا بلکہ احاد کی بھی اعلیٰ قسم میں نہیں حتیٰ کہ صحیح بخاری اس کے ذکر سے خالی ہے۔ صحیح مسلم میں بھی یہ الفاظ نہیں ہیں۔ امام بخاری کی مخالفت

فلما وجدنا شواهد هذا الحديث  
نصافي كتاب الله مثل قوله  
انما وليكم الله ورسوله  
والذين يقيمون الصلاة و  
يؤتون الزكاة وهم راكعون  
ثم اتفقت روايات العلماء  
في ذلك لامير المؤمنين انه  
تصدق بخاتمه وهو اكرم فاشكر  
الله ذلك له وانزل الآية فيه  
ثم وجدنا رسولا الله قد اتى  
به من اصحابه بهذا اللفظ من  
كنت مولاة فعلى مولاة اللهم  
وال من والاه وعاد من عاداه  
وقوله على يقضى ديني وينجز  
وعداى وهو خليفتى عليك  
بعداى وقوله حيث استخلفه  
على المدينة فقال يا رسول الله  
تخلفتى على النساء والصبيا  
فقال اما ترضى ان تكون منى  
بمنزلة هارون من موسى الا انه

پس جب ہم نے اس حدیث کے شواہد بطور نص کے  
کتاب اللہ میں پائے۔ مثلاً اللہ کا یہ قول انما  
ولیکم اللہ یعنی سوا اس کے نہیں کہ تمہارا ولی اللہ  
ہے اور اس کا رسول اور وہ لوگ جو ایمان لائے  
جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ  
جھکنے والے ہیں پھر علماء کی روایتیں اس میں امیر  
المؤمنین کے لئے متفق ہو گئیں کہ انہوں نے اپنی  
انگوٹھی بحالت رکوع صدقہ کی تھی، لہذا اللہ نے  
ان کی شکر گزاری کی، اور یہ بات ان کے بارے میں  
آج بھی ہم نے رسول اللہ کو دیکھا کہ ان سے ان  
کے اصحاب یہ لفظ روایت کرتے ہیں کہ میں جس کا مولا  
ہوں علی بھی اس کے مولا ہیں یا اللہ دوست رکھو  
اس کو جو علی کو دوست رکھے، اور دشمنی کر اس سے  
جو علی سے دشمنی کرے، اور رسول کا یہ قول بھی ہم  
نے دیکھا کہ علی میرا قرض ادا کریں گے، اور میرے سوردوں  
کو پورا کریں گے، اور وہ میرے بٹکر پر میرے خلیفہ  
ہوں گے، اور رسول کا یہ قول بھی ہم نے دیکھا  
کہ جب رسول نے علی کو مدینہ پر (بوقت سفر تبوک)  
خلیفہ بنایا اور علی نے کہا کہ آپ مجھے عورتوں اور  
بچوں پر خلیفہ بناتے ہیں تو رسول نے (باقی منظر اگلے پر)

اور کمال کا حال اس وقت خوب ظاہر ہوتا ہے جب ایسی مشتبہ روایات کی تفتیش کی جاتی ہے کہ ان کی کتاب اکثر ان امور سے پاک ملتی ہے۔

لا نبی بعدی فعلینا ان الكتاب  
شہد بتصدیق هذه الاخبار  
وتحقیق هذه الشواهد فیلزم  
الامة الاقرار بما الحدیث -

فرمایا کہ کیا تم اس کو پسند نہیں کرتے کہ میری طرف  
سے اس مرتبہ پر رہو جس مرتبہ پر ہارون موسیٰ کی  
طرف سے تھے مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا  
لہذا ہم نے جان لیا کہ کتاب اللہ نے ان روایتوں  
کے سچے ہونے کی شہادت دی، اور ان شواہد کے  
صحیح ہونے کی تصدیق کی پس اب امت پر ان  
احادیث کا ماننا لازم ہے۔

اب شیعوں کے امام صاحب کے علم و استدلال کی حقیقت ملاحظہ ہو آپ حدیث ثقلین کی تصدیق قرآن  
شریف سے ثابت کرنا چاہتے ہیں اور ایک آیت پیش کرتے ہیں مگر دیکھتے ہیں کہ آیت سے کام نہیں چلتا تو  
اس کے ساتھ روایتیں ضمیر کرتے ہیں، اور بڑے فخر سے فرماتے ہیں کہ قرآن سے حدیث ثقلین کی تصدیق ہو  
گئی، اور امت پر اس حدیث کا ماننا لازم ہو گیا۔

اگر ہم ان کی خاطر سے ان کی اس ساری تقریر کو صحیح مان لیں، آیت کا بھی وہی مطلب لیں جو وہ چاہتے  
ہیں، اور ان کی پیش کردہ روایات کی صحت کو اور ان کے مطالب کو بھی انہیں کی مرضی کے مطابق تسلیم  
کریں تو بھی جس کو خدا نے عقل دی ہے وہ سمجھ لے گا کہ یہ استدلال تو قرآن سے نہ ہوا قرآن اور روایات کے  
کے معجون مرکب سے ہوا بلکہ حقیقتہً خالص روایات سے ہوا کیونکہ یہ روایات بغیر آیت قرآنی کے بھی ان کے مفروضہ  
مطلب کے بنا پر ان کے مدعا پر دلالت کرتے ہیں اور آیت بغیر ان روایات کے کچھ بھی نہیں بناتی آیت تو  
ایک معنی اور جہت ان ہے جس کا مطلب انہیں روایات سے حل ہوتا ہے۔ لہذا استدلال تو کر رہے۔  
روایات سے اور فرط نے ہیں قرآن نے حدیث ثقلین کی تصدیق کر دی۔

بلکہ حق تو یہ ہے کہ امام صاحب کی پیش کردہ روایات سے بھی حدیث ثقلین کی تصدیق نہیں ہوتی کیونکہ حدیث  
ثقلین کی مضمون تو یہ ہے کہ جس طرح قرآن کے احکام واجب الاطاعت ہیں اسی طرح اہل بیت رسول کے احکام بھی  
اور ان روایات سے ان کے خیال کے مطابق زائد سے زائد جو چیز ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ علی رسول (باقی اگلے صفحہ پر)



## شیعہ کہتے ہیں

کہ اس حدیث ثقلین میں اہلبیت سے مراد بارہ امام ہیں اور تمک سے مراد بارہ اماموں کے احکام پر عمل کرنا ہے، شیعہ بڑے زور شور سے اس حدیث کو اہل سنت کے سامنے پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس حدیث سے بارہ امام کا مثل قرآن کے واجب الاتباع ہونا ثابت ہوتا ہے جو صریح دلیل انکے معصوم ہونے کی ہے اور کہتے ہیں کہ اہل سنت کا مذہب قطعاً اس حدیث کے

کے خلیفہ ہیں، کجا اہل بیت رسول کا واجب الاتباع ہونا اور کجا علی کا خلیفہ رسول ہونا دونوں معنوں میں کوئی ربط و تعلق نہیں ہے پھر تصدیق کیسی۔ ہاں ان روایات کے ساتھ دو خانہ ساز منیہ اور گائے جائیں تو کچھ کام چل سکتا ہے اول یہ کہ علی اہل بیت رسول ہیں دوم یہ کہ خلیفہ رسول کے احکام بھی مثل قرآن کے واجب الاتباع ہوتے ہیں۔ بغیر ان دونوں ضمیموں کے تشریح نام تمام اور استدلال ناقص ہے اور یہ کہنا بھی صحیح نہیں ہو سکتا کہ ان روایات سے حدیث ثقلین کی تصدیق ہوتی۔ *ذالك مبلغهم من العلم۔*

اب رہی یہ بات کہ اس آیت سے یا ان روایات سے حضرت علی کی خلافت ثابت ہوتی ہے، یا نہیں یہ ایک دوسری بحث ہے جس کو حدیث ثقلین کی تصدیق سے کچھ واسطہ نہیں لیکن اس کے متعلق بھی باختصار اس قدر عرض کیا جاتا ہے کہ ہرگز اس آیت اسناد لیکو اللہ سے حضرت علی کی خلافت کیا معنی ان کی کوئی فضیلت بھی ثابت نہیں ہوتی نہ یہ آیت ان کے شان میں نازل ہوئی، انگوٹھی والا قصداً اگر صحیح بھی مان لیا جائے تو بھی اس آیت کو خلافت سے کچھ تعلق نہیں۔ دیکھو ہماری تفسیر آیت ولایت۔

اور امام صاحب نے جو چار روایات پیش کیں وہ سب باستثناہ اخیر والی روایت کے غلط اور بے اصل بھی ہیں۔

انگوٹھی والی روایت کے متعلق امام صاحب کا یہ فرمانا کہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کذب صریح ہے علمائے السنۃ نے ہرگز اتفاق نہیں کیا بلکہ اکابر علمائے اس روایت کے جعلی ہونے کی تصریح کی ہے دیکھو تفسیر آیت ولایت۔

من کنت مولاه والی روایت کا بھی یہی حال ہے بڑے بڑے محدثین اہل سنت اس کو موضوع کہہ رہے ہیں دیکھو منہاج السنۃ

خلاف ہے وہ نہ دوزوہ امام کو محصوم جانتے ہیں نہ مثل قرآن کے اُن کو واجب اطاعتہ مانتے ہیں، نہ اُن کے احکام کی پیروی کرتے ہیں مصباح الظلم کے مصنف نے تو بہت درد انگیز لہجہ میں

باقی رہی منزلت ہارونی والی روایت وہ البتہ صحیح ہے لیکن اس سے بھی حضرت علی کی خلافت

نہیں ثابت ہو سکتی خاص موقع پر سفر میں جاتے وقت اگر رسول نے حضرت علی کو مدینہ میں خلیفہ بنا دیا تو دوسرے مواقع پر دوسروں کو بھی بنایا ہے یہ وقتی و عارضی خلافت تو بہت سے صحابہ کو حاصل ہے اور یہ فرمانا کہ تم میرے طرف سے اس مرتبہ پر ہو جس مرتبہ پر حضرت ہارون حضرت موسیٰ کی طرف سے تھے یہ بھی دلیل خلافت نہیں کیونکہ حضرت ہارون کو بھی وقتی و عارضی طور پر حضرت موسیٰ خلیفہ بنا کر کوہ طور پر گئے تھے۔ لابی بعدی اسلئے ارشاد فرمایا کہ کہیں کوئی ملحد حضرت علی کے لئے تمام منازل ہارونہ ثابت نہ کرے اور بعدی کا مطلب بعد موتی نہیں ہے بلکہ بعد موتی ہے یعنی حضرت کے نبی ہونے کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ شیعہ جو بعد موتی مراد لیتے ہیں قطع نظر اس سے کہ کوئی فائدہ ان کو نہیں پہنچ سکتا، غلط بھی ہے کیونکہ آیت خاتم النبیین کے بالکل خلاف ہے علاوہ اس کے خود شیعہ کبھی زبان سے یہ نہیں کہتے کہ حضرت کی زندگی میں دوسروں کو نبوت مل سکتی تھی، آپ کے وفات کے بعد نہیں مل سکتی۔

ہاں اس صحیح اور فریقین کی متفق علیہ روایت سے یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی نے حکم رسول کی تعمیل میں جیل حجت نکالی اور جس طرح آپ کے حکم پر بے چون چراسر تسلیم خم کرنا چاہیے تھا، نہیں کیا آخر رسول کو سمجھانا پڑا کہ میرے اس حکم پر عمل کرنے میں تمہاری توہین نہیں ہے، بلکہ میں تمہارا رتبہ بڑھا رہا ہوں اتنی کدوکاشش کے بعد حضرت علی نے حکم رسول کو قبول کیا۔ یہ تعنی امام صاحب کے استدلال کی حقیقت ۱۲۔

۱۳۔ یہ کتاب تھوڑے دن ہوئے بڑے اہتمام کیا تھا چھپ کر شائع ہوئی مصنف اس کے نواب ابدالوہام صاحب ریس پٹنہ میں اور لوج پر لکھا ہے کہ مولوی نجم الحسن صاحب مجتہد مکملہ مولوی مقبول احمد صاحب موتی نے اس کی تصحیح و نظر ثانی کی اور بحکم نواب صاحب رام پور مطبع ریاست میں چھپی موضوع اس کتاب کا یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ واقعہ کربلا کے اسباب کی تلاش کی جائے گی، تہذیب کا بھی بڑا دعویٰ ہے اور عائشہ کے لئے صحابہ کرام کے ناموں کے ساتھ تعظیہ الفاظ بھی مثل حضرت وغیرہ کے لکھے ہیں مگر دیکھنے والا جانتا ہے کہ اس کتاب میں اس قدر گالیاں صحابہ کرام کو بلا و جہا اور بلا ضرورت استدلال دی گئی ہیں کہ ایک شیعہ کافر من مذہبی اس سے پورا ہو سکتا ہے۔ گالیوں کے علاوہ کتابوں کے جھوٹے حوالے عبارتوں کے غلط ترجمے فریب آمیز استدلال اپنی کتابوں کے مضامین کا انکار غرض کہ شیعہ جن کا رویوں کے عادی ہیں سب کچھ اس کتاب میں ہے یہ کتاب ۱۹ ذیقعدہ ۱۳۲۴ھ کو میرے پاس پہنچی اور ماشورائے محرم ۱۳۲۵ھ (باقی اگلے صفحہ پر)

اس کا نام کیا ہے اور جو شہ نام میں یہ راز بھی ان کے قلم سے نکل گیا کہ حضرت عمر کے ایک دینی اشارہ میں خاتم النبیین جیسے اولوالعزم پیغمبر کی بڑی بڑی کوششیں رائگاں ہو جاتی تھیں ان کے مقابلہ میں رسول کو کامیابی نہ ہو سکی ان کے قول "حسبنا کتاب اللہ" نے اس حدیث نبوی کو ڈوڈو لٹر یعنی مردہ قول بنا دیا کہ کسی نے پھر اس کی طرف رخ ہی نہ کیا چند فقرات مصباح الظلم کے اس مقام کے غیرت کے لئے نقل کئے جاتے ہیں، کتاب مذکور کے صفحہ ۵ پر فرماتے ہیں "ہر چند رسول اللہ نے اپنی رحلت کے قریب یہ فرمایا کہ ہم تم میں دو امر بزرگ چھوڑے جاتے ہیں یہ ایسے ہیں کہ اگر تم ان سے متمسک رہو گے تو میرے بعد ہرگز ہرگز گمراہ نہ ہو گے اور وہ دونوں امر بزرگ قرآن اور میرے اہل بیت ہیں مگر شان کبریائی سے حضرت عمر بن خطاب کے قول حسبنا کتاب اللہ کے عشر عشر کے برابر بھی یہ قول نبوی عملی تاثیر نہیں پیدا کر سکا"

نیز اسی صفحہ میں فرماتے ہیں "میں اس جگہ اس سے کوئی بحث نہیں رکھتا ہوں کہ حضرت عمر ابن الخطاب کا قول حسبنا کتاب اللہ اچھا تھا یا برا مگر اس کی تاثیر پر نظر ڈالنا اس کتاب کے احاطہ مقاصد سے ہے"

نیز صفحہ ۱۰ پر فرماتے ہیں "مگر حضرت عمر کے صرف ان تین پار لفظوں نے ایک ایسی نئی اسلامی دنیا قائم کر دی ہے کہ آج تک بڑے زوروں کے ساتھ قائم ہے ہر چند حضرت رسول کا قول بڑی تاکید سے خبر دیتا ہے مگر حضرت عمر کے قول بالانے قول نبوی کو عملی پیرا یہ حاصل ہونے نہ دیا جس کے باعث ارشاد نبوی ایک قولی حیثیت تک محدود رہ گیا۔"

نیز اسی صفحہ میں ہے "مگر اس حدیث پر عامرہ مسلمانان یعنی مسلمانان غیر امامیہ کا نہ کبھی سابق میں عمل درآمد رہا ہے اور نہ آج ہے یہ حدیث نبوی ڈیڈ لٹیر یعنی ایک قول مردہ کی طرح کتابوں میں حوالہ قلم پائی جاتی ہے اور اس سے زیادہ حیثیت کبھی اس کو حاصل نہیں رہی ہے"

بقیہ صفحہ ۱۰۳۶ میں اس کا جواب میں نے ۱۰۳۶ صفحہ پر لکھا جس کا نام ارشاد الام رکھا گیا۔ مگر افسوس کہ میرے تمام مردہ کے زمانہ میں یہ مسودہ مع دو اور مسودات کے حافظ مشتاق احمد صاحب لودھیانوی کی تحویل سے گم ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اگر زندگی باقی ہے اور مشیت الہی می ہے تو پھر اس کا جواب لکھا جاسکتا ہے ورنہ نمونہ کے لئے اسی قدر کافی ہے ۱۲ -



نیز صفحہ ۱۱ میں فرماتے ہیں "کتابوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانان غیر امامیہ از وقت خلیفہ اول تا این دم حسب کتاب اللہ کے متمسک رہے ہیں اور یہ وہ قول ہے کہ جس نے اہلبیت نبوی کے نابود کر ڈالنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا اور سبھی اہل بیت نبوی کی علیحدگی کے ساتھ ایک ایسے مذہب خاص کی بنا ڈالی کہ جس میں تمام غیر امامیہ داخل ہیں اور غیر امامیہ بہت سے فرقتے ہیں"

نیز اسی صفحہ میں ہے "اس حدیث کی رو سے آپ کی عترت یا قرآن کے برابر ہے یا قرآن سے کم تنزل اگر قرآن سے کم بھی ہے تو اتنی ضرور ہے کہ دو امر بزرگ سے ایک امر بزرگ ہے۔ پھر اسی صفحہ میں ہے "راقم کی تجویز میں عترت نبی قرآن سے افضل ہے اس لئے کہ قرآن، قرآن صامت ہے اور عترت نبی قرآن ناطق ہے۔"

پھر اسی صفحہ میں ہے "فرقہ غیر امامیہ جو امامت کو ایک فردی امر سمجھتا ہے اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ قول حسب کتاب اللہ کی تبعیت سے وہ مضمون امامت جو رسول اللہ کے لفظ ثقلین پر مبنی ہے بالکل نادر ہو جاتا ہے، پس امامت منجانب اللہ اگر اس قول کی بدولت لاشے مانی جاتی ہے، تو کوئی جائے تعجب نہیں ہے۔"

نیز صفحہ ۱۲ میں فرماتے ہیں "المختصر قول حسب کتاب اللہ سے جب امامت قرار پا سکتی ہے تو من جانب الناس قرار پا سکتی ہے جیسا کہ فرقہ غیر امامیہ کے ائمہ عموماً من جانب الناس کی حیثیت رکھا کرتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب کے اس قول نے بڑی کامیابی پیدا کی اس قول نے عمی طور پر حدیث ثقلین کو باطل کر ڈالا۔"

نیز صفحہ ۱۹ پر فرماتے ہیں آخر میں راقم کا یہ عرض کر دینا خلاف عمل نہ ہوگا کہ قول حسب کتاب اللہ اس اعلیٰ درجہ کا پولٹیکل وزن رکھتا ہے، اللہ اکبر اس قول نے کیا کیا پولٹیکل نتائج تاریخ عرب میں پیدا کئے ہیں۔ سچ یہ ہے کہ اگر یہ قول حضرت عمر بن الخطاب کے لب مبارک نہ آیا ہوتا تو اس وقت عرب کی تاریخ نہ صرف تمدن بلکہ مذہب کے اعتبار سے بھی ایک دوسرے رنگ کی دکھائی دیتی۔ حقیقت یہ ہے کہ قابل آدمی دنیا میں کیا نہیں کر سکتا ہے، امر واقعی یہ ہے کہ

حضرت عمر بن الخطاب کی پولیٹیکل قابلیت اپنا جواب نہیں رکھتی حضرت معاویہ بن ابی سفیان گو ایک بہت بڑے مدبر ذہین اور فطین بزرگ تھے مگر حضرت عمر بن الخطاب کے پولیٹیکل دماغ سے کوئی نسبت نہیں رکھتے تھے نہ حضرت عمر ہی کا کام تھا کہ صرف ایک مختصر قول سے جناب رسول اللہ کی حدیث ثقلین کو بے اثر کر دیا۔

مصباح النظم کی ان عبارات کے چار نتائج بھی باختصار سن لیجئے اور انہیں سے اس پوری کتاب کی حالت کا اندازہ کر لیجئے۔

**نتیجہ اول**۔ یہ کہ حدیث ثقلین سینوں کی کتابوں میں ڈیڈ لیٹر ہے کبھی کسی نے اس پر عمل نہیں کیا اور نہ صرف اہل سنت بلکہ سوا امامیہ کے جس قدر فرقے اسلام کے ہیں جو بہت ہیں جن کے سامنے امامیہ کو وہ نسبت بھی نہیں جو ایک کو کر دے ہوتی ہے، یہ سب کے سب حدیث ثقلین کے ترک پر متفق ہیں۔

اس نتیجہ پر شیعوہ تو خوش ہوں گے اور تمام اُمت کا اس حدیث ثقلین کے ترک پر متفق ہونا اس امر کی دلیل قرار دیں گے کہ سوا معدومے شیعوں کے ساری اُمت نے رسول کے حکم کو پس پشت ڈال دیا ان کو رسول ہی نہ سمجھا اور نہ ان کے حکم کے ساتھ یہ برتاؤ کیوں کرتے۔

مگر ایک غیر جانب دار شخص جو عقل و انصاف کو ضائع نہیں کر چکا اس نتیجہ سے یہ بات مستنبط کرے گا کہ کسی وجہ سے یہ روایت درج کتب تو ہو گئی مگر یا تو اس کا وہ مطلب نہیں جو شیعہ بیان کرتے ہیں، یا اس کو کسی نے قول رسول نہیں مانا اور نہ عقلاً یہ محال عادی ہے کہ اتنی بڑی جماعت اتنے متعدد و مختلف فرقے سب ویدہ و دانستہ یا بطور خطا کے اپنے نبی کے حکم کے خلاف ورزی پر متفق ہو جائیں۔ ہاں ان سب کے مقابلہ میں ایک فرقہ شیعہ جس کی تعداد بھی بہت کم ہے، اور جس نے سب سے علیحدہ اپنی ڈیڑھ اینٹ کی عمارت بنائی ہے، وہ گمراہ یا غلط کار ہو سکتا ہے۔

لہٰذا چنانچہ اصول حدیث میں طے ہو چکا ہے کہ کوئی روایت ایسی ہو جس پر اُمت میں کوئی عامل نہ ہو وہ روایت بے اصل ہے دیکھو عمل ترمذی۔ بلکہ یہاں تک ہے کہ اگر کوئی صحابی خود اپنی روایت کردہ حدیث کے خلاف عمل کرتا ہو تو وہ حدیث لائق عمل نہیں ۱۲۔

غرض کہ یہ نتیجہ حدیث ثقلین کے بے اصل و بے بنیاد ہونے کی دلیل بن سکتا ہے نہ تمام امت کے گمراہ ہونے کی۔

نتیجہ دوم یہ کہ شیعوں کے مسئلہ امامت کی بنیاد اسی حدیث ثقلین پر ہے، قرآن شریف میں مسئلہ امامت کا ذکر تو کجا قرآن سے اس مسئلہ کا استنباط بھی نہیں ہو سکتا۔

یہ نتیجہ بھی شیعوں کو چاہے کیسا ہی خوشگوار کیوں نہ معلوم ہو مگر دنیا میں کون ہے جو اس مذہب کو اسلام کی شاخ سمجھے جس کے بنیادی مسئلے کو قرآن سے کچھ لگاؤ نہ ہو حتیٰ کہ حبیبنا کتاب اللہ کہنے سے اس مذہب کی تاریخ کئی ہو جائے۔ نیز اس نتیجہ سے یہ بھی ظاہر ہے کہ علمائے شیعہ جو لوگوں کو یہ سبز باغ دکھاتے ہیں کہ مسئلہ امامت قرآن سے بھی ثابت ہے اور متعدد آیات قرآنیہ کا جھوٹا حوالہ دیکر بکھاتے ہیں یہ سب مکر و فریب ہے جس کی کچھ حقیقت نہیں۔

نتیجہ سوم یہ کہ اہل بیت کا رتبہ قرآن سے زیادہ ہے قرآن کو علاوہ محرف ہونے کے صامت یعنی خاموش ہونے کے عیب نے بالکل بیکار کر دیا۔

یہ نتیجہ وہ ہے جس سے مذہب شیعہ کا اندرونی راز معلوم ہوتا ہے یعنی یہ کہ مذہب شیعہ کی بنیاد قرآن کی عداوت و مخالفت پر ہے۔ ظاہر ہے کہ جب اہل بیت کا رتبہ قرآن سے افضل بھی ہے پھر قرآن محرف بھی ہے خاموش بھی ہے تو ائمہ اہل بیت یعنی دوازہ امام کے اقوال و احکام کے مقابلہ میں قرآن کی کیا عزت ہو سکتی ہے اور قرآن سے سروکار رکھنے کی کیا ضرورت باقی رہتی ہے۔

قرآن نے شیعوں کو کوئی ایسا ہی ناقابل تلافی صدمہ پہنچایا ہے جس کے انتقام میں قرآن کی اس قدر توہین ہو رہی ہے ورنہ ہر کتاب صامت ہے اور ہر انسان ناطق پس شیعوں کی حدیث کی کتابیں بھی صامت ہیں لہذا ہر انسان کو نہ سہی تو شیعوں کو اور خاص کر ان کے علما کو ضرور اپنی کتب حدیث سے افضل ہونا چاہئے۔

بہر کیف کچھ بھی ہو اس نتیجہ نے مذہب شیعہ کی حقیقت کو طشت از باہم کر دیا۔ نتیجہ چہارم یہ کہ حضرت عمر کے مقابلہ میں رسول ناکام رہے حضرت عمر کی ادنیٰ توجہ رسول



کی پرزور کوششوں کو بیکار کرنے کے لئے کافی تھی، حضرت عمر کی پولیٹیکل قابلیت کے سامنے رسول کی قابلیت کچھ بھی نہ تھی۔

یہ نتیجہ بھی شیعوں کو مبارک ہو وہ چاہیں حضرت عمر کے مقابلہ میں رسول کو نچا دکھادیں چاہیں خدا کو ان کے مقابلہ میں ناکام ثابت کریں، اور شیعوں کو یہ کہہ کر پھسلا لیں کہ جس کے سامنے بوجہ اس کی لاجواب پولیٹیکل قابلیت کے نہ خدا کی کچھ چلتی تھی نہ رسول کی اس کے سامنے اگر شیر خدا کی کچھ نہ چلی تو تعجب نہ کرو۔

لیکن ایک معمولی سمجھ کا آدمی بھی اس نتیجہ سے یہ سمجھ لے گا کہ اصلی مقصود مذہب شیخ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و نبوت کو مشکوک بنانا اور قرآن شریف نے جو رتبہ عالی آپ کا بیان فرمایا ہے اس کی تکذیب کرنا ہے۔

قرآن کہتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے رسول اور آخری رسول تھے سب رسولوں سے افضل تھے اور سارے عالم کے لئے اور قیامت تک کے لئے مبعوث کئے گئے تھے، اور ان کے ہاتھ میں نبوت و بادشاہت دونوں کی باگ خدا نے دی تھی اور خدا کا مقصود ان کی بعثت سے یہ تھا کہ کفر کی بڑی بڑی سلطنتیں زیر و زبر کر دی جائیں، دین اسلام کو تمام ادیان پر غالب کر دیا جائے، مگر مذہب شیخ یہ کہتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں پولیٹیکل قابلیت ہی نہ تھی اور اگر تھی تو حضرت عمر سے کم اور بہت کم تھی لہذا یا تو خدا سے اس انتخاب میں غلطی ہوئی کیونکہ بادشاہت اور پھر اتنی بڑی بادشاہت کے فرائض بغیر اعلیٰ پولیٹیکل قابلیت کے انجام پذیر نہیں ہو سکتے یا فرشتوں سے غلطی ہوئی کہ وہ بجائے حضرت عمر کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلے گئے یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے غلط دعویٰ نبوت کا کیا اور غلط طور پر اپنے لئے ان مراتب و مناصب کا منجانب اللہ ہونا بیان کیا۔ نعوذ باللہ منہ شر نعوذ باللہ منہ۔

الحاصل۔ یہ حدیث ثقلین شیعوں کے یہاں بڑی چیز ہے اور اسی پر بقول ان کے مذہب کے چکی گھوم رہی ہے۔

## اہلِ سُنّتِ کھٹیفون سے کہا گیا ہے

کہ اس حدیث میں لفظ اہل بیت سے بارہ اماموں کو مراد لینا قطعاً غلط ہے اہل بیت سوا زوجہ کے اولاد کے لئے نہ لغت عرب میں ہے نہ قرآن میں مستعمل ہے دیکھو آیہ تطہیر میں سیاق و سباق قرآنی تبارہا ہے کہ لفظ اہل بیت سے سوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیبیوں کے اور کوئی مراد نہیں ہے مسلمانوں نے کبھی اس آیت سے یہی سمجھا اور ازواج ہی کو آیہ تطہیر کا مصداق قرار دیا اسی لئے آج تک آپ کی ازواج کے لئے مطہرات کا لفظ جو اسی آیہ تطہیر سے ماخوذ ہے روزمرہ میں داخل ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ میں اہل بیت ان کی بی بی کو فرمایا گیا ہے قولہ تعالیٰ رحمۃ اللہ وبرکاتہ علیکم اهل البیت۔ یہاں شیعہ بھی سوا زوجہ کے کسی اور کے مراد ہونے کا احتمال نہیں پیدا کرتے اور نہ کر سکتے ہیں۔

اور بالفرض اگر ازواج کے ساتھ اولاد اور داماد یا چچیرے بھائی کو بھی شامل کیا جائے تو قیامت تک ہونے والی سب اولاد مراد ہوگی اور داماد حضرت عثمان بھی ہیں چچیرے بھائی حضرت عباس کے دس بیٹے بھی ہیں یہ سب بھی اہل بیت ہونگے بارہ کی تخصیص تو کسی طرح ہو ہی نہیں سکتی۔

لفظ اہل بیت کے اس قدر وسیع ہونے کے بعد شیعہ سنی دونوں کے مذہب کے خلاف ہوگا کہ تمک باہل بیت سے اہل بیت کے احکام پر عمل کرنا مراد لیا جائے۔ ورنہ آج ہر سید کو خواہ وہ سنی ہو یا شیعہ بلکہ آریہ و عیسائی ہونے کی صورت میں بھی معصوم منقصر الطاعت ماننا پڑے گا۔ لہذا ضروری ہوا کہ تمک باہل بیت سے ان کے احکام پر عمل کرنا مراد نہ لیا جائے بلکہ ان کے ساتھ محبت کرنا مراد لیا جائے۔

پس مطلب حدیث کا یہ ہوا کہ قرآن کے احکام پر عمل کرو اور میرے اہل بیت کے ساتھ

لے آریہ سید کی مثال سید غلام حیدر دہلوی اور عیسائی سید کی مثال سید عبدالمحق پادری جالندھری جو فی الحال مہارنپور میں پادری ہے ۱۲۔

محبت کرو۔ اس مطلب کی بنا پر اہل سنت کا مسلک حدیث ثقلین کے بالکل مطابق ہے۔ کیونکہ اہل سنت اہل بیت نبی کے اصلی اور حقیقی مصداق یعنی ازواج مطہرات کیساتھ بھی جیسا کچھ اخلاص رکھتے ہیں ظاہر ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کو اور ان کی اولاد کو اور آپ کے دامادوں کو خصوصاً حضرت عثمان اور حضرت علی اور جناب سہ فاطمہ الزہرا اور حضرات حنین رضی اللہ عنہم اجمعین کو جیسا کچھ مانتے ہیں ساری دنیا جانتی ہے۔

## حدیث ثقلین کے مفہوم مشہور پر لائیکل اشکالات

حدیث ثقلین کا جو مطلب شیعہ بیان کرتے ہیں اس پر بھی اعتراضات وارد ہوتے ہیں اور جو مطلب سنیوں کے یہاں مشہور ہے اس پر بھی اور اعتراضات بھی ایسے لائیکل ہیں کہ دونوں کے مذہبی اصول ان کی جواب دہی سے کنارہ کش ہیں۔

شیعوں کے بیان کئے ہوئے مطلب پر ایک اعتراض تو وہ تھا جو اوپر بیان ہو چکا کہ لفظ اہل بیت سے بارہ امام کسی طرح مراد نہیں ہو سکتے جیسا کہ تفسیر آریہ تطہیر میں اس کو بدلائل ثابت کیا جا چکا ہے۔

لفظ اہل بیت سے بارہ امام مراد لینے میں ایک بڑی خرابی یہ بھی ہے جس کو کبھی مسلمانوں کا ایمان قبول نہیں کر سکتا کہ جناب سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا زمرہ اہل بیت سے خارج ہوئی جاتی ہیں۔ اگرچہ شیعوں کو اس کی پرواہ نہیں ہے اور وہ اپنی اس خانہ ساز روایت پر کہ اہل بیت کل نبی و اوصیاء یعنی بر نبی کے اہل بیت وہی ہیں جو بموجب اس کی وصیت کے اس کے جانشین ہوں حضرت فاطمہ کی اس فضیلت کو بڑی خوشی سے قربان کرتے ہیں مگر اہل سنت جو جب ایک حدیث نبوی کے اور بوجہ اطلاقات سلف صالحین کے کبھی اس کو پسند نہیں کر سکتے چنانچہ مولانا حیدر علی صاحب کوشیوں کے مقابلہ پر خاص اسی مسئلہ پر ایک مستقل کتاب لکھنی پڑی جس کا نام الداہیۃ المحاطة علی من اخرج من اهل البيت فاطمہ ہے۔



**دوسرا اعتراض** یہ ہے کہ یہ حدیث اگر صحیح ہے تو مسلمانوں کے لئے واجب الاتباع اشیا کا انحصار دو چیزوں میں ماننا پڑے گا یعنی قرآن اور اہل بیت میں سنت نبوی کوئی چیز نہ رہے گی نہ اس کا اتباع مسلمانوں پر ضروری ہوگا۔ حالانکہ شیعہ بھی اس کو زبان سے کبھی نہیں کہہ سکتے کہ سنت نبوی واجب الاتباع نہیں سیکڑوں حدیثیں ان کے ائمہ معصومین کی ان کی کتابوں میں موجود ہیں جن میں سنت نبوی کے واجب الاتباع ہونے کو بڑے شد و مد سے بیان کیا گیا ہے۔ اصول کافی مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۲۹ باب الاذی بالسنۃ وشواہد الکتاب نکال کر دیکھو متعدد حدیثیں اس مضمون کی ملیں گی۔ ایک حدیث میں امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ من خالف کتاب اللہ وسنة محمد فقد کفر یعنی جو شخص قرآن اور سنت نبوی کی مخالفت کرے وہ کافر ہے۔ ان سب حدیثوں کے علاوہ حضرت علی کی آخری وصیت بھی بہت تصریح کے ساتھ اس مضمون کو بتا رہی ہے بیچ البلاغۃ مطبوعہ مصر قسم اول صفحہ ۲۸۴ میں ہے :-

و من کلامہ علیہ السلام	یہ کلام ہے جناب امیر علیہ السلام کا جو آپ
قالہ قبل موتہ اما وصیتی	نے اپنی موت سے پہلے فرمایا میری وصیت
فاللہ لا تشرکوا بہ شیئا و	یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا
محمد صلی اللہ علیہ وآلہ	اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو ضائع
وسلم فلا تضیعوا سنتہ	نہ کرنا۔ ان دونوں ستونوں کو قائم کرو اور
اقيموا ہذین العمودین واوقدا	ان دونوں چراغوں کو روشن کرو۔ پھر
ہذین المصباحین و خلاکم	بربرائی تم سے دور رہے گی، تا وقتیکہ
ذم مالہ تشر دوا۔	جماعت سے علیحدہ نہ ہو۔

اس وصیت سے معلوم ہوا کہ نجات کے لئے صرف توحید و سنت کافی ہے اگر اہلبیت کے واجب الاتباع ہونے کی کچھ اصلیت ہوتی تو اس آخری وصیت میں ضرور اس کا ذکر ہوتا۔ جناب امیر علیہ السلام نے اس آخری وصیت میں توحید و سنت کی پابندی کیساتھ جماعت سے علیحدہ نہ ہونے کی بھی قید لگا دی اس کی تائید ان کی دوسری احادیث سے

بھی ہوتی ہے چنانچہ بیخ البلاغہ قسم اول صفحہ ۱۶۱ پر جناب امیر علیہ السلام کا ارشاد ہے :-

وسيهلك في صنفان محب  
مفرط يذنب به الحب الى  
غير الحق ومبغض مفرط يذنب  
به البغض الى غير الحق وخير  
الناس في حال النقط الاوسط  
فالزموه والزموا السواد الاعظم  
فان يد الله على الجماعة و  
اياكم والفرقة فان الشاذ  
من الناس للشيطان كما ان  
الشاذ من الغنم للذئب الا  
من دعا الى هذا الشعار فاقتلوه  
ولو كان تحت عمامتي هذا -

اور عنقریب میرے بارہ میں دو گروہ ہلاک  
ہوں گے ایک زیادہ محبت کرنے والا جس کو  
محبت خلاف حق کی طرف لے جائیگی دوسرا  
بغض رکھنے والا جس کو بعض خلاف حق کی طرف  
لے جائیگا میرے بارہ میں سب سے بہتر حالت  
درمیانی گروہ کی ہے لہذا اس کو لازم پکڑو اور  
بڑی جماعت کیساتھ رہو اللہ کا ہاتھ جماعت پر  
ہے خبردار بڑی جماعت سے جدائی نہ اختیار  
کرنا جماعت سے نکل جانے والا شیطان کے  
حصہ میں آجاتا ہے جس طرح گلہ سے علیحدہ ہو  
جانے والی بکری بھڑیے کے حصہ میں آتی  
ہے آگاہ ہو جاؤ جو تم کو جماعت سے  
علیحدگی کی طرف بلاتے اس کو قتل کر دو اگرچہ  
وہ میرے اس عمامہ کے نیچے ہو ہو یعنی  
وہ میں ہی کیوں نہ ہوں۔

کس صفائی کے ساتھ جناب امیر علیہ السلام تاکید فرما رہے ہیں کہ کلمہ گویان اسلام کی بڑی  
جماعت کے ساتھ رہو اور جو اس کا عقیدہ میرے متعلق ہے وہ متوسط درجہ کا ہے وہی عقیدہ  
رکھو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے شیعوں کے غیر ناجی ہونے کے لئے یہی ایک قول جناب امیر کا کافی ہے۔  
جناب امیر علیہ السلام نے بحوالہ قرآن بھی اس مضمون کو اپنے خطبوں میں اور اپنے فرامین میں  
بیان فرمایا ہے کہ قرآن اور سنت کی پیروی کرنا چاہیے بیخ البلاغہ قسم اول صفحہ ۲۵۸  
میں ہے:-

وقد قال الله سبحانه فان  
الشر سببانه فان

تتنازعتم في شئ فردوه  
الى الله والرسول فدره  
الى الله ان نحكم بكتابه  
وساده الى الرسول انناخذ  
بسنته -

اور اولوالامر میں نزاع ہو تو اس نزاع کو اللہ و  
رسول کی طرف رجوع کراؤ اللہ کی طرف رجوع  
کرانے کا مطلب یہ ہے کہ ہم قرآن سے فیصلہ  
کریں اور رسول کی طرف رجوع کرانے کا مطلب  
یہ ہے کہ ہم ان کی سنت سے فیصلہ کریں۔

یہ قول جناب امیر علیہ السلام کا خوارج کے اس اعتراض کے جواب میں ہے کہ تم نے اپنے اور  
معاذیہ کے نزاع کا فیصلہ کرنے کے لئے حکم کیوں بنایا جناب امیر علیہ السلام ایک آیت قرآنی کا حوالہ  
دے کر فرماتے ہیں کہ میں نے جو کچھ کیا حکم خداوندی کے مطابق کیا۔ خدا کا حکم یہی ہے کہ جب تم  
میں اور اولوالامر میں نزاع ہو تو اس نزاع کو اللہ و رسول کی طرف رجوع کراؤ۔ اگر اہل بیت  
کا اتباع واجب تھا تو حضرت علی کو حضرت معاذیہ سے صاف کہہ دینا چاہئے تھا کہ میرے  
ساتھ نزاع ہی جائز نہیں میں تو ازر دئے حدیث ثقلین مثل قرآن کے واجب الاتباع ہوں،  
پھر بیخ بلاغہ تم دوم صفحہ ۹۹ میں حضرت علی کے ایک فرمان بنام اشتر نخعی کا ایک جملہ یہ ہے۔

واسدد الى الله وس رسوله ما  
يضلعك من الخطوب ويشتبه  
عليك من الامور فقد قال  
الله تعالى لقوم احب ارشاده  
يا ايها الذين امنوا اطيعوا الله  
واطيعوا الرسول وادنى الامر  
منكم فان تنازعتم في شئ  
فردوه الى الله والرسول  
فالرد الى الله الاخذ بحكمه  
كتابه والرد الى الرسول الاخذ  
بسنته الجامعة

اور اللہ و رسول کی طرف رجوع کراؤ ان کاموں  
کو جو تمہاری سمجھ میں نہ آئیں اور جو چیزیں تم کو  
مشتبہ معلوم ہوں اللہ تعالیٰ نے جس قوم کو ہدایت  
کرنی چاہا ہوتا یعنی صحابہ کرام اس سے فرمایا ہے  
کہ اے ایمان والو اطاعت کرو اللہ کی اور رسول  
کی اور صحابان مکومہ۔ کہ جو تم میں سے ہوں۔  
پھر اگر تم میں اور اولوالامر میں نزاع ہو تو اس  
نزاع کو اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرانے کا  
مطلب یہ ہے کہ قرآن کی محکم آیتوں  
پر عمل کیا جائے اور رسول کی طرف  
رجوع کرانے کا مطلب یہ ہے کہ ان



کی سنت جامعہ پر عمل کیا جائے

ف۔ جناب امیر علیہ السلام کے اس قول سے اہل سنت و جماعت کی وجہ تسمیہ بھی ظاہر ہو رہی ہے مسلمانوں کا سب سے بڑا گروہ چونکہ رسول کی سنت جامعہ کا شروع ہی سے پابند رہا ہے اس لئے جب اسلام میں نئے نئے فرقے پیدا ہوئے اور ہر ایک نے اپنا اپنا نام تجویز کیا تو اس بڑے گروہ کا نام اہل سنت و جماعت مشہور ہوا۔

الغرض قرآن اور سنت نبوی کا واجب الاتباع ہونا کتب شیعہ سے ان کے ائمہ معصومین خاص کر جناب امیر علیہ السلام کی احادیث سے اس درجہ ثابت ہے کہ شیعہ اگر انکار کرنا چاہیں تو کر نہیں سکتے مگر حدیث ثقلین سنت نبوی کو لاشیٰ محض قرار دیتی ہے اور بجائے اس کے اہل سنت کو واجب الاتباع بتاتی ہے۔

**تیسرا اعتراض**۔ یہ ہے کہ حدیث ثقلین سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن اور اہل بیت دونوں تیا مت تک دنیا کے سامنے موجود رہیں گے اور ان دونوں کے احکام پر عمل کرنا ہر ایک کے لئے ممکن ہوگا۔ ورنہ غیر موجود چیز پر عمل کرنے کا حکم دینا تکلیف مالا یطاق ہوگا جو کسی طرح جائز نہیں مگر اذوائے مذہب شیعہ دونوں چیزیں دنیا سے غائب ہیں اور ان کے غائب ہونے کو صدیاں گزر گئیں بلکہ ان کے موجودگی کا زمانہ بہ نسبت غائب ہونے کے اقل قلیل ہے۔ قرآن تو رسول کی آنکھ بند ہوتے ہی محرف ہو گیا نہ معلوم کتنی آیتیں اور سورتیں نکال ڈالی گئیں کتنی بڑھائی گئیں کہاں کہاں الفاظ و حروف بدلے گئے ترتیب آیتوں کی اور الفاظ و حروف کی الٹ پلٹ کی گئی اصلی قرآن خواب میں بھی دیکھنے کو نصیب نہیں ہوتا۔ رہے اہل بیت تو گیارھویں امام حسن عسکری کے وفات کے بعد جو ۱۲۷ھ میں ہوئی وہ بھی دنیا سے غائب ہو گئے۔ لوگ کہتے ہیں کہ بارھویں امام کسی غار میں پوشیدہ اور زندہ موجود ہیں اور اصلی قرآن بھی ان کے پاس ہے لیکن جب کہ

۱۔ جامعہ کی قید نے مذہب شیعوں کی بیخ کنی کر دی یہ دعویٰ جھوٹ موٹ بھی وہ نہیں کر سکتے کہ ہم رسول کی اس

سنت پر عمل کرتے ہیں جو سب مسلمانوں کو خاص کر صحابہ کرام کو ایک جماعت بنا دیتی ہے ۱۲۔

۲۔ اہل سنت و جماعت وہی لوگ ہیں جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو واجب الاطاعت جانتے ہوں اور رسول کی سنت دین اسلام کے سوا دین نہیں ہے جماعت سے لیتے ہوں چھوٹے چھوٹے فرقوں کی نقل روایت پر اعتبار کرتے ہوں ۱۲۔

کوئی ان کو دیکھ نہیں سکتا ان کی آواز نہیں سن سکتا تو ان کا وجود و عدم برابر ہے۔  
پس اگر حدیث ثقلین سچی ہے تو قرآن کا محرف اور اہل بیت کا غائب ہونا غلط ہے  
اور اگر ان دونوں کا محرف و غائب ہونا صحیح ہے تو حدیث ثقلین غلط ہے اور ان میں سے  
جس کو کبھی غلط مان لیا جائے مذہب شیعہ کی بنیاد متزلزل ہوئی جاتی ہے۔ کیونکہ مذہب  
شیعہ کی ایک بنیاد اگر بقول ان کے حدیث ثقلین پر ہے تو دوسری بنیاد قرآن کے محرف  
ہونے اور اہل بیت کے غائب ہونے پر ہے۔

یہ تین اعتراض شیعوں کے بیان کئے ہوئے مطلب پر تھے اب سنیوں کے بیان کئے  
ہوئے مطلب پر جو اعتراضات ہیں ان کو دیکھو۔

سنیوں کے بیان کئے ہوئے مطلب پر ایک اعتراض تو وہی ہے جو شیعوں پر ہوا کہ  
حدیث ثقلین میں قرآن کے بعد سنت کا ذکر کیوں نہیں ہے حالانکہ قرآن کے بعد سنت کا  
ذکر ضروری تھا۔

**دوسرا اعتراض** یہ ہے کہ تمک باہل بیت کا مطلب محبت اہل بیت بھی صحیح نہیں  
کیونکہ اہل بیت سے خواہ صرف ازواج مطہرات مراد لی جائیں یا ان کے ساتھ اہل قربت بھی  
شامل کر لئے جائیں بہر صورت وجوب محبت کا حکم شرعاً نہ ان کے ساتھ مخصوص ہے نہ ان  
کے ساتھ بلکہ از روئے قرآن تمام مومنین و مومنات پر ایک دوسرے کی محبت واجب ہے  
قوله تعلق المؤمنون والمؤمنات بعضهم اولیاء بعض اور احادیث میں  
خصوصیت کے ساتھ مہاجرین و انصار کی محبت کو علامت ایمان قرار دیا گیا ہے جس کی  
تائید متعدد آیات قرآنی سے ہوتی ہے (دیکھو ہماری تفسیر آیات مدح مہاجرین)۔

اور اگر بقول علامہ نور لیشی جس کو صاحب مرقاۃ نے نقل کیا ہے تمک باہل بیت کا یہ  
مطلب ہو کہ ان کی روایات پر عمل کیا جائے تو یہ چیز بھی مخصوصات اہل بیت سے نہیں  
ہے، جو ثقہ راوی بھی روایت کرے کسی بائد اور اس روایت میں تمام شرائط معمول  
بہا ہونے کے پائے جائیں اس پر عمل کیا جاتا ہے کسی قسم کی تزییح بھی اہل بیت کی  
روایت کو غیر اہل بیت کی روایت پر نہیں دی جاتی۔

یہ دو اعتراض اہل سنت کے بیان کئے ہوئے مطلب پر ہوتے ہیں، پس معلوم ہوا کہ یہ حدیث ان الفاظ اور اس مفہوم کے ساتھ نہ مذہب شیعہ پر صحیح ہو سکتی ہے نہ مذہب اہل سنت پر۔ مگر شیعوں اس حدیث کے ان الفاظ کی صحت سے انکار کر دیں تو ان کے مذہب کا گھروندہ ہی بگڑ جائے۔ بیچارے بالکل اس شعر کے مصداق ہیں۔

دو گونہ رنج و عذاب ست جان مجنون را  
بلائی صحبت لیستی و فرقت لیلی

## فیصلہ

لہذا اہل سنت کے لئے فیصلہ یہ ہے کہ یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ ہرگز صحیح نہیں ہے اور ایسی بات جو ضروریات قطعہ کے خلاف ہو قول رسول ہو ہی نہیں سکتی۔ مدت تک مجھے اس کا خلیجان رہا۔ سب سے پہلے صحیح مسلم میں حدیث ثقلین کی روایت اور اس کے سیاق بیان کو دیکھ کر کچھ سراغ اصل حقیقت کا ملا۔ صحیح مسلم میں یہ روایت یزید بن حبان سے بائیں الفاظ منقول ہے۔

یزید بن حبان کہتے ہیں کہ میں اور حصین بن سبرہ	قال انطلقت انا و حصین بن
اور عمر بن مسلم تینوں زید بن ارقم کے پاس	سبرہ و عمر بن مسلم انی زید
گئے جیب ہم لوگ ان کے پاس بٹھ گئے تو حصین	ابن ارقم فلما جلسنا الیہ قال
نے ان سے کہا کہ اے زید آپ نے بڑی فضیلت	لہ حصین لقد لقیتم یا زید
پائی ہے۔ آپ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو	خیرا کثیرا۔ راایت رسول
دیکھا اور ان کی حدیثیں سنیں اور ان کے ہمراہ جہاد	اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کئے اور ان کے پیچھے نمازیں پڑھیں بلاشبہ	وسمعت حدیثہ و غزوت
آپ نے اے زید بہت فضیلت پائی۔ اے	معہ و صلیت خلفہ لقد
زید ہم سے کچھ بیان کیجئے جو آپ نے رسول	لقیتم یا زید خیرا کثیرا
خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، زید نے	حدیثا زید ما سمعت رسول اللہ
فرمایا اے میرے بھتیجے اللہ کی قسم میری عمر اب	صلی اللہ علیہ وسلم قال یا ابن اخی



زیادہ ہو گئی۔ اور دن بہت ہو گئے، اب میں بعض حدیثیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی جو مجھے یاد تھیں بھول گیا ہوں، لہذا جو کچھ میں تم سے بیان کر دوں اس کو قبول کرو اور جو نہ بیان کرو اس کو نہ پوچھو۔

پھر حضرت زید نے فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز ہمارے درمیان میں خطبہ پڑھنے کھڑے ہوئے اس حوض کے پاس جس کو نذرِ غم کہا جاتا ہے جو مکہ اور مدینہ کے درمیان میں ہے پس آپ نے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اور وعظ و نصیحت فرمائی اس کے بعد فرمایا کہ اے لوگو! میں بھی ایک انسان ہوں قریب ہے کہ میرے رب کا قاصد یعنی موت کا فرشتہ آئے اور میں قبول کر لوں اور دنیا سے چلا جاؤں لہذا تم کو بتائے دیتا ہوں کہ میں تم میں دو وزنی چیزیں چھوڑے جاتا ہوں پہلی چیز ان دونوں میں کی کتاب اللہ ہے جس ہدایت اور نور ہے لہذا کتاب اللہ پر عمل کرو اور اس کو مضبوط پکڑو، پھر آپ نے کتاب اللہ پر عمل کرنے کی تحریریں دتر غیب فرمائی، اسکے بعد فرمایا اور میرے اہل بیت میں تم کو اپنے اہل بیت کے متعلق خدا کی یاد دلاتا ہوں، اپنے اہل بیت کے متعلق خدا کی یاد دلاتا ہوں اپنے اہل بیت کے متعلق خدا کی

والله لقد كبرت سني و قد ام  
عهدى و نسيت بعض الذي  
كنت اعنى من رسول الله صلى  
الله عليه وسلم فما حدثكم  
فاقبلوه و ما لا تكلفونيہ۔

ثم قال قام رسول الله صلى  
الله عليه وسلم يوماً فينا  
خطيباً بما وعدنى خما بين  
مكة و المدينة فحمد الله  
واثنى عليه و وعظ و ذكر ثم  
قال اما بعد الا ايها الناس  
فانبا ان ابشر يوشك ان ياتي  
رسول ساجى فاجيب و انا تارك  
فيكم ثقلين اولهما كتاب الله  
فيه الهدى و النور فخذوا  
بكتاب الله و استمسكوا به  
فحث على كتاب الله و ما غب  
فيه ثم قال و اهل بيتى  
اذكركم الله في اهل بيتى  
اذكركم الله في اهل بيتى  
اذكركم الله في اهل بيتى۔

یاد دلاتا ہوں۔

یہی روایت انہیں یزید بن جان سے صحیح مسلم میں ایک اور طریق سے بھی منقول ہے مگر اصل مقصد کے متعلق الفاظ اور سیاق بیان ایک ہے۔

صحیح مسلم کی اس روایت میں دو چیزوں نے اصل حقیقت کا سراغ بتایا۔ اول یہ کہ کتاب اللہ کے ساتھ اولہما کی لفظ ہے مگر اہل بیت کے ساتھ ثانیہما کی لفظ نہیں ہے، دوم یہ کہ کتاب اللہ کے لئے بدی اور نور کا لفظ ہے اور اس کے ساتھ اخذ و تمسک یعنی عمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اس کی تخریص و ترغیب فرمائی گئی ہے۔ مگر اہل بیت کے لئے یہ کوئی بات نہیں ہے بلکہ صرف اذکر کم اللہ فی اہل بیتی فرمایا جس میں محض ان کے حقوق کی رعایت کی تاکید ہے اور بس۔

لہذا معلوم ہوا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اپنی امت میں ثقلین یعنی دو گراں قدر چیزوں کے چھوڑ جانے کو فرمایا اور ان کے ساتھ تمسک کرنے کا حکم دوسری روایات میں آیا ان میں سے پہلی چیز تو قرآن ہے مگر دوسری چیز اہل بیت نہیں ہیں ورنہ جس طرح قرآن کے لئے اولہما کی لفظ ہے ان کے لئے ثانیہما کی لفظ ہوتی اور جس طرح قرآن کو بدی و نور فرمایا اس کے ساتھ اخذ و تمسک کا حکم دیا اس طرح اہل بیت کیلئے بھی ہونا۔

اس دوسری چیز کو اس روایت میں راوی نے بیان نہیں کیا۔ یہ ایک عام عادت راویوں کی ہے کہ جس ضرورت کیلئے حدیث کی روایت کرتے ہیں اگرچہ وہ حدیث بڑی ہو مگر روایت

لہ اہل بیت سے اگر اس کے حقیقی مصداق یعنی ازواج مطہرات مراد ہوں تب تو ان کے حقوق خود قرآن مجید میں ہیں قولہ تعالیٰ ازواجہ امہاتھنوبی کی بیبیاں ایمان والوں کی ماں ہیں و قولہ تعالیٰ دلائن تکونوا ازواجہ من بعدہ ابدانہی کے بعد ان کی بیبیوں سے کبھی نکاح نہ کرنا لہذا اذکر کم اللہ کا مطلب خوب واضح ہے کہ میں تم کو قرآن کی وہ آیتیں یاد دلاتا ہوں جن میں میری بیبیوں کے حقوق کا بیان ہے خبر واران کو انہی ماں سمجھنا اور ان کیساتھ وہی تبادلاً کرنا جو مال کے ساتھ اولاد کو کرنا چاہیے اور اگر اہل بیت میں اہل قرابت بھی شامل کئے جائیں تو پھر حقوق میں ذرا توسیع کی ضرورت ہوگی وحی الہی نے چونکہ آمد حدیث آنے والے واقعات از قلم جنگ جمل و معرکہ کربلا وغیرہ سے آپ کو آگاہ کر دیا تھا اس لئے آپ کی شفقت کا تقاضا یہ ہوا کہ انہی ازواج اور اہل قرابت دونوں کے متعلق امت کو ہدایت کر جائیں ۱۲۔

میں صرف اتنا ہی حصہ بیان کرتے ہیں جو اس ضرورت سے متعلق رکھتا ہے باقی کو حذف کر دیتے ہیں، جیسا کہ کتب حدیث کے دیکھنے والوں کو معلوم ہے۔

اہل بیت کے دوسری چیز نہ ہونے کو اس روایت کا لفظ ثعقال بھی ظاہر کر رہا ہے۔ کیونکہ لفظ ثعزبان عرب میں تراخی کے لئے آتا ہے جو تباہ رہا ہے کہ اہل بیت کا تذکرہ مضمون ماسبق سے جدا اور علیحدہ ہے اس سے پہلے کوئی اور مضمون تھا جس کو راوی نے حذف کر دیا۔ کسی مسلسل و متصل کلام کے درمیان میں لفظ ثعقال ہرگز نہیں آ سکتا۔

صحیح مسلم کی روایت سے اتنا سراغ ملنے کے بعد اب اس دوسری چیز کی تلاش کی گئی تو حدیث کی سب سے پہلی کتاب اور تمام کتب حدیث کی آہل یعنی امام مالک کی موطنانے ایسی رہنمائی کی کہ ٹھیک منزل مقصود تک پہنچا دیا۔

امام مالک اپنی کتاب موطا میں روایت فرماتے ہیں جس کو صاحب مشکوٰۃ نے بھی باب الاعتصام بالکتاب والسنة کی تیسری فصل میں نقل کیا ہے، الفاظ اس روایت کے حسب ذیل ہیں۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے	قال رسول الله صلى الله عليه
تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں جب تک کہ تم	وسلم تركت فيكم امدین
ان دونوں سے تمسک کرتے رہو گے، ہرگز	لن تضلوا ما تمسكتم بهما
گمراہ نہ ہو گے، اللہ کی کتاب اور اس کے رسول	كتاب الله وسنة رسوله۔

کی سنت۔

اب تو راز بالکل فاش ہو گیا کہ وہ دوسری چیز جو صحیح مسلم کی روایت میں مخدوف ہے، سنت نبوی ہے اور ثقلین جن کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے درمیان میں چھوڑا اور امت کو ان پر عمل کرنے کی تاکید کی، اور قیامت تک ان کے باقی رہنے کی پیشین گوئی بیان فرمائی، وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

لہ حضرت شیخ ولی اللہ محدث دہلوی نے موسمی شرح موطا میں اس کو خوب بیان فرمایا ہے ۱۲۔



اب سارا قرآن حدیث ثقلین کے مطابق ہو گیا، بیشمار احادیث اس کی تائید میں ہو گئیں اُمت کا عمل بھی اس کے مطابق ہو گیا قول نبوی بھی ڈیڑ لیٹر ہونے سے محفوظ ہو گیا کیونکہ تمام اُمت کا اس پر اتفاق ہے کہ قرآن شریف اور سنت نبوی دین اسلام کا ماخذ اور ہر مسلمان کے لئے واجب الاتباع ہیں تمام قرآن تمام احادیث اس تاکید سے پر ہیں کہ قرآن کی اور سنت نبوی کی پیروی کرو۔

اب صرف ایک بات کی گنجائش باقی ہے کہ مؤطا کی یہ حدیث مرسل ہے یعنی امام مالک نے اپنے اوپر کے راویوں کا نام نہیں لکھا، اور حدیث مرسل محدثین کے نزدیک قابل اعتبار نہیں ہوتی تو اگرچہ اس کا جواب یہ ہے کہ معتبر شخص نے اگر حدیث کو مرسل کیا ہے تو حدیث کے معتبر ہونے میں فرق نہیں آتا اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ معتبر کون ہو سکتا ہے، مگر الحمد للہ کہ ہم کو اس جواب کی حاجت باقی نہیں رہی کیونکہ ہم کو اس حدیث کے اور بہت سے طرق مل گئے ہیں جو بجمہ اللہ ارسال سے بالکل پاک ہیں، چنانچہ بالفعل مستدرک حاکم مطبوعہ واثرۃ المعارف جلد اول کتاب العلم صفحہ ۱۳۲ سے دو طریق اس روایت کے ہم نقل کرتے ہیں۔

(۱) حدثنا ابو بکر احمد بن اسحاق الفقیہ ابن العباس بن الفضل الاسفاطی ثنا اسمعیل ابن ابی اویس واخبرنی اسمعیل ابن محمد بن الفضل الشعردانی ثنا جدی ثنا ابن ابی اویس حدثنی ابی عن ثور بن زید الدیلی عن عکرمۃ عن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطب الناس

ہم نے ابو بکر یعنی احمد بن اسحاق فقیہ نے بیان کیا وہ کہتے ہیں ہم کو عباس بن فضل اسفاطی نے خبر دی وہ کہتے ہیں ہم سے اسمعیل بن ابی اویس نے بیان کیا اور اسمعیل بن محمد بن فضل شعردانی نے خبر دی وہ کہتے ہیں ہم سے ہمارے دادا نے بیان کیا وہ کہتے ہیں ہم سے ابن ابی اویس نے بیان کیا وہ کہتے ہیں مجھ سے والد نے ثور بن زید دیلی سے انہوں نے عکرمہ سے انہوں نے حضرت ابن عباس سے روایت کر کے بیان کیا کہ رسول خدا صلعم

نے لوگوں کے سامنے حجۃ الوداع میں خطبہ پڑھایا اور فرمایا کہ شیطان تمہاری اس سرزمین میں اپنی عبادت سے مایوس ہو گیا ہے لہذا وہ اسی بات پر راضی ہے کہ شرک کے ماسوا جو اور چھوٹے چھوٹے کام ہیں انہیں میں اس کی اطاعت کر لی جائے لہذا اس سے بچنا۔ آگاہ رہو اسے لوگوں نے تختہ تختہ میں نے تمہارے درمیان میں وہ چیز چھوڑی ہے کہ اگر تم اس کو مضبوط پکڑو گے تو کبھی ہرگز گمراہ نہ ہو گے اللہ کی کتاب اور اس کے نبی کی سنت۔

ہم کو ابو بکر بن اسحاق فقیہ نے خبر دی وہ کہتے ہیں ہم کو محمد بن عیسیٰ بن سکن واسطی نے خبر دی وہ کہتے ہیں ہم سے داؤد بن عمرو ضبی نے بیان کیا وہ کہتے ہیں ہم سے صالح بن موسیٰ الطلمی نے عبد العزیز بن رفیع سے انہوں نے ابو صالح سے انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کر کے بیان کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تختہ تختہ میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں کہ جن کے بعد تم ہرگز گمراہ نہ ہو گے یعنی اللہ کی کتاب اور اپنی سنت اور یہ دونوں آپس میں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گی یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر پہنچ جائیں۔

فی حجة الوداع فقال قد يئس  
الشیطان بان يعبد باسراضكم  
ولكنه سرضى ان يطاع فيما  
سوى ذلك مما تحاقرون من  
اعمالكم فاحذروا يا ايها الناس  
اني قد تركت فيكم ما ان  
اعتصمتم به فلن تضلوا  
ابدا كتاب الله وسنته  
نبیه۔

(۲) اخبرنا ابو بکر بن اسحاق  
الفقیہ ثنا محمد بن عیسیٰ  
ابن السکن الواسطی ثنا داؤد  
ابن عمرو الضبی ثنا صالح  
ابن موسیٰ الطلمی عن عبد العزیز  
ابن رفیع عن ابی صالح عن  
ابی ہریرة رضی اللہ عنہ  
قال قال رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وآلہ وسلم انی قد ترکت  
فیکم شیئین لن تضلوا  
بعد ہما کتاب اللہ وسنتی  
ولن یفترقا حتی یردا علی  
الحوض۔

حاکم چونکہ مشہور مسائل میں اس لئے امام جرح و تعدیل شیخ الاسلام علامہ ذہبی نے مستدرک حاکم کی تنقید کی ہے اور جہاں کہیں کسی قسم کی جرح ہو سکتی تھی اس کو ظاہر کر دیا ہے، دائرۃ المعارف میں مستدرک حاکم اس تنقید کے ساتھ چھپی ہے تو بجز اللہ علامہ موصوف نے بھی ان دونوں سندوں پر کوئی جرح نہیں کی اور ان کی صحت کو تسلیم کر لیا۔

اب مطلع بالکل صاف ہو گیا، اور حقیقت حال روشن ہو گئی کہ بلاشبہ ثقلین کتاب و سنت میں لا غیر۔

مگر چونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خطبہ میں جس میں ثقلین کا ذکر فرمایا اور یہی بہت سی باتیں بیان فرمائیں ازاںجملہ اہل بیت کے حقوق کا بھی تذکرہ فرمایا اور ان حقوق کا لحاظ رکھنے کی تاکید کی اور کسی راوی نے تو بہ نیت اختصار ثقلین میں سے صرف کتاب اللہ کا ذکر کر کے اہل بیت کا تذکرہ کر دیا جیسا کہ صحیح مسلم کی روایت میں ہوا اور کسی نے غلط فہمی سے اہل بیت ہی کو ثقلین میں سے دوسری چیز سمجھ لیا جیسا کہ دوسری بعض روایات میں ہوا لہذا شیعہ صاحبوں کو خوب موقع ملا کہ انہوں نے اس روایت کو کہیں سے کہیں پہنچا دیا اور اس کی شکل اس قدر تبدیل کر دی کہ اصل صورت کا پہچانا مشکل ہو گیا۔

ازیں افیون کہ ساقی و رے انگند حریفان رانہ سرماند نہ دستار  
حدیث ثقلین کے الفاظ مشہورہ کی روایت جن جن طرق سے منقول ہے ان کو دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ کوئی طرق شیعہ راویوں سے خالی نہیں ہے اور اس روایت میں جو تبدیلیاں ہوئی ہیں سب انہیں کے دست کرم کے نتائج ہیں، لیکن اس وقت ہم نے قصداً اس تنقیدی راستہ کو ترک کر کے صرف اس کی طرف اشارہ کر دیا ہے انشاء اللہ تعالیٰ اس شرح کے حصہ دوم میں یہ کام ہو گا جس میں حدیث کی تنقید کے ساتھ اور بہت سے مخفی رازوں کا انکشاف ہو گا۔

اس وقت ہمارا مقصود صرف اس قدر تھا کہ اگر ہم شیعہ راویوں کی بدیمتی اور ان کی فریب آمیز کارروائیوں سے قطع نظر کر کے اس روایت کے تبدیل اشکال کو صرف راویوں کی غلط فہمی پر محمول کریں تو بھی مطلع صاف ہے، وہ مقصود بعون اللہ تعالیٰ



حاصل ہو گیا۔ قالحمد لله على ذلك حمداً كثيراً.

## خاتمة

۱۱) حدیث ثقتین کے متعلق منہاج السنہ میں شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ نے خلاف عادت بہت مختصر لکھا ہے صحیح مسلم کی روایت کو جو ہم اوپر نقل کر چکے لکھ کر فرماتے ہیں:

صحیح مسلم کے الفاظ تبارہے میں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جس چیز کے تمسک کا ہم کو حکم دیا اور جس سے تمسک کرنے والے کو فرمایا کہ گمراہ نہ ہو گا وہ اللہ کی کتاب ہے اور ایسا ہی اس حدیث کے علاوہ دوسری احادیث میں ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت جابر سے حجۃ الوداع کے متعلق منقول ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفہ کے دن خطبہ پڑھا تو فرمایا کہ میں نے تم میں وہ چیز چھوڑی ہے کہ اگر تم اس سے تمسک کرو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے وہ کتاب اللہ ہے اور تم سے میری بابت پوچھا جائیگا تو کیا جواب دو گے اصحاب کرام نے عرض کیا کہ ہم کہیں گے کہ آپ نے تبلیغ کر دی اور امانت پہنچا دی اور نصیحت کا حق پورا کیا۔ پس آپ نے اپنی انگشت شہادت کو آسمان کی طرف اٹھا کر پھر لوگوں کی طرف جھکا دیا، اور تین مرتبہ فرمایا کہ اے اللہ گواہ رہنا۔ باقی رہا یہ لفظ کہ عترتی اہل بیتی و انہما

وهذا اللفظ يدل على ان الذي امرنا بالتمسك به وجعل المتمسك به لا يضل هو كتاب الله وهكذا جاء في غير هذا الحديث كما في صحيح مسلم عن جابر في حجة الوداع لما خطب يوم عرفة وقال قد تركت فيكم ما لن تضلوا بعده ان اعتصمتم به كتاب الله وانتم تستلون عني فما انتم قائلون قالوا نشهد انك قد بلغت واديت ونصحت فقال باصبعه السبابة يرفعها الى السماء وينكبهما الى الناس اللهم اشهد ثلاث مرات واما قوله وعترتي اهل بيتي وانهم لن يفترقا حتى يردا على الحوض فهذا مراد الترمذي وقد سئل

عنه احمد بن حنبل فضعه  
وضعه غير واحد من اهل  
العلم وقالوا لا يصح -  
لن يفرق احسن يردوا على الخوض اس کو ترمذی  
نے روایت کیا ہے اور امام احمد بن حنبل  
سے پوچھا گیا تو انہوں نے اس کو ضعیف کہا  
اور بھی بہت علماء نے اس کو ضعیف کہا  
اور کہا کہ یہ جملہ صحیح نہیں ہے۔

اس مختصر عبارت سے اگرچہ پوری توضیح مطلب کی نہیں ہوتی مگر پھر بھی اس قدر معلوم  
ہو جاتا ہے کہ علامہ مدوح اس حدیث صحیح مسلم میں صرف کتاب التہ کو ثقلین میں مانتے ہیں اور  
اہل بیت کو ثقلین میں سے دوسری چیز نہیں قرار دیتے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ ترمذی کی روایت  
کو وہ بھی بحوالہ آئمہ جرح و تعدیل ضعیف و غیر صحیح قرار دیتے ہیں۔

(۲) صحیح مسلم کی روایت جو اوپر منقول ہوئی اس کے آخر میں حضرت زید بن ارقم سے یہ بھی  
منقول ہے کہ اہل بیت آپ کے وہ ہیں جن پر ہر قسم حرام ہے ازواج مطہرات کو ایک روایت  
میں داخل اہل بیت مانا ہے۔ اولیٰ کہ روایت میں کچھ ایسے الفاظ ہیں جن سے ازواج مطہرات کے خارج از  
اہل بیت ہونے کا دم ہوتا ہے، اگرچہ امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں دونوں روایتوں میں تطبیق دے کر اس دم کو دفع کر دیا  
ہے، مگر حتیٰ یہ ہے کہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بڑھاپے کی آخری عمر میں سنائی گئی ہے جب کہ وہ فرمایا  
کرتے تھے کہ میری قوت حافظہ میں خلل آ گیا ہے اور بہت سی باتیں میں بھول گیا ہوں، چنانچہ  
صحیح مسلم کی روایت جو میں نے نقل کی ہے اس میں ان کا یہ ارشاد موجود ہے۔ لہذا ایسی  
حالات میں اگر ان سے متضاد اقوال منقول ہوں تو کچھ جابجائی تعجب نہیں۔ پھر ایک  
بات یہ بھی موجود ہے کہ غیر ازواج کو اہل بیت کا مصداق قرار دینے کے لئے حضرت  
مدوح سے ایک دلیل بھی منقول ہے جو محض عقلی ہے اس کا جواب صرف اس قدر  
کافی ہے کہ صحابہ کرام کے وہی اقوال حدیث مرفوع کے حکم میں آتے ہیں۔  
جن کا تعلق رائے سے نہ ہو یعنی بغیر سماع کے ان کا علم نہ ہو سکتا ہو۔  
باقی رہی کسی صحابی کی رائے تو وہ بھی ہمارے اصحاب حنفیہ سے  
نزدیک بڑی چیز ہے، بشرطیکہ دوسرے دلائل اس کے معارضہ ہوں۔

هَذَا خِرَ الْكَلَامَ وَالْحَمْدَ لِلَّهِ ذِي الْجَلَالِ وَالْأَكْرَامِ -

## الْبَيِّنَات

الحمد لله تعالى کہ شرح حدیث ثقلین کا حصہ اول پورا ہو گیا، اور حصہ دوم کیلئے بھی

اس میں ضروری مقدمات ایسے جمع کر دیئے گئے ہیں کہ اگر خدا نخواستہ وہ

میرے قلم سے نہ شائع ہو تو بھی چنداں حرج نہیں اور

انشاء اللہ تعالیٰ دوسرے اہل علم بھی اب اس کام

کو بخوبی پورا کر سکتے ہیں۔ فالحمد لله

اولا و آخر اوظا صرا و

باطنا

❖





وَلَقَدْ قَالُوا كَلْبَةَ اللَّفْرِ كُفْرًا ۖ وَابْعَدُوا سُبُلًا مِمَّا حَرَّمَ رَبُّ بَيْنَنَا وَبَيْنَ أُولَٰئِكَ  
(ترجمہ) اور یہ تحقیق ان لوگوں نے کفر کی بات کہی اور بعد اپنے (اظہار) اسلام کے کافر ہو گئے اور قصد اس تبرکات کا کیا

الْحَمْدُ لِلَّهِ تَعَالَى كَه

الخَامِسُ مِنَ الْمَائَتَيْنِ

عَلَى

الْمُنْحَرِفُ عَنِ الثَّقَلَيْنِ

مَلَقَبَ بِهِ

شرح مسأله امامت

نمبر اول

جس میں شیعوں کے خانہ ساز مسئلہ امامت پر روشنی ڈالی گئی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

حَامِدًا وَمُصَلِّيًا وَسَلَامًا

آج بعد مسئلہ امامت اگرچہ شیعوں کا مشہور مسئلہ ہے اور عام طور پر لوگوں میں شہرت ہے کہ شیعہ اور سنی کے اختلاف کی بنیاد اسی مسئلہ پر ہے لیکن بہت کم لوگ ہیں جو اس مسئلہ کی حقیقت سے واقف ہوں۔

یہ مسئلہ امامت بھی مذہب شیعہ کے ان سرسبزہ اسرار میں سے ہے کہ اگر عام طور پر مسلمان اس سے کما حقہ واقف ہو جائیں تو پھر ان کو مذہب شیعہ کا بطلان معلوم کرنے کے لئے کسی اور چیز کی حاجت نہ رہے۔

اگرچہ میں اپنی متعدد تالیفات میں جسبہ جسبہ اس مسئلہ پر بہت کچھ لکھ چکا ہوں مگر اس وقت خصوصیت کے ساتھ اس مسئلہ پر روشنی ڈالنے کا ارادہ ہے جن تعالیٰ میری مدد کرے۔ وبنعمتہ تتم الصالحات۔

قرن صحابہ کے بعد کلمہ گویان اسلام میں نئے نئے فرقے پیدا ہونے لگے اور ہر ایک نے اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ بنانا شروع کی لیکن ان فرقوں کی بنیاد غلط فہمی یا ہوا پرستی سے پڑی ان میں سے کسی کو دین اسلام کے ساتھ دشمنی نہ تھی اور وہ دین کو بگاڑنا نہ چاہتے تھے، سوا ایک فرقہ روانفق کے کہ اس کے بانی نے دیدہ و دانستہ محض تخریب اسلام کے لئے اس مذہب کو تصنیف کیا۔

ایک طرف تو شیعوں نے قرآن کو مشکوک کرنے کی کوشش کی اور بیان قرآن یعنی صحابہ کرام پر

لے مگر حقیقت یہ ہے کہ شیعہ سنی کے اختلافات کی بنیاد مسئلہ ایمان بالقرآن ہے جیسا کہ میرے متعدد رسائل میں اس کی تحقیق موجود ہے ۱۲۔



جھوٹی جھوٹی تہمتیں لگا کر ان کو مجروح کیا۔ اس پر بھی دل ٹھنڈا نہ ہوا اور دو ہزار سے زائد روایتیں تحریف قرآن کی گڑھیں اور قرآن میں کمی بیشی تبدیل حروف و الفاظ وغیرہ ثابت کر کے اپنے نزدیک قرآن شریف کا ایک حرف بھی لائق اعتبار نہ رکھا۔ اور دوسری طرف رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور ختم نبوت پر حملہ کیا، صحابہ کرام کے مجروح کرنے سے چشم دید شہادت آپ کے نبوت و دلائل نبوت کی جاتی رہی مگر اس پر بھی چین نہ آیا اور مسئلہ امامت تصنیف کیا گیا جس کا مقصود صرف یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد متعدد ہستیاں آپ کے مثل قرار دے کر آپ کی ختم نبوت کو باطل کیا جائے اور آپ کی اطاعت و فرمانبرداری کا طوق گردن سے نکال دیا جائے۔

خدا کا شکر ہے کہ ان لوگوں کو کامیابی نہ ہوئی اور سوا چند سادہ لوحوں یا دین اسلام کے دشمنوں کے کوئی ان کے دام میں نہ پھنسا ورنہ دین پاک کو صفحہ ہستی سے مٹانے میں کوئی کسر باقی نہ رکھی تھی لہذا یہ صاحبان ہمدانی اللہ بینا لوہا کے ”مصدق ہو کے رہ گئے۔ واللہ متعمد“  
نوسہ و لو کورہ انکا فردن۔

واقعی سخت حیرت ہے کہ ان حالات پر کون شخص مذہب شیعہ کو اسلام کی شاخ سمجھ سکتا ہے۔ یقیناً جو لوگ شیعوں کو اسلامی فرقوں میں شمار کرتے ہیں یا تو وہ مذہب شیعہ سے بے خبر ہیں۔ حتیٰ کہ ان کے مسئلہ امامت سے بھی واقف نہیں اور یا محض ظاہری کلمہ خوانی کو وہ شہاد کرنے کیلئے کافی سمجھتے ہیں۔

بہر کیفیت شیعوں کا مسئلہ امامت ہے عجیب چیز اور شیعوں کو اپنی اس ایجاد پر ناز بھی بہت ہے، چنانچہ وہ اپنے لئے امامیہ کا لقب بہت پسند کرتے ہیں۔

اس وقت جو کچھ اس مسئلہ پر لکھنا مد نظر ہے اس کو تین نمبروں پر تقسیم کیا جاتا ہے۔ نمبر اول میں امامت کے متعلق شیعوں کے اعتقادات اور ان کے دلائل، اور ان کے دلائل کے جوابات بیان کئے جائیں گے۔

نمبر دوم میں مسئلہ امامت کی مختصر تاریخ اور اس کے کچھ دلچسپ واقعات کا بیان ہوگا۔ نمبر سوم میں شیعوں کے فرضی آئمہ کے کچھ کارنامے بدیہہ ناظرین کیلئے جائیں گے۔

## امامت کے متعلق شیعوں کے عجیب و غریب اعتقادات

واضح ہو کہ مذہب شیعہ نے امامت کو ایک عجیب و غریب طلسم بنایا ہے اور اس کے متعلق نئے نئے عقیدے تراشے ہیں جن میں سے چند ضروری عقیدے اُن کے یہاں بیان کئے جاتے ہیں۔

### عقیدہ اول

شیعہ کہتے ہیں کہ امامت اصول دین میں سے ہے یعنی جس طرح خدا کی توحید پر نبی کی نبوت پر اور قیامت پر ایمان لانا ضروری ہے اسی طرح امام کی امامت پر سبھی ایمان لانا ضروری ہے۔ اہل سنت کہتے ہیں کہ اصول دین صرف تین ہیں۔ توحید۔ نبوت۔ قیامت۔ اور شیعوں کے نزدیک اصول دین پانچ ہیں یعنی علاوہ ان تین کے دو اور ہیں عدل اور امامت بے شک جو معنی امامت کے اور جو مرتبہ امام کا شیعہ بیان کرتے ہیں، اُس کے لحاظ سے امامت کو ضرور اصول دین میں ہونا چاہیے۔ لیکن کلام اس میں ہے کہ وہ معنی امامت کے محض شیعوں کی ایجاد میں دین الہی میں کہیں ان کا پتہ نہیں۔

شیعوں سے جب کہا جاتا ہے کہ امامت اگر اصول دین میں ہوتی تو جس طرح قرآن مجید میں صاف صاف توحید و نبوت و قیامت کو بیان فرمایا ہے اور ان پر ایمان لانے کا حکم دیا ہے، اسی طرح امامت کو کیوں نہ بیان فرمایا تو اس وقت شیعوں کی سرسبکی قابل دید ہوتی ہے۔

متقدمین شیعہ اس موقع پر دو جواب دیتے تھے اول یہ کہ قرآن محرف ہو چکا ہے، اہلی قرآن میں امامت کا تذکرہ اسی طرح صفائی و صراحت کے ساتھ تھا جیسا کہ توحید و نبوت و قیامت کا ہے، چنانچہ تفسیر صفائی میں تفسیر عیاشی سے منقول ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا۔

لَوْ قُرِئَ الْقُرْآنُ كَمَا أَنْزَلَ  
اگر قرآن اسی طرح پڑھا جائے جیسا کہ  
لَأَلْفَيْتَنَّا فِيهِ مُسْتَمِينَ  
نازل کیا گیا تھا تو یقیناً تو ہم لوگوں کو اس  
میں نام بنام پائے گا۔

نیز اسی تفسیر صافی میں تفسیر عیاشی سے منقول ہے کہ امام باقر علیہ السلام نے فرمایا:-

لَوْلَا أَنَّهُ بِيَدِي الْقُرْآنِ  
وَنُقِصَ مَا خَفِيَ حَقُّنَا عَلَى ذِي  
حِجْبِي -  
اگر قرآن میں بڑھایا گیا نہ ہوتا اور گھٹایا نہ گیا  
ہوتا تو ہم لوگوں (یعنی اماموں) کا حق کسی  
عقل مند پر پوشیدہ نہ رہتا۔

دوسرے جواب یہ کہ قرآن میں امامت کا تذکرہ کیسے ہو سکتا تھا امامت تو ایک راز خداوندی  
ہے جس کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی نبی کو نہیں دی گئی اور نہ جبریل کے سوا  
کسی فرشتے کو اس کی ہوا لگی۔ اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سوا علی کے اور کسی کو اس راز سے

آگاہ کیا۔ چنانچہ اصول کافی میں ہے:-

قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ  
وَلَا يَتَلَّهَ اللَّهُ أَسْرَهَا إِلَى جِبْرِيلَ  
وَأَسْرَهَا جِبْرِيلُ إِلَى مُحَمَّدٍ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَأَسْرَهَا  
مُحَمَّدٌ إِلَى عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ  
وَأَسْرَهَا عَلِيٌّ إِلَى مَنْ شَاءَ  
وَأَنْتُمْ تَذَاعُونَ ذَلِكَ -  
امام باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ ولایت الہی  
یعنی امامت بطور راز کے خدا نے جبریل سے  
بیان کی اور جبریل نے بطور راز کے محمد صلی اللہ  
علیہ وسلم سے بیان کی اور محمد نے بطور راز کے علی  
سے بیان کی اور علی نے بطور راز کے جن لوگوں  
سے چاہا بیان کیا۔ اور اب تم لوگ اس کو  
مشہور کئے دیتے ہو۔

اس قسم کی روایات کتب شیعہ میں بہت ہیں، لیکن اگر ان روایات کو تسلیم کر لیا جائے،  
تو یہ عقیدہ کسی طرح حل نہیں ہو سکتا کہ جو اس طرح راز میں رکھی گئی ہو وہ اصول دین میں کیونکہ  
داخل ہو سکتی ہے اور لوگ اس کے ماننے کے لئے کیسے مکلف ہو سکتے ہیں۔

اور یہ بات بھی کسی کی سمجھ میں نہیں آ سکتی کہ آخر امامت میں کیا بات ہے کہ وہ ایسا راز مخفی  
بتا دی گئی۔ خیر یہ تو جو کچھ ہے وہ ہے مگر ان روایات سے تمام وہ قصے غلط ہو گئے جو شیعہ  
بیان کرتے ہیں کہ غدیر خم کے موقع پر رسول نے ایک بڑے مجمع میں حضرت علی کی امامت کا اعلان  
دیا تھا۔

متاثرین شیعہ اپنے متقدمین کی ان تصریحات اور انہی ان تمام روایات سے آنکھ بند



کر کے قرآن شریف سے امامت کو ثابت کرنے کے ذریعے ہیں اور آیات قرآنیہ کو توڑ مروڑ کر امامت کا مضمون نکالنا چاہتے ہیں جس میں ان کو کسی طرح کامیابی نہیں ہوتی اور بالفرض اگر موبھی جاتی تو سوال یہ تھا کہ جس طرح صاف صاف تصریح کے ساتھ توحید و نبوت وغیرہ کا بیان ہے امامت کا ایسا صاف بیان قرآن شریف میں کیوں نہیں ہے اس سوال کا جواب اس توڑ مروڑ سے نہیں ہوتا۔

## عقیدہ دوم

شیعوں کا اعتقاد ہے کہ کسی وقت دنیا وجود امام سے خالی نہیں ہو سکتی اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک کے لئے امام کا تقرر ہو چکا ہے جن کی تعداد خدا نے بارہ مقرر کی ہے، بارہویں امام پر دنیا کی زندگی کا خاتمہ ہے، اور قیامت ہے۔ ان بارہ اماموں کے نام یہ ہیں۔ علیؑ، حسنؑ، حسینؑ، زین العابدینؑ، باقرؑ، جعفرؑ، موسیٰؑ، رضاؑ، نقیؑ، تقیؑ، حسن عسکریؑ، مہدیؑ، اس عقیدہ کے لئے شیعوں کے پاس سوا اپنی خانہ ساز روایات کے کچھ نہیں ہے، اہلسنت کہتے ہیں کہ ہر زمانہ کے لئے بیشک امام کی ضرورت ہے لیکن محض اس لئے کہ انتظام مسلمان اور سیاست اسلامیہ قائم رہے مگر ان کی تعداد نہ بارہ میں منحصر ہے نہ بارہ سو میں نہ بارہ ہزار میں۔ اس موقع پر یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ شیعوں کے خدا کا تجویز کیا ہوا تختہ غلط نکل گیا دنیا کی عمر جتنی اُس نے تجویز کی تھی، اس سے بہت زائد ہو گئی اور بارہویں امام کی عمر بھی اس کو عادت انسانی کے خلاف بہت بڑھا نا پڑی۔

## عقیدہ سوم

شیعہ کہتے ہیں کہ یہ بارہ امام ہر بات میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مثل ہیں، آپ ہی کی طرح معصوم و مفرض الطاعتہ ہیں اور ان کی بزرگی بھی آپ ہی کے برابر ہے اور ان کو تحلیل و تحریم کا اختیار بھی ہے جس چیز کو چاہیں حلال کر دیں، اور جس چیز کو چاہیں حرام کر دیں۔ اصول کافی ص ۱۱ میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا:۔

جو احکام علی لائے ہیں میں ان پر عمل کرتا ہوں اور جس چیز نے علی نے منع کیا ہے میں اس سے باز رہتا ہوں ان کی بزرگی مثل اس کے ہے جو محمد کی ہے اور محمد کو خدا کی تمام مخلوقات پر فضیلت ہے۔ اور علی پر ان کے کسی حکم کے متعلق اعتراض کرنا ایسا ہے جیسے اللہ پر اور اس کے رسول پر اعتراض کرنے والا اور علی کا انکار کرنے والا چھوٹی بات میں یا بڑی بات میں اللہ کے ساتھ شرک کرنے کی حد میں ہے، امیر المؤمنین اللہ کے دروازہ تھے کہ اللہ تک سوا اس دروازے کے پہنچ نہیں ہو سکتی، اور اللہ کی راہ تھے کہ جو شمعوں کی راہ کے سوا دوسری راہ پر چلا وہ ہلاک ہو اور اسی طرح تمام ائمہ ہدیٰ کی بزرگی یکے بعد دیگرے ہے۔

مَا جَاءَ بِهِ عَلِيٌّ أَخَذَ بِهِ وَمَا نَهَى عَنْهُ أَنتَهَى عَنْهُ جَزَى لَهُ مِنَ الْفَضْلِ مِثْلَ مَا جَرَى بِمُحَمَّدٍ وَبِمُحَمَّدٍ الْفَضْلُ عَلَيَّ جَبِيحٌ مَا خَلَقَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ وَالْمُتَعَقِبُ عَلَيْهِ فِي شَيْءٍ مِنْ أَحْكَامِهِ كَالْمُتَعَقِبِ عَلَى اللَّهِ وَعَلَى رَسُولِهِ وَالرَّادُ عَلَيَّ فِي صَغِيرَةٍ أَوْ كَثِيرَةٍ عَلَى حَدِّ الشِّرْكِ بِاللَّهِ. كَانَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ بَابَ اللَّهِ. الَّذِي لَا يُوتَى إِلَّا مِنْهُ وَسَيْبُهُ الَّذِي مَنْ سَلَكَ بِغَيْرِهِ يَهْلِكُ وَكَذَلِكَ يَجْرِي لِأُمَّةٍ الْهُدَى وَاحِدٌ بَعْدَ وَاحِدٍ۔

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ ان بارہ اماموں کی شان اور فضیلت بالکل رسول

خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی برابر ہے، اور سب انبیاء سے بڑھ کر (معاذ اللہ منہ) حملہ جید رہا میں اسی حدیث کو یوں نظم کیا ہے کہ

ہمہ صاحب حکم برکائنا

ہمہ چوں محمد منزہ صفات

پھر اسی اصول کافی کے ص ۲۱ میں ہے۔

محمد بن سنان کہتے ہیں کہ میں امام محمد تقی علیہ السلام

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِنَانَ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ

راہ یہ بالکل وہی لفظ ہے جو قرآن مجید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ارشاد ہوا ہے قوله تعالیٰ مَا أَشْكُ

الرَّسُولَ فَخَذَرَهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهَوْا ۚ

اَبِي جَعْفَرِ الثَّانِي عَلَيْهِ السَّلَامُ فَاجْرِيَتْ  
 اِخْتِلَافَ الشَّيْعَةِ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اِنَّ اللّٰهَ  
 تَبَارَكَ وَتَعَالٰى لَمَيَّزِلُ مُتَفَرِّدًا  
 بِوَاحِدًا اِنِّيْتِهٖ ثُمَّ خَلَقْتَنِي مُحَمَّدًا  
 وَعَلِيًّا وَقَاطِمَةَ فَمَكَّثُوا اَلْفَ  
 دَهْرٍ ثُمَّ خَلَقْتَ جَمِيْعَ الْاَشْيَاءِ  
 فَاَشْهَدُ اَنَّ هُمْ خَلْقُهَا وَاَجْرِي طَاعَتَهُمْ  
 عَلَيْهِمْ اَوْ فَوْضَ اُمُوْرَهَا اِلَيْهِمْ  
 فَهُمْ يُجِلُّوْنَ مَا يَشَاءُوْنَ  
 وَيُجَرِّمُوْنَ مَا يَشَاءُوْنَ  
 وَلَنْ يَشَاءُوْا اِلَّا اَنْ يَشَاءَ اللّٰهُ  
 تَبَارَكَ وَتَعَالٰى -

کے پاس تمامیں نے شیعوں کے (مذہبی،  
 اختلاف کا تذکرہ کیا تو امام نے فرمایا کر لے  
 محمد بہ تحقیق اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی وحدانیت  
 کے ساتھ منفرد رہا پھر اس نے محمد اور علی  
 اور فاطمہ کو پیدا کیا پھر یہ لوگ ہزاروں برس  
 رہے پھر خدا نے تمام چیزوں کو پیدا کیا، اور  
 ان کو اپنی مخلوق پر گواہ بنایا، اور ان کی  
 طاعت مخلوق پر فرض کی اور مخلوق کے  
 تمام معاملات ان کے سپرد کئے، پس یہ  
 حضرات جس چیز کو چاہتے ہیں حلال کر دیتے  
 ہیں، اور جس چیز کو چاہتے ہیں حرام کر دیتے ہیں، اور وہ ہرگز نہیں  
 چاہتے بغیر اس کے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ چاہے۔

محمد بن سنان نے شیعوں کے مذہبی اختلافات کا سبب امام سے دریافت کیا واقعی  
 شیعوں کا مذہبی اختلاف ان کے علما کے لئے عجیب سوہان روح ہے کوئی مسئلہ ایسا  
 نہیں جس میں مختلف اقوال نہ ہوں تو امام نے اس کے جواب میں ائمہ کے اختیارات ذکر  
 فرمائے مطلب یہ ہوا کہ شیعوں کے یہ اختلاف ائمہ کے اختیارات کی وجہ سے ہیں ایک  
 امام کسی چیز کو حلال کر دیتا ہے دوسرا امام اسی چیز کو حرام کر دیتا ہے۔

اہل سنت کہتے ہیں کہ عصمت خاصۃ نبوت ہے انبیاء علیہم السلام کے علاوہ اور  
 کوئی معصوم نہیں نہ کسی کے معصوم ہونے کی ضرورت ہے، اور رسول خدا صلی اللہ علیہ  
 وسلم کا مثل کسی کو کہنا اور تحلیل و تحریم کا اختیار کسی میں ماننا ختم نبوت کا انکار ہے ہمارے  
 نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مثل دہر تہ نہ کوئی زمانہ گزشتہ میں ہوا اور نہ زمانہ آئندہ  
 میں ہوگا دست قدرت نے کسی کو آپ کا مثل بنایا ہی نہیں۔

شیعوں کے پاس اپنے اس عقیدے کی دلیل سوا ان کی خانہ ساز روایات کے



کچھ نہیں ہے، کسی آیت قرآنی سے استدلال یا کوئی عقلی دلیل جو وہ پیش کرتے ہیں وہ محض فریب ہے جس کی حالت انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ خاتمہ میں بیان ہوگی۔

### عقیدہ چہارم

شیعہ کہتے ہیں کہ اماموں کے کل علوم قرآن و حدیث سے ماخوذ نہیں ہوتے بلکہ ان کے پاس علاوہ قرآن و حدیث کے اور بہت سے وسائل علم کے ہیں۔ ازاںجملہ یہ کہ ان کے پاس مصحف فاطمہ اور کتاب علی رہتی ہے اور ازاںجملہ یہ کہ ان کے پاس ایک چمڑے کا تختہ رہتا ہے، جس میں تمام اولین و آخرین کے علوم بھرے ہوتے ہیں، اور ازاںجملہ یہ کہ فرشتے ان کے پاس آتے ہیں اور ازاںجملہ یہ کہ ہر شب جمعہ کو انہیں معراج حاصل ہوا کرتی ہے اور ہر معراج میں ان کو نئے نئے علوم ملتے ہیں۔ اور ازاںجملہ یہ کہ ہر شب قدر میں خدا کی طرف سے ایک کتاب ان پر نازل ہوا کرتی ہے جس میں سال بھر کے احکام لکھے ہوتے ہیں، اور ازاںجملہ یہ کہ وہ بہت سی چیزیں علم نجوم سے معلوم کر لیتے ہیں۔

اصول کافی ص ۱۲۶ میں ایک مستقل باب ہے جس کا عنوان یہ ہے: باب فیہ ذکر

الصحیفة والجفر والجماعة، مصحف فاطمة علیہا السلام۔

اس باب میں سب سے پہلی حدیث جناب ابوبصیر صاحب سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں ایک روز میں امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس گیا اور میں نے ان سے کہا کہ میں کچھ آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں یہاں کوئی غیر آدمی تو نہیں ہے غرضیکہ بطور راز کے امام نے سب کچھ ان سے بیان فرمایا اس حدیث کے چند فقرات ملاحظہ ہوں۔

پھر امام نے فرمایا کہ اے ابو محمد یہ تحقیق ہمارے	ثُمَّ قَالَ يَا اَبَا مُحَمَّدٍ وَاِنَّ عِنْدَنَا
پاس جامعہ ہے۔ اور لوگوں کو کیا معلوم کہ	الْجَامِعَةُ وَمَا يَدْرِيهَا يَهْدِيهَا الْجَامِعَةُ
جامعہ کیا چیز ہے۔ ابو محمد کہتے ہیں میں نے	قَالَ قُلْتُ جُعِلْتُ فِدَاكَ
کہا کہ میں آپ پر خدا ہو جاؤں جامعہ	وَمَا الْجَامِعَةُ قَالَ صَحِيْفَةٌ
کیا چیز ہے۔ امام نے فرمایا وہ ایک کتاب ہے	طُوْلُهَا سَبْعُونَ ذِمًّا اَعْيَادِيَارًا

جس کا طول ستر ہاتھ ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے رسول کی اپنی منہ کی بونی ہوئی اور علی کے داہنے ہاتھ کی لکھی ہوئی باتیں اس میں ہیں، اس میں تمام حلال و حرام اور تمام وہ چیزیں جن کی لوگوں کو حاجت ہے لکھی ہوئی ہیں یہاں تک کہ زخم سے چھل جانے کی دیت بھی اس میں ہے پھر امام نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے مجھ سے فرمایا کہ اے ابو محمد کیا تم اجازت دیتے ہو میں نے کہا میں آپ پر خدا ہوجاؤں میں تو آپ ہی کا ہوں، آپ جو چاہیں کریں، پھر امام نے اپنے ہاتھ گویا کہ عفتہ کے حالت میں مجھے دبایا اور فرمایا کہ ہاں اس کی دیت بھی۔

پھر امام نے فرمایا کہ بہ تحقیق ہمارے پاس جعفر ہے اور ثوبوں کو کیا معلوم کہ جعفر کیا چیز ہے، میں نے کہا جعفر کیا چیز ہے امام نے فرمایا وہ تھیلہ ہے، چمڑے کا جس میں نمیوں اور وصیوں کا علم ہے اور جو علماء نبی اسرائیل میں گذرے ان سب کا علم اس میں ہے۔

پھر امام نے فرمایا کہ ہمارے پاس مصحف فاطمہ علیہا السلام ہے اور لوگوں کو کیا معلوم کہ مصحف فاطمہ کیا چیز ہے، فرمایا کہ وہ ایک مصحف ہے جو تمہارے اس قرآن سے لگنا ہے تمہارے

رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَإِمْلَائِيهَا مِنْ فَلَاقِ فِيهِ وَخَطِ عَلِيٍّ بِمِثْنِهِ فِيهَا كُلُّ حَلَالٍ وَحَرَامٍ وَكُلُّ شَيْءٍ يَخْتَاجُ إِلَيْهِ النَّاسُ حَتَّى الْأُرْشِ فِي الْخُشَاةِ وَضَرَبَ بِيَدِهِ فَقَالَ لِي تَاذَنْ يَا أَبَا مُحَمَّدٍ قَالَ قُلْتُ جُعِلْتُ فِدَاكَ إِنَّمَا أَنَا لَكَ فَاصْنَعْ قَالَ فَغَمَزَنِي بِيَدِهِ وَقَالَ حَتَّى أُرْشِيَ هَذَا كَأَنَّ مَغْضَبًا -

ثُمَّ قَالَ وَإِنَّ عِنْدَنَا الْجُفْرَ وَمَا يُدِيرُهُمْ مَا الْجُفْرُ قَالَ قُلْتُ وَمَا الْجُفْرُ قَالَ وَعَاءٌ مِنْ أَدِيمٍ فِيهِ عِلْمُ النَّبِيِّينَ وَالْوَصِيِّينَ وَعِلْمُ الْعُلَمَاءِ الَّذِينَ مَضَوْا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ -

ثُمَّ قَالَ وَعِنْدَنَا الْمُصْحَفُ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ وَمَا يُدِيرُهُمْ مَا الْمُصْحَفُ فَاطِمَةَ قَالَ مُصْحَفٌ فِيهِ مِثْلُ قُرْآنِكُمْ

هَذَا ثَلَاثٌ مَرَّاتٍ وَاللَّهُ مَا فِيهِ مِنْ قُرْآنِكُمْ  
حَرْفٌ وَاحِدٌ - تمہارے اس قرآن کا ایک حرف بھی اس میں  
نہیں ہے۔

دیکھو سلمانویہ ہے قرآن عظیم کی قدر و منزلت کہ شیعوں کے امام صاحب اس کو اپنی طرف  
منسوب بھی نہیں کرتے اور فرماتے ہیں کہ مصحف فاطمہ میں تمہارے قرآن کا ایک حرف بھی  
نہیں۔ شاباش۔

پھر اصول کافی کے اسی باب کی دوسری روایت میں مصحف فاطمہ کی حقیقت یوں بیان  
فرمائی ہے کہ:-

إِنَّ اللَّهَ لَمَّا قَبَضَ نَبِيَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ  
دَخَلَ فَاطِمَةً مِنَ الْحُزْنِ مَا لَا يَعْلَمُهُ  
إِلَّا اللَّهُ سَدَّ وَجَلَ فَأَرْسَلَ إِلَيْهَا مَلَكًا  
تَسْلِي غَمَّهَا وَيُحَدِّثُ فَشَكَتَ ذَلِكَ  
إِلَى أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ  
فَقَالَ إِذَا أَحْسَسْتِ بِذَلِكَ وَ  
سَمِعْتِ الصَّوْتَ قُولِي لِي فَأَعْلِمْتَهُ  
بِذَلِكَ فَجَعَلَ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ  
عَلَيْهَا السَّلَامُ يَكْتُبُ كُلَّ  
مَا سَمِعَ حَتَّى أَثْبَتَ مِنْ ذَلِكَ  
مُصْحَفًا - بہ تحقیق اللہ نے جب اپنے نبی علیہ السلام کو  
وفات دی تو فاطمہ کو اس قدر رنج ہوا کہ سوا  
اللہ عزوجل کے کوئی اس کو نہیں جانتا پس اللہ  
نے ان کے پاس ایک فرشتہ کو بھیجا کہ وہ ان  
کے غم کی تسلی کرے اور ان سے باتیں کرے  
فاطمہ نے امیر المؤمنین علیہ السلام سے اس کو  
بیان کیا تو انہوں نے کہا کہ جب تم اس کو محسوس  
کرتا تو مجھے کہہ دینا چنانچہ فاطمہ نے ان کو اس  
کی اطلاع دی تو امیر المؤمنین علیہ السلام نے تمام  
وہ باتیں لکھنا شروع کیں جو فرشتہ سے سنتے  
تھے یہاں تک کہ انہوں نے اس سے ایک  
مصحف تیار کر لیا۔

اس حدیث میں مصحف فاطمہ کتاب علی اور چمڑے کے تھیلے کا بیان ہو چکا اب فرشتوں  
کے آنے کا بیان دیکھیے۔ اصول کافی ص ۱۲۵ میں امام یعقوب سادق سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا:-

يَا خَيْمَةَ حُضْنِ شَجَرَةِ النَّبْوَةِ  
وَبَيْتِ الرَّحْمَةِ وَمَقَارِئِهِ  
لے خیمہ ہم لوگ نبوت کے درخت اور  
رحمت کے گھر ہیں اور حکمت کی کنجیاں اور



الْحِكْمَةُ وَسَعْدَانُ الْعَالَمِ وَمَوْجِعُ  
 الدِّمَالَةِ وَخْتَلَفُ الْمَلِكِ كَتَبَ -  
 علم کے معدن ہیں اور رسالت کے جگہ ہیں  
 اور فرشتوں کی آمد و رفت ہمارے یہاں ہیں -  
 ہر شے جمعہ کو سورج والی روایت ملاحظہ ہو اصول کافی ص ۱۵۵ میں امام صادق سے منقول ہے کہ -  
 يُودُنُ لِأَسْرَاحِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمَوْتَى  
 عَلَيْهِمُ السَّلَامُ وَأَرْوَاحِ الْأَوْصِيَاءِ  
 الْبُوقِ وَسُودِحِ الْوَجِيهِ الَّذِي  
 بَيْنَ أَظْهَرِكُمْ يُعَدَّجُ بِهَا إِلَى  
 السَّمَاءِ حَتَّى تُوَافِيَ عَرْشَ رَبِّهَا  
 فَتَطُوفُ بِهَا أَسْبُوعًا فَتَقْبَلُ  
 عِنْدَ كُلِّ قَائِمَةٍ مِنْ قَوَائِمِ  
 الْعَرْشِ مَا كَعْتَيْنِ ثُمَّ تُرَدُّ إِلَى  
 الْأَبْدَانِ الَّتِي كَانَتْ فِيهَا  
 فَتَقْبَلُ الْأَنْبِيَاءُ وَالْأَوْصِيَاءُ  
 قَدْ مَلِئُوا سُودًا وَيُصْبِحُ  
 الْوَجِيهُ الَّذِي بَيْنَ أَظْهَرِكُمْ  
 وَقَدْ نَزَّيْدًا فِي عِلْبِهِ مِثْلُ  
 الْحَجَرِ الْغَفِيرِ -  
 مرے ہوئے پیغمبروں کی روحوں اور مرے  
 ہوئے وصیوں کی روحوں کو اور جو وصی تمہارے  
 درمیان میں زندہ ہوتا ہے اس کی روح کو  
 اجازت دی جاتی ہے ان کو آسمان کی طرف  
 چڑھایا جاتا ہے یہاں تک یہ سب اپنے  
 پروردگار کے عرش کے پاس پہنچ جاتے  
 ہیں پھر سات مرتبہ عرش کا طواف کرتے ہیں  
 اور عرش کے ہر پائے کے پاس دو رکعت  
 نماز پڑھتے ہیں پھر وہ روحیں ان بدنوں کی  
 طرف واپس کر دی جاتی ہیں جن میں تھیں پس  
 انبیاء و اوصیائے سابقین تو سرور سے برتر ہو  
 جاتے ہیں اور جو وصی کہ تمہارے درمیان میں  
 ہے اس کے علم میں ایک بڑی مقدار مثل جم غفیر  
 کے زیادہ کر دی جاتی ہے -

شبہ والی کتاب ملاحظہ ہو اصول کافی ص ۱۵۳ میں امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے -  
 وَ لَقَدْ قَضَى أَنْ يَكُونَ فِي كُلِّ  
 سَنَةٍ لَيْلَةٌ يُهْبَطُ فِيهَا بِتَنْسِيرِ  
 الْأُمُورِ إِلَى مِثْلِهَا مِنَ السَّنَةِ  
 الْمُقْبِلَةِ -  
 یہ تحقیق یہ نصیہ ہو چکا ہے کہ ہر سال میں ایک رات  
 ایسی ہو کہ اس میں تمام احکام کی تفسیر نازل کی  
 جائے جو سال آئندہ کی اس رات تک پیش  
 آنے والے ہیں -

علاوہ قرظینی صافی شرح کافی کتاب التوحید جز دوم ص ۱۲۲ میں لکھتے ہیں کہ

برای ہر سال کتابے علیحدہ است  
 مراد کتابے ست کہ دران تفسیر احکام  
 حوادث کہ محتاج الیہ امام ست تا سال  
 دیگر نازل شوند بان کتاب ملائکہ و روح  
 و رشب تقدیر امام زمان اللہ تعالیٰ  
 باطل مے کند باں کتاب آنچه را کہ  
 مے خرابد از اعتقادات امام خلائی  
 و اثبات مے کند رد آنچه کہ مے خرابد  
 از اعتقادات ۔

ہر سال کے لئے ایک کتاب علیحدہ ہے اس  
 سے مراد در کتاب ہے جس میں ان حوادث کی  
 تفسیر ہوتی ہے جن کی حاجت امام کو دوسرے  
 سال تک ہے اس کتاب کوئے کفر نیتہ اور  
 روح شب قدر میں امام زیاں پر نازل  
 ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعہ  
 سے امام خلائی کے جن اعتقادات کو چاہتا ہے  
 باطل کرتا ہے اور جن اعتقادات کو چاہتا ہے  
 اس کتاب میں قائم کرتا ہے ۔

ہر شب قدر میں نازل نئی ہوتی ہے کتاب  
 حق جو تھا سال گزشتہ میں اب باقی ہے

جس میں احکام نئے ہوتے ہیں انہوں نے  
 اعتقادات بدل جاتے ہیں ہر سال نئے

علم نجوم کے متعلق اس لیے فرمایا کافی جلد سوم کتاب الروضہ ص ۱۵۲ میں ہے ۔

عَنْ مُعَلَّى بْنِ خُنَيْسٍ قَالَ سَأَلْتُ  
 أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنِ النُّجُومِ  
 أَحَقُّ هِيَ قَالَ لَعَمْرَانَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ  
 بَعَثَ الْمُشْتَرِي إِلَى الْأَمْضِ فِي  
 مَوْتَرَةٍ رَجُلٍ فَأَخَذَ رَجُلًا مِّنَ  
 الْعَجَمِ فَعَلِمَهُ النُّجُومَ حَتَّى ظَنَّ  
 أَنَّهُ قَدْ بَلَغَ ثُمَّ قَالَ لَهُ أَنْظِرْ  
 آيِنَ الْمُشْتَرِي فَقَالَ مَا أَمَّاكَ  
 فِي الْقَلْبِ وَمَا أَدْرِي آيِنَ هُوَ  
 قَالَ فَنَحَاةً وَأَخَذَ مِيدًا رَجُلٍ مِّنَ  
 الْهِنْدِ فَعَلِمَهُ حَتَّى ظَنَّ أَنَّهُ قَدْ بَلَغَ

معلیٰ بن خنیس کہتا ہے میں نے امام جعفر صادق  
 علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا نجوم حق ہے آپ نے  
 فرمایا ہاں بہ تحقیق اللہ عزوجل نے مشتری ستارہ  
 کو زمین کی طرف ایک آدمی کی شکل میں بھیجا  
 اس نے عجم کے ایک شخص کا ہاتھ پکڑ لیا، اور  
 اس کو نجوم سکھایا یہاں تک کہ اس نے خیال  
 کیا کہ اب یہ کامل ہو گیا تو اس سے کہا کہ دیکھ  
 تو مشتری کہاں ہے اس عجمی نے کہا میں عمان  
 میں تو اس کو نہیں دیکھتا اور نہیں جانتا کہ وہ  
 کہاں ہے، پھر مشتری نے اس شخص کو علیحدہ  
 کر دیا، اور ایک ہندی شخص کا ہاتھ پکڑ لیا،

فَقَالَ انْظُرْ اِلَى الْمُشْتَرِي اَيْنَهُ هُوَ  
فَقَالَ اِنَّ حِصَابِي لَيَدُلُّ عَلَيَّ  
اِنَّكَ اَنْتَ الْمُشْتَرِي قَالَتْ  
فَشَهَقَتْ شَهْقَةً فَهَاتَتْ وَ  
وَرِثَتْ عِلْمَهُ اَهْلُهُ فَالْعِلْمُ  
هُنَاكَ۔

اور اس کو نجوم سکھلایا یہاں تک کہ اس نے  
سمجھا کہ یہ کامل ہو گیا تو کہا کہ دیکھ تو مشتری  
کہاں ہے، اس ہندی نے کہا کہ میرا حساب  
تو یہ بتاتا ہے کہ تو ہی مشتری ہے، امام  
نے فرمایا کہ یہ سن کر مشتری نے ایک چیخ ماری  
اور مر گیا اور اس کے علم کے وارث اہل ہند  
ہوئے یہ علم وہیں ہے۔

پھر اس کے بعد دوسری روایت یہ ہے :-

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ  
قَالَ سُئِلَ عَنِ النُّجُومِ وَقَالَ  
لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا أَهْلُ بَيْتِ مَنْ  
الْعَرَبِ وَأَهْلُ بَيْتِ مَنْ  
الْهِنْدِ۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے  
ان سے نجوم کی بابت پوچھا گیا تو انہوں نے  
فرمایا کہ نجوم کو کوئی نہیں جانتا سوا عرب  
کے ایک خاندان اور ہندوستان کے  
ایک خاندان کے۔

عرب کے خاندان سے امام صاحب کی مراد اپنا خاندان ہے اور ہند کا خاندان جو تشریح  
پڑھتوں کا خاندان ہے غالباً اماموں نے انہیں پنڈتوں سے نجوم کو سیکھا کیونکہ مشتری نے علم  
نجوم صرف ایک ہندی شخص کو سکھایا تھا، مشتری کا مر جانا بھی عجیب لطیفہ ہے۔ اب جو لوگ  
آسمان پر مشتری کو دیکھتے ہیں شاید اس کی لاش ہو یا اور کوئی چیز ہو۔

اہل سنت ان باتوں میں سے ایک کو بھی نہیں مانتے اور شیعوں کے پاس ان باتوں کے  
ثبوت میں سوان کی گڑھی ہوئی روایتوں کے اور کچھ نہیں ہے۔ بعض ان میں سے ختم نبوت کے  
صراحتاً خلاف میں جیسے شب قدر والی کتاب اور نئے نئے احکام کا قصہ اور بعض وہ ہیں جن  
کی بنیاد شریعت اسلامیہ نے اکھاڑی ہے جیسے نجوم وغیرہ۔



## عقیدہ پنجم

شیعوں کا اعتقاد ہے کہ ائمہ کے پاس تمام آسمانی کتابیں اپنی اصلی غیر محرف حالت میں موجود ہوتی ہیں، اور وہ ان سب کتابوں کے عالم ہوتے ہیں۔ اور ائمہ کو تمام ماکان و ممالکوں کا علم حاصل ہوتا ہے کوئی چیز ان کے علم سے پوشیدہ نہیں ہوتی۔

اصول کافی ص ۱۳ میں ایک خاص باب اسی بیان میں ہے کہ ائمہ توریت و انجیل کو اصل سریانی زبان میں اس طرح پڑھتے تھے کہ کوئی عیسائی اور یہودی عالم بھی نہ پڑھ سکتا تھا نیز اصول کافی ص ۱۶ میں ایک باب اس بیان میں ہے کہ ائمہ کو تمام گزشتہ اور موجودہ اور آئندہ باتیں معلوم ہوتی ہیں اسی باب میں امام جعفر صادق کا یہ مقولہ بھی ہے کہ اگر موسیٰ اور خضر میرے سامنے ہوتے تو میں ان کو بتاتا کہ مجھے ان دونوں سے زیادہ علم ہے۔

اہل سنت کہتے ہیں کہ یہ خود تراشیدہ افسانے بالفرض صحیح بھی ہوتے تو ان میں کچھ کمال نہ تھا کمال جو کچھ ہے وہ قرآن کے علم میں ہے۔ نہ توریت و انجیل کے علم میں۔

## عقیدہ ششم

شیعوں کا عقیدہ ہے کہ ائمہ کو اسم اعظم یاد ہوتا ہے، اور تمام انبیاء کے معجزات ان کے پاس ہوتے ہیں۔

اصول کافی ص ۱۴ میں ایک باب اسم اعظم کے متعلق ہے اس باب میں امام جعفر صادق سے منقول ہے کہ اسم اعظم میں تہتر حرف ہیں حضرت سلیمان کے وزیر آصف کو صرف ایک حرف معلوم تھا اور عیسیٰ کو دو حرف موسیٰ کو چار، ابراہیم کو آٹھ، نوح کو پندرہ، آدم کو بچیس، مگر ائمہ کو بہتر حرف یاد ہوتے ہیں۔

نیز اصول کافی ص ۱۴ میں ایک باب ہے اس میں اس مضمون کی احادیث ہیں کہ ائمہ کے پاس عصائے موسیٰ، انگشتری سلیمان وغیرہ تمام معجزات انبیائے سابقین موجود تھے۔

اہل سنت کہتے ہیں کہ یہ سب باتیں شیعوں کی گڑھی ہوئی ہیں جن کا کوئی ثبوت سوائے

ان کی جعلی روایات کے نہیں ہے۔ اور پھر لطف یہ ہے کہ جن کے پاس ایسی ایسی چیزیں تھیں، انہوں نے کبھی ان چیزوں سے کوئی کام کیوں نہ لیا، اور منظومیت و ناکامی کی زندگی بسر کر کے اپنے دوستوں کے دل کیوں داغدار کر گئے و لنعلم ما قبل سے

موسلی کی عصا کا تھا فقط نام تو بیکار خاتم بھی سلیمان کی نہ سے کام تو بیکار  
جب خوف یہ غالب تھا کہہ سکتے نہ تھے حق پھر گھر میں پھیر کی تھی مصمصام تو بیکار

### عقیدہ ہفتم

شیعوں کا اعتقاد ہے کہ ہر امام کو اپنی موت کا وقت معلوم رہتا ہے اور ان کی موت ان کے اختیار میں ہوتی ہے۔

اسول کافی ص ۱۵۰ میں ایک مستقل باب اسی بیان میں ہے۔  
اہل سنت ان خرافات کو نہیں تسلیم کرتے جن کی خود واقعات بھی تکذیب کرتے ہوں اگر یہ بات واقعی تھی تو پھر ائمہ فقہیہ کے جھوٹ کیوں بولا کرتے تھے جھوٹے فتوے کیوں دیا کرتے تھے۔

### عقیدہ ہشتم

شیعوں کا عقیدہ ہے کہ امام ہر شخص کو اس کی شکل دیکھ کر اس کی آواز سن کر پہچان لیتا ہے کہ یہ مومن ہے یا منافق ناجی ہے یا ناری  
اصول کافی ص ۲۰۱ میں ہے۔

عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ  
إِنَّا لَنَجْرُتُ الرَّجُلَ إِذَا سَأَيْنَاكَ  
بِحَقِيقَتِهِ الْإِيْمَانَ وَحَقِيقَتِهِ  
النِّفَاقِ -  
امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ انہوں  
نے فرمایا کہ ہم لوگ آدمی کو جب دیکھتے ہیں  
تو اس کو حقیقت ایمان اور حقیقت نفاق  
کے ساتھ پہچان لیتے ہیں۔

پھر اسی صفحہ میں امام جعفر صادق سے مروی ہے کہ ان سے ایک شخص نے ایک مسئلہ

پوچھا، انہوں نے اس کا جواب دیا پھر ایک اور شخص آیا اور وہی مسئلہ اس نے بھی پوچھا امام نے اس کو پہلے جواب کے خلاف جواب دیا، پھر ایک اور شخص آیا اور اس نے وہی مسئلہ پوچھا امام نے اس کو پہلے دونوں جوابوں کے خلاف جواب دیا، پھر اس کے بعد فرمایا کہ امام کی شان یہ ہے کہ۔

لَيْسَ يَسْمَعُ شَيْئًا مِنَ الْأَمْرِ  
يُنْطَقُ بِهَا إِلَّا عَرَفَهُ نَاجِدًا  
هَآلِكَ فَلِذَلِكَ يُجِيبُهُمْ  
بِالَّذِي يُجِيبُهُمْ

امام جب کسی چیز کو جو بولی جانے سنتا ہے تو پہچان لیتا ہے کہ وہ بولنے والا نجات پانے والا ہے یا ہلاک ہونے والا اس لئے ان کو ایسے جواب دیتا ہے۔

اہل سنت اس بات کو کبھی نہیں مانتے اور بالفرض یہ معلوم بھی ہو جائے کہ فلاں شخص ہلاک ہونے والا ہے تو بھی اس کو گمراہی کی بات بتانا جائز نہیں ہو سکتا۔ مسلمان ہو یا کافر، ہو یا ناری ہر ایک کو ہدایت کی بات بتانی جائیے ضلالت کا سبق پڑھانا سخت محسوسیت ہے۔

### عقیدہ نہم

شیعوں کا اعتقاد ہے کہ امام کا تقرر منجانب اللہ ہوتا ہے جس طرح نبی کو نبوت کے لئے منتخب کرنا ان لوگوں کے اختیار اور قدرت سے باہر ہے اسی طرح کسی کو امامت کے لئے منتخب کرنا بھی ان لوگوں کا کام نہیں ہے۔

شیعہ کہتے ہیں کہ ان بارہ اماموں کے لئے بارہ لفاظہ سر بھر خدا کی طرف سے آئے تھے، ہر امام کے نام کا لفاظہ علیحدہ تھا ہر امام اپنے نام کا لفاظہ کھوتا تھا، اور جو اُس میں سکھا ہوتا تھا، اس پر عمل کرتا تھا ہر امام کے نام جداگانہ احکام تھے۔

امول کافی ص ۱ میں ایک مستقل باب اسی بیان میں سے سب سے پہلی حدیث امام جعفر صادق سے منقول ہے جس کے شروع کی عبارت یہ ہے۔

إِنَّ الْوَصِيَّةَ نَزَلَتْ مِنَ السَّمَاءِ  
كِتَابًا لِيَنْزِلَ عَلَى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
بِتَحْقِيقِ وَصِيَّةِ آسْمَانَ سَمِيَّ لِكُمِّي هِزْبِي نَازِلًا  
مُحَمَّدُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرُكُونِي تَحْرِيرِي سِرِّ بَهْرِي سَوَا



وَاللّٰهُ وَسَكَّرَ كِتَابًا مَّحْتُومًا اِلَّا الْوَحْيَةَ ۝ وصیت کے نازل نہیں ہوئی۔

اسی حدیث میں ہے کہ امام حسینؑ کے لغانہ میں یہ عبارت تھی۔

قَاتِلْ فَاُقْتَلْ وَتُقْتَلْ وَاخْرُجْ بِاَحْوَالِكُمْ  
لِلشَّهَادَةِ لَا شَهَادَةَ لِهَمِّ اِلَّا  
مَعَكَ۔

لڑو لوگوں کو قتل کرو، اور قتل ہو جاؤ اور  
لوگوں کو شہادت کے لئے لے کر جاؤ ان کی  
شہادت تمہارے ساتھ ہوگی۔

اور امام زین العابدینؑ کے لغانہ میں یہ عبارت تھی۔

اصمت و اطرق لما حجب  
العلم۔

خاموش رہو اور سر جھکائے رکھو، بوجہ  
اس کے کہ علم پوشیدہ ہو گیا۔

اور امام باقرؑ کے لغانہ میں یہ عبارت تھی۔

فَسَمِ كِتَابَ اللّٰهِ وَصَدِيقِ اَبَاكَ  
وَدِيَارِ اَبْنِكَ وَاَصْطَنَعَ الْاُمَّةَ  
وَقَدْ بِحَقِّ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَقَلِ  
الْحَقَّ فِي الْخَوْفِ وَالْاَمْنِ وَلَا  
تَخَشَّ اِلَّا اللّٰهُ۔

کتاب اللہ کی تفسیر کرو اور اپنے باپ  
دادا کی تصدیق کرو اور امت کی تربیت کرو  
اور خدائے عزوجل کے حق کو قائم کرو، اور  
خوف و امن دونوں حالتوں میں حق کہو  
اور سوا اللہ کے کسی سے نہ ڈرو۔

اور امام جعفر صادقؑ کے لغانہ میں یہ عبارت تھی۔

حدث الناس وافتهم والنشر  
علوم اهل بيتك وصدق  
ابادك الصالحين ولا تخافن  
الا الله عزوجل وانت في  
حذرنا واما ان۔

لوگوں سے حدیث بیان کرو اور ان کو سنتوں سے  
دوا اور اپنے اہل بیت کے علوم کی اشاعت  
کرو، اور اپنے نیک باپ دادا کی تصدیق  
کرو، اور سوا اللہ عزوجل کے کسی سے نہ ڈرو  
تم حفظ و امان میں ہو۔

اسی باب میں حضرت علیؑ کے لغانہ کی عبارت بھی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اے علیؑ صبر  
کرنا غصہ کو روکنا اگرچہ تمہارا حق چھین لیا جائے اور تمہارا نفس غصب ہو جائے اور تمہاری  
عزت برباد کر دی جائے اور حضرت علیؑ نے ان الفاظ میں اقرار کیا تھا۔

نَعْمَ قَبِلْتُ وَرَضِيْتُ وَان  
 اَسْتَهْجَيْتِ الْحُرْمَةَ وَعَطَلْتِ  
 الْمُسْتَنُّ وَمَزَقَ الْكِتَابُ وَ  
 هَدَايَتِ الْكُغْبَةَ وَخَضِبْتَ لِحْيَتِي مِنْ  
 سَرَايِي يَدِي عَيْبِيطٍ صَا بِيَدَا  
 مُحْتَسِبًا اَبَدًا حَتَّى اَقْدَمَ عَلَيْكَ

ہاں میں نے قبول کیا، اور راضی ہو گیا اگرچہ  
 میری بے عزتی کی جائے اور مستین معطل کر دی  
 جائیں، اور قرآن پھاڑ ڈالا جائے اور کعبہ  
 گرا دیا جائے، اور میری داڑھی میرے سر کے  
 تازہ خون سے رنگین کر دی جائے ہمیشہ صبر  
 کروں گا، یہاں تک کہ آپ کے پاس پہنچ  
 جاؤں۔ (اصول کافی ص ۱۴۲)

**ف** :- یہاں ہم کو یہ دکھانا منظور نہیں ہے، کہ آئمہ نے اپنے اپنے لفافوں پر کہاں تک عمل  
 کیا، خصوصاً امام باقر و جعفر کو جو حق گوئی کا نم تھا، انہوں نے کہاں تک حق گوئی سے کام لیا، یہ  
 بجائے خود ایک مستل بحث ہے۔

علامہ خلیل قرظونی اسی حدیث کی شرح میں بے عزتی کے لفظ کا مطلب بیان کرتے ہیں  
 "مراد غضب و خرمین است کہ بزور خواہند گرفت اشارت است بغضب علم کلثوم بنت  
 قاطمہ علیہا السلام را، صافی شرح کافی جز سوم ص ۲۵۰۔"

**ف** :- ایک مرتبہ النعم میں یہ لاجواب بحث پیش کی گئی کہ حضرات خلفائے ثلاثہ ایسے ہی  
 تھے جیسا کہ مذہب شیعہ کا بیان ہے تو حضرت علی نے جس طرح حضرت طلحہ و زبیر و معاویہ  
 رضی اللہ عنہم سے جنگ کی تینوں خلیفہ سے کیوں نہ کی اگر کہو کہ بوجہ اس عہد نامہ صبر کے جنگ نہ  
 کی، تو اس عہد نامہ میں حضرت علی کا اقرار یہ ہے کہ ہمیشہ صبر کروں گا، یہاں تک کہ آپ کے پاس  
 پہنچ جاؤں یعنی مر جاؤں لہذا اس اتر کے رد سے حضرت علی کی تمام راہنمایاں، اہل و صفین وغیرہ  
 کی ناجائز اور قطعی حرام ٹھہریں، اس بحث کا جواب شیعوں کے پردہ نشین محقق مولوی سبط حسن نے  
 سہیل میں یہ دیا کہ ہمیشہ صبر کرنے کا اقرار ہماری روایات میں نہیں ہے حالانکہ ابد احتی اقدام  
 علیہ کے الفاظ خود اصول کافی میں موجود ہیں، جیسا کہ ابھی نقل کئے گئے۔ واقعی اس فرقہ کی  
 جرات جھوٹ بولنے میں قابل تعریف ہے۔

**اہل سنت** ان خرافات میں ایک چیز کو سبھی نہیں مانتے اور شیعوں کے پاس ان کے ثبوت

میں سوا اپنی روایات کے اور کچھ بھی نہیں۔ رجب امام کے منجانب اللہ تقرر کی بحث وہ الشاہ اللہ خاتمہ میں ہوگی۔

### عقیدۂ دہام

شیعوں کا اعتقاد ہے کہ ہر امام کو ایک ایک رجب خدا کی طرف سے ملتا ہے جس میں اُن کے شیعوں کے نام بقید ولایت درج ہوتے ہیں۔

اصول کافی ص ۱۳۶ میں امام رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا:

إِنَّا لَنَعْرِتُ الرَّجُلَ إِذَا رَأَيْنَاهُ بِحَقِيقَةِ  
الْإِيمَانِ وَحَقِيقَةِ النِّفَاقِ وَ  
إِنَّ شَيْعَتَنَا لَمَكْتُوبُونَ بِأَسْمَائِهِمْ  
وَأَسْمَاءِ آبَائِهِمْ أَخَذَ اللَّهُ  
عَلَيْنَا وَعَلَيْهِمُ الْمِيثَاقَ  
بِرُدُونِ مَوَارِدِنَا وَبِإِدْخَالِهِمْ  
مَدُنَنَا لَيْسَ عَلَيْنَا مِلَّةُ الْإِسْلَامِ  
غَيْرِنَا وَغَيْرِهِمْ۔

بہ تحقیق پہچان لیتے ہیں آدمی کو جب اُس کو  
دیکھتے ہیں حقیقت ایمان اور حقیقت نفاق کے  
ساتھ اور بہ تحقیق ہمارے شیعہ رکھے ہوئے  
ہیں اپنے ناموں کے ساتھ اور اپنے باپوں  
کے ناموں کے ساتھ اللہ نے ہم سے اور  
ان سے عہد لیا ہے وہ ہمارے اُترنے کی  
جگہ اُتریں گے اور ہمارے داخل ہونے کی  
جگہ میں داخل ہوں گے نہیں ہے دین اسلام  
پر کوئی سوا ہمارے اور سوائے اُن کے۔

تعجب ہے کہ اس رجب کے موجود ہوتے ہوئے پھر کہا جائے کہ ائمہ دعو کے میں آجاتے تھے،  
اور امام حسین نے جن شیعوں کے خطوط پر اعتبار کر کے کربلا کا سفر اختیار کیا تھا، ان لوگوں کے  
شیعہ ہونے سے انکار کیا جائے۔

### عقیدۂ یازدہم

شیعوں کا اعتقاد ہے کہ امام کی باتیں ہر شخص سمجھ نہیں سکتا یا برداشت نہیں کر سکتا  
اصول کافی مطبوعہ لکھنؤ ص ۲۵۳ میں ایک باب ہے جس کا عنوان یہ ہے: باب فیما جاء



ان حدیثوں سے مستصعب یعنی یہ باب اس بیان میں ہے کہ ائمہ کی حدیثیں بہت مشکل ہوتی ہیں۔

اس باب میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ:

ان حدیثنا صعب مستصعب  
ہماری حدیثیں بہت مشکل ہوتی ہیں ان  
لا یحتملہ الا صدور منیة او قلوب  
کا تحمل نہیں کر سکتے مگر روشن سینے یا قلب  
سلیمة او اخلاق حسنة۔  
سلیم یا عمدہ اخلاق۔

بعض احادیث میں یہ بھی ہے کہ ائمہ نے فرمایا ہماری احادیث کی برداشت کوئی مقرب فرشتہ اور کوئی نبی مرسل اور کوئی مومن کامل الایمان بھی نہیں کر سکتا۔

اگرچہ یہ مضمون محض اس لئے تصنیف کیا گیا تھا کہ روایات شیعہ سے جو لا ینحل اعتراضات شیعوں پر وارد ہوتے ہیں ان کے جواب میں کام آئے اور شیعہ کہہ دیں کہ صاحب ائمہ کی حدیثوں کا سمجھنا ہر ایک کا کام نہیں مگر اب اس مضمون نے یہاں تک ترقی کی کہ فرشتے اور انبیاء اور مومنین سب کے سب ائمہ کی احادیث کے تحمل سے قاصر قرار دیئے گئے، توشیحوں کو بھی پریشانی ہوئی، اور فوراً یہ روایت تصنیف کی گئی جو اصول کافی کے اسی باب میں ہے:

عَنْ بَعْضِ اصْحَابِنَا قَالَ كَتَبْتُ إِلَى  
ہمارے بعض اصحاب سے منقول ہے وہ  
أَبِي الْحَسَنِ صَاحِبِ الْعَسْكَرِ  
کہتے تھے میں نے امام حسن عسکری علیہ السلام  
عَلَيْهِ السَّلَامُ جُعِلْتُ فِدَاكَ  
کو لکھ کر بھیجا کہ میں آپ پر فدا ہو جاؤں امام  
مَا مَعْنَى قَوْلِ الصَّادِقِ عَلَيْهِ  
جعفر صادق کے اس ارشاد کا کیا مطلب ہے  
السَّلَامُ حَدِيثُنَا لَا يَحْتَمِلُهُ  
کہ ہماری حدیثوں کا تحمل نہ کوئی مقرب فرشتہ  
مَلَكَ مُقَرَّبٌ وَلَا نَبِيٌّ مُرْسَلٌ  
کر سکتا ہے، اور نہ کوئی نبی مرسل اور نہ کوئی  
وَلَا مُؤْمِنٌ إِمْتَحَنَ اللَّهُ قَلْبَهُ  
مؤمن جس کے دل کو خدا نے ایمان کے لئے  
لِلْإِيمَانِ۔  
چاپنچ لیا ہو۔

تو جواب یہ آیا کہ حضرت صادق علیہ السلام کے اس قول کا کہ نہ فرشتہ برداشت کر سکتا

ہے، نہ کوئی نبی نہ کوئی مومن یہ مطلب ہے کہ فرشتہ اس کو برداشت نہیں کرتا، دوسرے فرشتے سے کہہ دیتا ہے اور نبی اس کو برداشت نہیں کر سکتا، یہاں تک کہ دوسرے نبی سے اس کو کہہ دیتا ہے اور مومن اس کو برداشت نہیں کر سکتا، یہاں تک کہ دوسرے مومن سے کہہ دیتا ہے۔

لَا يَخْتَمِلُهُ مَلَكٌ وَلَا نَبِيٌّ وَلَا مُؤْمِنٌ إِنْ الْمَلَكُ لَا يَخْتَمِلُهُ حَتَّى يُخْرِجَهُ إِلَى مَلَكٍ غَيْرِهِ وَ النَّبِيُّ لَا يَخْتَمِلُهُ حَتَّى يُخْرِجَهُ إِلَى نَبِيٍّ غَيْرِهِ وَ الْمُؤْمِنُ لَا يَخْتَمِلُهُ حَتَّى يُخْرِجَهُ إِلَى مُؤْمِنٍ غَيْرِهِ۔

خلاصہ یہ ہوا کہ ائمہ کی حدیث کی برداشت نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ضبط نہیں ہو سکتا انٹائے راز ہو جاتا ہے مگر یہ مطلب خود امام صادق کی ایک دوسری حدیث سے غلط ہو جاتا جو اصول کافی کے اسی صفحہ میں ہے:-

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے وہ فرماتے تھے ایک روز تقیہ کا تذکرہ امام زین العابدین علیہ السلام کے سامنے کیا گیا تو انہوں نے فرمایا واللہ اگر ابو ذر کو معلوم ہو جاتا کہ سلمان کے دل میں کیا ہے تو وہ ان کو قتل کر دیتے حالانکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں میں موافقات کرائی تھی پھر اور لوگوں کی طرف تمہارا کیا خیال ہے علما کا علم بہت مشکل ہے۔

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ ذَكَرْتُ النَّبِيَّةَ يَوْمًا عِنْدَ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ فَقَالَ وَاللَّهِ لَوْ عَلِمَ أَبُو ذَرٍّ مَا فِي قَلْبِ سَلْمَانَ لَقَتَلَهُ وَلَقَدْ أَخَارَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُمَا فَمَا ظَنَنْتُمْ بِسَائِرِ الْخَلْقِ إِنْ عَلِمَ الْعُلَمَاءُ صَدَبٌ مُسْتَصْعَبٌ۔

معلوم ہوا کہ ائمہ کے احادیث کے مشکل اور ناقابل برداشت ہونے کا یہ مطلب ہے کہ ایک دوسرے کو قتل کرے نہ وہ جو اوپر کی روایت میں بیان ہوا۔ بہر کیف یہ عجیب معمم ہے کہ امام ہدایت خلق اللہ کے لئے ہے اور اس کی حدیثیں اس قدر مشکل اور ناقابل برداشت ہیں۔

## عقیدہ دوازوم

بارہویں امام کے متعلق شیعوں کا یہ اعتقاد ہے کہ وہ پیدا ہو کر غائب ہو گئے اور غارِ سرمن  
رای میں پوشیدہ ہیں اور جب وہ ظاہر ہوں گے تو تمام دنیا میں شیعوں کی حکومت قائم ہو جائے  
گی اور مخالفین سے خوب انتقام لیا جائے گا۔

وفات شیعوں کے اس مسئلہ امامت کو قدرت نے ایسا پامال کیا کہ کم کسی باطل سے باطل  
عقیدہ کو اس طرح پامال کیا گیا ہوگا۔ یعنی اب صدیوں سے کوئی امام نہیں ہے۔ امام حسن  
عسکری کے بعد سے جن کی وفات ربیع الاول ۳۲۰ھ میں ہوئی اب تک کہ ایک ہزار سال سے  
زائد ہوئے کوئی امام نہیں۔ اس لئے شیعوں کو امام غائب کی ضرورت ہوئی مگر یہ نہ خیال کیا  
کہ ایسا غائب جس سے نہ کوئی مل سکے نہ کسی قسم کی ہدایت اس سے کسی کو حاصل ہو اس کا وجود  
وعدم برابر ہے اب شیعہ بھی روایات ہی پر عمل کر رہے ہیں ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث  
پر عمل کرتے ہیں اور وہ اپنے خانہ سازانہ کی احادیث پر۔

قدرت کے اس روشن فیصلے کے بعد مذہب شیعہ میں اور اس مذہب کے مسئلہ امامت میں  
کیا جان باقی رہ گئی اگر نیت صحیح ہوتی اور غلط فہمی سے اس مذہب کی بنیاد پڑی ہوتی تو یقیناً  
اس کے بعد لوگ اس مذہب سے تائب ہو گئے ہوتے۔

شیعہ تو اب بھی کسی نہ کسی زندہ شخص کو امامِ محصوم بنا لیا کرتے اور اُس کے نام سے نئے  
نئے مسائل کی تصنیف کا سلسلہ جاری رہتا مگر کچھ مجبوریاں ان کو پیش آگئیں اور اصل یہ ہے  
کہ خدا کو یہی منظور تھا کہ اس مذہب کا بطلان ساری دنیا پر اس طرح ظاہر کیا جائے کہ پھر قیامت  
کے دن خدا کے سامنے کوئی کمزور سے کمزور غدر بھی نہ پیش کر سکیں۔

وفات مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر شیعوں کے بارہویں امام صاحب کی غیبت کا  
عجیب و غریب قصہ بھی ناظرین کو سنا دیا جائے۔

امام حسن عسکری جب ۳۲۰ھ میں لا ولد فوت ہوئے تو شیعوں نے مشہور کیا کہ ان کا  
ایک لڑکا زنگس لوندی کے بطن سے پیدا ہوا تھا جو ان کی وفات سے دس دن پہلے غائب



ہو گیا وہی صاحب الامر صاحب الزمان اور مہدی اور قائم ہے۔ یہ بھی تحقیق نہیں ہوا کہ غائب ہوتے وقت اس کی عمر کیا تھی کوئی چار سال کی عمر بتاتا ہے کوئی دو سال کی۔

بادشاہ وقت نے بھی بہت تفتیش کی مگر یہی تحقیق ہوا کہ امام حسن عسکری لا ولد تھے بادشاہ نے تمام مکان کی تلاشی لی تہ خانے کھدوائے مکان کی موریوں کھدوا کر دیکھیں مگر کہیں کسی بچہ کا پتہ نہ ملا۔ امام حسن عسکری کے اغوہ نے بھی شہادت دی کہ وہ لا ولد تھے۔ چنانچہ ان کے بھائی جعفر نے ایسا ہی کیا سنی کہ امام حسن عسکری کی میراث بھی ان کی والدہ اور بھائی پر تقسیم ہو گئی۔

اُصول کافی ص ۲۱۶ ہے۔

بادشاہ وقت کے نزدیک یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ ابو محمد یعنی حسن عسکری گزر گئے اور انہوں نے کوئی اولاد نہیں چھوڑی اور ان کی میراث بھی تقسیم ہو گئی اور اس کو ان لوگوں نے لیا جن کا کچھ حق نہ تھا۔

فَإِنَّ الْأَمْرَ عِنْدَ التُّلْطَانِ أَنْ  
أَبَا مُحَمَّدٍ مَضَى وَلَهُ تَخْلِيفٌ  
أَحَدًا وَقَسِيمٌ مِيرَاثًا وَأَخَذَا  
مَنْ كَا حَقَّ لَهُ فِيهِ۔

باوجود ایسی زبردست تحقیقات اور شہادتوں کے شیعوں اس بات پر مصر ہیں کہ امام حسن عسکری نے ایک لڑکا چھوڑا تھا اور وہ جو امام غائب ہے شیعوں نے کمال تو یہ کیا کہ امام حسن عسکری کے حقیقی بھائی نے جو ان کے خلاف شہادت دی تو ان کو کذاب کا لقب دیا شیعوں نے ان کا نام لیتے ہیں تو جعفر کذاب کہتے ہیں یہ تعظیم اہل بیت۔

شیعوں صاحبان یہ بھی کہتے ہیں کہ امام مہدی جب چار سال یا چھ سال کی عمر میں اپنے گھر سے غائب ہوئے تو اصلی قرآن اور مصحف فاطمہ اور کتاب علی اور چمڑے والا تھیلہ، اور عصائے موسیٰ و انگشتری سلیمان وغیرہ معجزات کا گٹھرا نپی نفل میں دبا کر لے گئے۔ اور شیعوں کے لئے کچھ نہ چھوڑ گئے۔

پہلے تو شیعوں نے یہ مشہور کیا کہ امام مہدی صرف چھ دن یا چھ مہینے یا چھ برس کے لئے غائب ہوں گے، چنانچہ اُصول کافی ص ۲۱۱ میں خود حضرت علی سے روایت ہے۔

فَقُلْتُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ وَكَهْرٌ  
میں نے کہا کہ یا امیر المؤمنین کتنے دنوں حیرت

کیون الحیرة والغیبة فقال ستة ايام اور غیبت ہوگی تو جناب امیر نے فرمایا کہ  
اوستة اشهر اوست ستین۔  
چھ دن یا چھ مہینے یا چھ سال۔

علامہ قزوینی نے صافی شرع کافی میں اس حدیث کی تاویل کی ہے کہ چھ دن یا چھ مہینے  
یا چھ سال حیرت کی مدت ہے نہ غیبت کی اور حیرت شیعوں کو ہوگی نہ امام کو حالانکہ یہ دونوں  
باتیں غلط ہیں عبارت حدیث بتا رہی ہے کہ سائل نے حیرت و غیبت کی مدت دریافت کی ہے،  
اور حیرت و غیبت دونوں امام ہی کو ہوں گی، چنانچہ ہماری منقولہ عبارت کے اوپر یہ ہے  
وَيَكُونُ لَهُ غَيْبَةٌ وَحَيْرَةٌ۔

اسی روایت کے آخر میں ایک عجیب پیش بندی کا جملہ یہ بھی ہے کہ حضرت علی نے فرمایا  
کہ خدا جو چاہے گا کرے گا اس کو بڑا بہت ہوتا ہے۔

بہر حال چھ دن اور چھ مہینے اور چھ برس گزر گئے، اور امام مہدی کی غیبت ختم نہ ہوئی  
اب چاہے یوں کہئے کہ حضرت علی کی پیشین گوئی پوری نہ ہوئی، اور چاہے یوں کہئے کہ  
خدا کو بڑا ہو گیا۔

روایات شیعہ میں یہ مضمون بھی ہے کہ ظہور مہدی کے لئے سنہ ہجری مقرر تھا  
مگر جب سنہ گزر گیا، اور امام مہدی ظاہر نہ ہوئے تو یہ بات بنائی گئی کہ امام حسین کی شہادت  
کی وجہ سے خدا کو غصہ آگیا اور اُس نے امام مہدی کا ظہور بجائے سنہ کے سنہ مقرر کیا ہے  
لیکن جب یہ وقت بھی گزر گیا تو یہ بات تصنیف کی گئی کہ شیعوں نے اقلے راز کر دیا، اور  
خدا کو غصہ آگیا لہذا خدا نے سنہ کو بھی لٹال دیا، اور اب کوئی وقت ظہور مہدی کا  
مقرر نہیں ہے۔

اصول کافی ص ۲۲ میں امام باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ :-

إِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى قَدْ كَانَ  
بِه تَحْتِيقِ اللَّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى فِي هَذَا  
وَقَّتَ هَذَا الْأَمْرَ فِي السَّبْعِينَ  
كَأَوْقَاتِ سَنَةٍ فِي مَقَرِّ كَيْتَاهُ، مَكْرَجِ  
حَسَنِ صَلَوَاتِ اللَّهِ عَلَيْهِ قَتْلَ هُوَ تَوَالِدِ  
فَلَمَّا أَنْ قَتِلَ الْحُسَيْنُ صَلَوَاتُ  
اللَّهِ عَلَيْهِ إِشْتَدَّ غَضَبُ اللَّهِ عَلَى  
كَأَوْقَاتِ زَمَنِ وَالْوَلِّ بِرِزْيَادِهِ هُوَ كَيْتَاهُ،

أَهْلِ الْأَرْضِ مِنْ فَآخِرَةِ إِلَى أَرْبَعِينَ  
وَمَائَةٍ مُخَدَّ شَاكِرًا فَادْعَتُهُ لِحَدِيثٍ  
فَلَسَفْتُمْ قِنَاعَ السِّمَاءِ وَلَمْ يَجْعَلِ  
اللَّهُ بَعْدَ ذَلِكَ وَقْتًا عِنْدَنَا قَالَ  
أَبُو حَمْزَةَ فَحَدَّثْتُ بِذَلِكَ أَبَا  
عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ قَدْ  
كَانَ ذَلِكَ -

اس نے سزا تک اس کام کو پیچھے کر دیا، پھر  
ہم نے تم سے بیان کیا اور تم نے بات مشہور  
کر دی اور افشائے راز کر دیا اور اس کے  
بعد اللہ نے کوئی وقت ہمارے نزدیک معین  
نہیں کیا۔ ابو حمزہ کہتا ہے، میں نے یہ حدیث  
جعفر صادق علیہ السلام سے بیان کی تو انہوں  
نے فرمایا کہ ایسا ہی ہوا۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ پہلے خدا کا ارادہ کسی اور کو مہدی بنانے کا تھا، امام حسن عسکری  
کے لڑکے کو مہدی بنانے کا ارادہ نہ تھا، کیونکہ امام حسن عسکری کا لڑکا تو شہد یا شہدہ میں پیدا  
بھی نہ ہوا تھا، اس کی ولادت تو بقول شیخ ۲۵۲ یا شہدہ میں ہوئی۔ اس مضمون کی تائید شیخوں  
کی دوسری روایات سے بھی ہوتی ہے، چنانچہ ایک روایت میں تصریح وارد ہو ہے کہ امام جعفر  
صادق ہی کو خدا مہدی بنانا چاہتا تھا، مگر نہ معلوم کیا تصور ان سے سرزد ہوا کہ یہ سہرا ان کے  
سر نہ بندھا، علامہ طوسی کتاب الغیبة میں لکھتے ہیں:-

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ النَّوَاءِ قَالَ سَمِعْتُ  
أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ  
كَانَ هَذَا الْأَمْرُ فِي فَآخِرَةِ اللَّهِ  
وَيَفْعَلُ اللَّهُ فِي ذُرِّيَّتِي مَا  
يَشَاءُ -

عثمان بن نواء سے روایت ہے وہ کہتے ہیں  
میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا  
وہ فرماتے تھے کہ یہ عہدہ میرے ہی لئے تھا  
مگر اس کو اللہ نے مؤخر کر دیا، اور اب اللہ  
میری اولاد میں جو چاہے گا کرے گا۔

المختصر امام مہدی کے معاملہ میں خدا کو کسی قسم کا بد ہوا اور بار بار ہوا یعنی اس میں بھی بد ہوا  
ہوا کہ مہدی کس کو بنایا جائے، اور پھر امام مہدی کے ظہور کی تعیین میں بھی بد ہوا۔ تعالیٰ اللہ  
صا بقول الظالمون علواً کبیرا -

اسی اصول کافی میں بعض روایات اس مضمون کی بھی ہیں، کہ ظہور مہدی کا وقت جن لوگوں  
نے بیان کیا وہ سب جھوٹے تھے صفحہ ۲۳۲ میں ہے:-



عَنِ الْفُضَيْلِ بْنِ يَسَافٍ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ قُلْتُ لِهَذَا الْأَمْرِ وَقْتُ فَقَالَ كَذِبَ الْوَقَاتُونَ كَذِبَ الْوَقَاتُونَ كَذِبَ الْوَقَاتُونَ.

فضیل بن یسار امام باقر علیہ السلام سے روایت کرتا ہے کہ میں نے امام سے کہا کہ اس کام یعنی ظہور مہدی کا کوئی وقت مقرر ہے۔ امام نے کہا وقت مقرر کرنے والے جھوٹے ہیں۔ وقت مقرر کرنے والے جھوٹے ہیں۔ وقت مقرر کرنے والے جھوٹے ہیں۔

امام باقر نے ظہور مہدی کا وقت بیان کرنے والوں کو جھوٹا کہہ دیا حالانکہ وقت بیان کرنے والے سب ائمہ ہی تھے لیکن پھر اپنے باپ دادا کی لاج رکھنے کے لئے اسی روایات منقولہ کے آخر میں یہ بھی فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام نے تیس دن کا وعدہ کیا تھا مگر جب ننانے دس دن اور بڑھا دیئے تو لوگوں نے کہا موسیٰ نے وعدہ خلافی کی۔ مطلب امام صاحب کا یہ ہے کہ امام مہدی کے ظہور کا وقت اگر ٹل گیا تو کچھ اعتراض کی بات نہیں پیغمبروں کے وعدے بھی خلاف ہو چکے ہیں۔ حالانکہ یہ محض غلط ہے پیغمبر اور ان کی بات ٹل جائے نامکن بات ہے۔ اور یہاں تو درپردہ وعدہ خلافی کا الزام ہے کہ خدا نے پہلے تیس دن میں تو ریت دینے کا وعدہ کیا پھر دس دن اور بڑھا کر چالیس کر دیئے۔ نعوذ باللہ منہ۔ خداوند کریم نے تیس دن میں جو وعدہ کیا تھا۔ وہ پورا ہوا اور تیس دن کے بعد تو ریت ملنا شروع ہو گئی ایک تختی روزانہ ملتی تھی لہذا دس تختیاں دس دن میں ملیں سورہ اعراف میں صاف مذکور ہے۔

وَوَاعَدْنَا مُوسَىٰ ثَلَاثِينَ لَيْلَةً وَأَتَمَّمْنَاهَا بِعَشْرِ فِتْنَةٍ مُبِيقَاتٍ رَبِّهِ أَدْبَعِينَ لَيْلَةً

اور وعدہ کیا ہم نے موسیٰ سے تیس رات کا اور پورا کیا۔ اس کو ہم نے دس دن میں پس ان کے رب کا وعدہ چالیس دن میں پورا ہوا۔

اور یہ صورت حضرت موسیٰ کو پہلے ہی بتا دی گئی تھی جیسا کہ سورہ بقرہ میں ہے۔

وَإِذْ وَاعَدْنَا مُوسَىٰ أَسْرَبَعِينَ لَيْلَةً

ہم نے موسیٰ سے چالیس رات کا وعدہ کیا تھا۔

اب یہ بھی دیکھنا ہے کہ امام مہدی غائب کیوں ہوئے۔ اصول کافی ص ۲۱۲ میں زرارہ

صحاب سے روایت ہے۔۔

سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ  
السَّلَامُ يَقُولُ إِنَّ لِلْقَائِمِ غَيْبَةً  
قَبْلَ أَنْ يَقُومَ إِنَّهُ يَخَافُ  
وَأَوْحَى بِيَدِهِ إِلَى بَطْنِهِ يَعْنِي  
الْقَتْلَ۔

میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا  
وہ فرماتے تھے کہ قائم کے لئے غیبت ہوگی قبل  
اس کے کہ وہ قائم ہوں یہ تمہیں وہ خوف کریں گے  
اور امام نے اپنے ہاتھ سے اپنے پیٹ کی طرف  
اشارہ کیا یعنی قتل (اسے وہ ڈریں گے)۔

تعب و محنت کے پاس تمام انبیاء کے معجزات ہوں۔ عصا نے موسیٰ انگشتری سلیمان جیسی  
چیزیں اس کے قبضہ میں ہوں اسم اعظم اس کو یاد ہو اور وہ اپنے مرنے کا وقت بھی جانتا ہو وہ  
اس قدر خائف ہو کہ مارے خوف کے بھاگ کر اپنے کو لاپتہ کرے۔

اچھا اب وہ کب اس غارت سے باہر تشریف لائیں گے اور کب ان کا یہ خوف زائل ہوگا۔  
اس کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے کیونکہ پہلے جب وقت مقرر کیا گیا وہ سب بھوٹ نکل گیا۔  
اب یہ ہے کہ جس وقت تین سو تیرہ مخلص شیعوں تمام دنیا میں ہو جائیں گے اس وقت وہ ظہور  
فرمائیں گے، احتجاج طبری مطبوعہ ایران ص ۱۲۳ پر امام محمد تقی سے مروی ہے۔

يَجْتَمِعُ إِلَيْهِ مِنْ أَصْحَابِهِ عِدَّةٌ  
أَهْلِي بَدْرٍ ثَلَاثٌ مِائَةٌ وَثَلَاثٌ  
عَشَرَ رَجُلًا مِنْ أَقَاصِي الْأَرْضِ۔  
رَالِي ان قَالَ) فَإِذَا اجْتَمَعَتْ لَهُ هَذِهِ  
الْعِدَّةُ مِنْ أَهْلِ الْإِخْلَاصِ أَظْهَرَ  
اللَّهُ أَمْرَهُ۔

ان کے پاس ان کے اصحاب میں  
بقدر شمار اہل بدر تین سو تیرہ مرد  
اطراف عالم سے جمع ہوں گے جس وقت  
یہ تعداد مخلصین کی ان کے پاس جمع  
ہو جائے گی، اس وقت اللہ ان کے  
کام کو ظاہر کرے گا۔

کیا یہ مقام عبرت نہیں ہے کہ آج لاکھوں کی تعداد میں مدعیان تشیع دنیا میں ہیں ایران  
میں خود انہیں کی سلطنت ہے مگر امام کے نزدیک تین سو تیرہ بھی مخلص اور لائق اعتماد نہیں  
ہیں کہ امام ظاہر ہو جائیں۔ افسوس ہزار افسوس۔

روایت مذکورہ سے اہل بدر کی بزرگی بھی ظاہر ہو رہی ہے کہ ان کی تعداد کو بھی دین کی

فتح و نصرت میں خاص دخل ہے شیعوں کو اہل بدر سے دشمنی تو اس قدر ہے مگر معلوم نہیں۔  
 جس طرح دس کے عدد اور چار کے عدد سے ان کو نفرت ہے تین سو تیرہ سے کیوں نہیں ہے  
 ایک عجیب لطیفہ یہ بھی ہے کہ امام مہدی کو غائب مشہور کر کے کچھ شدید ان کے سفیر بنے  
 وہ شیعوں کے پیغام اور خطوط امام کو اور امام کے پیغام و خطوط شیعوں کو پہنچانے لگے انہیں  
 برس کی مدت میں یکے بعد دیگرے چار سفیر ہونے امام کے نام سے روپیہ بھی خوب وصول کیا گیا  
 آخری سفیر علی بن محمد سمیری تھا جو ۱۱۰۰ ہجری میں مرا۔

اس آخری سفیر نے یہ بیان کیا کہ اب تک غیبت صغریٰ کا زمانہ تھا، اس لئے سفارت  
 کا سلسلہ قائم تھا، لیکن اب میرے بعد غیبت کبریٰ کا زمانہ شروع ہو جائے گا، اب امام تک نامہ  
 و پیغام کی رسائی بھی نہ ہوگی۔

اور اصل بات یہ ہوئی کہ حکام وقت کو ان خفیہ کارروائیوں کی خبر ہو گئی کہ لوگوں نے ایک  
 شخص کو امام غائب مشہور کیا ہے اور کچھ لوگ اس کے سفیر بنے ہیں اور اس کے نام سے روپیہ  
 وصول کرتے ہیں لہذا اس کی تحقیقات شروع ہو گئی اور تحقیقات کا ہونا تھا کہ غیبت کبریٰ  
 کا زمانہ شروع ہو گیا۔

مذہب شیعہ کا بڑا حصہ انہیں سفیروں کے زمانے میں تعین ہوا۔ محمد بن یعقوب کلینی  
 مصنف کتاب کافی بھی اسی زمانے میں تھا بلکہ شیعہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اس نے آخری سفیر کے  
 ہاتھ اپنی یہ کتاب امام غائب کے ملاحظہ کے لئے بھیجی تھی اور امام نے اس کتاب کو ملاحظہ فرما  
 کر ارشاد کیا کہ هَذَا كَانِ لِشِيعَتِنَا یعنی یہ کتاب ہمارے شیعوں کے لئے کافی ہے، اور اسی  
 وجہ سے اس کتاب کا نام کافی رکھا گیا۔

احتجاج طبری کا مصنف لکھتا ہے کہ ہم نے ان سفیروں کی سفارت ان کے معجزات دیکھنے  
 کے بعد تسلیم کی ہے، کتاب احتجاج میں امام غائب کے بہت سے خطوط بھی جو ان سفیروں کی  
 معرفت آئے تھے درج کئے ہیں۔

المختصر سلسلہ امامت عجیب و غریب چیز ہے اور جس قدر اس میں غور کیا جائے اس کے عجائبات  
 منکشف ہوتے جاتے ہیں مگر ہم اس بحث کو اب زیادہ طول دینا نہیں چاہتے اور اس کو



یہیں پر ختم کرتے ہیں۔ ولہ الصد اوکلا وَاخراً۔

## خاتمہ امامت کے متعلق شیعوں کے دلائل اور ان کے جوابات

امامت کے متعلق شیعوں نے جو جو عقیدے ایجاد کئے ہیں جن کا بیان اوپر ہوا ان میں سے صرف ایک چیز ایسی ہے یعنی امام کا معصوم ہونا اور مثل رسول کے واجب لاطاعت ہونا اس کو اگر شیعوں ثابت کر دیں تو ان کی دوسری باتیں بھی صحیح ہو سکتی ہیں ورنہ سب خرافات ہیں۔

امام اگر مثل رسول واجب لاطاعت اور معصوم ہے تو یقیناً اس کا تقرر بھی منجانب اللہ ہونا چاہیے، مگر اس صورت میں ختم نبوت کے کوئی معنی نہیں رہتے کیونکہ امام اگر کچھ جدید احکام بھی دے سکتا ہے اور تحلیل و تحریم کا بھی اختیار رکھتا ہے جیسا کہ شیعوں کہتے ہیں تو یہ بات بدلتے ختم نبوت کے خلاف ہے اور اگر امام جدید احکام نہیں دے سکتا اور نہ تحلیل و تحریم کا اختیار رکھتا ہے، بلکہ وہ صرف رسول کی تعلیمات کی تبلیغ کرتا ہے تو واجب لاطاعت نہ ہوا بلکہ رسول ہی واجب لاطاعت ٹھہرے۔

اس بات کے سمجھ لینے کے بعد اب شیعوں کی کسی دلیل کے سننے کی حاجت نہ رہی مگر مزید اطمینان کے لئے ہم ان کے دلائل پر بھی ایک نظر ڈالتے ہیں۔

شیعوں کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ امام اس لئے ہوتا ہے کہ لوگ اس کی اطاعت کریں لہذا اگر وہ معصوم نہ ہو اور اس سے خطا ممکن ہو تو لازم آنے گا کہ لوگ خطا میں بھی اس کی اطاعت کریں، حالانکہ یہ کسی طرح جائز نہیں ہو سکتا علامہ باقر مجلسی حیات القلوب جلد ۱۱ ص ۱۱۱ میں لکھتے ہیں:-

چوں غرض از بعثت ایشاں ایں  
چونکہ ائمہ کے مبعوث کرنے کی غرض یہ ہے کہ  
است کہ مردم اطاعت نمایند بر صہ  
لوگ ان کی اطاعت کریں اور ائمہ جو کچھ اوامر  
از اوامر و نواہی الہی بایشاں فرمایند  
و نواہی خداوندی بیان فرمائیں لوگ اس  
پر عمل کریں، لہذا اگر خدا ان کو معصوم نہ کرے  
امتنال کنند اگر معصوم نگرداند ایشاں را

منافی غرض از بعثت خوابد بود و بر  
تو جوان کی بعثت کی غرض ہے اس کے  
تکلیف روانیست کہ نعلے کند کہ منافی  
غرض او باشد۔  
غلات ہوگا اور حکیم کے لئے جائز نہیں کہ ایسا  
فعل کرے جو اس کی غرض کے خلاف ہو۔

پھر اسی دلیل کو ایک دوسرے قالب میں ڈھال کر یوں بھی تقریر کی جاتی ہے کہ امام نائب  
نبی کا ہونا، اور نبی معصوم ہوتے ہیں لہذا ان کے نائب کو بھی معصوم ہونا چاہیے، ورنہ وہ  
نبی کے فرائض کیوں کرا انجام دے گا، ہر شخص کا نائب وہی ہو سکتا ہے جو اوصاف کمال میں اس  
کا مثل ہو بغیر اس کے نیابت کا حتیٰ ادا نہیں ہو سکتا۔

## اہل سنت کہتے ہیں

کہ نبوت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو چکی آپ کے بعد نہ کوئی معصوم ہے  
نہ مفرض الطاعت نہ کسی کو تحلیل و تحریم کا اختیار ہے نہ دین میں کوئی جدید حکم دے سکتا  
ہے، امام کی ضرورت صرف اس لئے ہے کہ مسلمانوں کا سیاسی نظام قائم رہے امام کی اطاعت  
صرف انہیں باتوں میں ہے جو شریعت کے خلاف نہ ہوں، اگر امام کا کوئی حکم شریعت کے  
خلاف ہو تو اس حکم کا ماننا ہرگز جائز نہیں۔

امام کی ضرورت اور اس کی اطاعت کے حدود یہ دونوں باتیں قرآن مجید میں مذکور ہیں کہ  
قوله تعالیٰ اِطِيعُوا لِلّٰهِ نَبِيًّا سَيِّدًا لِّبَنِي اِسْرٰٓءِٖلَ نَبِيًّا سَيِّدًا لِّبَنِي اِسْرٰٓءِٖلَ نَبِيًّا سَيِّدًا لِّبَنِي اِسْرٰٓءِٖلَ  
کی ہے کہ کوئی بادشاہ ہمارے لئے مقرر کر دیجئے تاکہ ہم راہِ خدا میں قتال کریں۔

معلوم ہوا کہ امام کا سب سے بڑا مقصد اقامت جہاد ہے دوسرے سیاسیات سب  
اس کے تحت میں آگئے۔

نیز قرآن مجید میں ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اطِيعُوْا اللّٰهَ  
وَاطِيعُوْا الرَّسُوْلَ وَاُوْبِٓىۤٓ اِلٰہِمْ  
مِنْكُمْ فَاِنْ تَنٰذَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ  
لِّىۡ اِيْمَانٍ وَّالْوٰطَاۤءِٔ كَرُوْا اللّٰهَ  
اَطَاعَتِ كَرُوْرَسُوْلٍ اُوْرصٰحِبٰنِ  
حُكُوْمَتِ كِي جُوْرَمِ مِي سِي  
ہوں پھر اگر تم میں باہم کسی

فَرَدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ - بات میں نزاع ہو جائے تو اس کو لے جاؤ اللہ اور رسول کی طرف۔

یہ آیت صاف بتا رہی ہے کہ اولی الامر یعنی امام معصوم نہیں ہے، اور جو بات امام کی خلاف شریعت معلوم ہو اس کا فیصلہ خدا و رسول ہی سے کرایا جائے گا۔

نتیجہ البلاغہ مطبوعہ مصر قسم دوم ص ۹۷ میں حضرت علی سے اس آیت کی تفسیر میں منقول ہے  
 فالرد الى الله الاخذ بحكمه  
 كتابه والرد الرسول الاخذ  
 بسنته الجامعة غير  
 المتفرقة -  
 اللہ کی طرف لیجانے کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کی  
 محکما ت پر عمل کیا جائے اور رسول کی طرف لے  
 جانے کا مطلب یہ ہے کہ ان کی سنت جامعہ  
 پر جو تفریق کر نیوالی نہ ہو عمل کیا جائے۔

شیعہ اس آیت سے امام کا معصوم ہونا ثابت کرتے ہیں مگر وہی لا تقربوا الصلوٰۃ والی  
 مثل ہے کہ آیت کا پہلا جز جس میں اولی الامر کی اطاعت کا حکم ہے لے لیتے ہیں اور آخری جز جس  
 میں در صورت نزاع صرف خدا و رسول کی طرف رجوع کا حکم دیا گیا ہے، بھٹوڑ دیتے ہیں، بالآخر  
 کچھ شیعہ اپنے استدلال کی خرابی سمجھ گئے اور فوراً انہوں نے ایک روایت امام جعفر صادق کے نام  
 سے تصنیف کر دی کہ اس آیت میں تحریف ہو گئی پوری بحث اس کی رسالہ تفسیر آیت اولی  
 الامر میں دیکھیو۔

غرض کہ یہ شان صرف خدا کے رسول کی ہے کہ ان کی ہر بات واجب الاطاعت ہے اور  
 ان کی اطاعت بعینہ خدا کی اطاعت ہے۔

امام کی ضرورت اور اس کا مقصد معلوم ہونے کے بعد یہ بات بھی ظاہر ہو گئی کہ امام کا انتخاب  
 بندوں کے اختیار میں ہے جس شخص میں مقاصد امامت کی اہلیت دیکھیں اس کو اپنا امام  
 بنالیں، بالکل وہی حالت ہے جو امام نماز کی ہے۔ امام نماز کا تقرر مقتدیوں کے اختیار میں  
 شیعہ بھی مانتے ہیں حالانکہ جو خرابیاں امام کے معصوم نہ ہونے میں وہ بیان کرتے ہیں وہ  
 سب خرابیاں امام نماز میں بھی لازم آتی ہیں، امام نماز معصوم نہ ہو تو ممکن ہے کہ بے طہارت  
 نماز پڑھا دے ممکن ہے کہ مفسدات نماز کا ارتکاب کرے وغیرہ وغیرہ۔ پس جب کہ نماز جو



دین کی سب سے بڑی چیز ہے اس کے امام کا معصوم ہونا شرط نہ ہوانہ اس کا تقرر منجانب اللہ ضروری ہوا تو اس امام کے لئے یہ باتیں کیسے شرط ہو سکتی ہیں۔

یہ دوسری بات ہے کہ کبھی ازراہ لطف و کرم امام کا تقرر منجانب اللہ ہو جائے جیسے حضرت طاہر کا ہوا یا جیسے حضرات خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایات فرمائیں یا جیسے حضرت ابو بکر صدیق کو آپ نے امام نماز مقرر کر دیا۔

شیعوں نے جو دلیل امام کے معصوم ہونے کی پیش کی ہے اس کی حقیقت بھی سن لیجئے۔ پہلی دلیل کی بنیاد اس بات پر ہے کہ امام مثل رسول کے ہر بات میں واجب الطاعتہ ہوتا ہے اس بنیاد کا غلط ہونا ہم بیان کر چکے ہیں، اور دوسری دلیل کی بنیاد اس بات پر ہے کہ امام نائب نبی کا ہے یہ بنیاد بھی غلط ہے امام ہر بات میں نائب نبی نہیں ہوتا نبی کا ایک کام یہ ہے کہ وحی الہی سے احکام کو اخذ کریں، اور بندوں تک پہنچائیں، دوسرا کام یہ ہے کہ ان احکام کے جاری رکھنے کا انتظام کریں، امام صرف دوسرے کام میں نبی کی نیابت کرتا ہے پہلے کام میں امام کو کچھ بھی دخل نہیں ہوتا اور نبی کا معصوم ہونا صرف پہلے کام کی وجہ سے ضروری ہے نہ دوسرے کام کی وجہ سے کیونکہ نبی جہاں سے احکام لیتے ہیں وہ ماخذ ہمارے پیش نظر نہیں ہے، لہذا اگر نبی معصوم نہ ہوں اور ان سے احکام کے لینے میں بھول چوک یا بددیانتی ممکن ہو تو ہم کو پتہ نہیں چل سکتا اور اس صورت میں دین کا اعتبار نہ رہے گا اس لئے ضروری ہوا کہ نبی معصوم ہوں بخلاف اس کے امام اسی قرآن و حدیث سے احکام کو لینا ہے جو ہمارے سامنے ہے امام سے اخذ احکام میں بھول چوک ہو تو ہم کو ان کی غلطی معلوم ہو سکتی ہے چنانچہ ایسا بکثرت ہوا ہے، کہ حضرت علی نے کوئی مسئلہ بیان فرمایا اور اسی وقت کسی مسلمان نے ان کو ٹوک دیا کہ حضرت یہ مسئلہ یوں نہیں یوں ہے خود حضرت علی کے مقرر کئے ہوئے قاضی اکثر مسائل میں ان سے اختلاف رکھتے تھے،

سعدی نے بھی بوستان میں اسی نم کا ایک واقعہ نظم کیا ہے فرماتے ہیں کہ۔

یکے مشکاکے برو پیش علی سے      مگر مشکاکے شس را کند منجلی سے  
امیر عدد بند کشور کشائے      جو ابے بگفت از سر علم درائے

شنیدم کہ شخصے درال انجمن  
 نہ رنجید از وحیدرنا مجوسی  
 بگفت آنچه دانست و پاکیزہ گفت  
 پسندید از و شاہ مرداں جواب  
 بگفتا چنین نیست یا باحسن  
 بگفت ار توانی ازین بہ بگوی  
 بگل چشمہ خور نہ شاید نہفت  
 کہ من بر خطا بودم اور بر صواب  
 اسی لئے حضرت علی مرتضیٰ لوگوں سے اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اے لوگو مجھے مشورہ دینے  
 میں کوتاہی نہ کرو کیونکہ میں خطا کرنے سے بالاتر نہیں ہوں پنج البلاغہ مطبوعہ مصر قسم اول ص ۱۱۱  
 میں ہے۔

فَلَا تَكْفُرُوا عَنْ مَقَالَةٍ بِحَقِّ آدَمَشُورِيَه  
 بَعْدَالِ فَا تَنِي لَسْتُ فِي نَفْسِي بِفَوْقِ  
 اَنْ اُخْطِئَ وَلَا اَمِّنَ ذَالِكَ مِنْ  
 فِعْلِي۔  
 تم لوگ حق بات کہنے سے اور عدل کا مشورہ  
 دینے سے باز نہ رہو کیونکہ میں اپنے نفس میں  
 خطا کرنے سے بالاتر نہیں ہوں، اور  
 نہ اپنے فعل میں خطا سے مامون ہوں،

پس یہ بات اچھی طرح واضح ہو گئی کہ امام معصوم نہیں ہوتا اور جس طرح امام نماز کا  
 تقرر مقتدیوں کے اختیار میں ہے اسی طرح اس امام کا انتخاب بھی بندوں کے فرائض  
 میں سے ہے اور جس طرح امام نماز کے اوصاف شریعت نے بتا دیئے ہیں اسی طرح اس  
 امام کے اوصاف و مقاصد بھی بیان کر دیئے ہیں۔ اب ہم پر لازم ہے کہ انہیں اوصاف  
 کے مطابق کسی کو امام نماز بنائیں اگر اس کا لحاظ ہم نہ کریں اور کسی نااہل کو امام نماز بنالیں  
 تو گنہگار ہوں گے بالکل اسی طرح اگر امامت کبریٰ کی باگ ہم کسی نااہل کے ہاتھ میں دے  
 دیں گے تو ہم مجرم قرار پائیں گے۔

اب ہم ایک بات اور کہتے ہیں کہ اگر شیعہ خواہ مخواہ اس بات پر اصرار کریں کہ امام کو ضرور  
 معصوم ہونا چاہئے اور غیر معصوم کی اطاعت کسی درجہ میں بھی جائز نہیں اور غیر معصوم کی بات  
 پر عمل کرنا کسی طرح درست نہیں۔ تو یہ بتائیں کہ وہ اپنے مجتہدین کو کیوں معصوم نہیں  
 مانتے جن کے فتووں پر ان کا عمل ہوتا ہے جن کو وہ نائب امام مانتے ہیں اور پھر امام  
 نماز کا معصوم ہونا کیوں نہیں ضروری قرار دیتے اچھا اس سے بھی آگے چلئے اماموں

کے زمانے میں ہر جگہ تو امام موجود نہ ہوتے تھے امام ایک شہر میں مقیم ہوتے تھے دوسرے شہروں میں ان کے نائب ان کی طرف سے کام کرتے تھے، انہیں نائبوں کی لوگ اطاعت کرتے تھے ان نائبوں کو بھی معصوم ہونا چاہیے امام سے جو لوگ اہمادیت کی روایت کرتے ہیں ان سب راویوں کو بھی معصوم ہونا چاہیے۔ صرف ایک امام کے معصوم ہونے سے کیا کام چل سکتا ہے ورنہ پھر وہی غیر معصوم کا اتباع لازم آتا ہے۔

اصل بات صاف صاف یہ ہے کہ تم نبوت کے انکار کے لئے یہ کارخانہ امامت کا کھولا گیا ہے، ورنہ غیر معصوم کے اقتدا و اتباع بنے نہ تو ائمہ کے وقت میں شیخ پنج سکتے تھے نہ اب پنج سکتے ہیں۔

شیعوں کی اصلی اور سب سے بڑی دلیل کی یہ حالت تھی اب رہا ان کا استدلال آیات قرآنی سے جو دراصل ایک قسم کی تحریف ہے اس کا جواب منقول و مدلل ہماری تفاسیر میں ہے۔  
من شاء فليرجع اليها۔

ان تفاسیر کے دیکھنے سے یہ بات اچھی طرح معلوم ہوگی کہ جن آیات سے شیعوں نے مسئلہ امامت کے متعلق کچھ استدلال کیا ہے، ادل تو آیات میں لفظی و معنوی تحریفیات سے کام لیا ہے پھر آیات کے ساتھ کچھ روایات کو ضمیمہ بنایا ہے اور بد قسمتی سے روایات بھی وہ ہیں جن کو محدثین اہل سنت نے موضوع و مکذوب قرار دیا ہے اور پھر ان تمام کارروائیوں پر بھی ان سے وہ مطلب نہ ثابت ہو سکا جس کو شیعوں چاہتے تھے۔

تفسیر آیت ولایت تفسیر آیت تطہیر تفسیر آیت اولی الامر تفسیر آیت مودۃ القربی تفسیر آیت تبلیغ کا مطالعہ اس کے لئے کافی ہے۔

تفاسیر مذکورہ کے مطالعہ کے بعد یہ بات روز روشن کی طرح ظاہر ہو جاتی ہے کہ قرآن مجید نے شیعوں کو سخت عاجز و مبہوت کر رکھا ہے اور ان کے بنائے کچھ نہیں بنتا۔

واللہ لایہدی القوم الظالمین۔ ہذا آخر الکلام والحمد للہ رب العالمین





لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِأُولِي الْأَلْبَابِ  
بِتَحْقِيقِ ان كے قصوں میں عبرت ہے صاحبانِ عقل کے لئے  
الْحَمْدُ لِلَّهِ تَعَالَى كَمَا

الْخَامِسُ مِنَ الْمِائَتَيْنِ  
عَلَى

الْمُنْحَرِفُّ عَنِ التَّقْلِيدِ

مُلَقَّبًا

شرح مسائل امامت

مبہر دوم

جس میں مسئلہ امامت کی مختصر تاریخ کتب شیعہ سے پیش کی گئی ہے

# بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

حَامِدًا وَمُحِبِّينًا وَمُسْلِمًا

ابا بعدد خامس من المائین کا پہلا نمبر شائع ہو چکا ہے جس میں مسئلہ امامت کے متعلق شیعوں کے اعتقادات ان کی کتابوں کے حوالے سے اصل عبارتوں کو نقل کر کے بیان کیے گئے ہیں اس نمبر کے پڑھنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مسئلہ امامت کی تصنیف کر نیوالوں کا مقصد کیا ہے۔ یقیناً جو شان انبیاء علیہم السلام کی مسلمانوں کے اعتقاد میں ہے شیعوں نے وہی شان بارہ اماموں کی رکھی ہے بلکہ اس سے بڑھ کر لہذا یہ بالکل سچی بات ہے کہ شیعوں کا مسئلہ امامت اور ختم نبوت کا انکار دونوں ایک چیز ہیں۔

اب یہ دوسرا نمبر خامس من المائین کا ہے جس میں مسئلہ امامت کی دلچسپ تاریخ کا بیان اختصار کے ساتھ مد نظر ہے۔

مسئلہ امامت کی تاریخ اہل اسلام کے نزدیک تو عبداللہ بن سبا سے شروع ہوتی ہے اور تاریخی واقعات بھی اس کی تائید کرتے ہیں علمائے شیعہ کو بھی اس کا اعتراف ہے کہ یہی منافق یہودی پہلا شخص ہے جس نے مسئلہ امامت کا اظہار کیا چنانچہ شیعوں کے علم الرجال کی مستند کتاب جلال کشی ص ۱ میں بذیل حالات یہودی مذکور لکھا ہے۔

وہ پہلا شخص تھا جس نے علی کی امامت کے فرض ہونے کا قول مشہور کیا اور ان کے دشمنوں پر تبرا کیا اور ان کے مخالفوں کو کلمہ کھلا کا فر کیا اسی وجہ سے جو لوگ مذہب شیعہ کے مخالف ہیں وہ کہتے ہیں کہ شیعہ اور رافضی

وَكَانَ اَوَّلُ مَنْ اَشْهَرَ بِالقَوْلِ بِفَرْضِ  
اِمَامَةِ عَلِيٍّ وَاظْهَرَ الْبِرَاةَ مِنْ اَعْدَائِهِ  
وَكَاشَفَ مَخَالِفِيهِ وَاكْفَرَهُمْ  
فَبَدَأَ لِمَنْ هُنَا قَالَ مَنْ خَالَفَنَا  
بِحَقِّهِ نَسَبْنَا لَكَ نَسَبَ النَّاسِ وَارْتَدَّ بِنِي



مَا خُوذُ مِنْ الْيَهُودِيَّةِ - کی بنیاد یہودیت سے لی گئی ہے۔

اس عبارت میں صاف اقرار دو باتوں کا ہے، ۱، یہ کہ مذہب شیعہ کی خصوصیات یعنی مسئلہ امامت و تبرکات سب سے پہلے اظہار عبداللہ بن سبائے کیا دیا، یہ کہ اہل سنت کا یہ کہنا کہ شیعیت کی بنیاد یہودیت سے لی گئی ہے بے اصل و بے وجہ نہیں ہے۔

مگر یا اس پر شیعہ مسئلہ امامت کی تاریخ ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام سے رکھتے ہیں، لہذا ان کی خاطر سے ہم بھی اسی وقت سے اس تاریخ کا آغاز کرتے ہیں۔

## امامت کی تاریخ

امامت کی تاریخ ایک خونیں تاریخ ہے اس تاریخ کا کوئی صفحہ نہیں جو انسانی خون سے رنگین نہ ہو کوئی سطر نہیں جو بے گناہوں کے خون سے سرخ نہ ہو۔

اس امامت کی بدولت دنیا میں بڑے بڑے فسادات ہوئے اور جمل کے بندوں پر بڑی بڑی مصیبتیں آئیں۔ دین اسلام کے تباہ ہونے میں کوئی دقیقہ اٹھ نہیں رہا یہ خدا کی قدرت تھی کہ دین اسلام فنا ہونے سے بچ گیا۔

## حضرت آدم علیہ السلام کی مصیبت

عام طور پر مسلمان یہی جانتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کو خدا نے کسی درخت کے کھانے سے منع فرمایا تھا لیکن ان سے اس مانعت کے خلاف ظہور میں آیا اس وجہ سے وہ جنت سے علیحدہ کر دیے گئے۔ قرآن مجید میں بھی حضرت آدم علیہ السلام کے قصے میں جا بجا یہی بیان ہوا ہے کہ کوئی درخت تھا جس کی بابت ارشاد ہوا تھا کہ لا تقربا ہذہ الشجرۃ یعنی اس درخت کے قریب نہ جانا اور پھر اس کے بعد یہ ہے کہ فلا کلامنہا۔ یعنی آدم و حوا دونوں نے اس درخت میں سے کھایا ظاہر ہے کہ قرآن مجید کے پڑھنے والے لفظ شجر کا وہی مطلب سمجھیں گے جو لغت میں اس کے معنی ہیں علیٰ ہذا کھانے کا بھی وہی مفہوم خیال کریں گے جو لغت میں ہے مگر کتب شیعہ کے دیکھنے سے اس راز کا انکشاف ہوتا ہے کہ یہ واقعہ ہی کچھ اور تھا حضرت آدم کا قصور دراصل یہ تھا کہ انہوں نے

نے مسکلمہ امامت کی مخالفت کی اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ باوجود خدا کی شدید ممانعت کے انہوں نے ائمہ معصومین پر حسد کیا اور اس قصور کی سزا میں جنت سے نکال باہر کیے گئے۔

اے کاش حضرت آدم نے کسی نبی پر حسد کیا ہوتا تو یہ سزا ان کو نہ ملتی سب سے بڑا مرتبہ ان کو ائمہ اثنا عشر کا نظر آیا لہذا انہوں نے اسی بلند شاخ پر چمچر پھینکا۔ یہ نہ سمجھے کہ اس شاخ پر چمچر پھینکنے سے خود اپنا ہی سر زخمی ہو جائے گا۔

اب اس قصے کے متعلق کتب شیعہ کی روایات ملاحظہ ہوں۔ اصول کافی باب فیہ نکف و نکت من التنزیل فی الولایہ میں ہے:-

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام فی قولہ تعالیٰ ولقد عہدنا الی آدم من قبل کلمات فی محمد وعلی وفاطمۃ والحسن والحسین والائمة من ذریتہم فلتی ہکذا واللہ انزلت علی محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قول ولقد عہدنا الخ یعنی ہم نے حکم دیا تھا آدم کو پہلے سے کچھ باتوں کا محمد اور علی اور فاطمہ اور حسن و حسین اور ان ائمہ کے بارے میں جو ان کی اولاد سے ہیں مگر آدم نے فراموش کر دیا۔ واللہ یہ آیت اسی طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی تھی۔

اس روایت سے اتنا معلوم ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے پہلے سے ائمہ الہدیت کے متعلق کچھ حکم دیا تھا مگر انہوں نے اس کے خلاف کیا اس کی تصریح دوسری روایات میں ہے کہ وہ حکم یہ تھا کہ خبردار اے آدم وحواء ائمہ پر حسد نہ کرنا۔

حیات القلوب جلد اول مطبوعہ نوکاشور پریس مش ۴۹ و ۵۰ میں ہے۔

وہ سبند محترم و بیکر آزاں حضرت منقوا است کہ حق تعالیٰ خلق کر دو رحما پیش از بدنا بد و ہزار سال پس گردا بند بلند تر و مشرف تر از ہجر روح ہمار روح محمد و علی اور ایک دوسری محترمہ نہ کیا تھ حضرت امام جعفر صادق سے منقول ہے کہ حق تعالیٰ نے جو اول کو بدلوں سے دو ہزار سال پیشتر پیدا کیا پھر سب روحوں سے زیادہ بلند اور زیادہ بزرگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اور علی اور فاطمہ اور حسن

وفاطمہ و حسن و حسین و امامان بعد از  
ایشان صلوات اللہ علیہم اجمعین را۔  
پس عرض نمود ارواح ایشان برابر آسمان و  
زمین و کوہما۔ پس نور ایشان جہد را فرا  
گرفت پس حق تعالی فرمود آسمان و  
زمین و کوہما کہ اینها دوستان و اولیا  
و جہتہائے من اند بر خلق من و پیشوایان  
خلق من اند۔ نیا فریدم مخلونے را  
کہ دوست تر دارم از ایشان از برائے  
ایشان و ہر کہ ایشان را دوست  
وارو آفریدہ ام بہشت خود را برائے  
او و ہر کہ مخالفت و دشمنی کند با ایشان  
آفریدہ ام آتش جہنم را برائے او۔  
پس ہر کہ دعوی کند منزلتے را کہ ایشان  
نزد من دارند و محلے کہ ایشان از  
عظمت من دارند عذاب کم اورا عذابے  
کہ عذاب نکرده باشم باں احدے از عالمیاں  
را و اورا بانما کہ شرک بمن آوردہ اند در  
پائین ترین درکھای جہنم جاوہم و ہر کہ  
اقرار بولایت و امامت ایشان بکند  
و ادعا کند منزلتہائے ایشان را نزد من  
و مسکن ایشان را از عظمت من جاوہم اورا  
با ایشان در باغہای بہشت خود و از برائے

اور حسین از ان اماموں کی رت کو قرار دیا جو ان  
کے بعد ہونگے صلوات اللہ علیہم اجمعین۔  
پھر خدا نے ان ائمہ کی رحمتوں کو آسمان پر زمین اور  
پہاڑوں پر پیش کیا تو ان کے نور نے ان سب چیزوں  
کو گھیر لیا پھر حق تعالی نے آسمان اور زمین اور  
پہاڑوں سے فرمایا کہ یہ لوگ میرے دوست اور  
میرے دلی اور میری محبت میں۔ میری مخلوق پر اور  
میری مخلوق کے پیشوا ہیں۔ میں نے کوئی مخلوق ایسی  
نہیں پیدا کی جس کو ان سے زیادہ دوست رکھتا ہوں  
ان اماموں کیلئے اور جو ان سے محبت کرے اس کیلئے  
میں نے اپنی بہشت پیدا کی ہے اور جو شخص ان سے  
مخالفت اور دشمنی کرے اس کیلئے میں نے  
دوزخ کی آگ پیدا کی ہے۔

پس جو شخص اس مرتبہ کا اپنے لئے دعوی کرے  
جو یہ آئمہ میرے نزدیک رکھتے ہیں اور اس مقام کا  
دعوی کرے جو یہ لوگ میری عظمت سے رکھتے ہیں  
میں اس کو ایسا عذاب کروں گا کہ ویسا عذاب تمام  
عالم میں کسی کو نہ کیا ہوگا اور اس شخص کو مشرکوں  
کے ساتھ جہنم کے سب سے نیچے طبقہ میں جگہ  
دوں گا اور جو لوگ ان ائمہ کی امامت کا اقرار  
کر لیں اور ان کے مرتبے کا جو میرے یہاں ہے اور  
ان کی جگہ کا جو میری عظمت سے ہے دعوی نہ  
کریں ان کو انہیں اماموں کے ساتھ بہشت کے باغوں



میں جاگے رہیں گا اور بہشت میں جو کچھ وہ مانگیں گے  
 سب پورا پورا ملے گا اور ان کے لئے انعام عام کر دینا  
 اور ان کو اپنے جوار میں جاگے رہیں گا اور ان کو اپنے  
 گناہ گار غلاموں اور لونڈیوں کے حق میں شفیق  
 بنادیں گا لہذا ان آدمی کی امامت ایک امانت  
 ہے بہری مخلوق کے پاس پس درجنا ہے کہ  
 تم میں سے کون اس امانت کو اس کی سنگینیوں کی مانند  
 اٹھائے گا اور کون اس مرتبے کا دعویٰ کرتا ہے  
 کہ یہ میرا مرتبہ ہے ان برگزیدہ لوگوں کا نہیں ہے  
 پس آسمانوں نے درزیمنوں نے اور پارتوں  
 نے اس امانت کے اٹھانے سے انکار کر دیا اور اپنے  
 پروردگار کی عظمت سے ڈر گئے کہ ایسی  
 منزلت کا ناحق دعویٰ کریں اور ایسے  
 بڑے منہ کی اپنے لئے آرزو کریں۔

پس جب حق تعالیٰ نے آدم و حوا کو بہشت میں بٹھرایا  
 تو کہا کہ کھاؤ بہشت سے خوب اور گوارا جہاں سے  
 چاہو مگر اس درخت کے فریب نہ جانا اور نہ ظالموں  
 میں سے ہو جاؤ گے پھر آدم و حوا نے نظر کی محمد  
 اور علی اور فاطمہ اور حسن و حسین اور ان اماموں  
 کے مرتبے کی طرف جو بعد حسین کے ہونے والے  
 تھے تو ان سب کے مرتبے کو بہشت میں سب  
 مرتبوں سے بہتر پایا پس انہوں نے  
 کہا کہ اے پروردگار یہ مرتبہ کس کے ہے حق

ایشان باشد در بہشت آنچه خواہند نزد  
 من و مباح گردانم از برائے ایشان  
 کرامت خود و در جوار خود ایشان راجا  
 و ہم و شفیع گردانم ایشان را در گناہ  
 گاراں از بندگاراں دکنبران من پس  
 ولایت ایشان امانتت نزد خلق من  
 پس کدام یک از شما بر مدارد این امانت  
 را با سنگینہائے آن در دعویٰ میکند آن مرتبہ  
 را کہ از دست راز برگزیدہ ہائے خلق من  
 نیست پس ابا کرند اسما ندا در مینہار کو مینا  
 از بنکراں امانت را بردارند در سیدند  
 از عظمت پروردگار خور کہ چہنہ منزلتے  
 را ناحق دعویٰ کنند چہنہ عمل بزرگے را  
 برائے خود آرزو کنند۔

پس چوں حق تعالیٰ آدم و حوا را در بہشت  
 ساکن گردانید گفت بخورید از بہشت  
 بسیار و گوارا ہر جا کہ خواہید نزدیک این  
 درخت مروید یعنی درخت گندم پس  
 خواہید بود از ستمگاراں پس نظر کردند بر  
 منزلت محمد و علی و فاطمہ و حسن و حسین و  
 امامان بعد از ایشان پس منزلتہائے ایشان  
 را در بہشت بہترین منزلتہا یافتند پس  
 گفتند پروردگار این منزلت از برائے

کیست حق تعالیٰ فرمود کہ بلند کنسید  
 سر بایے خود را بسوی ساق عرش من  
 پس چون سر بالا کردند بدند نام محمد  
 و علی و ناظم حسن و حسین و امامان  
 بعد از ایشان صلوات اللہ علیہم کہ بر ساق  
 عرش نوشتہ بود نبورے از انوار خدا  
 وند بسیار پس گفتند پروردگار اچہ  
 بسیار گرامی اند اہل این منزلت بر  
 تو رہ بسیار محبوب اند نزد تو و بسیار  
 شریف و بزرگ اند در درگاہ تو پس  
 خدا فرمود کہ اگر ایشان نمی بودند من شما  
 ہار اخلق نمیکردم ایشان خزمینہ  
 داراں علم بلند و امینان من بر راز ہائے  
 من ز سار کہ نظر مکنید بسوی ایشان  
 بدیدہ حسد و آرزو مکنید منزلت ایشان  
 رازد من و محل ایشان را از کرامت  
 من پس بایں سبب داخل خواہید  
 شد در نہی من پس از ستمکاراں خواہید  
 بود گفتند پروردگار اکیستند ستمکاراں و  
 ظالماں فرمود کہ انہا کہ ادعاے منزلت  
 ایشان می کنند بہ ناحق گفتند پروردگار  
 پس بنما منزلتہائے ظالماں ایشان را  
 در آتش جہنم تا ببینم منزلتہائے انہارا

تعالیٰ نے فرمایا کہ اپنے سروں کو ساق عرش کی  
 طرف بلند کرو، چنانچہ انہوں نے سر اٹھائے تو دیکھا  
 کہ محمد اور علی اور ناظم اور حسن و حسین اور  
 ان اماموں کے نام دیکھے جو جبہ حسنین کے  
 ہونے والے تھے صلوات اللہ علیہم یہ نام ساق  
 عرش پر خداوند جبار کے نور سے لکھے ہوئے تھے  
 پھر آدم و حوا نے کہا کہ لے پروردگار کس قدر زیارہ  
 بزرگ ہیں اس مرتبہ کے لوگ تیرے یہاں  
 اور کس قدر زیارہ محبوب ہیں تیرے نزدیک اور  
 کس قدر زیارہ شرافت اور بزرگی والے تیری درگاہ  
 میں پس خدا نے فرمایا کہ اگر یہ نہ ہوتے تو میں تم لوگوں  
 کو پیدا نہ کرتا، یہ آئمہ میرے علم کے خزانہ دار اور میرے  
 راز کے امانت دار ہیں خبردار ان کی طرف حد کی  
 آنکھ سے نہ دیکھنا اور ان کا مرتبہ جو میرے نزدیک  
 ہے اور ان کا مقام جو میری بندگی سے ہے اس  
 کی آرزو اپنے لئے نہ کرنا، در نہ میری نافرمانی میں  
 داخل ہو جاؤ گے اور ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔  
 آدم و حوا نے کہا کہ لے پروردگار ظالم  
 کون لوگ ہیں خدا نے فرمایا کہ ظالم وہ  
 لوگ ہیں جو ناحق ان کے مرتبہ کا اپنے لئے  
 دعویٰ کریں، آدم و حوا نے کہا کہ لے پروردگار  
 ہم کو ان کے ظالموں کی جگہ دوزخ میں  
 دکھا دے تاکہ ہم ان کا ٹھکانا دیکھ لیں

جس طرح ان آئمہ کی منزلت کو ہم نے  
بہشت میں دکھایا۔

پس حق تعالیٰ نے حکم دیا و درخ کو چنانچہ اس  
نے تمام ان نعمتیوں اور عذابوں کو جو اس میں ظاہر  
کر دیا اور فرمایا کہ ان ظالموں کی جگہ جو ان کے منہ  
کا دعویٰ کریں اس جہنم کے نیچے کے طبقے میں ہے یہ  
ظالم ہر چند ارادہ کریں گے کہ جہنم سے باہر نکل جائیں  
مگر فرشتے ان کو پھر جہنم کی طرف لوٹائیں گے  
اور ہر چند کہ ان کی کھالیں آگ میں جل جائیں گی  
تو فرشتے ان کھالوں کو دوسری کھالوں سے  
بدل دیں گے تاکہ عذاب کا مزہ اچھی طرح  
چکھیں پھر خدا نے دوبارہ فرمایا، اے آدم و حوا  
میرے نوروں اور تمنوں یعنی آئمہ کی طرف  
حسد کی آنکھ سے نہ دیکھنا زہ میں تم کو اپنی نزدیک  
سے نکال کر نیچے بیسج ورن گاہا، امر میں تم پر  
ذلت طاری کر دوں گا مگر شیطان نے محسن  
اس لئے کہ ان سے جنت کے لباس لے لئے  
جائیں اور ان کی شرمگاہیں برہنہ ہو جائیں ان  
کو یہ دوسوہ دلایا کہ تمہارے پروردگار نے تم کو اس  
درخت کے کھانے سے اس لئے منع کیا ہے کہ  
اس نے نہیں چاہا کہ تم دونوں فرشتے بن جاؤ یا  
ہمیشہ بہشت میں رہو اور شیطان نے تم کو کھائی  
کہ تمہارا خیر خواہ ہوں غرض کہ اس نے فریب دیدیا اور

چنانچہ منزلہ آئمہ آل بزرگواراں را در  
بہشت دیدیم۔

پس حق تعالیٰ امر کرد آتش را کہ ظاہر  
گردانید جمیع آنچہ دراں بود از انواع  
شدتہا و عذابہا و فرمود کہ جائے ظالماں  
ایشاں کہ او جائے منزلت ایشاں مینماید  
در پائیں ترین درکات این جہنم ست ہر  
چند ارادہ کنند کہ بیرون آیند از جہنم برگردانند  
ایشاں بسوی آں و ہر چند پختہ و سوختہ  
شور پوستہا نے ایشاں بدل کنند ایشاں  
را پوستہا نے غیر آہنا تا بچشد عذاب

اے آدم و حوا نظر مکنید بسوئے  
نور با و بچتہائے من بدیدہ حد پس شمار  
پائیں میفرستم از ہر خود و ہر شمار میفرستم  
خواری خود را پس دوسوہ کرد ایشاں را  
شیطان تا ظاہر گردانید برائے ایشاں آنچہ  
بوشیدہ بود از ایشاں از عورتہا نے ایشاں  
دگفت نہی نکرده ست شمار پروردگار شمار  
ازین درخت مگر از برائے این کہ خواست  
کہ شمار د ملک باشید یا ہمیشہ در بہشت  
باشید و سو گنہ یاد کرد کہ من از خیر خواہان شمار  
پس ایشاں را فریب داد و بریں داشت کہ از وی



منزلت ایسا بکنند پس نظر کر دند بسوی  
ایشان بدیدہ حسد پس بایں سبب  
خدا ایشاں را بخود گزاشت و یا سی  
و تو مسیق خود را از ایشاں برداشت  
دو دنوں کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ آئمہ کے مرتبے  
کی اپنے لئے آرزو کریں چنانچہ انہوں نے حمد کی  
آئمہ سے ان کی طرف دلچسپی اس سبب سے  
خدا نے انکو ان کے حال پر چھوڑ دیا اور اپنی مدد  
اور توفیق ان سے اٹھالی۔

اس طولانی روایت کے نقل کرنے سے مقصود یہ ہے کہ یہ بات اچھی طرح ذمہ نشین  
ہو جائے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو خدا نے بار بار تاکید منع کیا کہ آئمہ پر حسد نہ کرنا اور حمد کرنے  
کی سزا بھی پائیں ترین درکات جہنم میں ان کو دکھا دی۔ مگر حضرت آدم نے حسد کیا اور یہ حسد کرنا  
از تم نرک ادلی نہ تھا بلکہ گناہ سفیرہ بھی نہ تھا۔ ایسا کبیرہ گناہ تھا جس کی سزا پائیں ترین درکات  
جہنم ہے مشرکوں کے ساتھ، حضرت آدم علیہ السلام کا آئمہ اہل بیت پر حسد کرنا اور اس حسد کی وجہ  
سے نکالاجانا ایک ایسا واقعہ ہے جس کی متعدد روایات متعدد کتب شیعہ میں ہیں مگر اب ہم تعدد  
نقول سے طول دینا نہیں چاہتے۔ حسد آدم کی بحث نہایت مکمل طور پر النجم کے مناظرہ حصہ اول  
میں ہے جو ۱۳۲۲ھ میں یعنی آج سے تیس سال پہلے لکھا جا چکا ہے اس بحث میں پہلے مولوی  
دلدار علی صاحب مجتہد اعظم کا جواب پھر صاحب منتہی الکلام علیہ الرحمہ کا جواب الجواب پھر شیعوں  
کے قبلہ مولوی حامد حسین صاحب نے استقصاء الانحزام جلد دوم ۱۹۶۹ء سے ۱۹۷۰ء تک منتہی الکلام  
کے جواب الجواب پر جو گوبر افشانی کی ہے ان سب چیزوں کو نقل کر کے استقصاء الانحزام کے تارتار  
الگ کر کے اس بحث کو ایسا منسج کر دیا گیا ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ اب اس میں اضافہ کی گنجائش  
نہیں رہی من شاء فیط العالی۔

۱۵ غلام یہ ہے کہ شیعوں زبانی جمع خیر کے طور پر حضرات انبیاء علیہم السلام کی نبوت اور ان کی عصمت کا دعویٰ تو کرتے  
ہیں مگر ان کی کتابوں کے دیکھنے والے اس حقیقت کو خوب جانتے ہیں کہ مذہب شیعہ کو اصل معنی لغت شد نبوت ہی سے  
ہے اور مذہب شیعہ کا اصل مقصود یہ ہے کہ نبوت کی عظمت و رفعت مسلمانوں کے دلوں سے مٹا دی جائے یہ نہ جو کہ  
تو کم ہی کر دی جائے مسئلہ امامت کی تصنیف محض اسی مقصد شریف کے لئے کی گئی ہے۔

مکران کے مصلح کچھ ایسے ہیں کہ خواہ مخواہ اپنے منیر کے خلاف اور اپنی کتب روایات کے خلاف زبان سے یہی باتیں منسوب

المختصر یہ پہلی مصیبت ہے جو اس مسئلہ امامت کی بدولت عالم انسانی پر پیش آئی اہمبی آفرینش  
عالم کا آغاز ہی تھا کہ یہ بلا نازل ہوئی ہے۔ سالے کہ حکومت از بہار شش پیدا است۔  
یہ حضرت آدم علیہ السلام وہ ہیں کہ قطع نظر اس سے کہ نسل انسانی کی اصل و بنیاد ہیں قرآن مجید  
میں بڑی عزت کے کلمات سے ان کو یاد فرمایا گیا۔ از انجملہ یہ کہ:-

قلنا للبلاد شكاة اسجد والادم۔  
فرمایا ہم نے فرشتوں سے کہ سجدہ کرو آدم کی طرف  
از انجملہ یہ کہ اہلسن محض اس سجدہ نہ کرنے ہی کے سبب مطرد و ملعون قرار پایا۔

واقعیہ مؤرخزشتہ کا کہتے ہیں کہ انبیاء کی بزرگی اور پاکی کا جیسا اعتقاد ہم رکھتے ہیں کوئی دوسرا اسلامی فرقہ اس میں جاری ہماری  
نہیں کر سکتا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حرم میں بڑے طہراق کے ساتھ یہ دعویٰ کیا ہے۔

لہذا بیچا سے اپنی ان روایات کے جواب میں بہت پریشان ہوتے ہیں اور کچھ بتائے نہیں جتنی چنانچہ یہی بحث حد  
آدم کی ان پریشانیوں کا بہترین نمونہ ہے۔

حد آدم کی روایت کتب مشہورہ سے تھمذ اثنا عشریہ میں نقل کی گئی تو اس کے جواب میں مولوی دلداری صاحب نے  
اپنی کتاب حرم میں سب سے پہلی کارروائی تو یہ کی کہ اس روایت کی صحت سے انکار کر دیا اور دوسری کارروائی  
یہ کی کہ بقرض تسلیم صحت حد سے ضبط مراد لیا جو ایک جائز چیز ہے اور کتب اہل سنت سے اس بات کا ثبوت بھی  
دے دیا کہ کبھی حد معنی غبطہ آتا ہے۔

ان دونوں جوابوں کی حقیقت تو اسی سے ظاہر ہے کہ یہ روایت شیخ صدوق کی کتاب عیون میں بھی ہے اور علامہ  
مجلسی نے اس کو "بسنہ معتبر" کی لفظ سے یاد کیا ہے جیسا کہ معیات القلوب سے منقول ہوا لہذا اس روایت کی صحت سے  
انکار کرنا ہرگز صحیح نہیں ہو سکتا۔

اب رہا حد کا معنی ضبط ہونا تو وہ بھی اس روایت میں نہیں بن سکتا کیونکہ ضبط جائز چیز ہے اور حضرت آدم علی نبینا وعلی الصلوٰۃ  
والسلام سے جس حد کا ظہور ہوا وہ ایسی ناجائز چیز تھی جس کی سزا پانچ تین درکات جہنم ہے ۱۲۔

دعا (مغنیہ ص ۱۵) عام طور پر لوگوں نے اس آیت کا ترجمہ کیا ہے کہ "آدم کو سجدہ کرو" مگر میں نے لام کو یعنی الی لے کر آدم کی طرف  
سجدہ کرو ترجمہ کیا۔ لام کا یعنی الی آنا لغت عرب سے ثابت ہے مفرق یہی لکھتے ہیں (دیکھو تفسیر بیضاوی) مطلب یہ ہوا کہ آدم

علیہ السلام کو سجدہ کرنے کی طرف مسجد الیہ اور قبلہ قرار دینے لگے سجدہ خدا ہی کا تھا مگر حضرت آدم علیہ السلام کی طرف منہ کر کے۔

اس ترجمہ کی بنا پر اب اس تاویل کی حاجت نہ رہی کہ سجدہ سے مراد پیشانی زمین پر رکھنا نہیں ہے بلکہ صرف جھکنا یا زانو ٹھکانا ہے۔

اور از انجملہ یہ کہ فرمایا بختہ بیدی میں نے آدم کو اپنے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا، دونوں ہاتھوں سے پیدا کرنے کا مطلب یہ کہ اپنی ساری طاقتوں اور قدرتوں کا نمونہ ان کو قرار دیا۔ از انجملہ یہ کہ حاجتباہ ربہ یعنی پروردگار نے آدم کو برگزیدہ کر لیا۔ مگر مسئلہ امامت کی برکات ہیں کہ یہ مدوح قرآن حاسد قرار پایا اور پائیں ترین درجات جہنم کے عذابات کا مشرکوں کے ساتھ مستحق ٹھہرایا گیا۔

### دوسرے انبیاء علیہم السلام کا مسئلہ امامت کی بدولت مبتلائے مصائب ہونا

حضرت آدم علیہ السلام پر یہ بلائیں ختم نہ ہوئیں بلکہ ان کے بعد بھی ہر نبی کو مسئلہ امامت کی بدولت مصائب و آفات کا سامنا رہا۔ جب کوئی نبی مبعوث ہوتا تھا تو خدا کی طرف سے مسئلہ امامت اس پر ضرور پیش کیا جاتا تھا اور خدا ہی جاننے کہ مسئلہ امامت میں کیا بات ہے کہ ہر نبی اس کا انکار ضرور کرتا تھا، اور انکار کرتے ہی اس کی گوشمالی بھی خدا کے ذمہ واجب ہو جاتی تھی۔

تراد ہے جیسا کہ صاحب جلالین وغیرہ نے لکھا ہے اور نہ اس آیت کو منسوخ ماننے کی ضرورت ہے نہ سجدہ تطہیری کو جائز ماننے کی گنجائش ہے۔

لطیفہ رائے بریلی میں شمسۃ میں شیعہ سنی کا مقدمہ تعزیروں کی تعظیم کے متعلق چلا شیعہ چاہتے تھے کہ بذریعہ حکومت اہل سنت کو تعزیر کی تعظیم کیلئے مجبور کیا جائے شیعوں کی طرف سے اس ناچیز کو شہادت دینا بڑی میری شہادت پر جرح کرنے کیلئے شیعوں کی طرف سے تین شیعہ برسر مقرر ہوئے مہدی الزماں، ظفر مہدی، کعب عباس دو دن تک ان لوگوں نے میری شہادت پر جرح کی اور منوں بدحواس ہو گئے آخر الذکر جرح کرنے میں تمام یوپی میں ممتاز سمجھے جاتے ہیں انہوں نے اپنی جرح میں مجھ سے یہ سوال کیا کہ کیا قرآن مجید میں یہ بیان ہے کہ فرشتوں کو حکم دیا گیا تھا کہ آدم کو سجدہ کر دو۔ میں نے جواب دیا کہ نہیں اول سے آخر تک کہیں قرآن مجید میں ایسا حکم نہیں ہے بدحواسی اور قرآن مجید سے بے تعلق کا یہ حال ہوا کہ قرآن مجید کی خوب ورق گردانی کی گئی لیکن یہ آیت جو پہلے ہی پارے میں ہے کسی کو نہ ملی۔ اگر آیت مل جاتی تو میں یہی جواب دیتا کہ یہاں ۱۱۱ بجھنے والی ہے اگر وہ تفاسیر کو پیش کرتے تو میں کہہ دیتا کہ یہ منفر کی رائے ہے قرآن نہیں ہے جو بالکل حقیقی و دائمی بات تھی مگر اس کی نوبت ہی نہ آئی ۱۲۔



لکھنے کو تو علمائے شیعہ لکھ گئے کہ انبیائے ابوالعزم نے امامت کا انکار نہیں کیا اور  
 ان کی گوشمالی نہیں ہوئی اور انبیائے ابوالعزم پانچ میں حضرت نوح حضرت ابراہیم حضرت  
 موسیٰ حضرت عیسیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کتب شیعہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ  
 انبیائے ابوالعزم کا استنناء قطعاً غلط ہے کیونکہ یہ تصریح کتب شیعہ میں ہے کہ انبیاء علیہم السلام  
 پر ہر مصائب آئے ان کا سبب واحد مسئلہ امامت کا انکار ہے جو سا کہ انشاء اللہ آئندہ صفحات سے  
 ثابت ہوگا اور انبیائے ابوالعزم پر مصائب کا آنا تاریخ کے واقعات قطعہ سے ہے بلکہ قرآن  
 مجید سے ثابت ہے حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا آگ میں ڈالا جانا وغیرہ وغیرہ ناقابل انکار چیزیں  
 ہیں تمام نبیوں سے زیادہ مصائب سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش آئے لہذا معلوم ہوتا ہے کہ  
 آپ نے سب سے زیادہ انکار مسئلہ امامت کا کیا اور روایات شیعہ سے آپ کا سب سے زیادہ  
 منکر ہونایوں بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علی کی امامت کے اعلان کا کیسا تاکید حکم نازل ہوا مگر  
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے اعلان سے پہلو تہی کرتے رہے بالآخر خدا نے فرمایا کہ اگر امامت  
 علی کا اعلان نہ کرو گے تو تمہارا نام دفتر نبوت سے کٹ جائے گا اس پر بھی آپ نے اعلان نہ  
 دیا اور اپنا خوف بیان کیا اس وقت خدا نے آپ کی حفاظت کا وعدہ کیا اس وعدے کے بعد  
 بھی اعلان کرنے کو طے ہوئے تو ایسے گول الفاظ استعمال کئے جن سے مراد الہی باسکل واضح نہ ہوئی  
 بلکہ لغت عرب کے لحاظ سے وہ الفاظ خلاف مراد پر دلالت کرتے ہیں یعنی من اکنت مولاً  
 فعلی مولاً یعنی میں جس کا محبوب ہوں علی بھی اس کے محبوب میں مولاً کا بمعنی حاکم یا امام ہونا  
 کہیں لغت عرب سے ثابت نہیں ہو سکتا غرض کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت زیادہ اور  
 بہت شدید انکار امامت کا کیا اسی وجہ سے آپ پر سب نبیوں سے زیادہ مصائب آئے  
 اس مقام پر ہم علامہ باقر مجلسی کی کتاب بحار الانوار سے حضرت یونس علیہ السلام کا قصہ نقل کرتے  
 ہیں۔ اسی سے باقی انبیاء علیہم السلام کا حال بھی معلوم ہو جائے گا علامہ موصوف لکھتے ہیں کہ۔  
 ابو عمرہ ثمانی روایت کرتا ہے کہ ایک روز عبداللہ بن عمر امام زین العابدین کے پاس آئے  
 اور کہا کہ کیا تم یہ کہتے ہو کہ یونس اس وجہ سے مچھلی کے پیٹ میں ڈالے گئے کہ تمہارے  
 دادا علی کی امامت جب ان پر پیش گئی تو انہوں نے اس کے ماننے میں تامل کیا امام زین العابدین



پہرا امام زین العابدین نے نر یا با کر سے مچھی اب اپنے اشیانے میں لوٹ جا۔  
اس روایت کو لکھ کر مصنف نے اسکا نام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کتاب مناسبت منصوصی کا نید  
مصنف لکھتا ہے کہ "اس مضمون کی حدیثیں کہ جناب امیر عابد السلام کی امامت کے انکار سے نبیوں پر مثل  
یونس کے عذاب آئے اور جب انہوں نے امامت کا اقرار کر لیا اس وقت نجات ملی متواتر المعنی  
ہیں اور ائمہ کی افضلیت کا مدار انہیں روایات پر ہے۔"

اس روایت سے صاف معلوم ہوا کہ جس چغمبر نے آئمہ اثنا عشر کی امامت سے انکار کیا وہ  
مبتلائے مصائب ہوا اور جس نے اقرار کر لیا وہ محفوظ رہا۔ لہذا انبیائے اولوالعزم کو زمرہ منکرین  
سے مستثنیٰ کر کے کی کوئی وجہ نہ رہی کیا۔ حضرت نوح اور حضرت ابراہیم پر بلائیں نہیں آئیں؛ کیا  
حضرت یونس اور حضرت علیؑ مصائب سے محفوظ رہے؛ کیا سید الانبیاء علیؑ وسلم کو ان  
سب سے زیادہ ایذا نہیں پہنچیں؛ معلوم ہوا کہ تمام نبیوں نے بلا استثناء آئمہ معصومین کی  
امامت کا انکار کیا تھا اور سب سے زیادہ اشد منکر امامت کے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم تھے اگر امامت کا انکار نہ کرتے تو یقیناً سب انبیاء ہر قسم کی آفت سے محفوظ رہتے۔  
اب ذرا نبیوں کے بعد خاندان رسالت کی نبی ہی دربار ہی اس مسئلہ امامت کی بددلت ملاحظہ  
کیجئے اور اس مسئلہ امامت کے حق میں رہا شعر مشہور پڑھو اور سمجھئے کہ سہ  
نادک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں تراپے بے مرغ قبلہ نما اشیانے میں

## خاندان رسالت میں مسئلہ امامت کی بددلت خانہ جنگیاں

انبیاء علیہم السلام کے طبقے کو اگر مسئلہ امامت نے زیر ذر بر کر دیا تو کچھ تعجب نہیں کیونکہ امامت  
و نبوت کی رقابت پیدا نشی ہے جس کو خامس کے نمبر اول میں بیان کر چکے ہیں مگر قابل تماشایہ  
ہے کہ خود آپس ہی میں اس قدر خانہ جنگی اس مقدس مسئلہ کے سبب سے ہوئی اور ایسے ایسے  
نٹنے برپا ہوئے کہ الامان الامان۔

حضرت علیؑ سے خود ان کے گھرانے والوں سے سخت اختلاف پیدا ہو گیا حتیٰ کہ خود ان کے  
حقیقی بھائی حضرت مصعب اور ان کے چچا حضرت عباس اور چچیرے بھائی حضرت عبداللہ بن عباس



سے اور ان سے رنجش جو اتنی اور اکایت و سرے کے متعلق ناملائم الفاظ استعمال کرتے رہے۔  
 حضرت علی کے بعد ان کی اولاد میں توڑ و فتنہ برپا ہوا کہ خدا کی پناہ۔ حضرت امام حسن کی  
 اولاد اور امام حسین کی اولاد میں سخت رنجش و عنادوت رہی۔ ائمہ معصومین نے امام حسن کی اولاد  
 کو کبھی اچھے الفاظ سے یاد نہیں کیا بلکہ جن کلمات سے ان کی ضیافت کی آج کتب شیعہ میں موجود ہیں  
 وہ الفاظ ہرگز کسی نیک طینت انسان کی زبان سے نہیں نکل سکتے پھر امام حسین کی اولاد میں باہم وہ  
 جھگڑے پیش آئے جو انسانی شرافت سے بعید معلوم ہوتے ہیں۔  
 نمونہ کے طور پر یہاں چند واقعات حوالہ قلم کئے جاتے ہیں۔

## واقعة اول

امام المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس کا واقعہ عجیب و غریب کتب شیعہ میں منقول ہے اخیر  
 عمر میں ان کی بیٹائی جاتی رہی تھی، شیعہ راوی ائمہ معصومین سے روایت کرتے ہیں کہ بیٹائی جانے  
 کا سبب یہ تھا کہ انہوں نے مسئلہ امامت کے متعلقات میں حضرت علی سے بحث کی تھی،  
 اور حضرت علی کے مثل رسول ہونے سے انکار کر دیا تھا، اس کی سزا میں ان کی آنکھ  
 پھوڑ دی گئی تھی۔

اصول کافی مطبوعہ نو لکھنؤ پریس کے سن ۱۹۱۲ء پر یہ پورا واقعہ امام باقر علیہ السلام سے منقول  
 ہے کہ ایک روز امام ممدوح بیٹھے ہوئے تھے یکایک خود بخود مہنسنے لگے اور اس قدر زور

۱۵ نوز کے طور پر ایک وایت کتاب احتجاج کی ملاحظہ ہو سن ۱۹۱۲ء پر امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ لیس  
 مَسَا أَحَدًا إِلَّا وَكَلَهُ عِدَّةٌ مِّنْ أَهْلِ بَيْتِهِ فَعَبِلَ لَهُ بَنُوا الْحَمْنِ لَا يَغْرِقُونَ الْحَقَّ قَالَتْ بَلَىٰ وَلَكِنْ يَخْمِلُهُمُ  
 الْحَمْدُ يَمْنَعُهُمْ تَرْجَمَهُمْ. ہم میں کوئی شخص ایسا نہیں کہ اس کے اہل بیت ہی میں کچھ لوگ اس کے دشمن نہ ہوں امام جعفر صادق  
 سے پوچھا گیا کہ کیا من کی اولاد یہ نہیں جانتی کہ حق کس کا ہے، امام نے فرمایا کہ جانتے تو ہیں مگر حوصان کو ہماری عداوت پر  
 آمادہ کرتا ہے پھر ص ۱۹ میں انہیں امام جعفر صادق سے منقول ہے لَوْ تَوَفَّى الْحَمْنُ بِنِ عَالِي الْوَيْفَاءِ وَالرِّبَاءِ  
 شَرِبَ الْخَمْرَ كَانَ خَيْرًا مِّمَّا دَرَى عَلَيْهِ. ترجمہ ۱۰۔ انہوں نے علی زنا کاری اور سو خواری اور شراب نوشی کی حالت  
 میں مر جانے تو اس سے بہتر ہوتا جس حالت میں وہ مرے ۱۲۔

سے منسی آئی کہ آنکھوں میں پانی بھرا آیا پھر لوگوں سے نرمایا کہ اس وقت مجھے ابن عباس کا ایک واقعہ یاد آگیا، اسی پر مجھے اس قدر منسی آئی اس کے بعد امام صاحب نے اپنی اور ابن عباس کی ایک گفتگو اپنے ولادوں کو سنائی جس کے آخر میں یہ ہے کہ امام صاحب نے ابن عباس سے کہا :-

ایسا ہی ہے حکم اللہ کا اس رات میں جس میں اللہ کا حکم نازل ہوتا ہے، اگر تم اس بات کا انکار کرو گے بعد اس کے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سن چکے ہو تو اللہ تم کو دوزخ میں داخل کر دے گا، جس طرح تمہاری آنکھ خدا نے اس دن پھوٹی تھی جس دن تم نے علی بن ابیطالب علیہ السلام سے اس کا انکار کیا تھا، ابن عباس نے کہا ہاں آنکھ تو میری اسی وجہ سے پھوٹ گئی پھر امام صاحب نے فرمایا کہ تم اس واقعہ کو کیا جانو اللہ کی قسم ابن عباس کی آنکھ فرشتے کے پر مارنے کی وجہ سے پھوٹی تھی، امام صاحب فرماتے ہیں پھر مجھے منسی آگئی پھر اس کے بعد میں نے ابن عباس سے بات کرنا چھوڑ دی، کیونکہ وہ بڑا بے وقوف شخص تھا، مگر ایک دن پھر ملاقات ہو گئی تو میں نے کہا اے ابن عباس تم ویسا سچ کبھی نہیں بولے جیسا کل بولے تھے مجھے تمہارا سارا واقعہ معلوم

هَكَذَا أَحْكُمُ اللَّهُ لَيْلَةَ يَنْزِلُ فِيهَا أَمْرُهُ إِنَّ مُخَدَّتَهَا يَعْذَابُ مَا سَمِعَتْهَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَدْخَلَكَ اللَّهُ النَّارَ كَمَا أَعْيَى بَصْرَكَ يَوْمَ جَحَدَتْهَا عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ فَذَا لِكَ عَيْبِي بَصْرِي قَالَ وَمَا عَلِمْتُكَ بِذَا لِكَ قَوْلَ اللَّهِ إِنَّ عَيْبِي بَصْرُهُ إِلَّا مِنْ صَفْقَتِي جَنَاحِ الْمَلِكِ قَالَ فَاسْتَضَجَّكَ ثُمَّ تَرَكْتَهُ يَوْمَهُ ذَلِكَ لِسَخَافَةِ عَقْلِهِ ثُمَّ لَقَيْتَهُ فَقُلْتُ يَا بَنَ عَبَّاسٍ مَا تَكَلَّمْتَ بِصِدْقٍ مِثْلَ أَمْسٍ قَالَ لَكَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنَّ لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي كُلِّ سَنَةٍ وَأَنَّهُ يَنْزِلُ فِي تِلْكَ اللَّيْلَةِ أَمْرُ السَّنَةِ وَإِنَّ لِدَا لِكَ وَكَأَنَّهُ بَعْدَ مَا سَوَّلَ اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَالِيهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ مَنْ هُمْ  
 قَالَ أَنَا وَاحِدًا عَشْرَ مِنْ  
 صُلَيْبِي أَيْمَةً مُحَدَّثُونَ  
 فَقُلْتُ لَا أَرَاهَا كَأَنْتَ  
 إِلَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
 عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَتَبَدُّثِي  
 لَكَ الْمَلَكُ الَّذِي يُحَدِّثُهُ  
 فَقَالَ كَذِبَتْ يَا عَبْدَ اللَّهِ  
 سَأْتُ عَيْنَايَ الَّذِي  
 حَدَّثَكَ بِهِ عَلِيٌّ وَكَلَّمَ شَرَّ  
 عَيْنَاهُ وَلَكِنَّ وَعَاةَ قَلْبِهِ  
 وَوَقَرِي فِي سَمْعِهِ ثُمَّ صَفَّقَكَ  
 بِجَنَاحِهِ فَعَيَّيْتُ قَالَ وَقَالَ  
 يَا ابْنَ عَبَّاسٍ مَا اخْتَلَفْنَا فِي  
 شَيْءٍ فَحُكِمَهُ إِلَى اللَّهِ فَقُلْتُ  
 لَهُ فَهَلْ حُكِمَ اللَّهُ فِي حُكْمِهِ  
 مِنْ حُكْمِكَ يَا مَرْيَمُ قَالَ لَا  
 فَقُلْتُ هَهُنَا هَلَكْتَ وَأَهْلَكَتَ.

مے، تم سے علی بن ابی طالب علیہ السلام  
 نے کہا تھا کہ لیلۃ القدر ہر سال میں ہوتی  
 ہے اور اس رات میں سال بھر کے احکام  
 نازل ہوتے ہیں اور یہ بات بعد رسول خدا  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے ائمہ کو ماسل ہے  
 پھر تم نے اے ابن عباس حضرت علی سے  
 پوچھا کہ وہ ائمہ کون ہیں تو حضرت  
 علی نے فرمایا کہ میں اور گیارہ شخص میری  
 اولاد سے یہی ائمہ ہیں جن سے فرشتے  
 باتیں کرتے ہیں تو اے ابن عباس تم نے  
 کہا کہ میں تو یہ بات (یعنی نزول احکام)  
 رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مخصوص  
 سمجھتا ہوں پس فوراً وہ فرشتہ نمودار  
 ہو گیا جو حضرت علی سے باتیں کرتا تھا،  
 اور اس نے کہا کہ اے عبد اللہ بن عباس تو  
 جھوٹا ہے، میری آنکھوں نے اس چیز کو  
 دیکھا ہے جو تجھ سے علی نے بیان کی حالانکہ  
 فرشتے کی آنکھ لے نہیں دیکھا تھا بلکہ اس  
 کے دل نے یاد کر لیا تھا، اور اس کے کان  
 میں یہ بات پڑی ہوئی تھی، پھر فرشتے نے  
 اپنا پر مار دیا اور تم اندھے ہو گئے، پھر حضرت  
 علی نے کہا کہ اے ابن عباس جس بات میں  
 بھی ہمارا اختلاف ہو جائے اس کا فیصلہ اللہ کی



کی طرف (سے ہو جاتا) ہے تو تم نے منکر  
بن کر حضرت علی سے کہا کہ کیا اللہ کا کوئی  
فیصلہ کسی معاملے میں دوزخ کا بھی ہوتا ہے  
حضرت علی نے کہا نہیں (امام صاحب فرماتے  
ہیں کہ اس کے بعد، میں نے ابن عباس  
سے کہہ دیا کہ تم خود بھی ہلاک ہو اور دوزخوں  
کو بھی ہلاک کرتے ہو۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت علی کہتے تھے کہ رسول کے بعد بارہ امام ہیں اور ان پر بھی مثلِ رسول  
کے ہر سال شربِ قدیم میں سال بھر کے احکام نازل ہوا کرتے ہیں حضرت ابن عباس اس کے  
منکر تھے اور کہتے تھے کہ نزولِ احکام رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گیا ان کے بعد کسی  
پر احکام نازل نہیں ہوتے حضرت ابن عباس جو کچھ کہتے تھے بالکل تعلیمِ اسلامی کے مطابق تھا  
اور کیوں نہ مطابق ہوتا آخر امام المفسرین تھے مگر اندھیر نگری چوہیٹ راج اس حق بات  
کے کہنے پر فرشتے نے ان کی آنکھ پھوڑ دی معلوم ہوا کہ مسئلہ امامت کی عظمت پر قرآن اور  
قرآن کی ساری تعلیمات قربان کر دینی چاہئیں جو ایسا نہ کرے وہ معتبوب ہوتا ہے۔  
اب دیکھو کہ امام باقر علیہ السلام نے اپنے پرورداد حضرت عبداللہ بن عباس کو کیسے شریفانہ  
کلمات سے مخاطب کیا۔

(۱) ابن عباس سخیف العقل یعنی کمزور عقل والا شخص ہے۔

(۲) ابن عباس سے میں نے ترکِ کلام کر دیا۔

(۳) اے ابن عباس تم بڑے جھوٹے ہو سو اس بات کے کبھی تم نے سچ نہیں بولا۔

(۴) اے ابن عباس تمہاری آنکھ تو پھوڑ دی گئی، لیکن اب انکار کر دے تو دوزخ میں جاؤ گے،

(۵) اے ابن عباس تم جہنمی ہو اور دوزخوں کو جہنمی بناتے ہو۔

اللہ اکبر ول کانپ جاتا ہے جب امام المفسرین جبر اللامۃ حضرت عبداللہ بن عباس کی شان میں

لے یہ ترجمہ ہلکت و اہلکت کا ہے علامہ قزوینی نے صافی شرح کافی میں اس کا فارسی ترجمہ لکھا ہے جہنمی شدی و جہنمی کردی ۱۷

یہ مہذب کلمات دیکھے جاتے ہیں اور پھر کس کی زبان سے جو نہ طبقہ میں اس کا مساوی نہ علم میں ان کا ہمسرا اور رشتے میں ان کا پرپوتہ۔

یہ سب برکات اسی مسئلہ امامت کے ہیں ورنہ امام باقر کی شان عالی اس سے بہت ارفع ہے کہ اس طرح بے تمیزی کے ساتھ ایسے گستاخانہ الفاظ اپنے بزرگ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور چچیرے بھائی کی نسبت استعمال کرتے حاشا جنابہ عن ذالک۔

وف خلفائے عباسیہ کا زمانہ آیا تو شیعوں نے پھر پلٹا کھایا اور لگے ابن عباس کی تعریف کرنے کچھ روایتیں بھی ان کے مناقب میں گڑھ کراہی کتابوں میں درج کر لیں اور ان سے حسن عقیدت کے مدعی بن گئے ورنہ کھٹکا تھا کہ کہیں خلفائے عباسیہ کو اپنے دادا کی نسبت یہ کثیف کلمات سن کر غصتہ نہ آجائے تو پھر مسئلہ امامت کے گھروندے کی خیر نہیں۔

مولوی سید محمد صاحب مجتہد اعظم شیعہ اپنی کتاب تشیید المہابی میں اہل سنت کی گرفت سے گھرا کر یہ چاہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس کی اس توہین و تذلیل کا جواب دیں چنانچہ خلاصہ ان کے جواب کا یہ ہے کہ ”اگر ابن عباس کے معائب کی روایتیں صحیح ہوتیں اور ابن عباس سے مذہب شیعہ کے خلاف باتیں پایہ ثبوت کو پہنچ گئی ہوتیں تو علمائے شیعہ عبداللہ افطح کی طرح جو امام معصوم کے فرزند تھے ابن عباس کو برا کیوں نہ جانتے“

جواب اس کا مختصراً یہ ہے کہ اولاً یہ کیوں کہ معلوم ہو کہ شیعہ حضرت ابن عباس کو برا نہیں جانتے جب کہ ان کی روایات صحیحان کی معتبر کتابوں میں ان کی مذمت کی موجود ہیں اور ان روایات کی نہ تو کوئی تاویل ہو سکتی ہے نہ ان پر کسی قسم کی جرح کسی مجتہد نے کی تانیا اگر مجتہد صاحب کا یہ ارشاد قابل قبول ہو اور خصم کے سامنے اپنی روایات سے گلو خلاصی کا یہ طریقہ مقبول ہو تو پھر شیعہ مجتہدوں نے مطاعن خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم میں کیوں دفتر کے دفتر اپنے اعمال نامہ کی طرح سیاہ کئے ہیں وہ یہ کیوں نہ سمجھے کہ یہ روایتیں اہل سنت کے یہاں پایہ ثبوت کو پہنچ گئی ہوتیں اور درحقیقت خلفائے ثلاثہ کی ذات میں یہ معائب ہوتے تو اہل سنت دوسرے بادشاہان بنی امیہ و بنی عباس وغیرہم کی طرح ان کو بھی برا کیوں نہ جانتے۔ ہر چہ پر خود نہ پسندی بردگیاں پسند مگر اہل سنت بفضلہ تعالیٰ اس قسم کے کمزور جوابات سے پرہیز

کرتے ہیں اور بحمد اللہ ان کو اس کی حاجت بھی نہیں۔  
 الملتخصہ مسئلہ امامت نے جوگت حضرت عبداللہ بن عباس کی بنائی اس کا کوئی جواب نہیں ہو سکتا  
 اب آگے کے واقعات ملاحظہ ہوں۔

## واقعة دوم

امام حسین کی شہادت کے بعد جب زمانہ امام زین العابدین کی امامت کا آیا تو حضرت علی  
 کے صاحبزادے امام زین العابدین چچا حضرت محمد بن حنفیہ نے خود اپنی امامت کا دعویٰ کیا اور اپنے  
 بھتیجے کی امامت تسلیم نہ کی اور بھتیجے سے فرمایا کہ بہ نسبت تمہارے میں زیادہ مستحق ہوں  
 تم ابھی کس نے ہو میں تمہارا چچا ہوں مگر امام زین العابدین نے ایک نہ مانی اور اپنے چچا  
 سے کہا کہ دیکھو میری امامت میں نزاع نہ کرو ورنہ تمہاری عمر کم ہو جائے گی غرض کہ چچا بھتیجے  
 میں خوب جلی بالآخر امام زین العابدین نے بزور اعجاز حجر اسود سے اپنی امامت کی گواہی  
 دلو اور چچا صاحب کو شکست دی۔

یہ قصہ بھی شیعوں کی معتبر مستند کتابوں میں موجود ہے اصول کافی ص ۱ اور احتجاج طبرسی  
 ص ۱۲ میں یہ روایت ہے جس کو ہم احتجاج سے نقل کرتے ہیں۔

ابو جعفر یعنی امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا جب حسین بن علی شہید ہو گئے تو محمد بن حنفیہ نے امام زین العابدین کو بلوا بھیجا اور ان سے تنہائی میں ملاقات کی پھر ان سے کہا کہ اے میرے بھائی کے لڑکے تم جانتے ہو کہ رسول خدا نے وصیت و امامت اپنے بعد علی بن ابی طالب کے لئے مقرر کی تھی پھر علی کے بعد حسن کے لئے پھر حسین کے لئے اور تمہارے والد حسین	سُرُوِي عَنْ أَبِي جَعْفَرَ الْبَاقِرِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لَمَّا قُتِلَ الْحُسَيْنُ ابْنُ عَلِيٍّ أَرْسَلَ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَنْفِيَّةِ إِلَى عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ فَخَلَا بِهِ ثُمَّ قَالَ يَا ابْنَ أَخِي قَدْ عَلِمْتُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ كَانَ جَعَلَ الْوَصِيَّةَ وَالْإِمَامَةَ مِنْ بَعْدِي لِعَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ ثُمَّ إِلَى الْحَسَنِ ثُمَّ إِلَى الْحُسَيْنِ وَقَدْ قُتِلَ
--	--



أَبُوكَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَصَلَّى  
 عَلَيْهِ وَلَمْ يُؤْصِ وَأَنَا عَتِكَ وَ  
 صَنُؤُ أَبِيكَ وَوِلَادَتِي مِنْ عَلِيٍّ  
 فِي بَيْتِي وَقَدَامَتِي أَنَا أَحَقُّ  
 بِهَا مِنْكَ فِي حَدَاثَتِكَ فَلَا  
 تَنَازِعِي الْوَصِيَّةَ وَالْإِمَامَةَ  
 وَلَا تُخَالِفِي فَقَالَ لَهُ عَلِيُّ  
 ابْنُ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ  
 إِنِّي اللَّهُ وَلَا تَدْعِ مَا لَيْسَ  
 لَكَ بِحَقِّي إِنِّي أَعْظَمُكَ أَنْ تَكُونَ  
 مِنَ الْجَاهِلِينَ - يَا عَمْرُؤُ إِنِّي  
 أَبِي صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِ أَوْصَى  
 إِلَيَّ قَبْلَ أَنْ يَتَوَجَّهَ إِلَى الْعِرَاقِ  
 وَعَهْدَ إِلَيَّ فِي ذَلِكَ قَبْلَ أَنْ  
 يُسْتَشْهَدَ بِسَاعَةِ وَهَذَا  
 سَلَامُ رَسُولِ اللَّهِ عِنْدِي  
 فَلَا تَعْرِضْ لِهَذَا فَإِنِّي  
 أَخَافُ عَلَيْكَ بِنَقْصِ الْعَمْدِ وَ  
 نَسْتَبِ الْحَالِ وَإِنَّ اللَّهَ  
 تَبَارَكَ وَتَعَالَى أَلَى أَنْ لَا يَجْعَدَ  
 الْوَصِيَّةَ وَالْإِمَامَةَ إِلَّا  
 فِي عَقِبِ الْحُسَيْنِ.

شہید ہو گئے اللہ ان سے راضی ہوا اور  
 ان پر اپنی رحمت نازل کرے اور انہوں  
 نے کسی کو اپنا وصی نہیں بنایا، اور میں تمہارا  
 چچا ہوں اور تمہارے باپ کے برابر ہوں  
 اور میری پیدائش علی سے ہے اور میرا سن  
 بھی تم سے زائد ہے میں امامت کا بہ  
 نسبت تمہارے زیادہ حق دار ہوں تم  
 ابھی تو عمر بھی ہو لہذا وصیت و امامت  
 کے متعلق مجھ سے نزاع نہ کرو اور میری مخالفت  
 نہ کرو تو ان سے علی بن حسین (ذین العابدین)  
 علیہ السلام نے کہا کہ اللہ سے ڈرو اور اس  
 چیز کا دعویٰ مت کرو جس کا تم کو حق نہیں  
 ہے میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ تم جاہلوں  
 میں سے مت بنو لے میرے چچا بہ تحقیق میرے  
 باپ نے اللہ کی رحمتیں ان پر ہوں مجھے  
 وصی بنا دیا تھا قبل اس کے کہ عراق کی  
 طرف جائیں اور شہید ہونے سے کچھ پہلے  
 مجھے احکام بھی دے دیئے تھے، اور یہ متھیار  
 ہیں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے میرے  
 پاس لہذا لے چچا، تم اس معاملہ کو نہ چھیڑو  
 ورنہ میں اندیشہ کرتا ہوں کہ تمہاری عمر  
 کم ہو جائے گی، اور تم پریشان حال ہو جاؤ  
 گے، تحقیق اللہ تبارک و تعالیٰ نے قسم کھالی

ہے کہ وصیت و امامت سوا اولاد حسین کے  
اور کسی کو نہ دے گا۔

پھر اگر تم اس بات کو جاننا چاہتے ہو تو  
ہمارے ساتھ حجر اسود کے پاس جلویم دونوں  
اس کو حکم بنائیں اور اس سے اس معاملہ کو  
پوچھیں۔ امام باقر علیہ السلام فرماتے تھے کہ یہ  
گفتگو ان دونوں کے درمیان میں جب ہوئی  
تو وہ دونوں مکہ میں تھے پس وہ دونوں حجر اسود  
کے پاس گئے تو زین العابدین نے محمد سے  
کہا کہ تم ابتدا کرو اللہ کے سامنے گڑ گڑاؤ  
اور یہ درخواست کرو کہ تمہارے لئے حجر اسود  
کو گویائی عطا فرمائے پھر حجر اسود سے اس  
معاملے کو پوچھو چنانچہ محمد بن حنفیہ نے دعا  
میں بہت گریہ و زاری کی اور اللہ سے  
درخواست کی پھر حجر اسود کو پکارا لیکن حجر اسود  
نے جواب نہ دیا تو امام زین العابدین نے  
فرمایا کہ اے چچا اگر تم وہی اور امام ہوتے  
تو حجر اسود ضرور تم کو جواب دیتا پھر محمد بن  
حنفیہ نے کہا کہ اچھا اے بھتیجے تم تو اللہ سے  
دعا کرو چنانچہ امام زین العابدین نے اللہ  
سے جو ان کی مراد تھی دعا مانگی پھر فرمایا کہ  
اے حجر اسود تجھ سے پوچھتا ہوں اس ذات  
کا واسطہ دے کہ جس نے تیرے اندر نبیوں

فَإِنْ أَرَدْتَ أَنْ تَعْلَمَ فَاذْطَلِقْ  
بِنَا إِلَى الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ حَتَّى  
تَتَحَاكَمَ إِلَيْهِ وَنَسَأْ لَهُ عَنْ  
ذَلِكَ قَالَ الْبَاقِرُ عَلَيْهِ السَّلَامُ  
وَكَانَ الْكَلَامُ بَيْنَهُمَا وَهُمَا  
يَوْمَئِذٍ بِمَكَّةَ فَاذْطَلَقَا حَتَّى  
أَتَيَا الْحَجَرَ الْأَسْوَدَ فَقَالَ  
عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ لِمُحَمَّدٍ  
إِبْتَدِئْ فَاذْطَلِقْ إِلَى اللَّهِ وَ  
اسْأَلْهُ أَنْ يَنْطِقَ لَكَ ثُمَّ سَلُّهُ  
فَاذْطَلِقْ مُحَمَّدٌ فِي الدُّعَاءِ  
وَسَلَّ اللَّهُ ثُمَّ دَعَا الْحَجَرَ  
فَلَمْ يُجِبْهُ فَقَالَ عَلِيُّ بْنُ  
الْحُسَيْنِ أَمَا إِنَّكَ يَا عَجَّوُ  
كُنْتَ وَصِيًّا وَإِمَامًا لِأَجَابِكَ  
فَقَالَ لَهُ مُحَمَّدٌ فَادْعُ أَنْتَ يَا  
ابْنَ أَخِي فَدَعَا اللَّهُ عَلِيُّ بْنُ  
الْحُسَيْنِ بِمَا أَرَادَ ثُمَّ قَالَ  
اسْأَلْكَ بِالَّذِي جَعَلَ فِيكَ  
مِيثَاقَ الْأَنْبِيَاءِ وَمِيثَاقَ  
الْأَوْصِيَاءِ وَمِيثَاقَ النَّاسِ

أَجْمَعِينَ لَمَّا أَخْبَرَ تَنَابِلِسَانَ  
عَدِيَّ مَبِينٍ مِّنَ التَّوَصِيَةِ وَ  
الإِمَامُ بَعْدَ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ  
فَتَحَرَّكَ الْحَجْرُ حَتَّى كَادَ أَنْ  
يَزُولَ عَنْ مَوْضِعِهِ ثُمَّ أَنْطَقَهُ  
اللَّهُ بِلِسَانِ عَدِيٍّ مَبِينٍ  
فَقَالَ اللَّهُمَّ إِنَّ التَّوَصِيَةَ وَ  
الإِمَامَةَ بَعْدَ الْحُسَيْنِ بْنِ  
عَلِيٍّ بِنِ ابْنِ طَالِبٍ إِلَى عَلِيِّ بْنِ  
الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ بْنِ ابْنِ طَالِبٍ  
وَابْنِ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُولِ  
اللَّهِ فَانصَرَافَ مُحَمَّدًا وَ  
هُوَ يُتَوَلَّى عَلِيَّ بْنَ الْحُسَيْنِ -

کا عہد و پیمان اور وصیوں کا عہد و پیمان  
اور تمام لوگوں کا عہد و پیمان رکھا ہے کہ  
تو ہم کو صاف عربی زبان میں بتا دے کہ  
حسین بن علی کے بعد وصی اور امام کون ہے  
پس حجر اسود نے جنبش کی یہاں تک کہ  
قریب تھا کہ اپنی جگہ سے ہٹ جائے،  
پھر اس کو اللہ نے صاف عربی زبان میں گویا  
عطا فرمائی اور اس نے کہا کہ بارخدا یا بتحقیق  
وصیت اور امامت حسین ابن علی بن ابیطالب  
کے بعد علی کے لئے ہے جو بیٹے ہیں حسین بن  
علی بن ابی طالب کے اور بیٹے ہیں فاطمہ  
بنت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پس  
محمد بن حنفیہ لوٹ گئے، اس حال میں کہ وہ  
امام زین العابدین سے محبت کرتے تھے۔

**ف** اس روایت میں جو چیز حیرت انگیز ہے وہ یہ ہے کہ محمد بن حنفیہ مسئلہ امامت سے بے  
خبر نہ تھے، اصول کافی کی روایت اسی خامس کے نمبر اول میں نقل کی جا چکی ہے جس میں یہ چھوتا  
مضمون ہے کہ مسئلہ امامت بطور راز کے اللہ نے جبریل سے بیان کیا اور جبریل نے بطور  
راز کے رسول سے بیان کیا اور رسول نے بطور راز کے حضرت علی سے بیان کیا، اور  
حضرت علی نے جس سے چاہا یعنی جس کو اہل دیکھا اس سے بطور راز کے بیان کیا، اس  
روایت ذریعہ بحث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت محمد بن حنفیہ بھی حضرت علی کے نزدیک اہل تھے  
لہذا حضرت علی نے اس مسئلہ سے ان کو باخبر کر دیا تھا، مگر حیرت کی بات یہ ہے کہ محمد بن حنفیہ  
صرف امام حسین تک کے اماموں سے واقف تھے آگے ہونے والے آئمہ کی ان کو خبر  
نہ تھی، نیز اس سے بھی ناواقف تھے کہ خدا قسم کھا چکا ہے کہ امام حسین کی اولاد کے سوا کسی



کو امامت نہ دے گا، ورنہ وہ اپنے لئے امامت کا دعویٰ ان غلط دلائل کی بنا پر کرتے کہ میں علی کا بیٹا ہوں کبیر السن اور تجربہ کار ہوں اور نہ امام زین العابدین کی امامت سے انکار کرتے۔

یہ بات ہو کہ محمد بن حنفیہ جانتے سب کچھ تھے، مگر جس طرح امام حسن کی اولاد حاسد تھی، اور حسد کی وجہ سے امام حسین کی اولاد سے بغض و عناد رکھتی تھی آئمہ کی امامت کا انکار کرتی تھی اسی طرح محمد بن حنفیہ حسد کی وجہ سے بغاوت پر کمر بستہ ہو گئے تھے۔

دوسری حیثیت انگریزات یہ ہے کہ امام زین العابدین نے اپنے والد کی وصیت کے رو سے اپنے کو امام قرار دیا یہ کیوں نہ کہا کہ خدا کی طرف سے بارہ اماموں کا تقرر ہو چکا ہے، رسول کے سامنے ہی یہ مسئلہ طے ہو چکا تھا بارہ اماموں کے نام سر بہر لفظیہ خدا کی طرف سے جبریل نے لاکر رسول کو دیئے تھے، اور رسول نے حضرت علی کے حوالے کئے تھے ان لفاظوں میں میرے نام کا بھی ایک لفظ ہے۔

بہر حال اس روایت سے یہ تو ثابت ہو گیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تختِ جگہ محمد بن حنفیہ امام چہارم کی امامت کے منکر تھے اور اپنی امامت کے مدعی تھے اور کتب شیعہ میں یہ بات مسلم طور پر مذکور ہے کہ جو شخص امامت کا دعویٰ کرے وہ کافر ہے خواہ علوی یا فاطمی ہی کیوں نہ ہو لہذا محمد بن حنفیہ کا کفر تو قابل انکار نہ رہا اب اس کفر کے بعد ان کا تائب ہونا صراحتاً کہیں مستقول نہیں۔ اس روایت کے آخری لفظ سے استنباط کر لینا قابل التفات نہیں ہو سکتا۔

اے خدا! امامت نے کیسے کیسے مقدس حضرات کی کس کس طرح توہین و تذلیل کی ہے اے مالک روز جزا! اس کا انصاف تیرے ہی ہاتھ میں ہے دانست احکم الحاکمین ایک لطیفہ اس مقام پر یہ بھی ہے کہ امام زین العابدین نے اپنی امامت نہ آیت قرآنی سے ثابت کی نہ حدیث نبوی سے بلکہ امامت کا فیصلہ اینٹ پتھر سے کرایا اور تعجب ہے کہ محمد بن حنفیہ

طہ یہ جواب ہے شیعوں کے رسالہ اصلاح کے اس مضمون کا جس میں اس نے اہل سنت کی وہ روایت نقل کی ہے، کہ مسیح نبوی

کی بنیاد میں جب تینوں خلفائے کبیر نبوی پتھر کھ چکے تو بارگاہ نبوت سے ارشاد ہوا کہ اولاد الخلفاء من بدی اس

روایت کو کلمہ اصلاح والا لکھتا ہے کہ خلافت کا فیصلہ اینٹ پتھر سے کیا گیا ۱۲

نے اس فیصلہ کو کیوں مان لیا جس پر نہ کسی آیت قرآنی کی شہادت تھی نہ کسی حدیث نبوی کی۔  
 آج جو شیعہ آیات قرآنیہ یا احادیث نبویہ سے مسئلہ امامت کو ثابت کرنے کی ناکام کوشش  
 کرتے ہیں۔ اس کوشش کا خلاف مذہب شیعہ ہونا بھی ظاہر ہو گیا۔

## واقعہ سوم

امام زین العابدین کے بعد جب امام باقر کا عہد امامت شروع ہوا تو ان کے بھائی حضرت  
 زید شہید نے ان کی امامت سے انکار کر کے خود اپنی امامت کا دعویٰ کیا، اور صرف بھائی ہی  
 کی امامت کا انکار نہیں بلکہ اپنے بھتیجے جعفر صادق کی امامت سے بھی ان کو انکار رہا،  
 شیعہ مصنفوں نے حضرت زید شہید کا قصہ خوب رنگ آمیزی کے ساتھ بیان کیا ہے، چنانچہ  
 اصول کافی مطبوعہ نو لکشر پریس لکھنؤ میں ایک بڑے مخلص شیعہ اور صحابی امام یعنی جناب  
 احوال صاحب کی اور زید شہید کی گفتگو اس طرح منقول ہے۔

عَنْ أَبِيانَ قَالَ أَخْبَرَنِي الْأَحْوَلُ  
 أَنَّ مَرْيَدَ بْنَ عَلِيٍّ بْنِ الْحُسَيْنِ  
 بَعَثَ إِلَيْهِ وَهُوَ مُسْتَخْفٍ  
 قَالَ فَأَتَيْتُهُ فَقَالَ لِي يَا أَبَا جَعْفَرٍ  
 مَا تَقُولُ إِنْ طَرَقَكَ طَارِقٌ  
 مِنَّا أَخْرِجْ مَعَهُ قَالَ فَقُلْتُ  
 إِنْ كَانَ أَبَاكَ أَوْ أَخَاكَ  
 خَرَجْتُ مَعَهُ قَالَ فَقَالَ لِي  
 فَأَنَا أُمْرِي أَنْ أَخْرُجَ وَ  
 أَجَاهِدُ هَؤُلَاءِ الْقَوْمَ فَأَخْرَجَ  
 مَعِيَ قَالَ قُلْتُ لِمَا أَفْعَلُ  
 قَالَ لِي انْتَرَعَبُ بِنَفْسِكَ

ابان سے روایت ہے وہ کہتے ہیں مجھ سے احوال  
 نے بیان کیا کہ زید فرزند امام زین العابدین نے  
 مجھے بلا بھیجا ایسے وقت میں کہ وہ بادشاہ  
 وقت کے خوف سے، روپوش تھے،  
 چنانچہ میں ان کے پاس گیا تو انہوں نے مجھ سے  
 کہا کہ اے احوال تم کیا کہتے ہو اگر کوئی آدمی  
 ہم میں سے تمہارے پاس جائے تو کیا تم  
 اُس کے ساتھ بادشاہ وقت سے، لڑنے  
 کیلئے نکلو گے تو میں نے کہا کہ اگر آپ کے والد  
 یا آپ کے بھائی ہوتے تو میں ان کے ساتھ  
 نکلتا زید نے کہا راجھا اب میں صاف کہتا  
 ہوں، میں خود خروج کا اور اس قوم سے

جہاد کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں تم میرے ساتھ  
 نکلو۔ احوال صاحب فرماتے ہیں میں نے  
 کہا نہیں میں ایسا نہ کروں گا۔ زید نے مجھ  
 سے کہا کہ کیا تم جان کو مجھ سے عزیز رکھتے  
 ہو، میں نے ان سے کہا کہ میری جان تو  
 ایک جان ہے اس کا عزیز رکھنا ہی کیا مگر  
 بات یہ ہے کہ اگر زمین میں اللہ کی کوئی حجت  
 موجود ہے تو پھر جو تمہارے ساتھ نہ جائے  
 وہ نجات پائے گا، اور تمہارے ساتھ جانے  
 والا ہلاک ہوگا، اور اگر اللہ کی کوئی حجت  
 زمین میں نہیں تو پھر تمہارے ساتھ جانوالا  
 اور نہ جانوالا دونوں یکساں ہیں۔

عَنِّي فَقُلْتُ لَهُ إِنَّمَا هِيَ  
 نَفْسٌ وَاحِدَةٌ فَإِنْ كَانَ  
 لِلَّهِ فِي الْأَرْضِ حُجَّةٌ فَالْمُتَخَلِّفُ  
 عَنكَ نَاجٍ وَالْمُخَاطِبُ مَعَكَ  
 هَالِكٌ وَإِنْ لَا يَكُنْ لِلَّهِ حُجَّةٌ  
 فِي الْأَرْضِ فَالْمُتَخَلِّفُ عَنكَ  
 وَالْمُخَاطِبُ مَعَكَ سَوَاءٌ۔

حضرت زید شہید نے میان احوال صاحب کو یہ سمجھ کر بلا یا ہوگا کہ یہ میرے والد کا مخلص  
 فدائی ہے ایسے نازک وقت میں ضرور میرا ساتھ دے گا مگر احوال صاحب کی بے وفائی اور  
 غدارمی کی تقریر سن کر خدا جانے کیسی دل شکستگی ان کو ہوئی ہوگی خیر یہ توجہ ہونا تھا، وہ ہوا  
 مگر احوال صاحب کی تقریر دلپذیر سن کر ان کے حیرت کی کوئی حد نہ رہی کیونکہ ان بیچارے کے  
 کان اس سے بالکل نا آشنا تھے کہ انبیاء علیہم السلام کے سوا اور کوئی بھی اللہ کی محبت ہے وہ  
 قرآن مجید میں یہ آیت پڑھ چکے ہوں گے، لَيْسَ يَكُونُ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ  
 حضرت زید جاننے لگتے تھے کہ نبوت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر ختم ہو گئی اور  
 انہیں کی ذات کامل الصفات قیامت تک کے لئے حجت ہے، اور بس چنانچہ  
 حضرت زید نے اپنی حیرت کا اظہار ان لفظوں میں فرمایا۔

احوال کہتے ہیں پھر مجھ سے زید نے کہا  
 احوال میں اپنے والد کے ساتھ دسترخوان

قَالَ فَقَالَ لِي يَا أَبَا جَعْفَرٍ كُنْتُ  
 أَجْلِسُ مَعَ أَبِي عَلَى الْجِوَانِ



پر بیٹھا تھا تو وہ مجھے چپنی بوٹی کھلاتے تھے اور میرے لئے گرم لقمے کو ٹنڈا کرتے تھے تاکہ وہ ٹنڈا ہو جائے یہ شفقت ان کو مجھ پر تھی مگر انہوں نے دوزخ کی آگ کا خوف میرے لئے نہ کیا کہ دین سے تجھ کو باخبر کیا اور مجھے خبر نہ دی۔

فَيَلْقِمُنِي الْمَضْغَةَ السَّمِينَةَ  
وَيُبْرِدُنِي اللَّقْمَةَ الْحَارَّةَ  
حَتَّى تَبْرُدَ شَفَقَةٌ عَلَيَّ وَلَمْ  
يُسْفِقْ عَلَيَّ مِنْ حَرِّ النَّارِ  
إِذَا أَخْبَرَكَ بِالذِّينِ وَلَمْ يُخْبِرْنِي  
بِهِ،

حضرت زید کے اس کلام کا خلاصہ یہ ہوا کہ اے احوال میرے والد مجھ سے اس قدر محبت کرتے تھے کہ گرم لقمہ مجھے ٹنڈا کر کے کھلاتے تھے، مگر تعجب ہے کہ دنیا کی آگ سے تو انہوں نے مجھے بچایا لیکن دوزخ کی آگ سے بچانے کی کچھ فکر نہ کی دین سے مجھے بے خبر رکھا، یعنی مسئلہ امامت کی تجھے تعلیم دی اور مجھ سے چھپایا، یہ ایک لاجواب بات تھی، اگر بجائے احوال صاحب کے کوئی درسرا ہوتا تو شرمندگی سے اس کا رنگ فق ہو جاتا اور سر جھکا لیتا مگر مذہب شعبہ کے مصنفین ایسے کہتے نہ تھے سچ ہے عیب کروں را ہنر باید دیکھئے احوال صاحب فوراً کیا چلتا ہوا فقرہ جواب میں فرماتے ہیں۔

میں نے زید سے کہا کہ میں آپ پر فدا ہواؤں آپ کو دوزخ کی آگ سے بچانے کے لئے انہوں نے آپ کو اس مسئلہ کی خبر دی ان کو اندیشہ ہوا کہ اگر آپ قبول نہ کریں گے تو دوزخ میں جائیں گے اور مجھے اس مسئلہ کی خبر دی کہ اگر قبول کروں تو نجات پاؤں اور نہ قبول کروں تو میرے دوزخ میں جانے کی ان کو کچھ پرواہ نہ تھی۔

فَقُلْتُ لَهُ جُعِلْتُ فِدَاكَ مِنْ  
شَفَقَتِهِ عَلَيْكَ مِنْ حَرِّ النَّارِ  
لَمْ يُخْبِرْكَ خَافَ عَلَيْكَ إِلَّا  
نَقْبُلُهُ تَدْخُلِ النَّارَ وَأَخْبِرْنِي  
فَإِنْ قَبِلْتُ نَجَوْتُ وَإِنْ لَمْ  
أَقْبَلْ لَمْ يُبَالِ أَنْ أَدْخُلَ  
النَّارَ۔

جناب احوال صاحب کے اس جواب سے ایک نفس بات یہ معلوم ہوئی کہ ائمہ معصومین علیہم السلام جس سے محبت رکھتے تھے اس کو مسئلہ امامت کی تعلیم نہ دیتے تھے کہ کہیں وہ انکار کرنے سے

دوزخی نہ ہو جائے۔ اور جس سے ان کو محبت نہ ہوتی تھی اور اس کے دوزخی ہو جانے کی پرواہ نہ ہوتی تھی اسی کو مسئلہ امامت کی تعلیم دیتے تھے۔

اس سے نتیجہ یہ برآمد ہوتا ہے کہ اہل سنت کے راوی جن سے ائمہ نے اس مسئلہ کو چھپایا یا وہ ائمہ کے محبوب تھے اور ائمہ ان کا دوزخ میں جانا نہ چاہتے تھے، اور شیخ راوی جن کو تنہائی میں کوٹھری کے اندر مسئلہ ائمہ نے تعلیم دیا وہ ائمہ کے محبوب نہ تھے ان کے دوزخی ہو جانے کی ائمہ کو کچھ پڑا نہ تھی۔

دوسری لطیف بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ امام نے جس کو مسئلہ امامت کی تعلیم نہ دی ہو وہ مسئلہ امامت کا منکر ہو جائے تو اس پر کچھ گناہ نہیں اور نہ مسئلہ امامت سے بے خبر رہنا اس کے دین میں کچھ نقص پیدا کرتا ہے۔ الحمد للہ کہ اہل سنت کے مسئلہ امامت سے منکر ہونے کی بڑی عمدہ وجہ یہ بھی ہے کہ ائمہ نے ان کو اس مسئلہ کی تعلیم نہیں دی بلکہ جب کبھی اس مسئلہ کو کسی نے ائمہ کی طرف منسوب کیا تو اہل سنت کے سامنے اس نسبت کرنے والے کو کذاب و ملعون فرمایا۔ اب اس روایت کا آگے کا حصہ سنئے جناب احول صاحب نے اپنی اور زید کی گفتگو امام جعفر صادق سے جا کر بیان کی تو امام صاحب بہت خوش ہوئے اور اپنے چچا زید کے لاجواب ہو جانے پر بہت اظہارِ مسرت کیا، چنانچہ روایت مذکورہ کا آخری حصہ یہ ہے کہ:-

فَحَجَّجْتُ فَحَدَّثْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ  
بِمُقَالَةِ زَيْدٍ وَمَا قُلْتُ لَهُ  
فَقَالَ لِي أَخَذْتَهُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ  
وَمِنْ خَلْفِهِ وَعَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ  
شِمَالِهِ وَمِنْ فَوْقِ رَأْسِهِ وَ  
مِنْ تَحْتِ قَدَمَيْهِ وَلَمْ تَذُرْ  
لَهُ مَسْكَكَ يَسُدُّكَ۔

احول صاحب فرماتے ہیں کہ میں حج کرنے گیا تو میں نے امام جعفر صادق سے زید کی گفتگو اور جو کچھ میں نے ان کو جواب دیا سب بیان کیا تو امام نے مجھ سے کہا کہ تم نے زید کو آگے سے لیا اور پیچھے سے بھی اور دابنہ سے بھی اور بائیں سے بھی اور سر کے اوپر سے بھی اور پاؤں کے نیچے سے بھی اور تم نے ان کے لئے کوئی راستہ بھاگنے کا باقی نہ رکھا۔

یہ ہیں برکات مسلا امامت کے کہ چچا بھتیجے میں اس قدر بخش ہے کہ بھیجا چچا کی تذلیل پر خوش مو رہا ہے اور ذلیل کرنے والے کو شاباشی دے رہا ہے۔  
 یہ گفتگو بھی سننے کے لائق ہے جو امام باقر اور زید شہید کے درمیان میں شیعہ راویوں نے تصنیف فرمائی ہے۔

اصول کافی ص ۲۲۲ میں ایک لمبی روایت ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ زید شہید اہل کوفہ کے خطوط لے کر اپنے بھائی امام باقر کے پاس گئے ان خطوط میں لڑائی کی ترغیب ہی گئی تھی، اور رفاقت کا وعدہ تھا امام باقر نے پوچھا کہ یہ خطوط ان لوگوں نے تمہارے کسی خطوط کے جواب میں بھیجے ہیں یا ابتداء لکھے ہیں۔ زید شہید نے کہا کہ ابتداء لکھے ہیں کیونکہ وہ قرابت رسول کے حقوق سے باخبر ہیں اور ہم لوگوں کی اطاعت و محبت کو ضروری سمجھتے ہیں اس پر امام باقر نے فرمایا کہ اللہ کا حکم یہ ہے کہ محبت تو ہم سب کی ضروری ہے مگر اطاعت ہم میں سے صرف ایک کی لازم ہے، مطلب یہ تھا کہ اطاعت صرف میری واجب ہے، امام باقر نے یہ بھی فرمایا کہ امام حسین کے بعد سے تا مہدی آخر الزماں ہر امام کو حکم ہے کہ صبر کرے اور تقیہ سے کام لے اس کا جو جواب حضرت زید شہید نے دیا وہ اس قدر ملل تھا کہ پھر اس کا جواب نہ ہو سکا روایت مذکورہ کا آخری حصہ صفحہ مذکور میں یہ ہے۔

پھر زید شہید اس وقت غصے میں آگئے اور انہوں نے کہا کہ ہم سے امام وہ شخص نہیں ہو سکتا جو اپنے گھر میں بیٹھ جائے اور پر وہ ڈالے اور جہاد سے کنارہ کشی کرے بلکہ امام وہ ہے جو اپنے حلقے کی حفاظت کرے اور جہاد کرے بیا کہ حق ہے جہاد کرنے کا اور اپنی رعیت سے دشمن کے شر کو دفع کرے اور اپنے حرم سے دیگانوں کی ہٹانے۔

فَقَضِبَ شَرِيْدًا عِنْدَ ذَٰلِكَ  
 ثُمَّ قَالَ لَيْسَ الْإِمَامُ مِمَّنْ  
 جَلَسَ فِي بَيْتِهِ وَأَمْرُخِي سِدْرًا  
 وَتَبَطَّ عَنِ الْجِهَادِ وَلَكِنَّ الْإِمَامَ  
 مَنْ مَنَعَ حَوْرَثَهُ وَجَا هَدَا  
 حَتَّى جِهَادِيهِ وَدَفَعَ عَنْ رَعِيَّتِهِ  
 وَذَبَّ عَنْ حَرِيْبِهِ۔

اس کے جواب میں امام باقر نے فرمایا کہ۔



هَلْ تَعْرِفُ يَا أَخِي مِنْ نَفْسِكَ  
 شَيْئًا مِمَّا سَبَبَتْهَا إِلَيْهِ فَتَجِيئُ  
 عَلَيْهِ بِشَاهِدٍ مِّنْ كِتَابِ اللَّهِ  
 أَوْ حُجَّةٍ مِّنْ سَوَالِ اللَّهِ -

اے میرے بھائی تم نے جس چیز کو اپنی طرف  
 منسوب کیا ہے کیا اپنے نفس میں اس کی  
 کوئی علامت پاتے ہو کیا تم اس پر  
 شہادت کتاب اللہ سے یا کوئی دلیل  
 رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے لاسکتے ہو۔

امام باقر نے زید شہید سے فرمایا کہ تم اپنی امامت قرآن و حدیث سے ثابت کرو۔  
 اول تو اگر حضرت زید بھی مطالبہ امام باقر سے کرتے تو اس وقت کیا ہوتا۔ کیا امام باقر اپنی امامت  
 قرآن و حدیث سے ثابت کر سکتے تھے۔

دوسرے یہ کہ حضرت زید کی تائید میں بلاشبہ آیات قرآنیہ بھی ہیں اور احادیث نبویہ بھی خاص کر  
 حضرت علی کے اقوال جو کتب شیعہ میں موجود ہیں دیکھو ہماری تفسیر آیات خلافت اور رسالہ  
 ابوالائمہ کی تعلیم)

اس روایت کے آخر میں حضرت امام باقر کی زبان سے ایک جملہ ایسا منقول ہے جو صاف  
 بتا رہا ہے کہ امام ممدوح حضرت زید شہید کے مقابلہ میں دلیل پیش کرنے سے عاجز آگئے تھے۔ وہ  
 جملہ یہ ہے کہ اے بھائی تم ابو بکر و عمر کی سنت کو زندہ کرنا چاہتے ہو۔  
 علمائے شیعہ زید شہید کے معاملہ میں کچھ مترد و نظر آتے ہیں ان کے بعض علمائے یہاں تک  
 لکھ دیا کہ زید نے دعویٰ امامت کا نہیں کیا تھا اگر لڑائی میں ان کو فتح ملتی تو سارا ملک اپنے بھتیجے  
 جعفر صادق کے حوالہ کر دیتے مگر یہ تاویل خود ان کی روایات کے خلاف ہونے کے علاوہ ایک  
 طرح کی غیب دانی پر مبنی ہے۔

## واقعہ چہارم

امام جعفر صادق کے بعد بھی مسئلہ امامت کی وجہ سے بھائیوں بھائیوں میں سخت نزاع  
 ہوئی۔ امام جعفر صادق کے پانچ فرزند تھے، محمد، اسمعیل، عبداللہ، موسیٰ، علیؑ، ان پانچوں نے  
 اپنی اپنی امامت کا دعویٰ کیا اور شیعوں میں علیحدہ علیحدہ فرقے کسی امامت کے قائل ہو گئے

اشنا عشری ان میں سے موسیٰ کو امام مانتے ہیں اور باقی مدعیانِ امامت کو کاذب اور ناری قرار دیتے ہیں۔

ان پانچوں میں سے اسمعیل کی امامت کا امام جعفر صادق نے اعلان بھی کیا تھا، مگر پھر اس میں خدا کو بدلنا ہو گیا اور زیچارے اسمعیل کی امامت کی تجویز حروفِ غلط کی طرح مٹا دی گئی اس بدکا قصہ الثالث من الماتین میں منسل موجود ہے۔

### واقعہ پنجم

حضرت امام حسن کے پوتے اور حضرت امام حسین کے نواسے حضرت عبداللہ محض بن کی والدہ فاطمہ بنت حسین تھیں اور بڑے متقی اور زاہد اور بڑے عالم دین تھے۔ اس مسئلہ امامت کی بدلت ان سے اور امام جعفر صادق سے خوب چلی یہ اپنے بیٹے محمد کو جو بوجہ اپنے تقدس کے نفس زکیہ کے لقب سے ملقب تھے، امام بنانا چاہتے تھے، اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ انہوں نے اپنی امامت قائم کرنا چاہتے تھے۔

حضرت عبداللہ محض نے بار بار امام جعفر صادق سے جا کر کہا کہ تم میرے بیٹے کی بیعت کر لو، مگر امام جعفر صادق نے نہ مانا آخر حضرت عبداللہ کو غصہ آ گیا، اور انہوں نے فرمایا کہ امام حسن نے امامت اپنی اولاد کو نہ دی، بلکہ اپنے بھائی حسین کو دی تو حسین کو کیا حق تھا کہ وہ امامت کو اپنی اولاد کی طرف منتقل کریں، یہ پورا قصہ اصول کافی مطبوعہ لوئکسٹورپرس لکھنؤ میں منقول ہے حضرت عبداللہ محض کے ساتھ امام حسن کی تمام اولاد متفق تھی، اور دوسری طرف امام جعفر صادق اکیلے تھے، حضرت امام حسین کی اولاد بھی سب ان کے ساتھ نہ تھی حتیٰ کہ ان کے بھائی اور چچا بھی ان کے خلاف تھے۔

ایک قابلِ عبرت بات اس موقع پر یہ بھی بیان کر دینے کی ہے کہ شیعہ محبتِ اہل بیت ہونیکا دعویٰ تو بہت کرتے ہیں لیکن موقع پر جیسی وفا و ارمی ان سے ظہور میں آتی رہی سب جانتے

ملہ ان کے نام کے ساتھ محض کی لفظ اس لئے ہے کہ یہ مال اور باپ دونوں کی طرف سے خالص تھے

یعنی دونوں طرف سے جنابِ مسیدہ فاطمہ زہرا کی اولاد میں تھے ۱۳۔

ہیں، ابھی احوال صاحب کی اور زید شہید کی گفتگو اور نقل موبچی لیکن اہل سنت و جماعت نے ہمیشہ ایسے مواقع میں وفاداری اور جاں نثاری کا جو منظر پیش کیا ہے وہ صفحات تاریخ میں قیامت تک چمکتا رہے گا، چنانچہ امام ابو حنیفہ اور امام مالک یہ دونوں جلیل القدر امام حضرت محمد ملقب بہ نفس زکیہ کے ساتھ تھے اور اس ساتھ مینے پر دونوں جلیل القدر اماموں نے بہت ایذا میں اٹھائیں علامہ غلیل قزوینی صافی شرح کافی کی اسی روایت کی شرح میں لکھتے ہیں پس ظاہر شد محمد بن عبداللہ و مجمع پھر عبداللہ محض کے بیٹے محمد ظاہر ہوئے شدند مردم برائے او اختلاف نہ اور لوگ ان کے لئے جمع ہوئے اور کردہ برویج یک از قریش کہ مدنی بود و نہ پیچ یک از اہل مدینہ و مثل ابو حنیفہ کہ بہ سبب این در زندان منصور دوانیقی مرد و مثل مالک بن انس کہ بسبب این عیسیٰ بن موسیٰ اور اردو۔

شخص کو انہیں کے سبب عیسیٰ بن موسیٰ نے مارا پٹا،

یہ پانچ واقعات بعد و پنجتن پاک جو یہاں بیان کئے گئے نمونے کے لئے کافی ہیں اگر ذرا تفصیل یا استیعاب سے کام لیا جائے تو ایک بڑا دفتر تیار ہو جائے، اور ایک مستقل کتاب تاریخ کی بن جائے مگر دل چاہتا ہے کہ کچھ واقعات اور بھی بیان کر دیئے جائیں مفصل نہ سہی مختصر ہی طور پر سنئے۔

از انجملہ حضرت امام حسن کے بیٹے حضرت زید ہیں، علامہ مجلسی تذکرۃ الاممہ میں لکھتے ہیں کہ ان کو میراث کے معاملہ میں حضرت امام باقر سے عداوت ہو گئی اور انہوں نے امام باقر پر چاقو اٹھایا اور آخر خلیفہ ہشام بن عبدالملک کے پاس ملک شام چلے گئے اور اس کو امام کے قتل پر آمادہ کیا اور سردلوا دیا۔

از انجملہ حضرت عبداللہ اقطع ہیں جو خاص حضرت امام جعفر صادق کے فرزند تھے، علامہ مجلسی تذکرۃ الاممہ میں لکھتے ہیں کہ وہ اپنے والد بزرگوار کے مخالفت تھے اور آخر میں انہوں نے



اپنی امامت کا دعویٰ کیا تھا شیعوں میں ایک فرقہ اقلیتی ہے وہ انھیں کی امامت کا قائل ہے۔

ازانجلہ علی بن اسمعیل اور محمد بن اسمعیل ہیں یہ دونوں حضرت امام جعفر صادق کے پوتے تھے علامہ مجلسی نے تذکرۃ الائمہ میں اور علامہ ابوالنصر نے عمدۃ الطالب میں لکھا ہے کہ انہوں نے خلیفہ ہارون رشید سے امام موسیٰ کاظم کی جعلی کھائی کر وہ آپ کی خلافت چھین لینے کی فکر میں ہیں اور ہتھیار اور روپیہ جمع کر رہے ہیں چنانچہ امام مدوح اسی بنا پر زہر بلاہل سے قتل کر دیئے گئے۔ ازانجلہ جعفر بن علی ہادی ہیں۔ حق الیقین میں ہے کہ وہ خود اپنی امامت کے مدعی ہوئے اور زہرہ میں ہے کہ انہوں نے امام غائب کے سفیروں کی شکایت خلیفہ وقت سے کی۔ اسی شکایت کا نتیجہ یہ ہوا کہ سفارت کا سلسلہ ہی بند ہو گیا اور غیبت کبریٰ شروع ہو گئی۔

اب ذرا ایک بات یہ بھی قابل غور اور بڑی نتیجہ خیز ہے کہ یہ سب سادات حسنی اور حسینی امام زادہ ہیں اور ائمہ معصومین سے عداوت رکھتے تھے اور کتب معتبرہ شیعہ میں ہے کہ جو شخص ائمہ سے دوستی نہ رکھے وہ یا تو مابون ہوگا یا ولد الحرام ہوگا یا ولد الحیض ہوگا۔ لہذا اب بتائیے کہ ان سادات کی نسبت کیا خیال کیا جائے۔ اور سب کو جانے دیجئے حضرت عبداللہ الفطح کو لیجئے جو خاص امام جعفر صادق کے بیٹے ہیں معاذ اللہ ان کو ولد الحرام کہا جانے تو حرام کار کون ٹھہرتا ہے حضرت مولانا حیدر علی صاحب کو اس موقع پر کچھ غصہ آ گیا ہے اور آنا بھی چاہئے کہ کس قدر توہین و تذلیل اولاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ان حضرات نے کی چنانچہ اسی غصہ میں منتهی الکلام مسدک دوم میں فرماتے ہیں "صاعقہ قبر و انتقام عادل حقیقی بر اشقی الآخرین افتد کہ در پردہ او علمے محبت چنڈے از اہل بیت خاتم الانبیا از اہل معصومین را بایں الواث ملوث کند"

المختصر ان چند نمونوں سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو گئی کہ مسئلہ امامت کی بدولت بڑے بڑے فسادات رونما ہوئے اور نہایت ذلیل نمانہ جنگیاں خاندان ہاشمی میں برپا ہوئیں حضرت علی بن موسیٰ نے کر گیا رسولی امام تک کوئی امام ایسا نہیں ہوا جس کے بھائیوں اور بیٹوں میں تفاق ہو یا کم از کم ایسے ناگوار قصے نہ پیش آئے ہوں۔

زمانہ گذر گیا اور وہ باہم جنگ کرنے والے قصہ پارمینہ بن گئے مگر طالی اب تک قائم ہے آج شیعہ انہیں لڑائیوں کو دستاویز بنائے ہوئے ہیں اور لطف یہ ہے کہ اقلیت کا ساتھ

دیتے ہیں اور اکثریت پر تبراً بازی کرتے ہیں یعنی رسول خدا سے اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں گنتی کے چند لوگوں کو مانتے ہیں اور بے گنتی بے شمار نذات پر محنت کرتے ہیں۔

اور لطف پر لطف یہ کہ وہ اپنے اس فعل کو اس قدر مستحسن سمجھتے ہیں کہ اپنے حن کردار کی لوگوں سے داد لینے کے لئے برملا اس کا اظہار بھی کرتے ہیں بالکل مسداق آیہ کریمہ  
وَهُمْ يُحِبُّونَ أَنَّهُمْ يُخَيَّنُونَ صُنْعًا كَيْفَ يَكُونُ

اجتہاج طبرسی کا مصنف اپنی کتاب کے آخری نصف یعنی ص ۱۵۰ بڑے فخر کے ساتھ لکھتا ہے،

کیا یہ لوگ نہیں دیکھتے کہ امامیہ ان اولاد رسول کی طرف کچھ توجہ نہیں کرتے جو امامیہ کے مخالف ہوں، اور امامیہ کے مذہبی راستے سے ہٹ گئے ہوں اور مسئلہ امامت میں ان کا مسلک کچھ اور ہو اور امامیہ ایسی اولاد کیلئے ذرا سی بھی تعریف و تعظیم و اہنس رکھتے بلکہ امامیہ ایسی اولاد پر تبراً بھیجتے ہیں اور ان سے عداوت رکھتے ہیں اور ان کو تمام احکام میں مثل ان لوگوں کے قرار دیتے ہیں جن کا نہ کوئی نسب و حسب ہو اور نہ (رسول سے) کوئی قربت و تعلق۔

أَوْلَا يَدْرُونَ أَنَّ الْأَمَامِيَّةَ لَا تَلْتَفِتُ إِلَى مَنْ خَالَفَهَا مِنَ الْعَبَائِرَةِ وَ حَادَّ عَنْ جَادَّتِهَا فِي الدِّيَانَةِ وَ فَحَجَّتِهَا فِي الْوَلَايَةِ وَلَا تَسْمَعُ لَهُ بِشَيْءٍ مِنَ الْمُدَّحِ وَالْتَعْظِيمِ فَضْلًا عَنْ غَايَتِهَا وَأَقْصَى نَيْهَايَتِهِ بَدَلٌ تَبْرَأُ مِنْهَا وَ تُعَادِيهِ وَ تُجْرِيهِ فِي جَبِيحِ الْأَحْكَامِ مَجْرِي مَنْ لَا نَسَبَ لَهُ وَلَا حَسَبَ وَلَا قَرَابَةً وَلَا عُلُقَةً۔

یہ بے شیجوں کی محبت آل رسول کی حقیقت یہ محبت آل رسول کی ہے یا اپنے مذہب کی اب وقت ہے کہ اس نمبر کو ختم کیا جائے مسئلہ امامت کے بقیہ مباحث اور آخری فیصلہ کیلئے نمبر سوم کا انتظار کرنا چاہیے۔ وَ سَيَأْتِيْ اِنْ شَاءَ اللهُ تَعَالَى۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُهُ

وَاخِرُ دَعْوَانَا اِنْ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى خَاتَمِ النَّبِيِّينَ وَ عَلٰى اٰلِهِ وَاصْحَابِهِ اَجْمَعِيْنَ